رُوحانی ڈائری

302

حالات عہد حضور پُرنور مہاراج ساون سنگھ جی

(۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۴۴ء تا ۲ اپریل سنہ ۱۹۴۸ء)

حصہ دوم

مُولّفہ

رائیصاحب منشی رام

ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ و سشن جج

رادھا سوامی ست سنگ (بیاس)

ضلع امرتسر (پنجاب)

With
respectful and
loving Radha Soami
Greetings
from
Rameshwar

پبلشر:-

کے۔ ایل۔ کھنّہ

سیکرٹری

رادھا سوامی ست سنگ (بیاس)

ضلع امرتسر

پہلی بار ۳۰۰۰ ـــــــــــــــ ۱۹۶۶ء

پرنٹر:-

محبوب المطابع اُردو بازار جامع مسجد

دہلی ۶

دیباچہ

ڈائری ہذا کا حصّہ اوّل شائع کرتے وقت رائے صاحب لالہ مُنشی رام جی کی زندگی کے حالات باوجود کوششوں کے بھی وقت پر دستیاب نہ ہو سکے۔ اب جو کچھ مِل سکے ہیں۔ اُن کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو رُوحانی لگن بہت پہلے سے تھی۔ آپ کو سنہ ۱۹۰۸ء میں حضور پُرنور مہاراج بابا ساون سنگھ جی سے نام دان مِلا۔ اس کے بعد آپ ڈیرے میں وقتاً فوقتاً اپنے ستگورُو کی سیوا میں حاضر ہوتے رہے۔ دِل میں عقیدت تھی۔ بھگتی گورُو چرنوں میں اِس قدر بڑھی کہ آپ سنہ ۱۹۳۹ء میں ریٹائر ہو کر گھر تو گئے لیکن وہاں دِل نہ لگا اور سنہ ۱۹۴۲ء میں آپ ستگورُو کی شرن میں ڈیرے آ گئے اور ایسے آئے کہ لَوٹ کر نہ گئے۔

ڈپٹی ہرنرائن جی سیکرٹری صاحب بیمار رہنے لگے تو آپ نے اُن کا کام سنبھال لیا جسے آپ نے نہایت محنت۔ ایمانداری اور خوش اسلوبی سے نبھایا۔ آپ دَورے پر بھی حضور مہاراج جی کے ساتھ جاتے تھے۔ بعد ازاں ڈپٹی صاحب کا اِنتقال ہو گیا تو آپ پر کام کا بوجھ اور بھی بڑھ گیا۔ یہ کام آسان نہ تھا۔ لیکن آپ نے اِسے خُوب نبھایا۔ حضور مہاراج جی کے چرنوں میں آپ کو بہت عقیدت تھی۔ اور حضور بھی آپ سے شفقتِ پدرانہ رکھتے تھے۔ رائے صاحب نے کبھی دَورے میں ناغہ نہیں کیا۔ خواہ آپ بیمار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور مہاراج

جی کی دَیا ایسی تھی کہ بیماری کافُور ہو جاتی تھی۔ آخری ایّام تک آپ حضُور مہاراج جی کے ساتھ رہے اور حضُور کی تمام وصیّت ہائے آپ نے ہی تحریر کیں۔ حضُور کی آخری وصیّت کے بارے میں آپ نے اِس حِصّہ میں مُفصل نوٹ لِکھا ہے ایّامِ تقسیمِ مُلک و حضُور پُرنُور کی علالت و رحلت کے چشم دید حالات بھی درج کئے ہیں۔

آپ اپنی ذِمہ داری کو بہت محسُوس کرتے تھے۔ جیساکہ ڈائری کے آخری نوٹ سے ظاہر ہے۔ مالک نے آپ کو توفیق دی کہ آپ اپنی ہر ذِمہ داری کو اچھی طرح نبھا سکیں

تاراچند اگروال

ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ و سِشن جج

رادھا سوامی کالونی بیاس

فہرست مضامین (ابواب)

نمبر شمار	مضمون (باب)	صفحہ

نمبر شمار	مضمون (باب)	صفحہ

His Holiness Hazur Maharaj Sawan Singh Ji

باب پہلا حصہ دوم

حالات قیام ڈیرہ و دورہ کالوکی بڑ

۲۰ اکتوبر کی دوپہر کو ۲ بجے حضور ڈیرے سے چل کر سیدھے امرتسر ست سنگ گھر پہنچے۔ وہاں جا کر شام کو ایک اور ۲۱ اکتوبر کو دو ست سنگ دیئے۔ ۲۱ اکتوبر شام کے ست سنگ میں بہت بھیڑ بھاڑ تھی۔ پتی برتا دھرم اور گورو کا سنمان نہ کرنے کے مضمون پر تُلسی کرت رامائن میں سے بانی پڑھی گئی۔ گورو کی نِندیا نہ سُننے پر زور دیا گیا جیسے تُلسی داس جی نے کہا ہے۔ "گورو نِندک نارائن ہوئی۔ تا کا مُکھ نہ دیکھو کوئی"، حضور فرمایا کرتے ہیں کہ نِندیا سُننے میں گورو کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ گورو نِندا یا اُستت سے بالاتر ہے۔ مگر سیوک کو یہ نقصان ہو جاتا ہے۔ کہ مبادا نِندیا کا کوئی اثر سیوک کے دل میں جا گزین ہو جاوے۔ جس سے سیوک کا گورو پر اعتقاد نہ رہے۔ امرتسر سے شام کے ۶ بجے کے بعد چل کر ۷ بجے ڈیرے پہنچ گئے۔

۲۲ اکتوبر کی صبح کو رانی صاحبہ سانگلی معہ یوراج و رانی لکشمی بائی تشریف لائیں۔ اس کے بعد شام کو ۸ بجے کرنل مارٹن صاحب بنارس سے اور مس رگ صاحبہ شملے سے آ پہنچے۔ ان دونوں کو ڈاکٹر جانسن والی کوٹھی میں اور رانی صاحبان کو سردار جودھ سنگھ کی کوٹھی میں جگہ دی گئی۔ شام کو ست سنگ ہوا۔ میری ڈیوٹی کرنل صاحب اور میم صاحبہ کو ترجمہ کر کے ویاکھیان سمجھانے کی لگی۔ دوسرے روز صبح کرنل صاحب اور میم صاحبہ حضور کے پاس بوقت ۱۱ بجے درشن کو آئے۔ کرنل صاحب نے دریافت کیا کہ سمرن دھیان اور دھن کا سُننا آیا مِلا کر کرنا چاہیئے یا کیسے۔ حضور نے فرمایا سمرن میں اگر من باہر نہ جاوے تو صرف سمرن کرنا چاہیئے۔ اگر من باہر جاتا ہے تو ساتھ دھیان سنگورو سروپ کا دیا دیا اگر کچھ روشنی آتی ہے تو روشنی کو دیکھتے رہیں۔ ورنہ صرف سمرن سمرن سے ہی من و روح اکٹھے ہو کر آنکھوں کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ اور آنکھوں تک سارا بدن سُن ہو جاتا ہے۔ سمرن کا صرف یہی مُدعا ہے۔ کہ روح نو دواروں کو چھوڑ کر آنکھوں کے پیچھے آ جاوے۔ روح کی دو طاقتیں ہیں سُرت اور نِرت۔ نِرت دیکھنے کی شکتی ہے اور سُرت سُننے اور آنند لینے کی۔ مگر اندر پہلے نِرت جاتی ہے۔ جب تک اندر روشنی وغیرہ دکھائی نہ دیوے سُرت ترقی نہیں کر سکتی۔ جب سمرن کرے تو شبد کا سُننا چھوڑ دیوے۔ جب شبد سُنے تو من کو باہر نہ جانے دیوے۔

ایک شخص نے لکھا کہ میری بیوی اور دو بچے میری سسرال والوں کے پاس ہیں وہ اُن کو بھیجتے نہیں۔ جواب دیا گیا کہ گرانی کا زمانہ ہے۔ شکر کرو تمہارے بیوی بچوں کا بوجھ تم پر نہیں ہے۔ بچے بڑے ہو کر کہاں جاویں گے تمہارے ہی کہلاویں گے۔

۲۶ اکتوبر۔ ایک شخص نے پوچھا دھیان ستگورو سروپ کا کیسے کیا جاوے۔ آیا کھڑے کا یا بیٹھے کا۔ حضور نے فرمایا کہ ست سنگ میں جیسے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ویسے دھیان کرو۔ دھیان سے سمرن پک جاتا ہے۔ آج شام کے ست سنگ میں کبیر صاحب کی ساکھی سنگرہ میں سے مورتی پوجن اور سمرن کا انگ لئے گئے۔ کبیر صاحب نے مورتی پوجن کا خوب مضحکہ اُڑایا ہے۔ اور اُس کو پاپ قرار دیا ہے کہ اپنے شریر میں پرماتما کو نہ تلاش کرنا۔ اپنے بنائے ہوئے پتھر کو پرماتما سمجھنا۔ ویسے ہی حال کتابوں کی پرستش کا ہے۔ جو قریب قریب ہر ایک مذہب میں رائج ہے۔ اور تیرتھوں کا ہے۔ سمرن پر کبیر صاحب نے بہت زور دیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سمرن سب سے اعلیٰ اور اونچا سادھن ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے سمرن پر زور دیں۔ سمرن سے ہی CONCENTRATION ہو گی۔ کسی نے پوچھا۔ دان ستگورو کی معرفت دینا چاہیئے یا خود بخود۔ حضور نے یہ شبد پڑھا۔ کبیر صاحب کا

"گورو بن مالا پھیرنے گورو بن کرتے دان گورو بن دان حرام ہے جائے پوچھو دید پران"

اگر ستگورو کی معرفت دان دیا جاوے۔ تو ستگورو ادھیکاری کو دلادیں گے۔ اگر خود بخود کسی غیر مستحق کو دان دیا گیا۔ تو اُس کا پاپ بھی ہے۔ مثلاً قصائی کو دان دینا۔ شرابی کو دان دینا جو جا کر شراب پی لے گا وغیرہ وغیرہ۔ اگر دان دینا ہو تو ادھیکاری کو دیوے۔ اور معاوضہ کی آس نہ رکھے۔

رائے صاحب لالہ ہرنرائن مرحوم و مغفور کی ایک کہانی یاد آگئی۔ کوئی برہمن دیوتا ایک دیوی کے بھگت تھے۔ دیوی اُس کی بھگتی سے خوش ہو کر پرگٹ ہوئی اور کہا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ برہمن دیوتا بھولے بھالے تھے۔ کہنے لگے ماتا جی مجھے پرسوں تک مہلت دو تو سوچ کر ور مانگونگا۔ دیوی نے جواب دیا بہت اچھا۔ اب برہمن دیوتا نے اپنی اہلیہ سے صلاح پوچھی۔ اُس کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ کہنے لگی بس دیوی سے لڑکا مانگو۔ اُس نے جواب دیا کہ ماں اندھی ہے وہ کہتی ہے کہ دیوی سے کہو کہ میں سوجاکھی ہو جاؤں۔ تو بیوی صاحبہ نے کہا کہ تم کیا سودائی ہو گئے ہو۔ یہ بڑھیا کے دن جئے گی۔ آج مری کہ کل۔ اگر آنکھیں مل بھی گئیں تو دو چار برس میں مرجاویگی۔ ہمارے اولاد نہ ہوئی تو ہم لاوارث مر جاویں گے۔ تم اس کھوسٹ کی بات پر مت جاؤ۔ لڑکا مانگو۔ ہمارے بے چراغ گھر میں اُجالا ہوگا پھر برہمن دیوتا نے اپنے والد بزرگوار سے صلاح لی۔ تو اُنھوں نے کہا بچے ہم کنگال ہیں۔ بھوکوں مر رہے ہیں۔ لڑکا ہو گیا تو بھوک تو نہیں جاوے گی۔ تم دیوی سے دھن مانگو۔ جو ہمارا دردر دور ہو۔ اب برہمن دیوتا بڑی گومگو کی حالت میں پڑ گئے۔ کیا مانگوں، کیا نہ مانگوں، چنتا ندی میں غرق ہو گئے۔ دیوی کیا خوش ہوئی بلا گلے پڑ گئی۔ اسی موچ

میں دریا کے کنارے اشنان کرنے گئے۔ مگر اشنان کرنے سے پہلے بہت دیر تک ندی کے کنارے بیٹھے سوچ وچار کرتے رہے کہ بیوی کو ناراض کروں، باپ کو ناراض کروں یا ماں کو ناراض کروں۔ ایک کائستھ صاحب نے اُن کو اس فکر و غم کی حالت میں دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ تو اُس سیدھے سادے برہمن نے سب ماجرا دیوی کے پرسن ہونے اور ہر ایک رشتہ دار کی خود غرضی اور خود مطلبی کا سُنایا۔ کائستھ عالم ہوتے ہیں۔ وہ شخص بہت ہنسا کہنے لگا ارے تُو بڑا مُورکھ ہے۔ تُو دیوی سے کہہ کہ میری ماں اپنے پوتے کو سونے کے گڑوے میں دُودھ پیتا دیکھے۔ برہمن بہت خوش ہوا۔ اور خوشی خوشی اُس وقت کا اِنتظار کرنے لگا کہ دیوی کب پرگٹ ہو۔ چنانچہ وقتِ مُقررہ پر دیوی جی تشریف لائیں۔ پُوچھا اب بتاؤ کیا مانگتے ہو۔ برہمن نے وہی منتر جو کائستھ نے اُس کو سکھایا تھا۔ دُہرایا۔ دیوی ہنسی اور کہنے لگی۔ ایسا ہی ہوگا۔ پھر ایک لمحہ توقف کے بعد پُوچھنے لگی۔ سچ بتا۔ یہ تُم کو کس نے بتایا۔ کیونکہ مَیں دیکھتی ہوں کہ تیری عقل یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اُس نے کائستھ کا ماجرہ بیان کیا تو دیوی نے کہا اچھا کائستھ ہونگے تو ہوشیار مگر ہونگے کنگال۔ اِس واسطے رائے صاحب فرمایا کرتے تھے کہ وہ کائستھ کیا مَرا جس کے پیچھے دو تین بیٹے رتنے پیچھے نہ جاویں۔

۲۸ راکتوبر۔ صبح "گورُو گورُو بین ہر سے دھرتی" اور شام کو نام نرنے شبد حضوری بانی میں سے پڑھے گئے۔ کل اِتوار کو ماہواری ست سنگ صبح کے ½۹ بجے شرُوع ہونا قرار پایا۔

۲۹ راکتوبر۔ صبح کے ½۹ بجے رائے صاحب لالہ ہرنرائن جی ریٹایرڈ ڈپٹی ایس سی، ایس سابق سیکرٹری سری حضُور مہاراج کی رسم بھوگ ادا کی گئی۔ ماہواری ست سنگ کی وجہ سے حاضری کئی ہزار کی تھی۔ پہلے گورُو گرنتھ صاحب میں سے نویں محلہ کے شلوک "گُن گوبند گایو نہیں جنم اکارتھ کین"، پھر دوسرا، پھر راگ مالا" پڑھے گئے۔ اِس کے بعد سب حاضرین ست سنگ نے کھڑے ہو کر ارداس کیا۔ ارداسے کے بعد حضُور نے مرحُوم کی سیوا د صاحب دِلی کی بہت تعریف کی۔ اِس کے بعد سردار صاحب سردار بھگت سنگھ جی ایڈووکیٹ جالندھر شہر اپنی پنجابی کویتا مارُو راگ میں پڑھ کر سُنائی۔ جو حاضرین نے بہت پسند کی۔ اُس میں سردار صاحب نے یہ بتایا تھا کہ ہم لوگ جن کو پُورے ستگورُو نے دَیا کر کے نام کی بخشش کی ہے کسی طرح سے بھی اُن لوگوں سے جو کہ ساری عمر تپ تپتے رہے یا پُن دان یا نیک کرم کر رہے ہیں اچھے نہیں ہیں۔ اِس واسطے حضُور نے جو نام دان دیا۔ اُس کی یہ وجہ ہوگی کہ روزِ ازل میں ہر ایک رُوح کی تقدیر میں وہ وقت لکھا جاتا ہے کہ جس وقت اُس رُوح نے واپس ست لوک لوٹنا ہوتا ہے۔ اِس کے بعد یہ بتایا کہ اِس رچنا سے پہلے وہ خُدا واحد یکتا تھا۔ چونکہ خُوبصُورتی کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ چُھپائے سے نہیں چُھپتی۔

نکو روئے تاب مستوری ندارد   اگر در بہ بندی ز روزن سر برآرد

اِس واسطے خدا کو ایک سے انیک ہونا پڑا۔ جب اِس ترلوکی کی رُوحوں کو خدائے مُطلق نے کال بھگوان کے سپرد کیا تو اُس نے عرض کی کہ مجھے تین قول دیئے جاویں۔ تاکہ جو رُوحیں میرے ماتحت کی گئی ہیں۔ وہ جلدی سے ست لوک کو واپس نہ آجاویں۔ اور میرا مُلک ویران نہ ہو جاوے۔ اوّل یہ کسی مخلوق کو اپنے پہلے جنم کی خبر نہ ہو۔ دوئم یہ کہ جس جسم میں مَیں کسی رُوح کو داخل کروں۔ اُس ہی میں خوش رہے۔ اُس قالب کو چھوڑنا یعنی مرنا نہ چاہیئے۔ سوم یہ کہ سنت یعنی فقرائے کامل مُعجزے اور کرامات دِکھا کر لوگوں کو اپنا پیرو نہ بنائیں۔ بلکہ جو اُن کے بچن اور وعظ کو سُن کر اُن سے ہدایت لینی چاہے۔ اُس کو ہی صرف ہدایت دیویں۔ لیکن حضور مہاراج جی نے بجائے کرامات دکھانے کے اپنی خوبصورتی اور من موہنے رُوپ سے جیووں کو کھینچ لیا۔ پھر ستگورو سے پرارتھنا کی گئی کہ ہم تو پاپ کرنے میں ذرا بھی ڈھیل نہیں کرتے اور جب اُن کا عوض بھوگنا پڑتا ہے۔ تو روتے ہیں۔ اے ستگورو تو ہمارے پاپوں کی طرف نہ دیکھ۔ اپنی بخشش کی طرف دیکھ اور رائے صاحب کو جو تمہارے غُلام اور میرے مُحسن تھے۔ دھُر دھام میں جگہ دے۔ یہ کہنا بھول گیا کہ حضور نے اپنے دیا کھیان میں یہ فرمایا کہ دس نمبر کے بدمعاش کی طرح اِس دُنیا کے جیووں کو ہتھکڑیاں لگی ہی رہتی ہیں۔ کیونکہ خواہ کوئی رُوح کتا ہو کر مرے۔ خواہ مچھر یا ہاتھی یا آدمی ہو کر ہر جنم کے آخیر پر اُس کو دھرم رائے کی کچہری میں جاکر حساب دینا پڑتا ہے۔ ست سنگ کی سماپتی کے بعد رائے صاحب مرحوم کے صاحب زادگان نے ساری سنگت کو کھانا دیا۔ رائے صاحب یہ شعر اکثر کہا کرتے تھے ؎

"تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی"

۳۰۔ اکتوبر کو کچھ بی بیوں کو اور تھوڑے مَردوں کو نام دیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ حضور نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ جس بی بی کا پتی غیر ست سنگی ہے۔ اُس کو نام نہیں دینا۔

۳۱۔ اکتوبر کو پُورنماشی تھی۔ اُس روز حضور صبح ½۸ بجے یہاں سے چلکر ترن تارن ½۹ بجے کے قریب جا پہنچے۔ وہاں پہلے سے ہی ست سنگ ست سنگ کے لئے تیار بیٹھی تھی۔ اُن کو پہلے سے حضور کی تشریف آوری کا پتہ دیا جا چکا تھا۔ لہٰذا دس بجے کے قریب ست سنگ شروع ہو گیا۔ حضور مہاراج اور بھائی دیوا سنگھ جی دونوں ست سنگ کے تخت پر براجمان تھے۔ ترنتارن ست سنگ کے دو پاٹھیوں نے حضوری بانی میں سے "جگ میں گھور اندھیرا بھاری تن میں تم کا پھندا ڈارا" کا پاٹھ بڑی سُریلی آواز میں کیا۔ حضور نے خوب دیا کھیان کیا کہ دُنیا دی اور عقلمند لوگ کہیں گے۔ کہ کیوں اِس دُنیا میں گھورا اندھیرا ہے۔ اور جسم انسان میں کیوں اندھیرے کا ذخیرہ ہے۔ جبکہ سُورج نکلا ہوا ہے۔ اور دُنیا عیش کر رہی ہے۔ مگر چشم باریک بین کو معلوم ہوگا کہ اِس دُنیا میں نہ صرف جل میں بلکہ تھل میں جیووں کو جیو کھا رہے ہیں اناج کے دانوں میں بھی رُوح ہے۔ اگر رُوح نہ ہوتی تو دانہ کیسے اُگتا۔ اگر دانے کو بھون کر بیجیں تو کبھی نہیں اُگتا۔ قانونِ قُدرت نے کچھ ایسا انتظام کیا ہے کہ ایک مخلوق کی خوراک دوسری مخلوق ہے۔ جہاں ایسا قانون ہو۔ وہاں

امن چین کیسے۔ اِس واسطے سنتوں نے کہا کہ تم اِس ظُلم و سِتم کے مُلک کو ہی چھوڑو۔ مُعترض کہتا ہے کہ جب قانُون قُدرت ہی ایسا ہے کہ مخلُوق مخلُوق کو کھائے تو گوشت کھانے سے کیوں منع کیا جاتا ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ تتوؤں یعنی اربعۂ عناصر کے مُطابق ہر ایک جاندار کی قدر و قیمت ہے۔ ایک آدمی کے مارنے کا جو جُرم ہے۔ وہ گھوڑے کے مارنے کا نہیں۔ جو گھوڑے کے مارنے کا ہے۔ وہ ایک مُرغی ذبح کرنے کا نہیں۔ اور جو گُناہ مُرغی ذبح کرنے کا ہے۔ وہ ایک کیڑا مارنے کا نہیں۔ اور جو کیڑا مارنے کا ہے۔ وہ ایک بینگن یا خربوزہ توڑنے کا نہیں۔ بس مہاتماؤں نے کہا کہ تم کم سے کم گُناہ اُٹھا کر اِس دُنیا میں گُذارا کرلو۔ اور اِس چوراسی لاکھ جُون کی بھُول بھُلیاں سے نکل چلو۔ قالب اِنسانی میں ہی تم کو یہ موقعہ ملا ہے کہ اپنی رُوح کو اعلیٰ طبقاتِ رُوحانی میں لے چلو۔ اگر اِس موقعہ کو کھو دو گے۔ تو پھر مر کر نرکوں یا چوراسی لاکھ میں چلے جاؤ گے۔ تم کو خبر نہیں کہ یہ تمہارا وطن نہیں یہ تو کال اور مایا کا دیس ہے۔ تمہارا وطن تو ست لوک ہے۔ جیسے مولوی رُوم نے کہا ہے ؎

"من زکُجا وفکرِ ناؤ وان زکجُا   چرا بعالمِ اصلیٔ خویش دا از دم"   (دیوان تبریز)

تم اِس مادی دُنیا کو اپنا وطن خیال کر کے اِس کے واسطے لڑتے مرتے ہو۔ جب تم کو بہت مُدتوں کے بعد بھاگ سے منُش کا شریر ملتا ہے تو تم اپنی عُمر من اور اِندریوں کی لذّات میں خراب کرتے ہو۔

حضُور نے فرمایا کہ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ نباتات سے ترقی کرتی ہوئی رُوح حشرات الارض و پرندوں حیوانات میں سے گُذر کر انسانی قالب میں آوے۔ لیکن اس میں ایک رعایت ہے کہ اگر کوئی فقیر کامل کسی جانور پر سواری کرے۔ یا کسی درخت کا پھل کھائے، یا کوئی کیڑا وغیرہ اس کے پاؤں تلے آ کر مر جاوے۔ یا کوئی پرندہ اُڑتا اُڑتا فقیر کامل کو برہنہ بدن دیکھ لے تو اُس کو مرنے پر قالبِ اِنسانی دیتے ہیں۔ بغیر مرشد کامل و ذکر سلطان الاذکار کے کوئی بھی اس آواگون کے چکر سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد گُورُو گرنتھ صاحب میں سے "بکھ بوہتھا لادیا دیا سمُند منجھار" لیا گیا جس کا مضمون اول الذکر شبد کے مضمون سے مُشابہ ہے جس کا خلاصہ ہے کہ ہر ایک انسان اعمال بد اور نیک کی کشتی بھر کر اِس دُنیا کے سمندر میں بہا جا رہا ہے۔ اور یہ سمندر ایسا بھیانک ہے۔ کہ نہ اِس کے ورے کا کنارہ معلوم ہوتا ہے۔ نہ پرے کا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا یہ دُنیا کب بنی اور ختم کب ہوگی۔ اگرچہ بعض رشی مُنیوں نے پرلے مہا پرلے کا حساب لگایا ہے۔ مگر یہ کسی نے نہیں بتایا کہ جب سے یہ سرشٹی بنی ہے۔ کتنی پرلے اور مہا پرلے ہو چکی ہیں۔ اس ڈراؤنے نظارے کو دیکھ کر گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں "بابا جگ پھاتا مہا جال" معترض کہتا ہے۔ کہ مان لیا دُنیا اندر جال میں قید ہے۔ مگر اِس سے نکلنے کا راستہ تو بتاؤ۔ گورُو نانک صاحب جواب دیتے ہیں۔ کہ مُرشد کامل کی مہربانی سے سچا نام مل جاوے۔ اور یہ اُس کو کما لیوے تو بیشک صورت نجات کی ہو سکتی ہے۔

ست سنگ کو ختم کر کے صرف ۵ - ۷ منٹ ٹھہر کر حضور وہاں سے کار میں ہی ڈیرے ۱½ بجے دوپہر کے قریب واپس آپہنچے۔ اور شام کو پھر ست سنگ میں ۴½ بجے کے قریب تشریف لائے۔ رات کو ڈاک دیکھی۔

حضور نے ۳ یا ۴ نومبر کو ہوشیار پور کے ضلع میں واقعہ کالو کی بڑ کو تشریف لے جانے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ مگر ۲ نومبر کو شام کو حضور کو زکام اور گلے کی خرابی ہو گئی۔ اس واسطے ۳ نومبر کو سارا دن اپنے کمرے میں لیٹ کر آرام کرتے رہے۔ کسی کو زیادہ گفتگو کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ۳ نومبر کی شام کو ۲ دن کی ڈاک سنی۔ ڈاک میں ایک خط میں کسی ست سنگی نے لکھا تھا کہ اُس کے ایک بے ست سنگی رشتہ دار کے لڑکے کی موت کے وقت حضور تشریف لائے۔ اور لڑکے نے کہا۔ کہ حضور تشریف لائے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا یہ سنت مت ہے۔ ست گورو اپنے ست سنگیوں کے رشتہ داروں کی بھی سنبھال کرتے ہیں۔ اب رائے صاحب (لالہ ہر نرائن متوفی) کہتے ہیں۔ کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ مجھے ایسی اچھی جگہ لے چلو گے تو میں اِس قدر دُکھ کیوں اُٹھاتا۔ کیوں پہلے ہی حضور سے عرض نہ کرتا کہ مجھے لے چلو۔ یکم نومبر سے حضور مقدس کی طبیعت علیل ہو گئی۔ گلا خراب۔ زکام، کھانسی۔ حضور کا ارادہ پہلے ۳ نومبر کو ڈیرے سے کالو کی بڑ جانے کا تھا۔ مگر بیماری کی وجہ سے رُکنا پڑا۔

کالو کی بڑ میں ست سنگ

آخر کار ابھی پوری طرح صحت نہ ہوئی تھی کہ ۵ نومبر کو ڈیرے سے چل دیئے۔ کپور تھلہ کے راستہ جالندھر ہوتے ہوئے ہوشیار پور دن کے ۱۱ بجے پہنچ گئے۔ وہاں پروفیسر پوری نے ست سنگ کا اِنتظام اپنی کوٹھی سے باہر احاطہ میں کر رکھا تھا۔ لوگ جمع تھے کئی افسران بھی آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ پہنچتے ہی پہلے ست سنگ شروع ہوا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ سنت مت میں اور متوں سے کیا خصوصیت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اور مت مرنے کے بعد مُکتی دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ سنت مت کہتا ہے کہ آؤ جیتے جی محنت کر کے مُکتی حاصل کرو۔ مرنے کے بعد کیا اعتبار ہے ملے یا نہ ملے۔ جو جیتا ہوا اَن پڑھ ہے۔ وہ مر کر بھی۔ اسے نہ ہو جاوے گا۔ پس گرنتھ صاحب میں سے حضور نے "تیریاں کھانی تیریاں بانی بِن ناویں سب بھرم بھُلانی" شبد پڑھوا کر دیا کھیان کیا۔ کہ نام چاروں کھانوں یعنی کُل مخلوق اور مکالمہ سے پرے ہے۔ لکھنے پڑھنے میں نہیں آسکتا۔ نہ اِندریوں سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ نہ وہ لفظ ہے۔ اگر وہ لفظ ہوتا تو گورو کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ مذہبی کتابوں میں ہزاروں نام پرماتما کے درج ہیں۔ اُن میں سے کسی کو لیکر رٹتے رہے یہ نام نہیں نام دقیق مضمون ہے۔ اور سُورج چندر لوک سے پرے جاویں تو ملتا ہے۔ اور بنا نام مُکتی نہیں۔ نام کی کمائی سے جیتے جی مُکتی حاصل ہو سکتی ہے۔

ست سنگ کے بعد حضور نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ہم نے کھانا کھایا۔ پھر وہاں سے ۲½ بجے کے بعد کالو کی بڑ کو روانہ ہو گئے۔ شام کو ۵ بجے وہاں آپہنچے۔ یہاں موسم ڈیرے کی نسبت کچھ کچھ خنکی پر تھا۔ مگر ناخوشگوار

نہیں تھا۔ دھوپ خوب تیز ہوتی ہے۔ مگر دن کے ۱۱ بجے سے لیکر شام کے ۴ بجے تک تو دھوپ تیز لگتی ہے اُس سے آگے پیچھے موسم خوشگوار ہوتا ہے۔ اور صحت اچھی رہتی ہے۔ ہوا خشک ہے۔ ابھی یہاں بارش نہیں ہوئی۔ ہاں رات کو ہوا خوب زور سے مغرب سے چلتی رہی۔ جس کی وجہ سے سب دروازے اور کھڑکیاں اچھی طرح سے بند کرنے پڑے۔ یہاں لوگوں کی اِس دفعہ پہلے جتنی بھیڑ بھاڑ نہیں تھی۔ بڑی شانتی و خاموشی کا سماں ہے۔ نہ کام کی بھرمار ہے۔ زندگی آرام سے گُذر رہی ہے۔ حضُور کی طبیعت ابھی پُوری صحت میں نہیں ہوئی۔ کھانسی، گلا خراب۔ زُکام ستا رہے ہیں۔ باہر سَیر کو بھی نہیں تشریف لے جاتے۔ صبح کو نہا دھو کر اپنے کمرے سے باہر چھت پر دھُوپ میں بیٹھ جاتے ہیں۔

۸ر نومبر کی شام کو اُمید ہے۔ ست سنگ ہوگا۔ کالُو کی بڑ میں صرف مشرق و جنوب کا برآمدہ یک منزل بن گیا ہے ابھی شمالی برآمدہ نہیں بنا۔ پھر اس برآمدہ کے لئے لوہ لنگر عُرف پربتی پور کی طرف سے جو یہاں سے ۴ میل پرسوال کی طرف ہے۔ سنگت سروں پر اُٹھا کر لائی ہے۔ بعض بعض تین تین پھیرے بھی لگا لیتے ہیں۔ گویا ۲۴ میل کا فاصلہ پیدل طے کرتے ہیں۔ اور شام کو ۴ ۔ ۵ بجے کے درمیان ست سنگ ہوتا ہے۔ تعداد ست سنگت کی ہر روز بڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ آخر دن کو کافی سنگت تھی۔ اور لاؤڈ سپیکر لگایا جاتا تھا۔ چونکہ یہاں زیادہ تر آبادی ہندو، راجپوتوں اور برہمنوں کی ہے۔ اس واسطے یہاں گورُو گرنتھ صاحب میں سے کم پاٹھ کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر سار بچن، نظم کبیر صاحب و تُلسی صاحب کی بانی لی جاتی ہے۔

آخر کار ۱۳ر نومبر کی صبح کو ۸ بجے یہاں سے کار میں چل کر راستہ میں ½ ۹ بجے گگریٹ آ گئے۔ وہاں ۱۵ منٹ حضُور نے دیئے۔ وہاں سے چل کر منگووال وغیرہ کی سنگتوں کو ۵ ۔ ۵ منٹ دیتے ہوئے ½ ۱۰ بجے ہوشیار پور پہنچ گئے۔ وہاں ۱۲ سے ۲ بجے دوپہر تک ست سنگ کا وقت مُقرر ہو چکا تھا۔ اِس واسطے بہت سے لوگ وہاں پر جمع تھے۔ ۱۲ بجے کے قریب مسلمان پروفیسر صاحبان و چند طلبا اور دیگر اہلکار بھی تشریف لائے۔ حضُور نے کبیر صاحب کی بانی میں سے "کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے" پڑھایا اور تشریح کی۔ اِس تشریح میں کبیر صاحب کی فلاسفی کو مولوی روم و شمس تبریز و خواجہ حافظ کی بانی سے مُقابلہ کر کے دکھایا کہ سب فقرائے کامل کی تعلیم ایک ہی ہے۔ سر مُو بھی فرق نہیں ہے کبیر صاحب نے فرمایا ہے "سورج چاند ایکے گھر لاؤ" گورُو نانک صاحب نے کہا ہے "رَبی شسی دو ہاں اِکتر ملاوے"! حضرت محمد صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے شق القمر کیا۔ اِدھر مولوی روم صاحب کہتے ہیں۔ ؎

پائے ہمت بر خورد مہر ماہ نہہ خویش را بر ایوان آن درگاہ نہہ

گویا ہر ایک ابھیاسی کو سورج اور چاند سے پرے جانا پڑتا ہے۔ یہ سورج اور چاند ہر ایک انسان کے اندر آنکھوں سے اُوپر ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے قرآن مجید میں کہا ہے۔ کہ جب مَیں اُوپر گیا۔ تو مَیں نے تارا دیکھا۔ گورُو نانک

صاحب فرماتے ہیں: "تارا چڑھیا لما کو ندّر تہا لیا رام"۔ "سیوک پُور کرما ستگور شبد دِکھا لیا رام" اور تُلسی صاحب جی کہتے ہیں "گگن دوار دِلیسے اک تارا ۔ انحد ناد سنو جھنکارا"۔ ہندو سندت اور مسلمان فقرائے کامل کی تعلیم و درجاتِ باطنی ایک ہی ہیں۔ کچھ بھی فرق نہیں۔ صرف زبانیں جن میں یہ تعلیم دی گئی ہے جُدا جُدا ہیں۔ کبیر صاحب کی بانی کے بعد داؤد جی کی بانی میں سے دو شبد لئے گئے: "داؤد دیکھا دیدہ ۔ سب کوئی کہت شنیدہ"۔ اور جانے انترجامی اچرج الکھ انامی"۔ اور پھر گورو گرنتھ صاحب میں سے: "اِس گُپھا اس اکھوٹ بھنڈارا ۔ تِس وِچ وسے ہر الکھ اپارا" پڑھا گیا۔ سب کا ایک ہی مت ہے۔ ذرا بھی بھید نہیں ہے۔

ست سنگ کے بعد ایک گھنٹہ آرام کر کے وہاں سے تین بجے چل کر جالندھر شہر ۵ بجے کے قریب پہنچے۔ وہاں سردار صاحب کے ہاں سے ۷ بجے چل کر یہاں ۸ بجے ڈیرے آ گئے گویا ۱۲ گھنٹے سفر کیا۔

۱۳ر نومبر کو سارا دن بہت کام رہا۔ شام کو ۵ سے ۷ بجے تک ڈاک پڑھی۔ ایک مِس صاحبہ جن کو چند سال ہوئے نام ملا تھا شملے سے لکھتی ہیں:-

Simla dated 31-10-44

In Bhajan I made some progress. I think I had told you that I had penetrated the Astral Regions and had met your Radiant Form. From there after going through many beautiful places I found the bell sound deepening into vast peals of bells and my vision growing clearer and brighter. I beheld such a brilliance as I could never have thought possible with this earthly mind. The inhabitants were luminous and bright and the dwellings of a design and grace that this earth will never know. I met and conversed with the Lord of that region. It was scarcely conversation as we know it; words being almost unnecessary a great deal by facial expression and gesture and a certain amount by pure perception; from there I went into the Region of Sunrise and the sound deepened to a very deep resounding vibration. It required much concentration to pass through this stage. My artistic tendencies had to be purified. I am very fond of drawing and painting, and the colours and forms and views were of a surpassing loveliness which held me down a long time.

ل‍ہ جو روح اندر جاتی ہے۔

۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء

I think I must have explored all this plane. Finally I left it and lately, more so at the Dera than elsewhere I have felt that vision i.e. earthly vision as such has been shed, feeling as we know it here has gone: hearing is different. Contact with other souls (who are very bright indeed and very much a part of one, oneself) is by direct perception and, above all, I feel one with everything I meet (even here when I return to this body) out with you my most beloved Father, indeed am beginning to realise the meaning of that unearthly love which I have sought for so long. Very humbly I lay this little love at your feet. Several times I have come to the great darkness, dear Master, but I am still a coward. Please help me with strength. My Concentration needs to be collected together very much more than I am doing here and I am weak as water. I have always been afraid of the dark and it will require some doing.

باب دوسرا

حالات دورۂ سکندرپور و شادی سردار چرن سنگھ جی مہاراج

آج ایک اور خط منٹگمری سے لالہ ...... کا آیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ پہلے مجھے حضور مہاراج جی کبھی کبھی درشن دیا کرتے تھے۔ مگر پچھلے اسوج کاتک کے سوموار و منگل کی درمیانی رات کو خواب میں، میں ایک ایسی جگہ گیا جہاں حضور ست سنگ کر رہے تھے۔ حضور کے ایک طرف گورو نانک صاحب اور دوسری طرف حضور سوامی جی مہاراج براجمان تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ گورو نانک صاحب و سوامی جی مہاراج کیوں ست سنگ نہیں کرتے۔ تو حضور نے جواب دیا۔ اِن کا ٹائیم ہو چکا پھر مجھے فرمایا کہ اب گرہست نہ بھوگو۔ اس کے بعد شبد اس زور سے سُنائی دیتا ہے۔ کہ مجھ سے سہارا نہیں جاتا۔ آپ کرپا کر کے اس کو بند کر دیں۔ میں نے ابھی بال بچوں کا کام کرنا ہے وغیرہ وغیرہ

۱۵ نومبر بروز بدھ ڈیرے ۶ ۱/۲ بجے بسوئے سرسہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں جگہ جگہ لوگ درشنوں کے مُنتظر تھے۔ کیونکہ ۱۵ نومبر کو مگھر مہینے کی سنکرانت تھی۔ لوگ حضور مہاراج جی کی زبانِ مبارک سے نئے مہینے کا نام سُننے اور درشن کرنے کے لئے بےتاب تھے۔ حضور نے بھی اِس بات کو پسند کیا۔ اِس واسطے نہیں کہ اُن کو اس میں اپنی مان بڑائی کا خیال تھا۔ بلکہ لوگوں کے فائدے کے خیال سے جیسا کہ اُنھوں نے کہا۔ کہ ان لوگوں کا فائدہ ہے۔ "سائی گھڑی سُلکھنی جو شلوہ نال وِہاوے۔" ایک گھنٹہ میں شہر جالندھر پہنچے۔ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر راستے میں چھاؤنی جالندھر پھگواڑے۔ گورایہ۔ پھلور اور لُدھیانے سنگتوں کے لئے رُکنا پڑا۔ پھر جگراؤں میں بھی بہت سی سنگت موجود تھی۔ وہاں سے موگے پہلے ڈاکٹر پریم ناتھ جی کو ملنے گئے۔ ڈاکٹر صاحب اِسم بامسمیٰ ہیں۔ بڑے پریم بھاؤ سے ملتے ہیں۔ اور مِل کر خوش ہوتے ہیں۔ اُن کے ہسپتال سے چل کر کپتان سردار بہادر لال سنگھ رشتہ دار حضور کی کوٹھی پر تشریف لے گئے وہاں ایک گھنٹہ ٹھہرے۔ پھر وہاں سے باگر پورانہ۔ سرائے نانگا۔ مکتسر ہوتے ہوئے ۱۲ ۱/۲ بجے کے قریب مکتسر سے پرے نہر پر درختوں کے سائے میں ہم سب نے کھانا کھایا۔ سردار صاحب نے جالندھر میں کچھ مٹھائی باندھ دی تھی وہ بھی سب نے نوش کی۔ کھانا کھا کر روانہ ہوئے۔ ملوٹ۔ ڈب والی سرسہ ست سنگ گھر ہو کر شام کے ۵ ۱/۲ بجے سکندرپور گریوال منزل میں آپہنچے۔

وہاں حضور نے باغ کا چکر لگا کر ملاحظہ کیا۔ فارم والوں نے بتایا کہ مالٹے وغیرہ درختوں کی جڑوں کو ہر سال

ننگا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اُن سے چند فُٹ کے فاصلے پر گوڈی کر کے مٹی پوٹی کر دینی چاہیئے۔ اور جو ٹہنیاں سُوکھ جاویں۔ اُن کو کاٹ کر جلا دینا چاہیئے۔ ہلز سے حضوری دولت خانے کو آ گئے۔ وہاں سب نے آرام کیا۔

۱۸ نومبر کو حضور ہلز میں نہیں گئے۔ گھر میں یعنی شانتی آشرم میں ہی چُنائی کا کام و تر کھانوں کا کام دیکھتے رہے۔

۱۹ نومبر اتوار کو ہلز سے سر سے ست سنگ گھر میں جا کر شام کے ۵ بجے سے ۶ بجے تک ست سنگ کیا۔ پھر لینڈ د گاڑی پر سوار ہو کر ہلز سے ہوتے ہوئے گھر رات پڑے آ گئے۔

۲۱ نومبر کی رات کو کھانا کھانے کے بعد ست سنگ شروع ہوا۔ ڈاکٹر پُردمن سنگھ صاحب گریوال حضور کی برادری میں سے تقریب شادی تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی شامل ہوئے چونکہ پاٹھی پساوے چلے گئے تھے۔ اس واسطے درباری لعل کو پاٹھی بنایا گیا گورو گرنتھ صاحب میں سے تیسری پادشاہی کا ماڑو راگ کا شبد" جگ جیون ساچا ایکو داتا۔ گورسیوا تے شبد پچھاتا" لیا گیا۔ اِس کے بعد سار بچن میں سے" دھن دھن دھن دھن پیارے کیا کہوں مہماں شبد کی" لیا گیا رات کے بارہ بجے ست سنگ سماپت ہوا۔ کیسے بھُولے ہوئے وہ انسان ہیں۔ جو کہ اپنے اپنے خاندانی مذہب کا تعصب لئے ہوئے یہ اُمید کئے بیٹھے ہیں کہ مرنے کے بعد اُن کو اُن کے مذہب کا بانی جس کو اُنھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس کو گذرے سینکڑوں برس گُذر گئے اُن کو نجات دے گا۔ یہ نہیں جانتے کہ جو اپنی زندگی میں ناپاک ہے۔ یعنی جو جیتے جی بُری عادتوں اور پاپوں کا عادی ہے۔ وہ مر کر کیسے یکدم نیک بن جاوے گا۔ اور جس کا من یعنی نفس امارہ جیتے جی کھڑا نہیں ہوا یعنی اُس کے قابُو میں نہیں آیا وہ مر کر کیسے یک لخت من پر قابُو پا جاوے گا۔ کیونکہ مرنا کیا ہے۔ صرف یہ ستھُول جسم اُتر جاتا ہے۔ باقی سب کچھ جُوں کا تُوں رہتا ہے۔ وہی رُوح، وہی من، وہی سوبھاؤ۔ جو جیتا چور ہے یا جاہل ہے وہ مر کر سادھ یا عالم فاضل نہیں بن جاوے گا۔ مر کر بھی چور یا جاہل ہی رہے گا۔ اِس واسطے سب کو چاہیئے۔ کہ اپنے آپ کو نیک پاک بنا دیں۔ بُری عادتوں کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ جو کچھ اصلاح وہ اِس زندگی میں اپنے آپ کی کر لیں گے۔ وہ اُن کے ساتھ جاوے گی۔

۲۲ نومبر کو بہت سی تاریں پروگرام کی تبدیلی کی دینی پڑیں۔ کیونکہ برات بجائے بھٹنڈہ کے راستے کے جانے کے جیسا کہ پہلے انتظام کیا گیا تھا اب براستہ ریواڑی چھوٹی لائن سے دہلی جاوے گی۔ کیونکہ بھٹنڈہ سے جو ایکسپریس ٹرین دہلی کو رات کے وقت لاہور سے آ کر جاتی ہے۔ اُس میں سُنا ہے پانچ براتیں اور لاہور کی طرف سے آ رہی ہیں۔ اُس میں تل دھرنے کو جگہ نہ ہو گی۔ برات کا اِتنا بڑا سامان کیسے جا سکے گا۔

رات کو خوب ست سنگ ہوا پہلے گورو گرنتھ صاحب میں سے گورو امرداس جی کی بانی" نامے ہی تے سب کچھ ہوا بن ستگورو نام نہ جاپے" اور گورو ارجن صاحب کا" پاٹھ پڑھیو اور بید بچاریو" پھر سار بچن نظم میں سے" گورو کہیں جگت سب اندھا کوئی کہے نہ گھٹ کی سندھا" لیا گیا اس میں سے سوامی جی مہاراج کی بانی بڑی سادی اور

عام فہم ہے۔ گورو گرنتھ صاحب کی بانی بہت گوڑھ ہے۔ سوامی جی مہاراج فرماتے ہیں کہ سب دُنیا آنکھوں سے باہر باہر دُنیاوی کام دھندا یا مذہبی فرائض ادا کرکے اپنی انسانی عمر برباد کرکے چلی جا رہی ہے۔ وہ اندرونی شبد کی کمائی نہیں کرتے۔ کیونکہ شبد یا ندائے آسمانی کے شغل کے بغیر رُوح جیتے جی جسم سے نکل نہیں سکتی۔ جیسا کہ مولوی رُوم صاحب نے کہا ہے کہ ہم کو بدن کے صندوق سے سوائے سنتوں اور اولیاؤں کے کون نکال سکتا ہے۔ جب تک رُوح سارے جسم کو چھوڑ کر آنکھوں میں جمع ہو کر پیچھے نہ جاوے رُوحانی نظارے نہیں کھلتے اور نہ ہی نجات ملتی ہے۔ مولوی روم فرماتے ہیں ؎ اے خدا اگمار قوم رحم مند ۔ تا ز صندوقِ بدن مارا خرند ۔ صندوقِ بدن سے مُراد پنڈ یعنی آنکھوں سے نیچے جتنا وجُود ہے۔ اِس سے من اور رُوح کو سمیٹ کر آنکھوں کے پیچھے جمع کرنا۔

۲۴ رنومبر ۱۹۴۷ء کو بروز دیروار صبح کے ۸ بجے چھوٹی لائن کی گاڑی سے برات براستہ ریواڑی دہلی روانہ ہوئی۔ حضور، مَیں اور بھائی شادی بعد میں دس بجے موٹر کار میں براستہ حصار۔ روہتک اور دہلی چل پڑے۔ ہمارے پاس پٹرول کم تھا۔ اِس واسطے حصار سے نصف میل پرے ہی موٹر کار کی رفتار کم ہونی شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ اڈّا لاری کے پاس جو پٹرول پمپ ہے۔ اِس سے ۵۰ گز کے فاصلے پر آکر بالکل آگے جانا ناممکن ہوگیا۔ وہاں لاری والوں نے کار کو دھکیل کر پمپ تک پہنچایا۔ وہاں ہم نے پٹرول ڈلوایا۔ سکندر پور سے چلیں تو وہاں سے ۲۰ میل فتح آباد ہے۔ پھر آگے اگروہہ قصبہ پورانا آتا ہے۔ جہاں سے کہا جاتا ہے کہ اگروال لوگ جاکر پنجاب کے مختلف مقامات میں آباد ہوئے۔ حصار سے آگے چل کر روہتک تک جو کہ وہاں سے ۵۰ - ۵۵ میل پر ہے۔ بہت سے قصبے آتے ہیں۔ ہانسی تک تو سڑک چھوٹی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ ہانسی سے آگے موٹر کی سڑک جانب مشرق مُڑ جاتی ہے۔ روہتک سے چند میل ورے ایک بڑا پُرانا قصبہ بوہر آتا ہے جو کہ پچھلے کئی جوگیوں کا کسی وقت میں صدر مقام تھا۔ اب بھی وہاں کے جوگی ستھان کے ساتھ بہت سی اراضیات مختلف مقامات کی لگی ہوئی ہیں۔ اور کافی آمدنی ہے۔ ہندوؤں کے زمانے میں یہاں بڑے بڑے یوگی ہونگے جن کے عقیدت مند راجاؤں اور سیٹھوں نے اُن کو بڑی بڑی جائدادیں دیں۔ مگر اب ہندو راج و دھرم کے زوال کے ساتھ ساتھ جوگی مت کا بھی زوال ہوگیا۔ روہتک میں لالہ دوارکا پرشاد جی ایڈوکیٹ کے مکان پر نصف گھنٹہ کے قریب آرام لے کر اور اُن کو ہمراہ لے کر ہم سب دہلی کو چل پڑے۔ جو کہ ۴۴ - ۴۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ گرد راستہ میں بہت آتی ہے۔ کئی بڑے بڑے گاؤں ہندو جاٹوں کے آتے ہیں۔ اُن میں سے سانپلہ جہاں پہلے تحصیل کا صدر مقام تھا بڑا قصبہ ہے۔ جس کی بابت قبلہ رائے صاحب مرحوم یہ شعر اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ؎

ناگپور میں کیا رکھا ہے کیا یاں ہے تو رڑا سانپ کا ٭ چل تجھے لے دُوں سانپلے سے ایک جوڑا سانپ کا

اِس سے پرے بہادر گڑھ کا قصبہ ہے اِس علاقہ میں نہر کی وجہ سے خوب رونق فصلوں کی ہے۔ جیسے کسی باگڑ کے شاعر نے کہا ہے ؎

آنچل دیکھو باگ ہیں کیسی بہار رہے ❋ اک اور باجرا اک اور جوار ہے

مگراب توکما او بہت سا کھڑا دیکھنے میں آیا۔ ایک نئی نہر بھی جھجر کے علاقے کو سیراب کرنے کے لئے ٹیل میں نکلی ہے۔ راستے میں ایک بڑا بھاری ایرو ڈروم بھی دیکھا آگے دہلی سے ۳-۴ میل ورے۔ باباغریب داس جی کا استھان آتا ہے۔ سڑک سے بائیں ہاتھ کو۔ دہلی میں ہم ۳ بجے بعد دوپہر پہنچ گئے۔ اور برات بمعہ سامان رات کے ۸½ بجے دریا گنج نمبر ۷ میں آپہنچی۔ جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضور نے برات کے خورد ونوش وسونے کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر کیا تھا۔ پوری کے ساتھ ۳-۴ ساگ بھاجی تھے دہی تھی۔ وہاں سے برات تو صبح کے ۸ بجے ریلوے سٹیشن دہلی کو چلی گئی۔ کیونکہ وہاں سے سومنا خورجہ کو ۱۰ بجے گاڑی چلتی تھی۔ برات کے لئے دو گاڑیاں مقرر تھیں۔ وہاں ہی سے ریلوے ریفرلشمنٹ روم کے فرسٹ کلاس میں سب کے لئے فرسٹ کلاس چائے کا اِنتظام تھا۔

حضور مہاراج جی صبح کے ۱۱ بجے دریا گنج سے کاریں روانہ ہو کر غازی آباد سے ہوتے ہوئے جہاں نہر گنگ دہلی کلکتہ شاہراہ کو کاٹتی ہے۔ وہاں بلند شہر کی سنگت کو درشن دینے کے لئے ٹھہر گئے۔ وہاں بنگلہ نہر کے پاس کئی ہزار آدمی جمع تھے سیٹھ رمومل بزاز بلند شہر بھی تھے۔ حضور کا منشا تھا کہ ست سنگ کیا جاوے۔ مگر خلقت زیادہ تھی۔ لاوڈ سپیکر کے بغیر ست سنگ ممکن نہ تھا۔ اِس واسطے وہاں صرف درشن دے کر حضور کاریں سومنا کی طرف جو وہاں سے ۳۵ میل بتایا گیا روانہ ہو گئے۔ جہاں سے بلند شہر صرف ½ ۱ میل ہے۔ اور خورجہ شہر بھی صرف ایک میل پر ہے۔ ہم شاہراہ سے خورجہ شہر کو مڑ گئے۔ خورجہ شہر میں سے نکل کر پھر بائیں ہاتھ کو شاہراہ پر آگئے۔ وہاں عثمانپور کے مقابل سڑک پر بہت سے جاٹ ست سنگی موجود تھے۔ بڑی بھاری بھیڑ بھاڑ تھی۔ حضور نے کار سے اُتر کر اُن کے درمیان جاکر درشن دیئے وہاں سے روانہ ہو کر سومنا سٹیشن پر پہنچے تو برات وہاں سے ۳ کاروں لاری اور بگیوں میں لہاوہ کو جو سومنا سے ۴ میل پکی سڑک کے راستے ہے روانہ ہو رہی تھی۔ راستے میں حضور کی کار کو آگے کر کے سب روانہ ہو پڑے۔ یہاں بھی گرد بہت تھی۔ لہاوے سے نِصف میل پر باغ کے پاس حضور نے باقی سواریوں کا اِنتظار کرنے کے لئے کار کو روک لیا۔ اتنے میں باقی گاڑیاں بھی آگئیں۔ وہاں مہتہ برادرس و دیگراں نے برات کے فوٹو لئے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ راؤ بہادر رشو دھیان سنگھ جی بمعہ ایک ساتھی کے ہاتھی پر برات کو لینے کے لئے آرہے ہیں۔ اُنھوں نے ہاتھی سے اُتر کر حضور کو متھا ٹیکا۔ ہاتھی پر سے پیچھے سے دُم کی طرف سے اُترتے ہیں۔ دُم کے نیچے سے رسّے ہودج کو ٹھہرانے کے لئے بندھے ہوتے ہیں۔ ان کو پکڑ کر اُتر آتے ہیں۔ اور اسی طرح چڑھ جاتے ہیں۔ سارا جلوس پہلے بڑی حویلی میں جہاں کہ برات کو ٹھہرانے کا بڑا بھاری اِنتظام کر رکھا تھا آ اُترا۔ وہاں لاری سے لوگوں کے بستر ے ٹرنک اُتروا کر سب برات کو چائے پلائی گئی۔ حضور اپنی کار میں اپنی جائے قیام میں راؤ بہادر کے محل میں جس کو قلعہ کہتے ہیں تشریف لائے۔ رات کو کھانا کھایا۔ ½ ۷ بجے آنند کاریہ کا وقت مقرر تھا۔

۶ بجے ساری سنگت راؤ بہادر کے زنانہ حرم سرائے میں جمع ہوگئی۔ پہلے حضور نے گورو گرنتھ صاحب میں سے ایک شبد کا ارتھ کیا۔ اس کے بعد سردار بھگت سنگھ جی ایڈوکیٹ وجوتشی نے ہندو وواہ و آنند میں فرق بتایا۔ کہ ہندوؤں میں پہلے دیوی دیوتاؤں کی پوجن ہوتی ہے۔ اس کے بعد دُلہا کی بطور برسم جاری سادھو کے پوجا ہوتی ہے بعد ازاں اگنی وغیرہ کی۔ اس کے بعد کنیا و وَر میں قول و قرار ہوتے ہیں۔ جب قول و قرار ہو چکتے ہیں۔ تو کنیا جو پہلے وَر کے دائیں ہاتھ کو بیٹھی ہوتی ہے بائیں طرف آ بیٹھتی ہے اور پھر اگنی کے گرد پھیرے لئے جاتے ہیں۔ چوتھی لام میں بیاہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کو سپت پدی کہتے ہیں۔ اور یہ کارروائی اگنی دیوتا و دیگر دیوتاؤں کو ساکشی رکھ کر کی جاتی ہے۔

آنند کاریہ میں بجائے دیوتاؤں کے مالکِ کُل کو جو سب دیوتاؤں سے بڑا ہے نمسکار کر کے چار لام جو گورو رام داس جی کی مصنفہ ہیں پڑھوی جاتی ہیں۔ ان میں بھی پہلی لام میں برہما۔ وشنو دیوتاؤں و دیدک دھرم پر قائم رہ کر پرورتی مارگ پر چلنے کی ہدایت ہے۔ دوسری میں ستگورو کی تلاش اور اُس کا ملنا۔ تیسری میں پار برہم پد پر رُوح کا پہنچنا۔ اور انحد شبد کی ہراپتی۔ چوتھی میں رُوح کا سہج اوستھا و ست لوک میں جانا ورن کئے ہیں۔ اِس کے بعد آنند پڑھا جاتا ہے جو کہ تیسری پادشاہی کی بانی ہے۔ جس میں ستگورو سے ملنے کا رُوح کو جو آنند پراپت ہوتا ہے اس کی مہماں ورنن ہے۔ اس کے بعد ارداسا یعنی عرض کُل مالک کے آگے کی جاتی ہے۔ اُس کے بعد کڑاہ پرشاد تقسیم کر کے رسم آنند ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے خاتمہ پر سُسرال والوں کی مستورات نے وہیں پردہ گرا کر لڑکے کو ٹیکا کیا۔ بعد ازاں جب وہ اندر چلی گئیں۔ تو سہرہ جات مختلف شاعروں نے پڑھے۔ درباری لال اُڈارو۔ سردار درشن سنگھ خلف الرشید سردار کرپال سنگھ۔ اور ایک اور سکھ صاحب خلف سردار ہرنام سنگھ اکونٹنٹ۔ و سردار صاحب سردار بھگت سنگھ ایڈوکیٹ جالندھر۔ اُن شاعروں میں سے چند ہیں۔ بعض شاعروں نے اپنے اشعار میں حضوری خاندان کے ممبروں کے نام بڑی ترکیب سے جوڑے تھے۔

بعد ازاں کڑاہ پرشاد تقسیم کیا گیا۔ جس کو کھا کر سردار صاحب سردار بھگت سنگھ کو حرکتِ قلب کی کمزوری ہو جانے سے غشی ہوگئی، چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اور وہیں لیٹ گئے۔ بہت دیر کے بعد اُن کو مالش کر کے اپنے ڈیرے لائے۔ وہاں ڈاکٹر صاحب نے دل کو سادھان کرنے کے لئے ٹیکا دیا۔ اُس روز ساری رات اُن کو نیند نہیں آئی۔ حالانکہ نیند کا بڑا غلبہ تھا۔ کیونکہ جب سوتے دل میں چسک اُٹھ کر آنکھیں کُھل جاتیں۔ دوسرے دن دوپہر کو اینما کرنے کے بعد نیند آئی اور آرام آنا شروع ہو گیا۔

راؤ بہادر صاحب نے برات کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ گھی اور دودھ پانی کی طرح بہایا۔ مٹھائی، پھل، تلی ہوئی گریاں، آئس کریم، سوڈا لیمن وغیرہ۔ غرضیکہ کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ دو۲ وقت کھانا اور دو۲ وقت چائے دودھ دیتے تھے۔ اور رخصت کے وقت علاوہ بیس۲۰ ہزار روپے نقد کے، بہت سے قیمتی اور

انواع واقسام کے پارچہ جات لڑکی کو دیئے۔ جن میں سے ایک بڑا سا پلنگ وسپل و ٹہ کدو کش کونڈی سپھر کی۔ اور چند روئی کے کوٹ وایک ایک دوشالہ حضوری مشن کے ممبروں کو قابل ذکر ہیں۔ یہاں یہ رواج دیکھنے میں آیا کہ عورتوں کو اس قدر پردہ کرتے ہیں۔ کہ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہیں۔ تو اوپر چھتری تانی جاتی ہے۔ جس کے چاروں طرف باریک مگر تاریک کپڑے کا پردہ ہوتا ہے۔ گویا جوں جوں کوئی لیڈی آگے جاتی ہے۔ چھتری کا پردہ بھی ساتھ ساتھ حرکت کرتا ہے۔ وہ پردے میں چاروں طرف سے گھری ہوئی آگے جاتی ہے۔ ایسا سخت پردہ پنجاب میں کسی اعلیٰ گھرانے کے مسلمان میں بھی نہیں دیکھا۔

راؤ بہادر کے اصرار پر حضور نے ۲۶ / ۲۷ نومبر کی شام کو ان کے محل کے بیرونی صحن میں ست سنگ فرمایا۔ اور ۲۷ نومبر کو حالانکہ واپسی برات کے واسطے مقرر تھا۔ مگر ۲۸ نومبر کی صبح کو دس بجے کے قریب برات لاریوں میں دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔ دلہا دلہن راؤ بہادر صاحب کی اپنی کار میں سکندر پور کو روانہ ہوگئے۔ ہم اور حضور اپنی کار میں چل پڑے۔ مگر راستہ میں خورجہ و بلند شہر کو حضور نے تھوڑا تھوڑا وقت ست سنگ کا دیا۔ اور سار بچن نظم میں سے "دھن سن کر من سمجھائی" پڑھ کر لوگوں کو سمجھایا کہ بغیر شبد کے ابھیاس کے مکتی نہیں۔ ہم ست سنگ سے باہر کھڑا تھا بہت سے لوگ آ جا رہے تھے۔ مگر یو۔ پی میں لوگ بڑے شریف معلوم ہوتے ہیں۔ کسی فرد ولشبر نے بھی مخالفانہ بات چیت نہ کی۔ بلکہ ہر ایک شخص حضور کا مدح خواں و بطور مہاتما کے قدردان پایا۔ بلند شہر سے چل کر دہلی آ گئے۔ جن میں ۵۳ میل کا فاصلہ ہے اور ۲ بجے سے ۴ بجے تک دہلی دریا گنج میں قیام کر کے روہتک و حصار کی طرف روانہ ہوئے۔ دلہا و دلہن کی کار پہلے روانہ ہو چکی تھی۔ راستے میں ہم سبزی منڈی سے ہو کر آزاد پور کی چوکی سے بائیں ہاتھ کو روہتک والی سڑک پر مڑ گئے۔ روہتک سے پرے ہم نے اُس کار کو پکڑ لیا۔ کیونکہ معلوم ہوا کہ اُس کی نلکی میں تریڑ آ جانے کی وجہ سے پانی باہر بہہ جاتا ہے جسکی وجہ سے جلدی جلدی نیا پانی ڈالنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس طرح حصار آ کر اس کار کو چھوڑنا پڑا۔ ہم و مستری شادی حصار رہ گئے۔ تاکہ اِس کار کو دوسرے دن مرمت کرا کر لاویں۔ باقی پارٹی سکندر پور کو روانہ ہو گئی۔ ہم دوسرے روز شام کو ۴ - ۵ بجے سکندر پور کار کو لیکر پہنچے یکم دسمبر کو حضور مہاراج سرسے میں کسی کے گھر آنند کاریہ کرانے تشریف لے گئے ہیں۔ حصار کو چلا گیا۔

۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کو حضور کو آج دو تین روز کے بعد سخت زکام سے آرام آیا ہے۔ مگر ابھی پورا پورا آرام نہیں ہوا حضور ابھی تک کمزوری کی شکایت کرتے ہیں۔ آج بلز سے آتی دفعہ حضور نے فرمایا کہ مارکنڈے رشی کی عمر سب سے زیادہ ہوئی۔ مگر اُس نے کوئی مکان نہیں بنایا۔ کہنے لگا میرے سامنے اِتنے برہما مر گئے مجھے مکان کیا کرنا ہے۔ اِس واسطے گرنتھ صاحب میں آیا ہے "مارکنڈے تے کو ادھکائی جن ترن دھر موند بلائے۔" آج رات کو کھانا کھا چکنے کے بعد کمرے میں ست سنگ ہوا۔ تھوڑے لوگ تھے۔ سار بچن نظم میں سے "ارے من رنگ جا

ستگورو پریت ہوئے مت اور کسی کا میت "۔ لیا گیا۔ حضور مہاراج جی کو گلے میں تکلیف تھی۔ اِس واسطے باوا پریتم سنگھ جی کو ست سنگ کرنے کو کہا گیا۔ انھوں نے ایک کہانی سُنائی کہ گورو گرنتھ صاحب میں جو لکھا ہے۔ کہ انت سمے جو کوئی مکان کا سمرن کرتا ہے۔ تو پریت کی جُون میں اُترتا ہے بالکل درست ہے۔ اُنھوں نے بتایا کہ پنڈت ہری چند موگہ میں اُن سے ملے۔ پنڈت جی کسی وقت کاشی میں کھٹ شاستر وغیرہ نرملوں کے بھیکھ میں پڑھا کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ اور بھی طالبِ علم تھے۔ یہ اُن سب کے لیڈر تھے۔ ایک دفعہ اُن سب کی اُس دھرم شالہ کے مہنت سے اَن بن ہو گئی۔ جہاں وہ رہا کرتے تھے اِس واسطے ایک اور دھرم شالہ جو کہ خالی تھی۔ اُس کے مہنت سے اِجازت اُس دوسری دھرم سالہ میں رہنے کی حاصل کر کے پنڈت جی نے ودیارتھیوں کو کہا کہ پہلے تم اپنی کوٹھری پسند کر کے آسن کر لو۔ مَیں سب سے پیچھے جو بچ رہے گی اُس میں آسن کروں گا۔ جیسے کہ لیڈر کا فرض ہوتا ہے۔ چنانچہ سب نے اپنا اپنا کمرہ سنبھال لیا۔ پنڈت جی کے لئے سیڑھیوں کے نیچے ایک چھوٹی سی کوٹھڑی رہ گئی۔ جب وہ اُس کا تالہ کھول کر اندر داخل ہونے لگے تو اندر سے آواز آئی۔ اندر نہ آنا۔ اُنھوں نے ایک بھنگی کو کہا کہ اِس کو اندر سے جھاڑ دیدو۔ جب وہ جھاڑو دینے لگا تو اس کو بھی ایسی ہی آواز آئی۔ بھنگی ایسا ڈرا کہ جھاڑو اُٹھانے کے لئے اندر جانے سے اِنکار کر دیا۔ آخر کار پنڈت جی نے وہ کوٹھڑی خود صاف کی تو پھر کسی نے آواز دی کہ یہاں نہ رہو۔ دوسری جگہ چلے جاؤ۔ اِس پر پنڈت جی نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کیوں ہم اور تم مِل کر گذارہ نہ کر لیں۔ تم کہاں رہتے ہو؟ تو جواب مِلا کہ اِس کوٹھڑی کے آلے میں۔ مگر یہ نہ پوچھو کہ مَیں کون ہوں۔ پنڈت جی نے اِصرار کیا۔ تو آواز آئی۔ کہ دیکھو مَیں اِس دھرم سالہ کا سابق فلاں مہنت ہوں۔ پنڈت جی اُس سے واقف تھے۔ وہ بڑا وِدوان، نیک اور بھلا آدمی تھا۔ پنڈت جی کو تعجب آیا اور پوچھا۔ تم ایسے بھدر پُرش ہو کر ایسی دُرگتی کو کیسے پراپت ہوئے۔ تو جواب مِلا۔ مَیں اِس دھرم سالہ میں چوبارہ بنوا رہا تھا۔ ابھی چوبارہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ میری موت ہو گئی۔ میرا خیال اِس چوبارہ میں ہی رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ملا کہ پریت کی جُون پا کر اِس مکان میں آگیا ہوں۔ پنڈت جی نے کہا کہ پھر اب تمہارا چھٹکارہ کیسے ہو۔ جواب دیا کہ کوئی صورت نہیں۔ صرف ایک صورت ہے کہ دو اچھے پاٹھی لاؤ۔ جو گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ غور سے اور شُدھ شبد اُچارن کر کے کریں۔ پنڈت جی نے کہا پھر ہمیں کیسے پتہ لگے گا کہ تمہارا چھٹکارہ ہو گیا۔ کہا کہ ایک گھڑا پانی کا رکھ دو۔ جب گھڑا پھوٹے گا۔ سمجھ لینا میرا اِس جُون سے چھٹکارا ہو گیا۔ پس گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ رکھا گیا مگر گھڑا نہ ٹوٹا۔ حالانکہ سارا پاٹھ ختم ہو گیا۔ پوچھا اب کیا کسر ہے۔ کہنے لگا پاٹھی شُدھ نہیں پڑھتا تھا۔ چنانچہ دوسرا پاٹھ پڑھا گیا۔ تو گھڑا پھوٹ گیا اور مہنت جی کو پریت کی جُون سے رہائی مِلی۔ حضور نے فرمایا رہائی تو مِلی۔ مگر نام تو نہ مِلا۔

بڑا رحم آتا ہے اُن لوگوں پر جو کہ یہ اُمید باندھے بیٹھے ہیں کہ ہمارے آبائی مذہب کے پیشوا جن کو مرے ہوئے سینکڑوں سال ہو گئے ہیں۔ ہم کو مرنے کے بعد نجات دیں گے۔ جب کہ اِس نیک کردار وِدوان مہنت جیسے اپنے

خیالات کے زیر اثر بھوت پریت بنتے پھرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہر ایک جگہ بہت سی رُوحیں پریت جُون میں پھر رہی ہیں۔ اِسی کمرے میں بہت ہوں گی۔ اور ساتھ ہی دیوی دیوتاؤں کی رُوحیں بھی ہیں۔ جو کہ اپنے عقیدے کے بموجب بھجن سمرن کرتی ہیں۔ سنتوں کا اختیار ہے کہ خواہ اُن کو نرش جنم دے کر نام دیں یا وہاں سے ہی اُوپر لے جاویں۔ ایسی رُوحیں جو کہ ستھول جسم میں نہیں ہوتیں سُوکشم میں ہوتی ہیں۔ حضور نے بتایا کہ اُن کا علم غائب کا ہوتا ہے۔ اُن کو پتہ ہوتا ہے کہ فلاں جگہ فلاں وقت ستگورو پرگٹ ہوں گے۔ اُس وقت کا انتظار کرتے ہوئے اُس جگہ موجود رہتی ہیں۔ چنانچہ حضور کے مکان واقع سکندر پور کے باہر دوسری طرف ایک کیکر پر ایک رُوح عرصہ ۱۴-۱۵ سال سے رہتی ہے۔ کسی نے حضور سے کہا تب تو ہمیں ڈرنا چاہیئے۔ حضور نے جواب دیا کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں، وہ تو چوکیداری کرتی ہے۔ کہ کوئی اس حویلی کا نقصان نہ کرنے پاوے۔ ورنہ ست سنگی کے نزدیک کوئی بھوت پریت نہیں آسکتا۔ بھوت پریت تو شرابی کبابی عیاش زناکار مرد اور بدمعاش عورتوں پر حملہ کر سکتے ہیں۔ بھلے مانسوں سے ڈرتے ہیں۔ ایسے ہی رسول پور بتھیڑی پر لوگوں نے رات کے ۱۰ بجے راگ رنگ ڈھولک ستار سارنگی وغیرہ۔ اور گانے کی آوازیں سُنی ہیں۔ حضور نے بتایا کہ یہ راگ رنگ وہ لوگ کبھی کبھی کرتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ پہلے اس بتھیڑی پر مچھندر ناتھ رہتا تھا۔ حضور نے کہا کہ جانے دو ان باتوں سے کیا لینا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ سُورج چاند کو عبور کر کے گورو کے چرنوں تک پہنچنا سکھ کا اپنا کام ہے۔ اس میں گورو کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد "گورو میرے جان پران شبد کا دینا دانا" اور "کھوجت رہی بیا پنتھ مرم کوئی نہ پایا" لئے گئے۔ حضور نے کسی ست سنگی کے اعتراض پر کہا کہ ست سنگ میں بڑے بڑے کمائی والے ہیں۔ ہاں اُن کو بتانے کا حکم نہیں ہے۔

"گورو سے لینا جا اُن سیت" پر دیا کھیان دیتے ہوئے حضور نے بتایا کہ پرساد چھ قسم کا ہوتا ہے۔ جھوٹا کھانا ہاتھ سے مٹھائی یا کوئی کھانے کی چیز دینا۔ اپنا پہنا ہوا کپڑا دینا۔ درشٹی سے درشٹی ملانا۔ بانی بچن سے اُپدیش و نصیحت کرنا اور چھٹے توجہ دینا۔ اور کہا ان سب میں اثر ہے بشرطیکہ کوئی پریم پیار سے لے۔ ایک دفعہ جلووال کی ایک عورت کی لڑکی کو کوئی آسیب تھا۔ اُس نے آکر شکایت کی تو بتاسے دیئے گئے اُس عورت نے بتاسے لا کر اپنی لڑکی کو دیئے وہ چکھ کر کہنے لگی۔ یہ تو کڑوے ہیں۔ اُس کے بعد آسیب دُور ہو گیا۔ ایسے ہی حضور نے پنڈت جی مہاراج کے وقت کا ذکر فرمایا کہ ایک میجر بھوت کی جُون میں تھا۔ اُس نے آواز دی کہ میری مدد کرو۔ مَیں فلاں کنوئیں میں رہتا ہوں۔ مجھے وہاں پرشاد پھینکو۔ چنانچہ پرشاد پھینکا گیا۔ تو میجر پھر بولا کہ میں تو خالی رہا۔ پرشاد دوسری رُوحیں لے گئیں۔

۸ دسمبر ۱۹۴۴ء کو شام کے ۸ بجے ریل گاڑی سے ہم سب بھٹنڈے آ گئے۔ رات کو پٹیالہ ہاؤس میں جو کہ ریلوے سٹیشن کے نزدیک ہے آرام کیا اور صبح کو ۸ بجے کی گاڑی میں سوار ہو کر ۱۱ بجے کے قریب فروز پور پہنچ گئے۔

وہاں بہت سے لوگ بمعہ سردار سیوا سنگھ صاحب سٹیشن پر موجود تھے۔ اور خاصی بھیڑ تھی اور گاڑی جوں جوں لیٹ ہوتی گئی بھیڑ بڑھتی گئی۔ آخر کار وہاں سے چل کر دوپہر کے دو بجے ریلوے سٹیشن موگہ پر اترے۔ جہاں سردار بہادر کپتان لال سنگھ اپنی موٹر کار میں حضور کو اپنے دولت خانہ پر لے گئے۔ حضور کو اور بندہ کو بالاخانہ میں کمرے دیئے گئے۔ شام کو ست سنگ ہوا۔ جگہ بہت کشادہ تھی۔ بالاخانہ میں خلقت بہت نہ سما سکتی تھی۔ اور نہ ہی بہت لوگ تھے۔ ہاں سارا بالاخانہ بھرا ہوا تھا۔ وہاں دو شبد گورو گرنتھ صاحب کے لئے گئے۔ اس کے بعد ایک بگھی میں حضور باہر گھومنے تشریف لے گئے۔

دوسرے دن صبح کو سردار بہادر کے برخوردار کی شادی کی تقریب میں بھوگ تھا۔ وہاں صبح ۶ بجے راگی سنگھوں نے آسا دی وار لگا رکھی تھی۔ حضور مہاراج ۸ بجے سے پہلے پہلے اس موقعہ پر پہنچ گئے۔ حالانکہ خاکسار نے عرض بھی کی۔ کہ حضور ابھی سورج بھی نہیں نکلا سردی ہے۔ مگر حضور نے جواب دیا کہ وہاں جا کر بانی سنیں گے۔ چنانچہ وہاں ۹ بجے تک شبد کیرتن ہوتا رہا۔ اس کے بعد بھوگ ڈالا گیا۔ بھوگ میں جو شبد پڑھے جاتے ہیں وہ نویں محلے و راگ مالا کے تو سب جگہ ضرور پڑھے جاتے ہیں۔ باقی شبدوں کے واسطے رواج سب جگہ یکساں نہیں ہے کہیں تو خوشی کے بھوگ میں آنند صاحب پڑھتے ہیں۔ کہیں کچھ۔ اور یہاں جپ جی صاحب ساری پڑھی گئی مگر جلدی جلدی۔ اس کے بعد ارداسے میں سب سے آخر پر گورو مانیو گرنتھ اور راج کرے گا خالصہ عاقی رہے نہ کوئے۔ پڑھا گیا۔ اس کے بعد حضور مہاراج جی نے گورو امرداس جی کا شبد" کایا کامنی ات سوالیو پر وسے جس نالے"۔ اور ایک اور چھوٹا سا شبد لے کر شبد یعنی نام یعنی دھن آتمک نام کی کمائی پر زور دیا۔ پھر وہاں سے جلدی جلدی کھانا کھا کر ریلوے سٹیشن پر ٹانگوں میں آ گئے۔ اور لدھیانے ۳ بجے آ پہنچے۔ وہاں ایک گھنٹہ آرام کر کے ست سنگ ہوا۔ اس کے بعد حضور بگھی میں رکھ وسٹرک فیروز پور کی طرف نکل گئے۔ رات کو آرام کر کے دوسرے دن ۱۱ دسمبر کو ۱ بجے دوپہر کی ریل گاڑی سے بیاس ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ جہاں کہ موٹر کار موجود تھی۔

باب تیسرا

حالات قیام ڈیرہ

۱۲ر دسمبر کو ½ ۹ بجے کی ہردوار کی پسنجر میں حضور امرتسر تشریف لے گئے۔ کیونکہ REVOLVER کا معائنہ کرانا تھا۔ اور سیدھے ضلع کچہری میں جاکر REVOLVER دکھایا۔ اور پھر ست سنگ گھر میں آکر سب نے کھانا کھایا۔ اور شام کو ۴ بجے کے بعد ست سنگ شروع ہوا۔ اس سے پہلے حضور پریمی ست سنگی لالہ جے رام داس کپور کے چولہ چھوڑ جانے پر ماتم پرسی کو تشریف لے گئے۔ متوفی کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اُن کے صرف دو بیوگان اور لڑکیاں ہی تھیں۔ جو کہ حضور کے قدموں پر پڑ کر بہت روئیں۔ حضور نے اُن کو تسلی دی۔ اور کہا مرنے والے کے لئے رونا گویا اس سے دشمنی کرنی ہے۔ چنانچہ حضور نے سردار مگھر سنگھ مرحوم کے جوان صاحبزادے کے موت کی مثال دی کہ کس طرح سردار صاحب نے اپنے نوجوان لختِ جگر کی وفات پر دھیرج رکھی۔ مگر اُس لڑکے کی بہن بی بی تارو جی رونا ضبط نہ کر سکی۔ چنانچہ وہ لڑکا رات کو خواب میں اپنی بہن سے بولا کہ دیکھ تارو جتنے آنسو تو بہاتی ہے وہ میری روشنی کو بجھا رہے ہیں۔ گویا مرنے والے کی رُوح کو اُس کے عزیز و اقربا کی آہ و بکا سے نقصان لاحق ہوتا ہے۔ ایسے ہی حضور نے ایک برہمن بی بی دیالی کا قصہ بیان کیا کہ بی بی موصوف کا جوان بیاہا ہوا لڑکا گذر گیا تو بی بی نے صبر کیا۔ مگر جب اُس لڑکے کی سسرال کی عورتیں مُرکان دینے یعنی ماتم پرسی کے لئے آئیں تو انھوں نے حسب رواج سیاپا کرنے پر اصرار کیا تو بچاری بی بی دیالی کو بھی لوگوں کی شرم و حیا سے سیاپا کرنا پڑا تو رات کو متوفی لڑکے نے کہا کہ ماں جتنے طمانچے تم نے اپنے چہرے پر مارے ہیں سب میرے لگے ہیں۔ میرا مُنہ اِس مار سے سُرخ ہوا دیکھ لے۔ اس پر صبح کو دیالی نے اپنے سبندھیوں سے کہا کہ مَیں تم کو یہاں سیاپا نہ کرنے دوں گی۔ پریمی ست سنگی لالہ بھگوان داس جی اگروال سیال کوٹی مرحوم کے بڑے صادق دوست تھے۔ اور مرحوم نے ۹ر دسمبر کو اُن کو سولن سے اپنے پاس بلایا کہ ڈیرے جانے سے پہلے مجھے مل کر جانا۔ چنانچہ ۹۔۱۰ر دسمبر کی رات کو ایک بجے لالہ جی صاحب مرحوم کے مکان پر پہنچے تو مرحوم اُن کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ مگر لالہ جی نے یہ بھانپ لیا کہ اب یہ رات مشکل سے کاٹیں گے۔ چند گھنٹے بعد مرحوم نے اُٹھ کر زور سے ہاتھ جوڑ کر رادھا سوامی بُلائی۔ اور لالہ بھگوان داس کا بیان ہے کہ اُنھوں نے اُس وقت حضور کے درشن کئے۔ اور ۵ بجے پران تیاگ دیئے۔ اُن کے چہرے سے مُسکراہٹ نمودار تھی۔

حضور کی طبیعت ۱۳ر دسمبر کی شام کو نزلہ کام سے سخت علیل ہو گئی تھی جس کی وجہ سفر کی بے آرامی اور ست سنگ کی کثرت ہے۔ چنانچہ شام کو حضور متوفی کے مکان پر ایک گھنٹہ ست سنگ دے کر ڈیرے چھ بجے پہنچ گئے۔ حالانکہ حضور کا ارادہ ایسی حالت میں ویاکھیان دینے کا نہ تھا۔ مگر چونکہ بہت سی خلقت وہاں جمع تھی اُن کو مایوس کرنا مُناسب نہ خیال کیا۔ اپنی صحت کی پروا نہ کی۔

۱۶ر دسمبر۔ ابھی تک حضور کو زکام و گلا بیٹھنے سے آرام نہیں آیا۔ سُنا ہے کہ ڈلہوزی میں ۲½ فٹ برف پڑ گئی ہے۔ ۲½ فٹ برف میں مویشی چل پھر نہیں سکتے۔ حضور نے پھر آج فرمایا کہ سیوا وہی کرنی چاہیئے جو ستگورو کو پسند ہو۔ ورنہ نقصان ہو جاتا ہے۔ ایک ست سنگی کا بھائی خود کشی کر کے مر گیا۔ اس نے نام نہیں لیا تھا۔ اس پر اُس ست سنگی نے لکھا کہ مجھے اندر آپ کے درشن ہوتے ہیں تو میرے متوفی بھائی کی رُوح بھی پاس بیٹھی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ کیوں؟ حضور نے فرمایا کہ منت سماجت۔ مطلب یہ کہ خود کشی کر کے نرکوں میں جانا پڑا ہوگا۔ وہاں سے چھٹکارے کے واسطے حضور کی منت سماجت کرنے آتا ہے۔ کیونکہ اُس کو اس دُنیاوی زندگی میں حضور کا پتہ تھا۔ سنت مت کی کتابوں میں یہ کہانی اکثر آتی ہے کہ کوئل انڈے دے کر کوّے کے گھونسلے میں رکھ دیتی ہے۔ کوا اُن کو اپنے انڈے سمجھ کر سیتا ہے۔ اور جب بچے بن کر پَر نکل آتے ہیں۔ اور وہ اُڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو کوئل آواز دیتی ہے وہ بچے کوّے کو چھوڑ کر کوئل کے پاس آ جاتے ہیں۔ یعنی سنتوں کے جیو خواہ کسی مذہب، کسی فرقہ، کسی ذات، کسی گھرانے میں ہوں۔ وہ سنتوں کا ست سنگ سُن کر اُن کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اور وہ مذہب وغیرہ چلاتے رہ جاتے ہیں۔ آخر کائیں کائیں کر کے چُپ ہو جاتے ہیں۔ عمارتوں کا ذکر آیا تو حضور نے کبیر صاحب کا یہ شعر پڑھا ؎

ماٹی کے ہم پُوترے مانش دھریو نام ٭ چار دِنوں کے پاہونے پھر پھر روندھیں ٹھام

۲۱ر دسمبر کو حضور کو گلے کی تکلیف سے کچھ افاقہ ہوا۔ کرنل صاحب نے ولایت سے اپنی چٹھی میں لکھا کہ ایک اندھا شخص مجھکو محبت سے ملتا ہے۔ اور اپنی مُصیبت کو بڑی بہادری سے برداشت کر رہا ہے۔ پیانو کے سُر نکال کر لوگوں کو سُنا سُنا کر گُذارہ کرتا ہے۔ حضور نے یکایک فرمایا کہ اُن کو لکھ دو کہ اس اندھے سے نام کا اقرار نہ کر بیٹھے۔ کیونکہ اندھے کو نام دینے کا بوجھ دو صد عام آدمیوں کو نام دینے کے برابر ہے۔ وہ ستگورو سروپ کے درشن نہیں کر سکتا۔

مانسی دھیان کی بابت فرمایا۔ کہ کسی بھی مہاتما کی مُورتی و فوٹو یا تصویر کا دھیان کرنا جس کو ہم نے نہیں دیکھا۔ خواہ اُس کو گذرے ہزاروں سال ہو گئے یا صرف چند دن ہوئے مانسی دھیان ہے۔ زندہ، زندہ کو کھینچ سکتا ہے۔ لوگ سری رام چندر جی۔ سری کرشن جی اور دس گورو صاحبان کی تصویریں مختلف صُوبوں میں مختلف بناتے ہیں۔ دسوں گورو صاحبان کی تصویروں میں اُن کے کیس اور لمبی لمبی داڑھیاں دکھائی گئی ہیں۔ حالانکہ مہنت صاحب گورداس پور

کے ہاں جو تصویریں اُن گورُو صاحبان کی دیکھنے میں آئیں اُن سے پتہ پاتا ہے۔ کہ وہ قدیم زمانے کے سیدھے سادے موٹے کھتری تھے۔ ہندوؤں کی بھُول ہے کہ اِن کھتریوں کی تصانیف کو فخر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ہندوؤں کو فخر کرنا چاہیئے کہ اُن کے بزرگ کیسے کیسے رِشی مُنی ہوئے ہیں۔ اور حال ہی میں ہوئے ہیں۔ وہ اپنے پرانے رِشی مُنیوں مثلاً۔ نارد، وشوامتر۔ وسِشٹ۔ بھاردواج۔ گوتم وغیرہ پر تو فخر کرتے ہیں کہ یہ ہمارے تھے۔ مگر سِکھوں کے دس گورُو صاحبان کو بیگانے خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب ہندو تھے۔ اور ہندو دھرم میں رہے۔ اُنھوں نے ہندو دھرم میں رہنے کی اپنے سیوکوں کو تعلیم دی۔ اب اُن کے پیروؤں نے پولِٹیکل خیال سے جُدا مذہب کر کے ہندوؤں کو اِن دس مہاتماؤں کی اُونچی تعلیم سے جُدا کر دیا۔ ہندو دھرم جامع مذہب ہے۔ اس میں ناستک۔ آستک۔ ویدانتی۔ بُدھ۔ بیراگی۔ جوگی۔ اوداسی وغیرہ بہت سے فرقے ہیں۔ جن کو ہندو دھرم اپنے خیال کرتا ہے۔ تو سِکھ دھرم کو بھی جن کو اُن کے اپنے بزرگوں اور مہاتماؤں نے رائج کیا یگانگت کی نظر سے دیکھنا ہندوؤں کی فراخدلی اور عالی خیالی ہوگا۔ ہندو دھرم ہر ایک شخص کو مذہبی خیالات کی آزادی دیتا ہے۔ کسی ہندو کا کوئی اعتقاد ہو وہ ہندو دھرم سے پتت نہیں ہو جاتا۔ ویدوں پر اعتقاد رکھنے والا بھی ہندو ہے اور جو ویدوں کو نہیں مانتا وہ بھی ہندو ہے۔ ہندو دھرم کسی کتاب یا خاص عقیدے کا قیدی نہیں ہے۔ شری کرشن جی نے خود گیتا میں ارجن کو ویدوں سے آگے کی تعلیم دی ہے۔ بلکہ ایک پُستک میں یہ آیا ہے۔

"वेदा: विभिन्ना:

स्मृतयो विभिन्ना: नासौ मुनिर्यस्य मतं न भिन्नं! धर्मस्य

तत्वं निहितं गुहायां महाजनो येन गत: स पन्था: !!"

ترجمہ:۔ وید مُختلف ہیں۔ سمرتی مُختلف ہیں۔ چھ شاستروں میں بھی اختلاف ہے۔ پس سنت مہاتما جس راستے گئے ہیں وہی راستہ دُرست ہے۔

بعینہ یہی تعلیم مولوی رُومؒ کی ہے۔ جب وہ فرماتے ہیں۔

"مردِ حجی ہمرہی حاجی طلب ؀ خواہ ہندو، خواہ ترک و خواہ عرب"

گویا جگیاسُو کو کسی رہبر کے پیچھے لگنا چاہیئے نہ کہ کسی کتاب کے پیچھے۔ ویسے ہی گورُو صاحبان نے بھی گرنتھ صاحب میں یہی تعلیم دی ہے۔ انھوں نے کسی پُستک یا کتاب کا سہارا لینے کو نہیں کہا۔ بلکہ جگہ جگہ ستگورُو سے تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور شاستروں میں ستگورُو کو لفظ مہاجن سے تعبیر کیا ہے۔ اور مولوی رُوم نے ستگورُو کو پیر یا مردِ حجی کہا ہے۔

۲۲ر دسمبر کو کرسمس کی پہلی تعطیل ہے۔ لوگ ڈیرے میں آنے شروع ہو گئے ہیں۔ حضُور نے ایک لطیفہ سُنایا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہاتھ میں بندوق لئے جھنگ کے ضلع میں جا رہا تھا۔ ایک جنگل بیابان میں ایک جوان لڑکی پر نظر

ہڑی کہنے لگا کہ کہتے ہیں کہ ہیر یہاں اِس علاقے میں ہوئی۔ کیا وہ مل سکتی ہے۔ لڑکی نے کہا۔ ہاں! سوار کہنے لگا۔ مجھے اُس کے پاس لے چلو۔ لڑکی نے کہا بہت اچھا۔ پہلے اِس گھوڑے کو بندوق سے مار ڈالو پھر بندوق توڑ ڈالو۔ اور رانجھے کی طرح ہاتھ میں لاٹھی لیلو۔ تب اُس کے پاس لے چلوں گی۔ وہ شخص کہنے لگا۔ واہ...... مَیں کیوں پانچسو کا گھوڑا ماروں، اور بندوق توڑوں، لڑکی بولی تو پھر میں کیوں ہیر دکھاؤں، اپنا راستہ لو۔ سوار نے پوچھا اگر مَیں گھوڑا مار دیتا۔ اور بندوق توڑ پھوڑ دیتا تو تو کیسے ہیر مجھے دکھاتی۔ لڑکی بولی۔ تو پھر مَیں آپ ہیر بن کر تیرے ساتھ ہو جاتی۔ سو کوئی بھی تن کی محبت اور کھانے پینے کی مُحبت کو نہیں چھوڑتا۔ الیشور کیسے ملے؟

۲۷ر دسمبر کی شام کو بہت ساری خلقت ڈیرے میں آئی ہوئی ہے۔ سردی کا سخت زور ہے اور بُوندا باندی بھی ہوئی حضُور آج کل دونوں وقت ست سنگ فرماتے ہیں۔ صبح دس سے بارہ بجے تک اور شام کو ۵ سے ۶½ بجے تک۔ حالانکہ حضُور کی صحت ابھی تک کمزور ہی ہے۔ صبح کو "جگ میں گھور اندھیرا بھاری ٭ تن میں تم کا بھنڈارا" سوامی جی کی بانی سے لیا گیا۔ اور شام کو گرنتھ صاحب میں سے گورُو نانک صاحب کا شبد مارُو راگ میں سے "دکھ بو ہتھا لادیا ٭ دیا سمُند منجھار" لیا گیا۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ سوامی جی کا اِس شبد میں یہ اُپدیش ہے کہ دنیا میں اندھیرا اِس واسطے ہے کہ یہاں جیووں کو جیو کھا رہے ہیں۔ خُشکی اور تری دونوں میں یہی حال ہے۔ اور اگرچہ باہر سورج کی روشنی ہے مگر جب آنکھیں بند کریں تو اندھیرا ہے۔ اور رُوح گویا اِس دُنیا میں پردیسی ہے۔ اِس کو اپنے اصلی وطن کا پتہ تک نہیں۔ اِس دُنیا کو اپنا گھر سمجھ رکھا ہے۔ اور اِنہی رشتہ داروں کو اپنے رشتہ دار، اور اِنہی قوموں و مذہبوں کو اپنے قوم و مذہب خیال کرتا ہے۔ اور اِن کی خاطر جان دینے کو تیار رہے۔ اس کو یہ پتہ نہیں کہ اِس کا اصلی مذہب اِنسان ہے۔ اور اِس کی قوم و اِس کا اصلی وطن مقامِ حق ہے۔ اِس مادی دنیا میں آ کر وہ بھول بھلیاں میں پھنس گیا ہے۔ اور چوراسی لاکھ جُونوں اور چاروں کھانوں یعنی جیرج۔ سیتج۔ انڈج۔ اُتبھج میں چکر کاٹ رہا ہے۔ نکلنے کا وقت مانش جنم ہوتا ہے۔ جب وہاں پہنچتا ہے تو لذاتِ دُنیاوی و حواس خمسہ و نفس امارہ اِس کو نکلنے نہیں دیتے۔ اگر نفس کی قید سے آزاد ہو تو اندر روشنی دکھائی دیوے۔ حالانکہ سنت بار بار تاکید کرتے ہیں کہ دسویں گلی کھول کر اپنے گھر جاؤ۔ مگر یہ ایسا دُنیاوی تعلقات و لذات میں محو ہے کہ اُن کے کہنے کی پروا نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ کہ اپنے اپنے اعمال کے مُطابق دوزخ بہشت اور مُختلف قالبوں میں جاتا ہے۔ اور عرصہ سے جاتا رہا ہے۔ کیونکہ بھاگوت میں سری کرشن نے اُودھو سے یہ کہا ہے۔ کہ اے اُودھو! یہ جو کیڑا چلا جا رہا ہے یہ کئی دفعہ برہما (دُنیا کو پیدا کرنے والا) کئی دفعہ اِندر (بہشت کا راجہ) بن چکا ہے۔ اب اپنے کرموں کے انوسار کیڑا بنا پھر رہا ہے۔ اِس سے نہ صرف وقت کی بے پایانی ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ اِس دُنیا کی رُوحوں کی بے ثباتی بھی عیاں ہے۔ ایسے ہی گورُو نانک صاحب نے فرمایا ہے کہ ہر ایک اِنسان اِس بھَو ساگر میں من کی کشتی پر سوار ہو کر اچھے

اور بُرے کرموں کا مال بھر کر بہا جا رہا ہے۔ سمندر خطرناک ہے نہ اِس کا پرلا کنارہ معلوم ہوتا ہے نہ ورلا یعنی نہ دُنیا کا شروع نہ آخر معلوم ہوتا ہے۔ کشتی کے ساتھ نہ کوئی ملاح ہے نہ چپو۔ آخر میں گورو صاحب نہایت ہی افسوس کے لہجہ میں کہتے ہیں " بابا جگ پھاتھا مہا جال " یعنی یہ دُنیاوی لوگ بڑے بھیانک جال میں گرفتار ہیں۔ اور ساتھ اس کے اِس جال سے چھوٹنے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ وہ کیا ؟ " گور پرسادی اُبرے سچا نام سمبھال "۔ مُرشدِ کامل کی مہربانی سے اِسمِ اعظم کو پکڑ کر اِس بھیانک سمندر سے پار جاسکتا ہے۔ اِسی کو بانگِ الہٰی و کلمہ کہا گیا ہے۔ ؎

گفت پیغمبر کہ آوازِ خُدا ؎ مے رسد در گوشِ من ہمچو صدا

مارِ نفس کو جسم کی پٹاری میں بند کیا گیا ہے۔ تاکہ رُوح جو کہ اِس جسم میں مُقیم ہے اپنے خُدا سے واصل نہ ہو سکے پس نفس کو مار کر رُوح آزاد ہوگی۔ پھر کہا ہے کہ انسان میں جو رُوح ہے وہ تو ایسے ہے جیسے سمندر میں بڑا مگرمچھ کہ جو ٹکر مار کر جہازوں کو توڑ دے۔ مگر لالچ حرص و ہوا میں پھنس کر جہازی شکاریوں کا شکار بن جاتا ہے۔ یہ طوطا اگر دُنیاوی خیالات چھوڑ کر عشقِ الہٰی کا راگ الاپے تو قفسِ جسم سے آزاد ہو کر خُدا سے جا ملے۔

۲۸ر دسمبر کو صبح کو کبیر صاحب کی بانی میں سے " کرنٹیوں وبدار محل میں پیارا ہے "۔ پڑھا گیا۔ حضُور نے فرمایا کہ سنسکرت زبان کو دیو بانی اِس واسطے نہیں کہتے کہ وہ دیوتاؤں کی زبان ہے۔ بلکہ اس واسطے کہ سنسکرت کے حروف بھی تعداد میں ۵۲ اندرونی چکروں پر سے لئے گئے ہیں۔ گویا مُول یعنی گُدا چکر میں چار دل کا کنول ہے۔ اور وہاں چار حرف ہیں۔ اِندری چکر میں چھ۔ نابھی میں آٹھ۔ ہردے میں بارہ۔ کنٹھ چکر میں سولہ۔ اور آنکھوں کے پیچھے دو۔ اور چار باقی ماندہ انتش کرن کے چار کنولوں پر ہیں۔ اس سے اُوپر دو حرف سُن استھان یعنی دسویں دوار میں ہیں۔ پُورا گورو اُن دو اکھشروں کو سمجھاتا ہے۔ ایک تو تر لوکی کی طرف لاتا ہے۔ دوسرا اُوپر لے جاتا ہے۔ سنتوں کی بانی میں جگہ جگہ اُن دو حرفوں کی مہماں کی گئی ہے۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں ؎

" باون اکشر لوک ترے سب کچھ ان ہی مانہہ ؎ یہ اکشر کھر جائیں گے اوہ اکشر ان میں ناہہ "

گورو نانک فرماتے ہیں۔ ؎

" جے تو پڑھیا پنڈت بینا دو اکشر دو ناماں ؎ پرنوت نانک ایک لنگھائے جے کر سچ سماداں "

مہاسُن یعنی عالمِ ظُلمات کا وہ پردہ ہے جس میں پانچ بڑے بڑے گڑھے ہیں۔ جن کے مقابلے میں یہ ہماری دُنیا ایسی ہے جیسے سمندر میں ایک بال۔ جس کی بابت مولوی رُوم صاحب نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے ؎

" ایں بیاباں در بیاباں ہائے او ؎ ہمچو اندر بحرِ پُر یک تارِ مُو "

جیسے بنک نال میں کمال نے سیدھی شکتی۔ نُوری غور توں، اور دسرم دُد توں کی رکاوٹ رکھی ہے ایسے ہی

مہاکال نے عالمِ ظلمات میں بڑے بڑے خطرات پیدا کر رکھے ہیں تاکہ کوئی اُس حد سے پرے مقامِ حق میں نہ جا سکے۔ کیونکہ پیچھے کی رچنا کال اور مہاکال کے ماتحت کی ہے۔ اور انھوں نے بڑی محنت کے بعد رُوحوں کا بھنڈار ست پُرش مالکِ کُل سے حاصل کیا ہے۔ اور اِن رُوحوں کی وجہ سے ہی ان نچلے مادی سُوکشم وغیرہ لوکوں میں رونق و آبادی ہے۔ اگر یہ رُوحیں اُن کی حد سے پرے چلی جاویں تو اُن کا دیش اُجڑ جاوے۔ وہ رُوحوں کو مار نہیں سکتے۔ نہ پیدا کر سکتے ہیں۔ نہ ہی اُن کو اپنے ماتحت رُوحوں کو مارنے میں فائدہ ہے۔ مگر وہ اُن کو مختلف پنجروں میں قید کر کے دُکھ سُکھ دیتے ہیں۔ لیس اوتاروں کا مشن یہ ہے کہ اِس ترلوکی کا انتظام بنا رہے۔ لوگ امن چین سے رہیں۔ سوسائٹی چلتی رہے۔ اور سنتوں کا مشن اِس ترلوکی کو اُجاڑنا ہے۔ کہ یہاں سے رُوحوں کو ست لوک میں لے جاتے ہیں۔ شام کو گورُو گرنتھ صاحب میں سے مارُو راگ ہی سے شبد لیا گیا۔ خلقت اس قدر تھی۔ کہ ست سنگ ہال کے اِردگرد دیوار تک لوگ بیٹھے تھے۔

۲۹ر دسمبر کو بھنڈارے کا ست سنگ دوپہر کو ایک بجے کھانا کھانے کے بعد شروع ہوا۔ نام کا نرنہ" سوامی جی کی بانی میں سے اور گورُو گرنتھ صاحب میں سے تیسری بادشاہی کا شبد" تیریاں کھانیں تیریاں بانیں، بن ناویں سب بھرم بھلانیں۔" پڑھے گئے۔ دونوں کا مضمون واحد ہے۔ مطلب یہ کہ نام دو قسم کا ہے۔ ورن آتمک اور دُھن آتمک۔ دُھن آتمک نام نہ کسی ورن آتمک بانی میں ہے نہ کسی کھان میں۔ یعنی نہ تو جانوروں کو نہ چرندوں پرندوں کو نہ کیڑے مکوڑوں کو نہ سبزیات کو دُھن یعنی شبد یا نام کا علم ہے۔ نام کہنے سننے سے بالاتر ہے۔ کتابوں میں اُس کی مہماں ہیں۔ مگر نام اُن میں نہیں نام صرف اِنسان میں ہے۔ اِس واسطے اِنسان اشرف المخلوقات ہے۔ گورُو صاحب بڑے زور سے کہتے ہیں۔ "بن ستگورو کوئی نہ پاونیا۔" بغیر اُستاد کے یہ دُھن نہیں مل سکتی۔

۳۰ر دسمبر کو تقریباً پانچ صد مرد عورتوں کو نام دیا گیا۔ حضور اِس عمر میں اِس قدر محنتِ شاقہ برداشت کرتے ہیں کہ دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ صبح ۸ بجے سے لیکر ۳ بجے بعد دوپہر تک نام دیتے رہے کھانا تک نہیں کھایا۔ کھانا کھا کر بھی صرف آدھ گھنٹہ آرام کیا ہوگا۔ پھر کام میں لگ گئے۔ اور اُسی وقت بیکانیر کی ریاست میں سے ایک سکھ جاٹ لڑکا اپنی داستان سُنانے لگا۔ یہ لوگ پنجاب سے بیکانیر میں جا کر زمین کاشت کرتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ مَیں سخت بیمار ہوگیا۔ حضور مہاراج جی وہاں بیماری میں درشن دیتے رہے۔ اور ایک دفعہ کہا کہ جب ڈاکٹر تمہارے جسم کا ملاحظہ و علاج کر رہا تھا مَیں چارپائی پر تمہارے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اِس کے بعد اُس کو کوئی ہوش نہ رہی۔ حضور کے درشن بند ہو گئے۔ مگر وہ کہتا ہے کہ اُسے کوئی تکلیف نہ تھی۔ اُس کی رُوح عالمِ بالا میں سیر کر رہی تھی۔ حالانکہ اُس کی والدہ کے بیان کے مطابق کہ اُس وقت جو لوگ بیمار کو دیکھنے گئے وہ اُس کو نہایت سخت تکلیف میں پاتے تھے۔ وہ بولتا نہیں

تھا۔ نہ اُس کو کوئی ہوش تھی اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں۔ مگر پُتلی اُوپر کو کھچی ہوئی تھی۔ کسی نے پُوچھا تو پانی مانگ لیا، ورنہ بے ہوش۔ اُس کے بچنے کی کسی کو اُمید نہ رہی۔ وہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ باپ اُس کی زندگی سے مایوس ہو کر اُس سے پوچھتا تھا کہ آیا حضُور مہاراج جی تم کو لینے آئے۔ آخر باپ نے بیان کیا کہ اپنا اُونٹ ڈیرے چڑھا دوں گا۔ اور رسہ اُونٹ سے کھول کر اُس کو آزاد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُونٹ کی ٹانگیں مُڑ گئیں۔ گویا ایک طرح سے قُربانی کا بکرا بن گیا۔ اُدھر وہ لڑکا بے ہوشی میں سیر کرتا پھرتا تھا۔ آخر کار بچ گیا۔ اُس کی والدہ نے حضُور سے عرض کی کہ اِس کا جنم نیا ہوا ہے اِس کا نیا نام رکھ دو۔ چنانچہ اس کا نیا نام رکھا گیا مگر اُونٹ لینے سے اِنکار کیا گیا۔

۳۱ دسمبر کو سردار جودھ سنگھ مرحوم D. C. M. A. راولپنڈی کا بھوگ دھنڈارہ تھا۔ بھوگ کے وقت سردار کرپال سنگھ جی برادر متوفی نے متوفی کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن کو پرمارتھ کا شروع سے شوق تھا۔ اور وہ یوگ ابھیاس پرانایام کا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک ایک گھنٹہ تک اپنا سانس روک سکتے تھے۔ اِس دوران میں وہ پہلی جرمن جنگ میں بصرے کی طرف نوکری کے سلسلے میں گئے۔ وہاں پرانایام تو نہ کرتے مگر سمرن کرتے رہتے۔ اِس دوران میں سردار کرپال سنگھ جی ایک دفعہ دریائے بیاس کی سیر کو آئے تو سٹیشن ماسٹر بوٹا رام جی سے حضور مہاراج جی کا پتہ لگنے پر ڈیرے آ کر حضُور سے نام لیا۔ اور سردار صاحب کو لکھا کہ ایک اعلیٰ پایہ کی ہستی سے اُن کی بھینٹ ہوئی ہے۔ چنانچہ ۶۔۷ ماہ بعد سردار جودھ سنگھ نے بھی حضُور سے نام حاصل کیا۔ اور ابھیاس کرنے لگے ان کو ذیابیطس کی وجہ سے کاربنکل نکل آئے۔ اور بہت تکلیف میں تھے۔ مگر ایک دفعہ حضُور سوامی جی مہاراج حضُور بابا جی اور حضُور مہاراج جی اور گُورو نانک صاحب اور تلسی صاحب نے اُن کو درشن دیئے۔ اور کچھ چیز کھانے کو دی۔ جس سے اُن کو افاقہ ہو گیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر کاربنکل ہو گئے۔ اور بیماری میں حضُور مہاراج جی کے درشن اُن کو ہوتے رہے۔ اُن کی خواہش تھی کہ لاہور چولا چھوٹے۔ چنانچہ مرنے سے ایک رات پہلے حضُور نے اُن کو درشن دیئے اور فرمایا کہ لاہور میں بیٹھک آ جاؤ۔ سردار کرپال سنگھ جی لاہور مقیم تھے۔ اس واسطے ریلوے میں سفر کر کے لاہور آئے۔ راستے میں پوچھتے رہے کہ بھائی صاحب آ گئے ہیں۔ مگر جب لاہور پہنچے تو رات کے وقت سردار کرپال سنگھ صاحب ان کو لانے کے لئے لاہور ریلوے سٹیشن پر موجود تھے۔ اُن کو STRETCHER پر لٹا کر کار میں بٹھایا گیا۔ کیونکہ اُس وقت اُن کا دل ڈوب رہا تھا۔ گھر جا کر اُنھوں نے بھائی صاحب سے بغل گیر ہو کر پران تیاگ دیئے۔

یکم جنوری ۱۹۴۵ء کو دوپہر کے ۲ بجے کپُور تھلہ میں پروفیسر جمعا صاحب کے صاحب زادہ کی شادی کی تقریب پر ست سنگ کرنے کی خاطر حضُور مہاراج جی تشریف لے گئے۔ وہاں ست سنگ کر کے دن چھُپے کے قریب واپس آئے۔

۲ جنوری صبح کو ۹½ بجے گورداسپور ایک دستاویز رجسٹری کرانے گئے۔ وہاں اللہ دتہ داس صاحب ایڈوکیٹ

کے مکان پر قیام کیا۔ وہ خود تو بیمار پڑے تھے۔ مگر اُن کے صاحب زادہ و بی بیوں نے ہر طرح سے آرام دینے کی کوشش کی۔ ابر ہو رہا تھا سردی سخت تھی۔ کیونکہ ڈلہوزی کے پہاڑوں پر بڑی سفید سفید برف جمی ہوئی دکھائی دے رہی تھی اور اُدھر سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ پونے چار بجے تک رجسٹری کا کام ختم کر کے ۴ بجے شام کے ست سنگ شروع ہوا۔ گورو گرنتھ صاحب کا شبد "جگ جیون ساچا ایکو داتا ؛ گور سیوا تے شبد پچھاتا" لیا گیا۔ ست سنگ میں مجمع زیادہ نہ تھا۔ اوّل تو لوگوں کو حضور کی تشریف آوری کی خبر نہ تھی۔ حضور اچانک بغیر اطلاع دیئے ضروری کام کی وجہ سے چلے گئے تھے۔ دوسرے سردی تھی تیسرے بڑے دِنوں کی تعطیلات کے بعد آج پہلی مرتبہ دفتر اور کچہریاں کُھلے تھے۔

ست سنگ کے خاتمہ پر ایک سکھ صاحب اُٹھ کر معترض ہوئے کہ آپ نے نیا راستہ نکالا اور گرنتھ صاحب کی بانی کے ارتھ اپنے مطلب کے کئے۔ اِس پر حضور نے کہا کہ بانی پھر پڑھو۔ اور اب تم خود ارتھ کرو۔ یہ بانی پنجابی میں ہے جس کو سب سمجھ سکتے ہیں۔ اِس لئے اُلٹے پلٹے ارتھ نہیں کر سکتے۔ وہ کہنے لگا کہ شبد کے ارتھ ہیں پڑھنا۔ حضور نے جواب دیا کہ گورو صاحب کا مطلب اُس شبد سے نہیں۔ جو لکھنے اور پڑھنے میں آوے۔ بلکہ دُھن آتمک شبد سے ہے۔ جو کہ دسویں دوار سے آواز آ رہی ہے جس نے سب کائنات کو بنایا ہے۔ جیسے گورو گرنتھ صاحب میں آیا ہے۔ "شبدے دھرتی شبدے آکاش شبدے شبد بھیا پرکاش ۔" اِس پر وہ خاموش ہو گیا۔ ایک وکیل صاحب نے مُکتی کا سادھن پُوچھا تو حضور نے بتایا کہ مکتی کا سادھن سنگورُد اور شبد ہے۔ اور ستگورُو کہتے ہیں۔ کہ پہلے تم پانچ نام کا سمرن توجہ سے کر کے اپنی رُوح کو جسم کے نو دروازوں سے نکال کر آنکھوں کے پیچھے تیسرے تل پر جمع کرو۔ یعنی تارا منڈل۔ سورج اور چاند کو عبور کر کے سنگورُد کے چرنوں تک پہنچو۔ اور وہاں شبد یعنی آواز کو پکڑو تو مُکتی ملے گی۔ مگر وہ صاحب کہنے لگے کہ سمرن کرنے سے تو آدھ گھنٹہ میں میرے سر میں درد ہو جاتا ہے۔ گویا سنتوں کی تعلیم پر وشواس نہیں تو پھر کیا فائدہ ہوا۔

رات کو سخت سردی تھی حضور کے کمرے میں انگیٹھی گرم کر کے رکھی گئی۔ ایک میرے کمرے میں رکھی گئی۔ حضُور کو ساری رات بے آرامی رہی کیونکہ انگیٹھی کا دُھواں گلے کو خشک کرتا ہے۔ اور حضُور کا گلا پہلے سے ہی خراب تھا۔ دوسرے دن لالہ صاحب کے ہاں گرنتھ صاحب کا بھوگ ۲ بجے دن کے ختم کر کے کھانا کھا کر وہاں سے ڈھائی بجے چل پڑے۔ ڈیرے ۴ بجے کے قریب آ کر شکر کیا کہ اِس سخت سردی سے تو چھٹکارا ہوا۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ حضرت سوداؔ نے کیا خوب کہا ہے ؎

سردی اب کے برس ہے اتنی شدید ؎ صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
اب آگے جاتا نہیں بولا ؎ ہوگئی ہے زبان بھی اولا

بھائی شادی نے حضُور کے سامنے باباجی مہاراج کی بابت ذکر کیا کہ ڈیرے میں قیام کرنے سے پہلے

وہ اکثر دھار یوال ریاست کپور تھلہ میں زیادہ رہائش کیا کرتے تھے۔ مگر جس ست سنگی کے پاس رہتے تھے۔ اُس کی بہُو ابھی حال ہی میں آئی تھی۔ اُس کو بابا جی کی فضیلت کا حال معلوم نہ تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ سادھو جلدی یہاں سے چلا جاوے۔ بابا جی کی طبیعت گرم مزاج تھی۔ وہ کھانے میں مرچوں سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ وہ جان کر زیادہ مرچیں کھانے میں ڈال دیتی کہ دِق ہو کر چلے جاویں گے۔ بابا جی روز اُس کو ہدایت کرتے مگر وہ نہ مانتی۔ آخر کار بابا جی نے فرمایا۔ کہ سڑ جاویں گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ اُس کی چھاتی میں جلن محسوس ہونے لگی اور ساری عمر رہی۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ ابھیاس میں تھے۔ حسین بخش اُن کا سیوک تھا۔ ایک اور سیوک اُن کے پاس آیا۔ اور عرض کی کہ پیاس لگی ہوئی ہے۔ وہ ہندو تھا۔ بابا جی نے حسین بخش کو حکم دیا کہ جا اُس کو لسی پلا دے۔ چنانچہ حسین بخش نے اس کو اوک سے لسی پلائی۔ مگر چونکہ اُس کو ہندو ہو کر مسلمان کے پانی سے پرہیز کا خیال تھا۔ اُس نے وہ پی نہیں بلکہ گراتا رہا۔ حسین بخش نے شکایت کی تو حضور نے فرمایا۔ جا چوہڑیاں دا کھا کے مرے گا۔ چنانچہ وہ شخص پاگل ہوا۔ اور چوہڑوں کے گھر سے کھانا کھانے لگے چند روز بعد مر گیا۔

۴ر جنوری کی رات کو سخت بارش ہوئی۔ شام کو ست سنگ میں حضور نے فرمایا کہ بابا جی کے وقت میں سنگت تھوڑی تھی، مگر لوگ بہت پریمی تھے۔ ایک دفعہ ست سنگ میں یہ شبد آیا۔ "کون کہے مہماں اب اُن کی جبی کو سنگورو انگ لگاویں"۔ ایک ست سنگی نے اُس کا الٹا مطلب سمجھا اور جب مہاراج اشنان کر رہے تھے اُن کو جپھا مارا۔ وہ بڑے طاقتور تھے۔ انھوں نے دھکیل دیا اور فرمایا کہ یہ زبردستی چھیننے کی چیز نہیں ہے۔ جس کو سنگورو آپ خوش ہو کر چھاتی سے لگائیں اُس کی مہماں ہے۔ مگر وہ پھر بھی اس حرکت کا مرتکب ہوا۔ آخر کار بابا جی نے کہا کہ تم کو اس زندگی میں میرے درشن نہیں ہوں گے۔ چنانچہ وہ دوسرے دن تڑکے ہی روانہ ہو گیا۔ اور گورو سے منکر ہو گیا۔ ست سنگیوں نے حضور بابا جی مہاراج کے جوتی جوت سمانے کچھ دن پہلے کوشش کی کہ وہ آ کر درشن کرے۔ مگر وہ نہ آیا۔ بعد میں بتایا کہ چار دفعہ میں آنے کو تیار ہوا۔ مگر ہر دفعہ کوئی نہ کوئی وِگھن پڑتا رہا۔

۵ر جنوری کو حضور امرت سر تشریف لے گئے۔ سردی بہت تھی اُس دن شام کو واپس آ گئے اور آ کر ست سنگ کیا۔ ایک میم صاحبہ جو کہ (SCULPTURE) بناتی ہے حضور مہاراج جی کی BUST بنانے کے لئے آئی ہوئی تھی۔ وہ خود بخود آئی تھیں نہ ست سنگ نہ حضور مہاراج نے اُن کو اِس کام کے لئے بلایا ہے۔ زبان پنجابی یا ہندوستانی سے ناواقف ہے۔ ست سنگ کی بانی کا ترجمہ انگریزی میں کر کے سمجھایا جاتا ہے کیونکہ حضور نے فرمایا کہ یہ دُور سے آئی ہے خالی نہ جاوے۔

۶ر جنوری کی رات کو اِس قدر سخت سردی تھی کہ مجھے دو رضائیاں لے کر سونا پڑا۔

۷ر جنوری کو آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور آج ست سنگ بہت اُونچے پایہ کا تھا۔ حضور

سوامی جی کی بانی میں سے شرن کا مضمون لیا گیا "ستگورو شرن گہو میرے پیارے کرم جگات چکائے ......"
حضور نے پہلے سردار گوربخش سنگھ صاحب کو دیا کھیان کرنے کا حکم دیا۔ مگر پھر شاید یہ محسوس کر کے کہ شرن کا مضمون دقیق ہے۔ خود فرمانے لگے۔ کہ سنت مت میں دو راستے ہیں، ایک کرنی دوسرا شرن۔ شرن لینا بہت کٹھن ہے۔ اور جو شرن لے لے اُس کے نہ تو پاپ پُن رہتا ہے نہ کوئی کرنی رہ جاتی ہے۔ اگرچہ شرن لے کر بھی وہ بھجن سمرن کے سوائے اور کیا کر سکتا ہے۔ کرنی آسان ہے شرن مشکل ہے۔ شرن کس کو کہتے ہیں؟ تن من گورو کے حوالے کر دینا یعنی (COMPLETE SURRENDER) یعنی گورو کے پیار کے بغیر اور کچھ نہ سوجھنا۔ اور گورو کے حکم سے باہر نہ ہونا۔ شرن لی تھی گورو انگد صاحب نے کہ جب گورو کے پاس آئے پھر مُڑ کر نہ گئے۔ جیسے کہا ہے۔ ؎

گئی بوتلی لون کی تھاہ سمند کی لین ٭ اناتھ آپ آپنے بھئی کون کہے مُڑ بین"

شرن لی تھی گورو رام داس جی نے جب گورو امر داس جی کو اپنی کنیا کے لئے وَر کی تلاش ہوئی تو برہمن کو بُلا کر دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔ برہمن نے دریافت کیا۔ حضور لڑکا کتنا بڑا ہو۔ اُس وقت گورو رام داس صاحب غریبی کی حالت میں گھنگھنیاں بیچتے پھرتے تھے۔ گورو صاحب کے سامنے سے اتفاقیہ گذرے تو برہمن نے پوچھا۔ کیا لڑکا اتنا ہو؟ تو گورو صاحب نے لڑکے کو بُلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ گورو رام داس نے بتایا کہ میں غریب کھتری ہوں۔ تو گورو صاحب نے کہا کہ بھگوان نے ہماری لاج رکھ لی۔ ورنہ اگر یہ کوئی اور ذات بھی ہوتا، مجھے لڑکی دینی پڑتی۔ بس پھر اُس کے بعد گورو رام داس جی گورو صاحب کے ہی ہو رہے۔

شرن لینے کے یہ معنی کہ آپا بھاؤ نہ رہے۔ جو گورو حکم دیوے اس کو بغیر حُجت اور دلیل کے عمل میں لا دے خواہ جائز ہو یا ناجائز۔ اگر اُس کو ناجائز بھی خیال کرتا ہو تو بھی یہ سمجھے کہ میری عقل کا قصور ہے۔ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی راز ہے۔ جس کو میں نہیں سمجھ سکتا۔ جیسا کہ کبیر صاحب نے ماتا لوئی کو حکم دیا۔ باہر سے مٹی لاؤ۔ وہ فوراً مٹی لائی۔ پھر کہا اس کو پیسو۔ پیس دی۔ پھر کہا اس کو چھانو جب چھن گئی تو کہا کیا گھر میں گھی ہے۔ لوئی جی نے جواب دیا۔ ہاں کوئی آدھ سیر ہوگا۔ کبیر صاحب نے حکم دیا کہ اس کو گرم کر کے لاؤ۔ جب گرم کر کے لے آئیں تو پھر کہا اس مٹی میں ڈال دو۔ جب مٹی میں ڈال دیا تو کہا اس کو آٹے کی طرح گوندھو جب گوندھ لیا تو فرمایا۔ اب اس کو باہر پھینک دو۔ چنانچہ لوئی جی نے بلا کسی حیل و حجت کے اسی طرح وہ مٹی معہ گھی باہر پھینک دی۔ کوئی اور ہوتی تو جتلاتی کہ میرا خاوند پاگل ہوگیا۔ اس کو شرن و حکم ماننا کہتے ہیں۔ اس لئے خواجہ حافظ نے کہا ہے ؎

"بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید ٭ کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزل ہا

لے پانی

اسی طرح گرنتھ صاحب میں آیا ہے:۔

"گور کہیا سا کار کماوٗ ہئر سبد چینہہ سہج گھر آوٗ"

یعنی گورو کے حکم کے مطابق کارروائی کرو نہ کہ جو گورو کرے اُس کی نقل کرو۔ جیسے کہ ایک فقیر کامل کا ذکر ہے۔ کہ جس خوبصورت عورت کو دیکھتا اُس کا بوسہ لیتا۔ اُس کے شاگرد بھی اُس کی نقل کرنے لگ گئے۔ ایک دفعہ پیر صاحب لوہار کی دوکان سے گذرے۔ لوہا لال گرم پڑا تھا بڑھ کر اُس کو بوسہ دیا۔ پیر صاحب کو تو کوئی گزند نہ پہنچا۔ مگر چیلے صاحبان بھاگ نکلے۔

اِسی طرح حضور نے فرمایا۔ کہ سلطان محمودؒ ایاز پر بہت نظر عنایت کرتا تھا۔ ایاز کے ہم نشینوں نے حسد کے مارے سلطان سے عرض کی۔ حضور ایاز میں کیا خوبی دیکھتے ہیں۔ جو کہ ہمارے میں نہیں ہے۔ سلطان محمود نے کہا۔ اچھا بھائی ہم خیال رکھیں گے۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد ایک سوداگر ایک قیمتی ہیرا لایا۔ اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے ایاز اور اس کے ہم نشینوں کو بلایا۔ اُن میں سے ہم نشینوں کو باری باری کہا۔ کہ اِس ہیرے کو ہتھوڑے سے توڑ ڈالو۔ تو ہر ایک نے باری باری یہی جواب دیا۔ کہ حضور یہ قیمتی ہیرا ہے۔ اِس کو توڑنے سے بڑا نقصان ہوگا۔ یعنی کسی نے اُس کو نہ توڑا۔ سب کے بعد ایاز کو بُلایا تو اُس نے چوں نہ کی۔ لیا ہتھوڑا اور ہیرے کو پاش پاش کر دیا۔ محمود نے کہا۔ ارے یہ کیا۔ ایاز بولا۔ حضور بھول گیا معاف کرو۔ مجھے حضور کے حکم کی ہیرے سے زیادہ قدر ہے۔ اِس پر سلطان نے اُس کے ہم نشینوں سے فرمایا کہ دیکھو یہ خوبی ایاز میں ہے جو تم لوگوں میں نہیں ہے۔ سنت بھی ایسی ہی اپنے سیوکوں سے اُمید رکھتے ہیں۔ مگر یہ حالت کسی درلے کی ہوتی ہے "دِرلے گورمکھ جینہہ تت تانہہ"۔ حضور نے فرمایا کہ گورمکھوں میں سے بھی کوئی دِرلا ہی اس حالت کو پاتا ہے۔ جس پر مالک کی اتینت دیا ہو"۔ درشن دیکھ پنڈ سُدھ بھوئی پھر گھر باہر سُدھ کیا آئے"۔

حضور نے سوامی جی کے وقت میں بی بی شبو کی کہانی بیان کی کہ وہ ایک معزز گھرانے کی لیڈی تھی۔ سوامی جی کی بڑی بھگت تھی۔ ایک دفعہ اپنے گھر کے غُسل خانے میں نہانے کے واسطے کپڑے اُتارے۔ اِتنے میں گھر کے دروازے پر ایک جوگی آ گیا۔ اُس نے گُورو کے پریم دیہان کا شبد گایا۔ بی بی جی کو سُنکر اس قدر پریم آیا کہ ان کو یہ ہوش نہ رہی کہ مَیں ننگی ہوں۔ اُسی حالت میں اُٹھ کر سوامی جی کے مکان پر جہاں سوامی جی تھے آموجود ہوئی۔ راستے میں کسی نے اُس کو اِس حالت میں نہیں دیکھا۔ کیونکہ جو مالک کے بھگت ہیں۔ اُن کی عزت و آبرو مالک خود بچاتا ہے۔ جب بی بی شبو سوامی جی کے سامنے آئی تو سوامی جی نے فرمایا۔ اری تم تو ننگی ہو۔ تو وہ بہت شرمندہ ہوئی کہنے لگی یسوامی مجھے یہاں آنے کے خیال میں تن کی ہوش نہیں رہی۔ تو سوامی جی بڑے خوش ہوئے۔ فرمایا تمہارا دُنیا میں آنا سپھل ہو گیا۔ ہم کو ایک پریمی تو مِل گیا۔ اِس کا نام شرن ہے اور کوئی کوئی اِس کو پاتا ہے۔

اِس کے مقابلہ میں گورو رام داس کا شبد "انتر پیاس اُٹھی پر بھو کیری سُن گور بچن من تیر لگیا۔ رام گورو موہن موہ من لیتا ہوں عاقل بکل بھئی گورو دیکھے ہوں لوٹ پوٹ ہوئے گیا۔" یہ ہے شرن لینے والے کے من کی اوستھا حضور نے یہ شبد پڑھوا کر اِس کی بھی بڑی وضاحت کی۔ گویا پریم اور پریمیوں کے ہردے کا فوٹو کھینچ کر رکھ دیا۔

"کہے پر بھو اور اور کچھ کیجئے   سب باد سِنگار پھوکٹ بھو کیا
ہر ہر ہار کنٹھ ہے بنیا   من موتی چور وڈگہن گہنیا"

اِس شبد کے آخر کے شلوکوں کے دو معنی ہیں۔ ایک طرف تو دُنیاوی اِستری پتی کے بھوگ کی اوستھا درن کی ہے۔ دوسری طرف مالک سے ملاپ کی حالت لکھی ہے۔ اگر گورو یا ست پرش کچھ حکم دیتا ہے۔ ہم کچھ اور کرتے ہیں تو ہمارا ہار شنگار یعنی شیل کشما جپ تپ بھجن وغیرہ سب ناش اور بے ارتھ ہے۔ اب میرا مالک بجائے ہار کے میرے گلے کا ہار ہو گیا ہے۔ اِس ہار میں جگنی کیا ہے۔ من جو مار لیا گیا ہو۔

۸ جنوری کو سارا دِن باد و باراں کا زور رہا۔ رات کو ہوا بڑے زور سے چل رہی ہے۔ اور بادلوں کو بھگا کر مطلع صاف کرتی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ کہ کل صبح تڑکے بڑی ہی سردی ہوگی، اب بھی ہے۔ آج ست سنگ میں جب میں گیا تو یہ شبد پڑھ رہے تھے: "گورو چرنامرت گور پرشادی۔ پریت سہت لے لئے اپادھی یہ حضور نے فرمایا کہ آج کل کی مصلحت کو دیکھ کر سنتوں نے چرن امرت اور پرشادی دینی بند کر دی۔ تاکہ آج کل کے عقلمند عالم فاضل اس پر مُعترض ہو کر ست سنگ کا لابھ اُٹھانے سے محروم نہ ہو جاویں۔ ورنہ سنتوں کی دِرشٹی۔ ہاتھ، پاؤں، گفتگو سب سے چیتن کی دھاریں نکلتی رہتی ہیں۔ جو کہ لوگوں کو فائدہ کرتی ہیں۔ چرن امرت میں تو بڑی چیتنتا ہوتی ہے۔ مگر اس میں سنتوں کی اپنی کمائی دوسرے کو جاتی ہے۔ پرشاد چھ قسم کا ہے۔ بانی بچن کی دیا۔ درشٹی۔ ہاتھ سے چھو کر کھانا دینا۔ پہنا ہوا کپڑا دیدینا۔ انتر میں توجہ دینا۔ سر پر ہاتھ رکھنا۔ فرمایا ایک دفعہ پنڈت پریم شنکر مصر کے ہاں کسی کی شادی تھی۔ اور اُس دلیس کے رواج کے مطابق ایک ناچنے والی نے گورو کی مہماں کا شبد پڑھا۔ تو پنڈت جی مہاراج نے اپنی چادروں کا جوڑا اُس کو دے دیا۔ اب اُن کے ست سنگی اِس جوڑے کا چار چار ہزار روپے دے رہے۔ حالانکہ اُس کی قیمت بیس پچیس روپے کی ہوگی۔ مگر اُس عورت نے لینا منظور نہ کیا۔

ست سنگ کے بعد رات کے ۸ بجے ڈاک پڑھی گئی۔ مُفصلہ ذیل چٹھی قابلِ نقل ہے۔

عرض نامہ بخدمت سچے ستگورو جی۔ رادھا سوامی!

میں ضلع انبالہ کا ہوں۔ اور ٹاٹا نگر میں عرصہ ۸ - ۹ سال سے کام کرتا ہوں۔ بہت دیر سے سچے ستگورو کی تلاش میں تھا ...... جی کے ست سنگ سُننے پریم کی کشش سے بیاس جا پہنچا۔ اور آپ نے نام دان دیدیا۔

آپ کے حکم کے مطابق نام کی کمائی کرتا رہا۔ ایک روز صبح کے چار بجے چندرماں کا پرکاش ہوا۔ لیکن مَیں سنبھال نہ سکا۔ اور فوراً آنکھیں کھول کر دیکھنے لگ گیا۔ اِس خیال سے کہ چندرماں نکل آیا ہے۔ باہر آنکھیں کھولنے پر اندھیرے کے سوائے اور کچھ دِکھائی نہ دیا۔ اِس کے بعد مَیں شام کو ۸ بجے سے ۱ بجے تک اور صبح کے وقت ۳ بجے سے ۶ بجے تک سمرن پر بیٹھا رہا۔ پرکاش شروع ہو گیا۔ لیکن بہت تھوڑے وقت کے لئے پرکاش آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ مَیں جہاں بیٹھا تھا۔ اُس جگہ سے اُڑا آنکھیں بند تھیں۔ لیکن اندر روشنی تھی اور سب کچھ دیکھتا تھا۔ پہلے بیاس آیا۔ ست سنگ میں آپ کو ڈھونڈا لیکن معلوم نہیں کہ آپ کو کیا ناراضگی ہے۔ درشن نہ ہوئے۔ آخر کار وہاں سے جہاں آپ درشن کے لئے بیٹھتے ہیں۔ اُس جگہ بہت تلاش کی وہاں آپ کے درشن تو نہ ہوئے۔ آپ کے گھار بند سے نرنجن کا نام سنائی دیا۔ نرنجن کا نام سُننے کی دیر تھی۔ آنکھوں کے سامنے سینما کی طرح نظارے شروع ہو گئے۔ مہاراج جی کیا کیا آپ نے دکھایا وہ تو قلم کے نیچے آنا مشکل ہے۔ لیکن یہ ضرور کہنا پڑے گا کہ اُس روز سے اِس دُنیا میں رہنے کو دل نہیں کرتا۔ وہاں کے درخت۔ اُس جگہ کی صفائی اور روشنی کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ اُس وقت مَیں جیسا کہ ایک جہاز اُڑتا ہے اُڑ رہا تھا۔ اور اِتنی خوشی دل میں تھی کہ دُنیا کی کسی چیز کو بھی لینے سے اُتنی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کوئی دو گھنٹہ ایسا گھومتا رہا۔ اُس کے بعد ایک کنواں دکھائی دیا۔ مہاراج جی یہ کنواں کوئی عجیب طرح کا تھا۔ اچھی طرح سے خیال نہیں رہا۔ وہاں پر خوب اشنان کیا۔ اشنان کرنے کے بعد آگے کو چلا تو ایک بہت بڑا بھاری ترور دکھائی دیا۔ اُس کی طرف بہت تیز جا رہا تھا۔ کہ ایک عورت دکھائی دی۔ جو کہ ننگی تھی میری طرف بھاگی۔ مَیں نے بہت بچایا مگر وہ زبردستی میرے ساتھ ٹکرائی۔ ٹکرانے کی دیر تھی کہ رُوح گر گئی۔ آنکھیں کھولیں تو جس جگہ پر بیٹھا تھا۔ اُس جگہ پر ہی پایا۔ اُس وقت گھنٹے کی آواز بہت زور کی سُنائی دیتی تھی۔ اُس سے پہلے کبھی سُنائی نہیں دی۔ اُس روز سے ہی گھنٹے کی آواز سُنائی دینے لگ گئی ہے۔ اُس کے بعد یہ شکایت کی ہے کہ ایک ست سنگی کو یہ نظارے بتلا دیئے اور وہ نظارے بند ہو گئے۔ تقریباً چھ گھنٹے روز بیٹھتا ہوں۔ لیکن وہ لذت نہیں آتی جو پہلے آتی تھی۔

حضور مہاراج جی نے یہ خط سُن کر فرمایا کہ جو محنت کرے گا وہ لے گا ہم کو یہ پتہ نہیں۔ کہ ہمارے سر پر کروڑوں جنموں کے کرم چڑھے ہوئے ہیں۔ جب یہ کرم صاف ہوں گے۔ تو ستگورو درشن دیں گے جب تم بھجن کیلئے بیٹھتے ہو تو کیا مالک تمہارے اندر بیٹھا نہیں دیکھتا کہ ایک جیو میری انتظار میں ہے۔

باب چوتھا

حالات دورہ سکندرپور

مورخہ ۱۰ر جنوری کی صبح کے ۷ بجے ڈیرے سے کار میں روانہ ہوئے۔ سردی سخت تھی اور مطلع ابر آلود تھا۔
ہوا بھی چل رہی تھی۔ وہاں سے کپور تھلے پروفیسر صاحب کے در دولت پر آئے۔ وہاں چند مرد و زن جمع تھے
اُن کے ساتھ بات چیت کر کے جلدی ہی وہاں سے جالندھر کو چل دیئے۔ جہاں سردار صاحب کے ساتھ کھڑے
کھڑے گفتگو کر کے پھر بھگواڑے جا کر دم لیا۔ وہاں کے رابدا سینئے سڑک پر موجود تھے وہ حضور کو کار میں اپنے
گھر لے گئے۔ راستے میں بہت کیچڑ تھا۔ گلیاں خراب گیلی اور تنگ۔ مگر حضور نے جانے سے انکار نہیں کیا۔ حالانکہ
موٹر کار کو موڑنے میں شہر کے دوسری طرف گلی گلی جانا پڑا۔ حضور نے وہاں کچھ دیر بانی بچن کیا۔ ہم باہر کھڑے رہے۔
اُس کے بعد وہاں سے چل کر پھلور ۲۔۳ منٹ ٹھہر کر لدھیانے متصل کچہری ضلع موٹر کار سے اُتر کر حضور نے بعد
فراغت چائے نوش کی۔ ہم سب نے بھی چائے پی۔ کیونکہ سردی زوروں پر تھی۔ ایسی سردی کہتے ہیں کئی سالوں کے بعد
دیکھنے میں آئی ہے۔ پہاڑوں میں ڈلہوزی میں برف ڈاک خانہ پر ۸ ۔ ۸ فٹ پڑی کہتے ہیں ۔ اور راستہ سنا ہے
ڈلہوزی اور شملے کا بند ہے۔ اور اُن پہاڑوں میں سے جو ہوا آتی ہے وہ نہایت ہی ٹھنڈی لگتی ہے۔ اور یہی
سردی کا باعث ہے۔ لدھیانے سے چل کر ۱ میل پر آئے ہوں گے کہ موٹر کار کا پچھلا بایاں ٹائر و ٹیوب
پھٹ گئے۔ اُن کو اُتار کر نیا ٹائر چڑھایا تو پرانے ٹائر میں ہاتھ ڈالنے سے پتہ لگا کہ کسی جانور کی تیز دھار دار کھری
ٹائر اور ٹیوب کو کاٹتی ہوئی چلی گئی۔ خیر وہاں ایک گھنٹہ کے قریب سردی میں ضائع کر کے آگے روانہ ہوئے تو ابھی
موگہ ۱۰ میل ہو گا کہ پھر وہ ٹائر جو بدلا کر چڑھایا گیا تھا پھٹ گیا۔ نلکی کے بھی پرخچے اُڑ گئے۔ پتہ نہیں، کیوں؟ شاید
کسی سخت چیز سے ٹکرا کر پرانا ٹائر اور ٹیوب پھٹ گئے۔ پہلی نلکی کو تین جگہ PATCH لگا کر جوڑنا پڑا۔
اتفاق سے میرے پاس دیاسلائی کی ڈبیا تھی۔ ورنہ اُس اُجاڑ میں بغیر تیلی کے نلکی کا جوڑنا بھی مشکل ہو جاتا۔ کوئی
آبادی نزدیک نہ تھی۔ ہوا چل رہی تھی۔ پتہ نہ تھا کہ نلکی کام دے سکے گی کہ نہ۔ کیونکہ اس کے والو میں کپ نہ تھا۔ جو ہوا
کو بھرتے وقت ہوا کو باہر جانے سے روکتا ہے۔ اُس کپ کا کام درخت کی باریک ٹہنی کو چاقو سے تراش کر اُس والو
میں دینے کا ارادہ تھا۔ کہ ایک لاری آ گئی ہیں۔ اور حضور سارا سامان لاری میں لاد کر موگہ روانہ ہو گئے۔

بھائی شادی اور دامودر ڈرائیور کو پیچھے چھوڑ کر کہ کار کو لانے کی کوشش کریں۔ آخر کار کار ڈیڑھ گھنٹہ بعد موگے پہنچ گئی۔ مگر بغیر نئی نلکی کے آگے کار لے جانی ناممکن تھی۔ نئی نلکی نہ مل سکتی تھی۔ اِس واسطے ڈرائیور کو ڈیرے بھیجا۔ کہ وہاں سے فالتو نلکیاں لاکر موٹر کار کو چلنے کے قابل بنا دے۔ وہ شام کے ۷ بجے کی گاڑی میں لدھیانے گیا۔ وہاں سے ایک ٹرک رات کے ایک بجے ملا۔ اُس میں بڑی مشکل سے جگہ ملی اور اُس میں بیٹھ کر صبح کے چھ بجے بیاس پہنچا۔ وہاں سے پیدل چل کر ڈیرے میں پہنچا۔ وہاں سے نلکیاں لے کر ٹانگے میں بیاس ریلوے سٹیشن پر آیا۔ ہوڑا ایکسپریس پر سوار ہو کر دن کے ایک بجے لدھیانے اور شام کو ۶ بجے موگے پہنچا۔ وہ رات ہم کو موگے رہنا پڑا۔ میرا بستره تو میرے پاس تھا۔ مگر مستری شادی اور حضور کے پاس کوئی بستر نہ تھے۔ حضور کو نیا بستره مل گیا۔ مستری شادی نے اپنے اُصول کو مدِنظر رکھ کر کسی کا بستره لینے سے اِنکار کر دیا۔ ایسی سردی میں نے ساری عُمر نہیں دیکھی تھی۔ جیسی کہ موگے میں دیکھنے میں آئی۔ مستری جی کو سخت سردی کی وجہ سے زُکام ہو گیا۔ اور دُوسرے دن اور دُوسری رات سخت تکلیف رہی۔ خیر شُکر کر کے ۱۲ر جنوری کو ۱۰ بجے صبح موگے سے چُوں چلے۔ آکر سر سے دم لیا۔ ایک بجے دوپہر سے پہلے پہلے آپہنچے۔ یہاں موسم کچھ اچھا تھا۔ تاہم ہوا بڑی خُنک تھی۔ حضُور کی صحت بوجہ بیماری انفلوائنزا کمزور ہو چکی ہے۔ وہ کمزوری محسوس کر رہے ہیں۔

آج کل چونکہ بلنے کا کام ابھی شروع نہیں ہوا۔ حضُور دن بھر گھر میں ہی قیام رکھتے ہیں۔ اور رات کو ہر روز تقریباً ایک گھنٹہ ست سنگ کرتے ہیں۔ کل ۱۶ر جنوری کو اُمید ہے کہ کماد کی کٹائی اور رس نکلنا شروع ہو جاوے گا۔

۱۸ر جنوری۔ کماد کی کٹائی وغیرہ جاری ہے۔ حضُور پچھلے سال کی طرح ابھی سرگرمی سے کام نہیں کرنے لگے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ صبح دیر سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور سرِ شام واپس آجاتے ہیں۔ کمزوری کی شکایت کرتے ہیں۔

۲۲ر جنوری۔ حضُور سارا دن صبح ۱۱ بجے سے لیکر شام کے ۷ بجے تک کماد کے کھیت میں کُرسی پر رونق افروز رہتے ہیں۔ وہیں کھانا دوپہر کو کھاتے ہیں۔ سنگت کماد کاٹتی اور چھیلتی رہتی ہے۔ یہاں سے کاٹ کر گڈوں پر لاد کر کماد پیڑنے کے واسطے بلنے میں جاتا ہے۔ آج کسی شخص کے پُوچھنے پر حضُور نے مفصلہ ذیل نسخہ برائے بواسیر بادی و خونی۔ فرمایا۔ تخم موری۔ تخم کاجر۔ جا کسو۔ رسونت مساوی الوزن گرفتہ کوفتہ بیزند۔ ہمراہ آب مشبینہ (باسی پانی) یک گولی خورند۔

آج ایک ست سنگی نے امریکہ سے دریافت کیا کہ آیا عورت کسی جون میں جاوے عورت ہی رہے گی۔ یا کبھی مرد بھی بن سکتا ہے۔ جواب دیا گیا کہ جب عورت ابھیاس کر کے پار برہم سے پرے جاوے تو مرد میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

۲۸ر جنوری کو اتوار کا دن تھا۔ لوگ لدھیانہ۔ بٹھنڈہ۔ حصار وغیرہ جگہوں سے ست سنگ کی خاطر آئے۔

تھے ۔ چنانچہ حضور موٹر کار میں دن کے ۳ بجے ملز سے چل کر ۳½ بجے کے قریب مسٹر کنہیا لال ایس ۔ ڈی ۔ او کی کوٹھی پر تشریف لے گئے ۔ کیونکہ اُن کے بال بچوں کی خواہش تھی ۔ کہ حضور اُن کے مکان پر قدم رنجہ فرماویں ۔ ایس ۔ ڈی ۔ او ۔ صاحب نے پوچھا کہ اکثر لوگ یہ مانتے ہیں ۔ کہ جب ایک دفعہ جیو آتما چوراسی لاکھ جُون سے ترقی کرتی کرتی منش جنم کو پراپت کر لیتی ہے ۔ تو پھر وہ اُس سے نیچے نہیں جاوے گی ۔ حضور نے فرمایا یہ خیال درست نہیں ۔ کیونکہ خود بھاگوت میں سری کرشن جی نے اُدھو کو کہا ۔ کہ یہ جو کیڑا چلا جا رہا ہے ۔ یہ کئی دفعہ برہما بن چکا ہے کئی دفعہ بہشتوں کا راجہ اِندر ہو چکا ہے ۔ گویا جب دیوتاؤں کو بھی چوراسی میں جانا پڑتا ہے ۔ تو اِنسان کی کیا حقیقت ہے ۔ ویسے ہی کبیر صاحب نے فرمایا ہے ۔ کہ " مانش جنم دُلنبھ ہے ہوت نہ بارمبار ۔" گویا منش سے منش میں جانا ضروری نہیں ہے ۔ موت کے بعد ہر ایک اِنسان کو اُس کے اعمال و خواہشات کے مطابق قالب ملتا ہے ۔ پھر صاحبِ موصوف نے پوچھا کہ گیتا ہر روز کئی کئی گھنٹے پڑھتے ہیں ۔ مگر من کو شانتی پراپت نہیں ہوتی ۔ حضور نے فرمایا کہ دھرم پستک کے پڑھنے سے شانتی نہیں ۔ شانتی ہر ایک مرد و عورت کے اندر ہے ۔ من کو کھڑا کرنے میں شانتی ہے ۔ یہ شانتی ابھیاس سے حاصل ہوتی ہے ۔ اُس کے بعد ست سنگ گھر آ کر کاتک کا مہینہ سوامی جی کی بانی میں سے لیا گیا ۔ جس میں جسم انسانی میں جو ۱۲ بڑے بڑے مرکز ہیں ۔ اُن کا بیان کیا گیا ہے ۔ آج ست سنگ میں کچھ جینی لوگ آئے ہوئے ہیں ۔ سُنا گیا ہے کہ آج ایک جین لیڈی ستی بنی ۔ یعنی دُنیا کو چھوڑ کر تیاگ سنیاس لے لیا ۔ حضور فرماتے ہیں ۔ تیاگ ویراگ من سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ بیرونی لباس وغیرہ سے ۔ جو آدمی بال بچوں میں رہتا ہوا من کو ویراگ میں رکھتا ہے ۔ وہ اصلی تیاگی ہے ۔ یہ بات ابھیاس سُرت شبد سے حاصل ہو سکتی ہے ۔ بغیر ابھیاس کے اِس بات کا یقین آنا مشکل ہے کہ کوئی آدمی گرہست میں رہتا ہوا مُکت ہو سکتا ہے ۔ مولوی روم صاحب نے بھی کہا ہے ۔ ؎

گر درویشاں طامع اند و زشت خُو ✲ در شکم خواراں تو صاحب دل بجُو

جس کا دِل دُنیا کے بھوگوں یا محبتوں میں پھنسا ہوا ہے وہ جنگل ویرانے میں بھی رہے تو بھی اس کو تیاگی نہیں کہہ سکتے ۔ جین مت میں تیاگ کا بڑا درجہ ہے ۔ یہاں تک کہ اُن کے بعض سادھو کپڑے وغیرہ بھی چھوڑ کر ننگن رہتے ہیں ۔ اور رات کو کوئی کپڑا وغیرہ جاڑے میں بھی نہیں لیتے ۔ کھانے پینے میں سخت مصیبتیں اور تپ کرتے ہیں ۔ سنتوں مہاتماؤں سے یہ پتہ لگا ہے ۔ کہ اُن کے تیرتھنکر کیولی مُکت تک گئے ۔ جو کہ برہم کے پاس ہے ۔ وہ بھی ابھیاس سے گئے نہ کہ محض تیاگ سے ۔ آج کل جینی لوگ ابھیاس نہیں کرتے ۔ صرف برت ۔ تپ ۔ تیاگ پر زور دیتے ہیں ۔ گویا اپنے پیشواؤں کے اصلی راستے کو بھول گئے ۔ اُن کے پیشرو بڑے مہاتما مہا پُرش تھے ۔ مگر یہ تو اُن سے کوسوں دُور چلے گئے ۔

۸ر جنوری ۱۹۴۵ء کی کارروائی میں جس خط کا ذکر ہے اُس کا دوبارہ خط آیا ہے جو کہ قابلِ نقل ہے۔

ٹاٹانگر۔ ۳۰ر جنوری ۱۹۴۵ء

پرم کرپالو پتاجی۔ رادھا سوامی پروان ہووے

آپ کا حکم نامہ ملا جس روز ۹ر جنوری ۱۹۴۵ء کو آپ نے حکم نامہ لکھا میرے جیسے پاپی آدمی کے بھاگ کھُل گئے۔ یعنی چڑھائی جو بند ہوئی تھی وہ پھر شروع ہو گئی .... اُلٹے کنوئیں میں نہاکر جب رُوح آگے کو جا رہی تھی تو ایک بہت بڑا سرووَر دکھائی دیا۔ وہاں کو جا رہا تھا تو ایک چھوٹی عمر کی لڑکی نے مجھے گرا دیا تھا۔ یہ میں نے پہلے خط میں بھی ذکر کیا تھا۔ اُس کے بعد ۹ر جنوری ۱۹۴۵ء کو پھر چڑھائی شروع ہوئی۔ اُس کے بعد کسی روز روشنی ہوتی تھی۔ اور کسی روز لذت محسوس ہوتی تھی۔ لیکن چڑھائی نہیں ہوتی تھی۔ ایک روز تین راستے دکھائی دیئے۔ اور اُس کے کئی روز بعد جو درمیان کا راستہ ہے۔ اُس پر رُوح گئی یہ سیدھا راستہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک بڑی بھاری سُرنگ ہے۔ جو کہیں اُونچی کہیں نیچی اُترتی ہے۔ اور جُوں جُوں آگے گیا تنگ ہوتی گئی۔ ایک جگہ تو اتنی تنگ کہ میں مُنہ کے بھار ہو کر لیٹ کر آگے گیا۔ اس تنگ راستہ میں بچھو سانپ ہیں۔ آپ دیال ہیں۔ اور آپ کی دَیا سے وہ سب مُردہ معلوم ہوتے ہیں۔ دِل بالکل نہیں۔ گھبرایا کیونکہ یہ خیال تھا کہ آپ شبد سرُوپ میں ساتھ ہیں۔ اور اُس کے آگے تھوڑی جگہ (قیام گاہ) معلوم ہوتی ہے۔ اُس کے آگے ٹیڑھا راستہ ہے۔ اور تنگ اِتنا کہ میرے جیسا پاپی آدمی آپ کی دیا کے بغیر کیسے آگے جا سکتا ہے۔ وہ راستہ ایک دم گول سُرنگ ہے۔ اور اس سُرنگ میں صبح کے سورج جیسی بہت پیاری گول روشنی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سُورج نِکل رہا ہے۔ اُس سُورج کو پھاڑ کر آگے نکلنے کی بہت کوشش کی لیکن گھُس نہ سکا۔ اور آخر پھر اُس سرنگ کے راستے واپس آ گیا۔ یہ دو تین روز کی بات ہے۔ دن میں تو فیکٹری کے شور و غل میں شبد نہیں پکڑ سکتا۔ ہاں سمرن جالُو رہتا ہے اور دھیان رہتا ہے۔ شام کو کھانا کھانے کے بعد ۶ بجے بھجن پر بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ کی مہربانی سے فوراً شبد مِل جاتا ہے کبھی کبھی تو اس میں مگن ہو جاتا ہوں اور صبح کا بُونگا بھجن پر بیٹھتے ہی ہو جاتا ہے۔ کسی کسی روز رات کو پلنگ پر لیٹ جاتا ہوں۔ لیٹ کر تقریباً دس پندرہ منٹ شبد کا خوب دھیان رکھتا ہوں۔ رُوح پھر نکل کر چلی جاتی ہے۔ یہ تین گھنٹے میں یا تو کسی بہت اچھے باغ کی سیر کرتا ہوں، یا بہت اچھے محل میں گھومتا ہوں۔ جو یہ محل اور باغ دیکھتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ اور شبد بغیر ایک منٹ بھی نہیں گذرتا۔ سونا جاگنا ایک ہی ہے۔ اور کبھی ماں باپ، بہن بھائی، بچوں، رشتہ داروں کا کوئی خیال نہیں آتا۔ ہر دم آپ کا ہی خیال ہے دل کرتا ہے کہ آپ کے چرن کنولوں میں دسویں دوار جا کر سر جھکا کر متھا ٹیکوں .... مہاراج جی! آپ نے اُس سُرنگ کی سیر کرا دی لیکن پاپی ہونے کی وجہ سے اُس کو پار نہ کر سکا۔ اس روشنی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا

ہے۔ کہ آگے بہت بڑا میدان ہے۔ جس میں بہت کافی روشنی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سورج نکلے گا۔ دیالوجی! جلدی جلدی اُس سے پار ہونے کی طاقت بخشیں۔ تاکہ ترکٹی پار کر کے دسویں دوار میں آپ کے درشن کروں۔

حضور نے جواب لکھوایا کہ سنگورو سروپ کو پرگٹ کرو اور سنگورو کے ساتھ اندر جاؤ۔ جہاں مشکل بنے گی۔ وہاں امداد کریں گے۔ اور سیر و نظارے دیکھنے کا خیال چھوڑ کر شبد کو پکڑ کر اوپر چڑھائی کرو۔

۲۰ر فروری ۱۹۴۵ء۔ ایسا ہی جواب ایک میم صاحبہ کو انگلینڈ میں بھیجا گیا۔ جس نے لکھا تھا کہ میں نے اگست ۱۹۴۴ء میں نام لیا تھا۔ اور اب پانچوں تتوؤں کے رنگ سورج و چاند دیکھتی ہوں۔

چند اقتباس حسب ذیل ہیں:-

"One evening I saw the fountain of light surround-ed at the base by all the lovely colours we have here, only much richer, deeper, and purer shade. The lake, the Sun and the Moon, these were so close I felt the temperature. The most lovely experience was the evening you came and filled the room with your presence. The love and gentle strength was magnificient. It seemed as If I was actually merged in your Being.

یہ سُن کر حضور نے فرمایا بے شک گورو گرنتھ صاحب میں آیا ہے: آپ چھوڑ گورو ماہیں سماؤ۔

"The experience gently faded until you remained encircled in a brilliant light"

A few nights ago I saw my dead mother-in-law in a pitiful state of unhappiness carrying in her arms all kinds of worldly & household goods. She was leaving a building and going apparent-ly to join others. She came over to me where I was standing in a wood. It semed to be an attempt to make friends. She said, she was glad to be going on and pointing to the building from which she had emerged said "It was very lovely there". I was very much startled at this because on earth we were not great friends."

حضور نے فرمایا کہ اُس کو لکھ دو کہ بعض دفعہ جو رُوحیں شُوکشم منڈلوں میں رہتی ہیں۔ وہ اپنے رشتہ داروں کو ملنے آ جاتی ہیں۔

آج جب ہم گھر سے کارخانے کو بک بوٹ میں حضور کے ہمراہ جا رہے تھے۔ تو بھائی شادی نے کہا۔ کہ ہر

ایک ذات اپنے آپ کو بڑی سمجھتی ہے۔ میرے گاؤں کا ایک جولاہا اپنے لڑکے کو دھتکار رہا تھا کیونکہ اس کو تانا بُننا نہ آتا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ ارے تُو تو جاٹ ہو گیا۔ حضورؐ نے جواب دیا کہ اسی طرح بھنگی لوگ کہتے ہیں۔ کہ صرف ہم ہی بہشت کو جاویں گے۔ کسی نے کہا۔ کہ ارے کھتری، برہمن، مسلمان لوگ کیا بہشت کو نہیں جاویں گے۔ تو بھنگی نے کہا کہ بہشت نہ ہوا خولی ہو گیا۔ شادی نے کہا کہ اسی طرح ایک بھنگن کو کسی نے کہا کہ اکبر مر گیا۔ تو وہ کیا کہتی ہے "بچا پچے رو ڈوجیہے مر گئے اکبر کا ہر رہاتی ہار رہی۔"

۲۲ فروری کی صبح کو ۷ بجے کار میں سکندر پور سے روانہ ہو کر راستے میں شوگر ملز مدرسہ میں سنگت کو ۵۔۵ منٹ دے کر ڈب والی کی طرف روانہ ہوئے۔ سردی کافی تھی۔ پاؤں سرد ہوئے جاتے تھے۔ اور گھٹنوں کو بھی سردی محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ گرم فلالین کا پاجامہ تھا۔ وہاں سے ملوٹ میں تیل بھروا کر مکتسر۔ سرائے نانگا کی سنگتوں کو وقت دیتے ہوئے کوٹ کپورہ پھاٹک ریلوے کے آگے رُک گئے کیونکہ ایک لمبی سی مال گاڑی فیروز پور کی طرف سے آ رہی تھی۔ وہاں نصف گھنٹہ رُکنا پڑا۔ ست سنگیوں کو پتہ لگ گیا۔ وہاں آ گئے۔ پھر وہاں سے پھاٹک کھلوا کر آگے ایک مکان کے باہر ست سنگت جمع تھی۔ وہاں اُتر کر حضورؐ نے درشن دیئے۔ پھر راستے میں لونہ پنج گرائیں کلاں میں دو منٹ دے کر باگھر پورانہ میں سے ہو گئے۔ دن کے ۱۱ بجے سردار بھاگ سنگھ ذیلدار کے ہاں گئے۔ وہاں سے ڈاکٹر پریم ناتھ کے ہسپتال میں ڈاکٹر صاحب کے درشن کئے۔ وہاں دس منٹ لگا کر راستے میں جگراؤں میں ۵ منٹ تحصیل کے پاس اُتر کر پھر لدھیانہ دن کے ۱½ - ۲ بجے کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں سب نے کھانا کھایا وہاں سے پھلور۔ گورایہ۔ موہی۔ پھگواڑہ کی سنگتوں کو ملتے ہوئے۔ جالندھر شہر ۵ بجے کے قریب آ پہنچے۔ وہاں سردار صاحب کی کوٹھی پر کافی عرصہ ٹھہرے۔ وہاں سے ڈیرے ۶ بجے شام کے جا پہنچے۔

باب پانچواں

حالات قیام ڈیرہ و دورہ سکندر پور

ماہواری ست سنگ کے لئے سنگت آرہی تھی۔ حضور کو آج کل خارش۔ کمزوری ہاضمہ وغیرہ کی شکایت ہے۔ مگر کام بدستور کر رہے ہیں۔

۲۵ فروری کو ماہواری ست سنگ دوپہر کے ایک بجے سے لیکر ۴ بجے تک رہا۔ ایک دیسی کرنل صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ پہلے حضور سوامی جی مہاراج کی سار بچن نظم میں سے پھاگن کا مہینہ لیا گیا۔ حضور نے خوب ویاکھیان دیا۔ کہ امیروں اور غریبوں کی ہولی میں فرق ہوتا ہے۔ امیر لوگ رنگ۔ گولال وغیرہ سے ہولی کھیلتے ہیں۔ غریب اور گنوار لوگ کیچڑ نالیوں کا پانی وغیرہ ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں۔ لیکن پرمارتھی لوگ من اور روح کو سمیٹ کر تیسرے تِل میں منڈلوں میں شبد کے ساتھ بِلاس کرتے ہیں۔ اور دُنیادار لوگ من اور اندریوں کے بھوگوں میں پھنس کر دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ اور پاپ پُن کر کے دُکھ سُکھ کے حقدار بنتے ہیں۔ حضور سوامی جی مہاراج نے کیا خوب کہا ہے ؎ نردیہی یہ پھاگن ماس ہے۔ سُرت سکھی آئی کرن بِلاس۔ تجھ کو مُڑ کر پھاگن آیا۔ سنبھل کھیلیو سنگورو سمجھایا۔ کیونکہ چوراسی لاکھ یونیوں میں سے پھر کر مانش دیہہ ملتی ہے۔ سنتوں۔ رشیوں۔ مُنیوں کی رحمت صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ پہلے تو جُونوں سے نکال کر آدمی کا شریر دیتے ہیں۔ کیونکہ جس جانور پر سنت سواری کر لیں یا جس درخت کا پھل کھالیں۔ اس کو یکدم مانش شریر ملتا ہے۔ پھر جب وہ لوگ رشیوں، مُنیوں، سنت مہاتماؤں کے ست سنگ میں آتے ہیں تو سنت کہتے ہیں کہ اب من اندریوں کی تابعداری چھوڑ کر شبد کو پکڑو اور ابھیاس کی جُگتی بتاتے ہیں۔ جس کے ذریعہ انسان اعلیٰ روحانی لوکوں میں جاکر جنم مرن اور اس سنسار سے مُکت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد گورو نانک صاحب کا "رکھہ لیوسُتھا لا دیا" لیا گیا۔ بعد ازاں سردار بھگت سنگھ صاحب نے مارواڑی میں اپنی تصنیف سُنائی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جب سنگورو نے اس دُنیا میں اوتار دھارن کرنا تھا۔ تو سب گرہوں اور نکشتروں نے ایک کمیٹی کی جس کا پریزیڈنٹ سورج ہوا۔ اور سب نے اتفاق رائے سے یہ متا پکایا کہ ایسی روح کو ہر طرح کی مدد دی جاوے۔ چنانچہ دھنشٹھا نکشتر نے یہ پیش کش کی کہ سنگورو کے جنم کے وقت میرا پہرہ ہوگا۔ اور میں اُن کو دھن دولت مان وڈیائی دوں گا۔ سورج نے کہا کہ میں شُبھ گرہ میں خود

بیٹھوں گا۔ اور سورج پتر سنیچر نے کہا کہ مَیں ہر طرح سے اِس کام میں اپنے چاچا کی مدد کروں گا۔ برہسپت جو کہ سب گرہوں کا گورُو ہے اُس نے کہا کہ میں نرمل بدھی خوبصورت جسم علم اور دانش دوں گا۔ وغیرہ وغیرہ

منگل وار ۲۷ر فروری کو بتقریب بھوگ لالہ جے رام داس کپور حضور امرت سر تشریف لے گئے۔ وہاں ۵ بجے کے قریب متوفی کے مکان کے صحن میں بھوگ کی رسم ادا کی گئی۔ اور پرشاد بانٹا گیا۔ اُس رات حضور امرت سر ست سنگ گھر میں ہی شب باش ہوئے۔ دوسرے دِن ۹ بجے صبح ست سنگ ہوا "سگورُو کا نام پکارو سگورو کو ہِیرے دھارو" لیا گیا۔ حضور نے فرمایا۔ جو بھی نام کوئی کامل مہاتما کسی آدمی کو بتاوے وہی اُس کو پریم پیار سے جپنا چاہیئے کیونکہ وہ مہاتما ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ بھائی بیلا کو گورُو گوبند سنگھ صاحب نے جبکہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کو جا رہے تھے۔ بجائے گورُو منتر دینے کے یہ فرمایا تھا "واہ بھائی بیلا نہ پچھانے وقت نہ پچھانے ویلا" گورو صاحب کا مطلب تو یہ تھا کہ مَیں تو جانے کی جلدی میں ہوں اور تم اس وقت مجھ سے گورُو منتر مانگتے ہو۔ مگر وہ سادہ لوح شخص سمجھا کہ یہی گورُو منتر ہے۔ اُس کو سارا دن رٹتا رہا۔ جب رات کو گورُو صاحب لڑائی سے واپس آئے۔ اور دربار لگا تو اُن کے گرنتھی نے بطور تمسخر کے گورُو صاحب سے دریافت کیا کہ مہاراج جی گیا آپ بھائی بیلے کو کوئی منتر جپنے کے لئے دے گئے تھے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ہمیں یاد نہیں کہ کوئی منتر دے گئے ہوں۔ اِس پر گرنتھی بولا یہ تو سارا دن "واہ بھائی بیلا نہ پچھانے وقت نہ پچھانے ویلا" جپتا رہا ہے۔ اِس پر گورُو صاحب بہت پرسن ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اگر بھائی بیلا نے وقت ویلا نہیں پچھانا تو وہ سُلجھ گیا۔ اور بھائی صاحب کے باطنی کواڑ کُھل گئے۔

اس کے بعد شام کو وہاں سے روانہ ہو کر ڈبرے ۱۰ بجے کے قریب آ پہنچے۔

ایک خط اُس ابھیاسی کا نقل کیا جاتا ہے۔

"۱۳ر فروری ۱۹۴۵ء پرم کرپالو سچے پتا جی .... آپ کا حکم نامہ ملا۔ حضور کے حکم کے مطابق اُس روز سے بہت محنت اور پیار سے بھجن کرتا رہا ہوں۔ ایک ماہ لگاتار ایک منٹ کے لئے نہیں سویا اور نہ ہی نیند آئی ہے۔ بدن کمزور ہونے کی وجہ سے وقت پہلے سے کم کر دیا ہے۔ شام کو ۷ بجے سے ۱۱ بجے تک اور صبح کو ۳ بجے سے ۶ بجے تک۔ اب میں وہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ جہاں پر بڑے بڑے پہاڑ اور رنگھاٹیاں بہت اچھے اچھے باغ ہیں۔ اور وہاں پر بے شمار اوپر سے برف گر رہی ہے۔ اور ایک باغ کی سیر کی۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوپہر ہے۔ سورج سر کے اُوپر تھا۔ اور خوب روشنی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن آگے جا کر بہت برف پڑ رہی تھی۔ اس لئے آگے نہ جا سکا۔ اور واپس آ گیا۔"

کل ۲ بجے مورخہ ۳ر مارچ کو حضور موٹر کار سے لدھیانے جاویں گے۔ اور وہاں سے ۸½ بجے کی گاڑی سے حصار روانہ ہوں گے۔ حضور کو کام کی زیادتی ہے۔ اور جسم پر لال لال پھنسیاں نکل رہی ہیں۔ اور ساتھ ہی

زکام کا زور ہے۔ ناک بہتا ہے۔ تاہم کام کرتے جاتے ہیں۔ کسی ست سنگی نے ڈاک میں سوال بھیجا کہ پہلے پہلے کس آواز کو پکڑیں تو جواب دیا کہ پہلے پہلے بہت سی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ ان میں سے گھنٹہ کی آواز تلاش کرو۔ جب تک وہ نہ ملے جو آواز سنائی دیتی ہو اسی کو سنو۔

حضور پُرنور کا دورہ سکندر پور

۳ر مارچ کی صبح ۸ بجے ڈیرے سے چل کر حضور جلدی جلدی بغیر راستے میں کسی جگہ اُترنے کے کوٹ کپورے آپہنچے۔ کیونکہ سب کو خیال تھا کہ حضور ریل میں براستہ حصار تشریف لدھیانے سے لے جاویں گے۔ مگر کوٹ کپورہ۔ مکتسر۔ سرائے نانگا کی سنگتوں کو پتہ تھا وہ موقعہ پر موجود تھیں۔ اُن کے لئے اُترنا پڑا۔ اس کے بعد ڈب والی سے ۹ میل ورے نہر بنگلہ ماہوں والہ پر آکر کھانا کھانے کے لئے دن کے ۲ دو بجے ٹھہر گئے۔ یہ جگہ نہر کے کنارے دلکش مقام ہے۔ نہر بہ رہی تھی۔ وہاں سب نے بڑے آرام سے کھانا جو ساتھ لائے تھے کھایا۔ ۳ بجے کے بعد آگے چل پڑے۔ یہاں سے قریب ہی موضع سمی سے ایک پختہ سڑک منڈی گدڑ بہا کو جاتی ہے۔ جس پر کچھ دور جاکر نہر کی پٹڑی مل جاتی ہے۔ جو کہ ۵۰ میل آگے چل کر جگیرا کے مقام پر شاہی سڑک سے آکر ملا دیتی ہے۔ جاگیرا لدھیانہ سے ۱۷ میل بتایا جاتا ہے۔ یہ راستہ موگہ، مکتسر، ملوٹ، ڈب والی کے راستے سے چھوٹا ہے۔ جاتی دفعہ اس کو دیکھنے کا ارادہ ہے۔ سرسے بھی راستہ میں نہیں ٹھہرے۔ سیدھے سکندر پور ملز میں ۵ بجے سے پہلے آپہنچے۔ حضور نے کارخانے کا ملاحظہ فرمایا۔ کام خوب چل رہا تھا۔ پھر کماد کی کٹائی والے کھیت میں تشریف لے گئے اور میں گھر آگیا۔

۸ر۹ر مارچ کی دو راتیں حضور بڑے بھائی صاحب کے دولت خانہ واقع کھیڑی رسول پور شب باش ہوئے۔ وہاں سے کماد کی کٹائی کے کھیت صرف نصف میل پر ہیں۔ سارا دن کماد کی کٹائی کراتے اور شام کو بھائی صاحب کے ہاں جاکر کھانا کھاتے اور سوتے۔ دس تاریخ کو شوگر ملز میں سے ہو کر سکندر پور واپس تشریف لے آئے۔

ایک حوالدار صاحب دو ماہ کی رخصت پر تشریف لائے ہیں۔ مجھ سے باتیں کرتے رہے کہ جاپان، برما، سنگاپور، ملایا وغیرہ سب خالی کر دے گا۔ مگر امریکہ چاہتا ہے کہ یہ سب اُس کو دیئے جاویں۔ ایران پر روس کے دانت ہیں۔ وہاں مٹی کے تیل کے کنوئیں ہیں۔ چونکہ میں نے سول میں نوکری کی ہے۔ اس واسطے مجھے ملٹری افسروں کے مختلف درجوں و عہدوں کا بالکل پتہ نہیں۔ حوالدار نے بتایا کہ ۲ دو قسم کے افسر ہوتے ہیں۔ ایک K.C.O دوسرے V.C.O: یعنی ایک تو شاہ انگلینڈ کے کمیشنڈ افسر۔ دوسرے وائسرائے کے کمیشن آفیسر۔ جیسے صوبیدار، صوبیدار میجر، جمعدار وغیرہ۔ دوسرے K.C.O. میں حسب ذیل درجے ہیں:-

۱۔ سیکنڈ لفٹیننٹ جس کی وردی میں صرف ایک (STAR) ہوتا ہے۔

۲- لفٹیننٹ - جس کی وردی میں صرف دو STARS ہوتے ہیں۔
۳- کیپٹن :- " " " " تین STARS " "
۴- میجر :- " " " " ایک CROWN ہوتا ہے۔
۵- لفٹیننٹ کرنیل " " " ایک CROWN اور ایک STAR ہوتا ہے۔ ان سب کو لڑائی میں فوج میں جا کر لڑائی کرنی پڑتی ہے۔
۶- کرنیل :- جس کی وردی میں صرف ایک CROWN اور دو STARS ہوتے ہیں۔
۷- برگیڈیر :- جس کو امریکہ والے برگیڈیر جنرل کہتے ہیں۔ اُس کی وردی میں THREE STARS اور ایک CROWN ہوتا ہے۔ اُس کا جھنڈا نیلا ہوتا ہے۔
۸- میجر جنرل :- جس کی وردی میں ایک STAR اور ایک CROSS SWORD ہوتی ہے۔ اس کا جھنڈا لال ہوتا ہے۔ اُس کے ماتحت ۳-۴ برگیڈیر ہوتے ہیں۔
۹- لفٹیننٹ جنرل جس کی وردی میں ایک CROWN اور ایک CROSS SWORD ہوتی ہے اُس کا جھنڈا UNION JACK ہوتا ہے۔
۱۰- جنرل :- اُس کا بھی جھنڈا UNION JACK ہی ہوتا ہے۔ اُس کی وردی میں ایک STAR اور ایک CROWN اور ایک CROSS SWORD ہوتی ہے۔ اُس کے ماتحت ۳-۴ میجر جنرل ہوتے ہیں۔ لڑائی میں پیچھے رہ کر ساری فوج کی کمان کرتا ہے۔ ہندوستان کے کمانڈر انچیف لفٹیننٹ جنرل یا جنرل کا عہدہ رکھتے ہیں۔ لفٹیننٹ جنرل کو ۴½ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ جنرل کو ۵ ہزار کے قریب۔ کمانڈر انچیف کو گورنر صوبہ جتنی تنخواہ ملتی ہے۔
۱۱- فیلڈ مارشل :- اس کی وردی میں CROSS SWORD کے گرد چکر ہوتا ہے جس کو BADGE کہتے ہیں۔ اُس کا بھی جھنڈا UNION JACK ہوتا ہے۔ اِن سب سے اُوپر ARMY COUNCIL ہوتی ہے جس میں فوج کے تجربہ کار بوڑھے افسر اور سِول کے جج وغیرہ ہوتے ہیں وہ افسروں کو ترقیاں وغیرہ دینے کا فیصلہ کرتی ہے۔

۱۴ مارچ کو مطب میں جا کر حضور نے شکایت کی کہ ڈیڑھ سال سے خارش کی تکلیف ہے۔ میں مالک کی موج میں راضی ہوں۔ میں نے دیکھا ہے۔ حضور کے جسم پر لال لال دانے اُبھرے ہوئے ہیں۔ اور حضور نے بتایا کہ جہاں سے کھُر چا جاتا ہے۔ خون نکل آتا ہے۔ ایک چمار نے کہا حضور یہ تکلیف مجھ کو دیدو۔ حضور نے فرمایا۔ ارے چلّا اُٹھے گا۔ میں نے بھی کہا چمک جاوے گا۔ کیونکہ حضور کو جو تکلیف ہوتی ہے۔ وہ پہاڑ کی رائی بن کر ہوتی ہے۔ اگر معمولی آدمی کو وہ

تکلیف منتقل کی جاوے تو خبر نہیں مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ باوجود اُس کے حضور کی محنت کا یہ حال ہے کہ ہوریاں میں، کماد میں، دوپہر کی دھوپ اور گرمیوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ آج کل مارچ میں اس طرف دھوپ بڑی تیز ہوتی ہے دھوپ میں چلنے کو جی نہیں کرتا۔ میں تو سارا دن ایک جھاڑی کے سایہ میں بستر بچھا کر لکھتا رہتا ہوں یا لیٹا رہتا ہوں۔ مگر حضور نہ تو لیٹتے ہیں نہ کوئی گھنا سایہ تلاش کرتے ہیں۔ گنوں کی آڑ میں جا بیٹھتے ہیں اور بیٹھے رہتے ہیں۔

۱۶ر مارچ ۱۹۴۵ء کی رات کو یکایک اِس قدر گرمی محسوس ہوئی کہ رات کو کوئی کپڑا اوڑھ کر نیند نہیں آئی۔ بہت دیر تک مچھر کاٹتا رہا۔ دوپہر کو دھوپ یہاں خوب پڑتی ہے۔ ۱۷ر مارچ کی دوپہر کو ۳ بجے لو بھی محسوس ہوتی تھی۔ ایک ست سنگی نے لکھا کہ میں تارے دیکھتا ہوں آگے رُوح نہیں جاتی۔ جواب دیا گیا۔ کہ تاروں کو دیکھتے رہو اور سمرن کرتے رہو۔

۱۸ر مارچ اتوار کو ہوریاں سے سرسے شام کو ۳ بجے ست سنگ ہفتہ وار کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں حضور سوامی جی مہاراج کی بانی سے "گورو بھگتی پروے گورو گورو میں ہردے دھرتی" لیا۔ حضور نے فرمایا کہ انسان میں ۵ تتو مکمل ہیں۔ باقی جتنی مخلوق چارپائے۔ پرندے۔ کیڑے۔ گھاس پھوس درخت ہیں۔ ان میں تتوؤں کی کمی ہے۔ اِس واسطے پانچ تتو والا انسان اگر ان کو پوجے تو وہ تنزل کی طرف جاوے گا۔ پھر محقق کہے گا کہ خدا تو دکھائی نہیں دیتا، انسان اِنسان کو کیوں گورو کہے۔ اور اُسے پوجے۔؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ گورو کی تار خدا سے جڑی ہوئی ہے۔ وہ خدائے کریم سے پیغام لیتا ہے۔ جیسے مولوی رُوم صاحب نے کہا ہے "نامہ بر نامہ پیک بر پیک است" سنتوں کو ہر وقت مالک سے حکم آتے رہتے ہیں۔ ہم گورو کی سیوا اِس واسطے کرتے ہیں کہ وہ ہماری تار بھی خداوند کریم کے ساتھ جوڑ دے۔ اِس واسطے حضور سوامی جی مہاراج اِس شبد میں یہ فرماتے ہیں۔ کہ گورو کا مرتبہ دیوی۔ دیوتاؤں۔ برہم۔ پار برہم۔ رام۔ کرشن پیغمبروں۔ اوتاروں سب سے بڑا ہے۔ کیونکہ ہم نے اُن کو دیکھا نہیں، اُن کی بابت کتابوں میں پڑھا یا کسی سے سُنا۔ گورو نے ہم کو اندر لے جا کر ہر ایک کے درشن کرائے۔ اور سب کا رُتبہ جُدا جُدا گورو کی بدولت ہم کو پتہ لگتا ہے۔ اِس واسطے ہمارے لئے تو گورو ہی بڑا ہے۔ اگر گورو نہ ہوتا تو ہم کو اُن کے درشن و مرتبہ کی خبر نہ ہوتی۔ "آتم پرماتم نہیں مانوں" جوگی لوگ مقام اللہ یعنی سہنس دل کنول کو آتما کہتے ہیں۔ اور برہم کو پرماتما کہتے ہیں۔ اُن کے نزدیک برہم سے پرے کچھ نہیں ہے۔ جب گورو کی شرن میں کوئی آوے۔ تو اُس کو چاہیئے کہ اپنے سب شک و شبہات گورو سے پوچھ پوچھ کر دور کرے۔ اور جو جپ تپ برت پوجا وہ کر رہا ہو وہ بھی گورو کو بتا دیوے۔ پھر جیسے گورو حکم دیویں وہ کرے۔ نہ کہ پہلے عمل کو جاری رکھے "جو مارگ گورو دیں بتائی۔ سوئی پنچ کرم دھرم ہو بھائی" کیونکہ گورو ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اصل میں گورو شبد ہے۔ گورمکھ وہ ہے۔ جو شبد کی کمائی کر کے اپنی رُوح پر سے تینوں شریر یعنی ستھول سوکشم اور کارن نیز ۲۵ پرکرتی اور تینوں گنوں کے غلاف اتار کر

پار برہم میں رسائی پالے۔

۲۰ر مارچ۔ آج کل کماد کی کٹائی بڑے بھائی صاحب کے دولت خانہ کے پاس ہو رہی ہے۔ کل ۱۹ر مارچ کی دوپہر کو ہمارے کماد کے گڈے موری والہ گاؤں کی شاملات میں سے گذر رہے تھے کہ وہاں کے چند باشندوں نے گڈے والوں پر حملہ کر دیا۔ چند ایک آدمیوں کو ضربات آئیں۔ دوپہر کے ۲ بجے حضور کھانا کھا کر ڈاک سُن رہے تھے کہ لوگ بھاگے ہوئے آئے اور اطلاع دی کہ جلدی دوڑو، ہمارے آدمی پیٹے جا رہے ہیں۔ یہ وہاں سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ حضور اُسی وقت چل دیئے۔ اور سب سنگت کوئی یک صد آدمی جو جس کے ہاتھ میں آیا لے کر روانہ ہو پڑے۔ میرے دل میں فکر تھا کہ اگر یہ آدمی وہاں گئے تو ضرور کوئی نہ کوئی خون ہو جاوے گا۔ اور ہم پر یہ الزام لگایا جاوے گا۔ کہ ہم نے اُن کے گھر میں جا کر حملہ کیا ہے۔ گورو کو سرو گیہ سمجھکر ہمراہ ہو لیا۔ جب حضور واقعہ سے چوتھائی میل پر رہ گئے۔ اور حضور کی اراضی کی حد آ گئی تو حضور نے حکم دیا کہ کوئی آگے نہ بڑھے۔ اور ایک دو آدمی نہتے بھیجکر پتہ کریں کہ کیا حالت ہے۔ وہاں سے رپورٹ آئی کہ فریق مخالف آگے کھڑا ہے۔ مگر اب کوئی مزید فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔ اس پر حضور واپس آ گئے اور پولیس میں باقاعدہ کارروائی کر دی گئی۔ اگر حضور اپنے آدمیوں کو نہ روکتے تو ضرور فساد بڑھ جاتا اور مقدمات تک نوبت پہنچتی سب نے بڑی ضبط سے کام لیا۔ مندرجہ ذیل دو خط قابلِ نقل ہیں۔

از .... شریمان پرم پوجیہ سری گورو دیو جی۔ رادھا سوامی دیال کی دیا رادھا سوامی سہائے۔

گذارش کمترین کی یہ ہے کہ حضور جی ۹ر مارچ ۱۹۴۵ء دن کے ۸ بجے میرے گھر کو آگ لگ گئی۔ گھر پر کوئی نہ تھا۔ ایک چھوٹی لڑکی گھر پر تھی۔ اندر داخل ہوتے وقت کیا دیکھا کہ گھر کو آگ لگی ہوئی ہے۔ میری عورت ساتھ والے گھر پر بیٹھی تھی۔ میری عورت کو اس لڑکی نے آکر کہا کہ آپ کے گھر آگ لگ گئی ہے۔ جب اُس نے مکان پر جا کر دیکھا تو حضور خود آگ کو بجھا رہے ہیں۔ حضور کی کرپا سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ آگ پر صرف ایک بالٹی پانی ڈالا گیا کہ فوراً آگ شانت ہو گئی۔ جب دوسرے لوگوں نے دیکھا۔ بڑے حیران ہو کر چپ چاپ چلے گئے۔ آپ کی مہمان آپ ہی جانیں۔ ...."

از .... (تنصل آدم پور دوآبہ) رادھا سوامی دیال کی دیا رادھا سوامی جی سہائے۔

۱۸ر مارچ ۱۹۴۵ء

حضور شہنشاہ مالک کُل اکال پُرش کے چرنوں میں ہاتھ جوڑ کر رادھا سوامی۔ کُل سنگت کی منظور ہووے۔

.... حکیم کا بھائی جس وقت سُرگباش ہوا۔ شہنشاہ تو ہر طرح سے جانتے ہیں۔ اُس موقعہ کا حال ہے۔ پہلے ماتا جی آئے۔ پھر شہنشاہ آپ آئے۔ دونوں آکر سنبھال کر گئے۔ .... کے بھائی (متوفی) نے کہا۔ کہ مہاراج جی میں بہت گنہگار تھا۔ اب میرے گناہ معاف کر دو۔ پھر اُس نے کہا۔ لکڑیاں چکھا پر لے جاؤ۔ اور مجھے

باہر لے جاؤ۔ اِتنی باتیں کر کے چڑھائی کر گیا۔ شہنشاہ نے بڑی رحمت کی کہ موت کے وقت مہاراج جی اور ماتا جی نے آ کر سنبھال کی۔ غریبوں پر دیا کرتے رہیں۔

۲۳؍مارچ کو صبح ½۵ بجے تڑکے ہی حضور کار میں ڈیرے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ڈب والی سے آگے سمی نام ایک گاؤں سے گدڑبہا منڈی کو پختہ سڑک جاتی ہے۔ اس پر تقریباً ایک میل جا کر ایک چھوٹی نہر آجاتی ہے۔ دائیں ہاتھ کو مڑ کر اس نہر کی پٹڑی پر چڑھ کر ۸ بجے صبح کے بھٹنڈہ جا پہنچے۔ اُس نہر پر پہلے بھٹنڈہ۔ ساماں ستہ اور پھر بھٹنڈہ۔ فیروزپور ریلوے لائنوں کے پُل آتے ہیں۔ وہاں سردار سوہن سنگھ بھنڈاری نے لالہ مدی مل کے کارخانہ دال میں حضور کے عارضی آرام کا انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ وہاں ایک گھنٹہ آرام کر کے پھر اُس پٹڑی پر جو کہ سرہند نہر کی بھٹنڈہ برانچ ہے، آگے چل پڑے۔ اُس نہر کے دونوں طرف خوب ہریاول معلوم ہوئی۔ اور فصلیں اچھی اچھی تھیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بڑے بڑے دیہات نظر آئے۔ مثلاً کلیان۔ پھولاں۔ اُن کے بعد شہنہ جو کہ جگراؤں کی تحصیل میں کافی بڑا قصبہ معلوم ہوتا ہے۔ آخر کار ۹۰ میل نہر پر سفر طے کرنے کے بعد پکی سڑک جو لُدھیانہ سے مالیر کوٹلہ کو جاتی ہے۔ آ گئی۔ اس پر سید گاؤں پہٹر بعد میں ڈھلون آئے۔ لُدھیانہ یہاں سے ۱۷۔۱۸ میل ہے۔ یہ راستہ بہ نسبت لُدھیانہ۔ موگہ۔ مکتسر۔ ملوٹ ڈب والی کے راستہ کے زیادہ بارونق تھوڑا اور چھوٹا ہے۔ لُدھیانے ایک گھنٹہ کھانا کھانے میں لگا کر پھر روانہ ہو پڑے۔ وہاں سے پھلور گورایہ۔ مولی۔ پھگواڑہ۔ جالندھر چھاؤنی کی سنگتوں کو درشن دیتے ہوئے حضور جالندھر شہر سردار صاحب کے دولت خانہ پر آ کر دو گھنٹے رُک گئے۔ وہاں سے گپوُر تھلے ہوتے ہوئے شام کے ۷ بجے ڈیرے پہنچے۔ یہاں ست سنگیوں کی بھیڑ جمع تھی۔ کیونکہ ست سنگھ کے لئے بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے۔

باب چھٹا

حالات قیام ڈیرہ۔ دورۂ سکندرپور و بستی غلام حسین

۲۴ مارچ کو صبح کے ۹ بجے اور شام کے ۵ بجے دو دفعہ ست سنگ ہوا۔ اور اتوار کو صبح کے ۹ بجے سے ۱½ بجے تک ست سنگ ہوتا رہا۔ "نام نرنہ" اور گورو گرنتھ صاحب میں سے تیسرے محلہ کا شبد۔ نامے ہی تے سب کچھ ہوا بن سنگورو نام نہ جاپے" لئے گئے۔ یہاں گورو صاحب کا مطلب دھن آتمک شبد سے ہے۔ عام اصطلاح میں لوگ رام رام۔ اللہ اللہ۔ واہگورو۔ واہگورو جپنے کو نام خیال کرتے ہیں۔ مگر سنگورو امرداس جی فرماتے ہیں۔ کہ نام وہ ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ اور یہ نام بغیر مرشد کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور بغیر نام کے نجات نہیں۔

شیخ نظام الدین ملتان والے حضور بابا جی کے وقت کے معمر بزرگ قابل تعظیم ہستی تھے کسی وقت میں ملتان کی جمعیت الہلحدیث تھے۔ اس واسطے میرے پرانے مہربانوں میں سے تھے۔ اُن کو عام مسلمان کافر کہتے تھے وہ چند روز ہوئے واصل بحق ہوئے۔ یہ اندیشہ تھا کہ ملتان کے مسلمان اُن کو اپنے قبرستانوں میں دفن نہیں ہونے دینگے نہ اُن کے جنازے کے ساتھ شریک ہوں گے۔ مگر ست گورو کی ایسی موج ہوئی۔ کہ ملتان کی دو درگاہوں کے ولی اُن کی وفات کی خبر پا کر اُن کے گھر پہنچ گئے۔ کہتے تو یوں ہیں کہ اُن کو خدا کی طرف سے بشارت ہوئی تھی۔ خیر کچھ ہی ہو جب یہ دو بزرگ وہاں پہنچے تو اُن کی دیکھا دیکھی اور مسلمان لوگ بھی جنازے میں شامل ہوگئے۔ اور اُن کی تجہیز و تکفین میں کوئی روکاوٹ نہ ہوئی۔ حضور نے فرمایا کہ وہ بڑے عابد تھے۔ اور اپنی عبادت ساتھ لے گئے۔

حضور نے اب کی دفعہ کہا جاتا ہے کہ پندرہ سو (۱۵۰۰) مرد و زن کو نام بخشا۔ دو دن اِس کام میں لگ گئے۔ آج ۲۷ مارچ کو شام کے ست سنگ میں حضور سوامی جی مہاراج کی بانی میں سے یہ شبد لیا گیا۔ "یہ آرت داسی رچی پریم سندھ کی دھار ÷ دھارا اُمنگی پریم کی جاکا وار نہ پار۔" حضور نے بتایا کہ حضور سوامی جی نے یہ آرتی اپنی ایک سیوکہ پریم داسی کی پرتھا کہی تھی۔ مَیں نے اُس کو ۱۹۱۰ء میں دیکھا تھا جس وقت وہ بیٹی آگرہ میں حضور سوامی جی مہاراج والے مکان کے ایک کمرے میں رہائش پذیر تھی۔ حضور کو دیکھ کر پریم سے گدگد ہو گئی۔ اور اپنے آپے میں نہ رہی۔ ہم سب سے بڑا ہی پیار کرتی تھی۔ حضور نے فرمایا تھا کہ یہ بی بی رُکو سے

دوسرے نمبر پر ہے۔ وہ پریم کارُوپ تھی۔ مجھے یاد ہے کہ اُس نے کہا کہ مجھے حضور سری سوامی جی مہاراج پرشادی دیا کرتے تھے۔

ست سنگ کے بعد مدراس سے جو ست سنگی باوا پریم ناتھ بمبئی والوں کے ہمراہ آئے تھے۔ انھوں نے مدراسی زبان میں ایک شبد پڑھا۔ "ستگورو ست سرو یا......... نرملا" جس کو سُنکر سب خوش ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدراسی زبان میں سارے سنسکرت کے الفاظ آتے ہیں۔ اور فقروں کی بناوٹ بھی سنسکرت کے ڈھنگ پر ہوتی ہے۔ صرف فعل و اسم کی گردانیں سنسکرت سے کچھ مختلف ہوتی ہیں۔

مفصلہ ذیل مراسلہ قابلِ نقل ہے۔

از......... ۱۷ مارچ ۱۹۴۵ء رادھا سوامی دیال کی دیا۔ رادھا سوامی سہائے۔

سری حضور مہاراج سچے بتاجی۔ حضور کے چرن کنولوں پر سر دھر کر رادھا سوامی۔ حضور کے حکمنامے ملے اور جو کچھ آپ نے حکم دیا وہ حضور کی موج کے بموجب مَیں کرتا رہا ہوں۔ وقت کا کوئی خیال نہیں۔ تمام دن سمرن یا دھیان رہتا ہے۔ رات کو جب بیٹھتا ہوں۔ شبد کو پکڑنے کے کچھ دیر بعد۔ اس دُنیا کی خبر رہتی ہے لیکن جب پیاری پیاری آواز سنائی دینے لگ جاتی ہے۔ جسم بے سُرت ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے آپ کو کھنڈ برہمنڈ میں گھومتا دیکھتا ہوں۔ رُوح پر کسی جگہ بارش بھی ہوتی ہے۔ اور پانی بھی پیتی ہے۔ سورج نکلا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے تو اس کا رنگ لال تھا۔ اور ہر ایک چیز لال ہی تھی اب سورج کا رنگ سفید ہے۔ سورج نکلا ہوا ہوتا ہے۔ بہت اچھا باغ ہے۔ اور سورج کی دھوپ نیچے زمین پر پڑتی ہے۔ بالکل گرمی نہیں ہے۔ آپ آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی کچھ بولتے ہیں اور کبھی بول دیتے ہیں ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے کبھی کبھی آپ کی سواری جاتی ہوئی نظر آتی ہے اور دھوڑ اُڑ کر میری طرف کو آتی ہے۔ رُوح بہت درشنوں کے لئے اِدھر اُدھر دیکھتی ہے۔ لیکن آپ دکھائی نہیں دیتے۔ پہلے پہلے تو نظارے بہت دکھائی دیتے تھے۔ لیکن جس روز سے حضور نے لکھا ہے۔ نظارے نہیں دیکھنے چاہئیں۔ اُس روز سے دکھائی دینے بند ہو گئے......... دُھن کی آواز کو پکڑتا ہوا پہلے گھنٹے کی اور سنکھ کی اور پھر بادل کی گرج یا طبلے کی سی آواز لیکن اُس کے بعد بہت اچھی آواز آتی ہے۔ یہ آواز سارنگی سے مِلتی جُلتی ہے۔ لیکن سارنگی سے زیادہ سُریلی ہے۔ آخر کے حکمنامے کے بعد پُل۔ دریا۔ سمندر۔ اچھے اچھے باغیچے پہاڑ۔ گھاٹیاں اور محل مکانات ایک دم دیکھنے بند ہو گئے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ رُوح بہت زور سے کسی طرف جا رہی ہے۔ اور اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ اور رُوح روشنی ڈھونڈتی ہے۔ اب پانچ چھ روز سے اچھی اچھی پھلواڑیاں دیکھتا ہوں۔ ہری ہری کھیتیاں ہیں۔ اور پھلواڑیوں میں عجیب قسم کے درخت ہیں۔ اور اُن پر عجیب قسم کے ہی پھل ہیں۔ کسی چیز سے مشابہت نہیں دے سکتا۔ وہ پھل اچھی طرح چمکتے ہیں۔ اور آگے آگے اور اچھے ہیں۔

۲۸ر مارچ کی شام کو ست سنگ میں "گورو گورو میں ہردے دھرتی ؛ گورو آرت کی ساماں کرتی ۔"
شبد سار بچن نظم سے لیا گیا ۔ حضور نے فرمایا کہ جو کچھ پورا گورو حکم دیوے وہی بھجن سمرن ہے ۔ چنانچہ حضور
بابا جی کے وقت میں ست سنگ گھر کے احاطہ میں بہت سے گڑھے اور جھاڑیاں ہوا کرتی تھیں ۔ بابا جی نے حکم دیا ۔
کہ ان کو صاف کر کے گڑھے بھر کر میدان ہموار کر دو ۔ مگر بعض آدمی بجائے اِس سیوا کے بھجن سمرن میں لگ گئے ۔
تو بابا جی نے فرمایا کہ جو گورو حکم دے وہی کام کرنا بھجن سمرن ہے ۔ گورو کا حکم بھجن سمرن سے زیادہ قیمتی ہے ۔
پھر فرمایا کہ زندہ گورو کے بھی فوٹو کا دھیان منع ہے ۔ کیونکہ فوٹو بے جان ہے ۔ بے جان جاندار کو نہیں کھینچ
سکتا ۔ اور گورو کا پریم ایسا ہونا چاہیئے ۔ کہ اگر سارا کٹمب تباہ ہو جاوے ۔ تو بھی من پر نہ لاوے ۔ جیسے کہ حضرت
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت میں ایک بڑھیا کا خاوند دو جوان لڑکا دونوں لڑائی پر گئے ۔ فوج کی واپسی پر اُس
بڑھیا نے پوچھا ۔ جنگ ۔ کا کیا حال رہا ۔ تو ایک فوجی نے کہا ۔ مائی تیرا خاوند مارا گیا ۔ تو اُس نے پوچھا کہ آیا پیغمبر
صاحب بچے ۔ تو اس پر سپاہی نے کہا کہ تیرا لڑکا بھی مارا گیا ۔ تو پھر مائی نے کہا کہ پیغمبر صاحب بچے یا نہیں ۔ اِس پر جواب
ملا کہ ہاں پیغمبر صاحب صحیح سلامت ہیں ۔ تو اس پر بڑھیا بولی ۔ کہ اگر پیغمبر صاحب صحیح سلامت ہیں تو میرا سب کچھ ہے
پھر فرمایا دُنیا داروں کو کرم اِندریاں اور کام ۔ کرودھ آدک ہمیشہ بندر کی طرح نچاتے رہتے ہیں ۔ اگر سب طرف سے
پریت ٹوٹ کر گورو میں لگ جاوے تو یہ ناچ بند ہو جاوے ۔

حضور پُر نور کا دورہ سکندر پور

۳۰ر مارچ کی دوپہر کو ۳ بجے چل کر پہلے جالندھر آئے وہاں سے ۵½ بجے چل کر پھر سردار صاحب کے ہاں لدھیانے
۹ بجے شام کے جا پہنچے ۔ وہاں جا کر کھانا کھایا اور ۸ بجے ریلوے سٹیشن لدھیانہ پر پہنچ گئے ۔ وہاں سنگت کا پلیٹ فارم
پر بڑا ہجوم تھا ۔ سیکنڈ کلاس کا سارا ڈبہ ۵ سیٹ کا ریزرو کرا لیا گیا ۔ اس میں لیٹ کر صبح کے ۷ بجے حصار آ پہنچے ۔
رات کو گاڑی میں گرمی محسوس ہوتی تھی ۔ اس واسطے دونوں پنکھے چھوڑ دیئے جو کہ صبح کو تین بجے کے قریب سردی کے
سبب جاکھل جا کر بند کرنے پڑے ۔ جاکھل تین گھنٹہ گاڑی ٹھہرتی ہے ۔ اور یہاں چوری کا بھی اندیشہ رہتا ہے ۔
اِس واسطے حضور مہاراج جی بیٹھ گئے اِرد گرد ہم بھی سب چوکس رہے ۔ جب حصار پہنچے ۔ تو پتہ لگا کہ حصار
سرسہ سروس لاری کی بند ہے ۔ کیونکہ کمپنی کا کوئی مینیجر قتل ہو گیا ہے ۔ آج اُس کا جد تھا ہے ۔ اِس واسطے بھلہ صاحب
مجسٹریٹ کی مہربانی سے دن کے ۲ بجے کے قریب ایک لاری ملی ۔ جس پر سوار ہو کر بڑی دھوپ اور گرمی میں ہم
۱۳ سواریاں گریوال بلز میں شام کے ۶ بجے آ پہنچے ۔ اور یکم اپریل کو رام داسی سیوا داروں کو رخصت کیا گیا ۔
ہاں اتنا لکھنا بھول گیا کہ حصار میں بخشی ردلق لال صاحب سیشن جج اور مسٹر بھلہ صاحب مجسٹریٹ سے
ملاقات کی ۔ بھلہ صاحب کی مہربانی سے ہم کو لاری ملی ۔ اور سیشن جج صاحب کو رُوحانیت کا بڑا شوق تھا ۔ وہ

بہت سی باتیں حضور سے دریافت فرماتے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ ہر ایک رُوح کا وقت ہوتا ہے۔ جبکہ مُرشد کامل اُس کو ملتا ہوتا ہے۔ اور کہ دو قسم کے فقیر ہیں۔ ایک اہلِ دُعا۔ دوسرے اہلِ رضا۔ اہلِ دُعا کی بابت مولوی روم صاحب نے فرمایا ہے "گاہے ہمے دوزندگا ہے گہی ورند" مولوی روم نے اہلِ رضا کا پایہ اہلِ دُعا سے بلند مانا ہے "کفر باشد نزدشان کردن دعا ٭ کہ اے خُدا بگردان ازما این بلا" پھر حضور نے کہا۔ کہ رُوحانی نظارے جن کا ذکر قرآن شریف و دیگر مقدس کتابوں میں آیا ہے، وہ اِنسان کے اندر ہیں۔ کتابوں میں تو صِرف اُن کا بیان ہے۔ جو نیک پاک بندے ہیں۔ اُن کی حِفاظت کے لئے مُرشدِ کامل اُن کی موت کے وقت آتے ہیں۔

یکم اپریل ۱۹۴۵ء کو مَیں نے ایک رسالہ میں پڑھا کہ راج کمار ہر دیو جو کہ دیو گڑھ کے راجہ رام دیو کا رشتہ دار تھا۔ جب سلطان علاؤالدین خلجی نے دیو گڑھ (اورنگ آباد دکن) کو تاخت و تاراج کیا۔ تو ہر دیو سلطان کے سپہ سالار خواجہ حسن علا رسنجری کے ہمراہ دہلی آکر نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا بیعت ہو کر بنام خواجہ احمد ایاز مسلمان ہو گیا۔ اور اُس نے اپنے پیر کے حالات اپنے روزنامچہ موسومہ "چہل روزہ" میں لکھے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب حضرت بابا فرید شکر گنج کے مُرید اور شغل سُلطان الاذکار کے مشاغل تھے۔ اور کھانے میں گوشت سے پرہیز کرتے تھے۔ اور پیر کو سجدہ کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اور خواجہ صاحب کی وفات کے وقت اُن کے پیر بابا فرید شکر گنج نے اُن کی رُوح کی سنبھال کی۔ امیر خسرو پر اُن کی اس قدر دیا تھی کہ یہ شعر اُن کے واسطے فرمایا ۔

گر برائے ترکِ تُرکم آرہ برتارک نہند ٭ ترکِ تارک کُنم و ہرگز نہ کُنم ترکِ تُرک

۲ اپریل کو حضور گرلوال ملز میں گئے تو تھے اِس اِرادے سے کہ کماد کی کٹائی کے کھیت میں تشریف لے جاویں گے۔ مگر وہاں جا کر آپ کو دونوں پنڈلیوں کے نیچے خارش کی سخت تکلیف نمودار ہوئی۔ دونوں پنڈلیوں کے نچلے حِصّے میں بڑے بڑے زخم دکھائی دیتے تھے۔ اور بے چینی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تکلیف کم ہو جاوے گی۔ حضور سر سے ہسپتال میں ڈاکٹر صاحب کے پاس تشریف لے گئے جو کہ حضور کے سیوک ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اُس وقت کسی مریض کو دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ اِس واسطے ست سنگ گھر میں واپس آ گئے۔ وہاں ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر پٹی لگا دی۔ اور حضور وہاں ڈاک بنگلہ ۲ بجے کے قریب وہاں سے واپس چلدیئے۔ آکر حضور تولیٹ گئے۔ معلوم ہوتا ہے تکلیف زیادہ تھی۔ ہم لوگ کھانا کھانے لگے۔ اِس کے بعد ۳ بجے کے قریب حضور نے کھانا نوش فرمایا۔ مگر حضور کل سے ہاضمہ کی خرابی کی بھی شکایت کر رہے ہیں۔ اور یہ فرما رہے ہیں۔ کہ مَیں ہر طرح سے پرہیز کرتا ہوں۔ اچار۔ مرچ۔ کھٹائی سب چھوڑ رکھی ہے۔ تاہم خارش و ہاضمہ کی خرابی پیچھا

نہیں چھوڑتی۔ ست سنگی لوگوں کو سر درد ہو فوراً گھبرا کر فریاد کرنے کے لئے خط لکھ مارتے ہیں۔ حضورؐ تو یہ کہہ کر کہ "مالک کی موج" اُف تک نہیں کرتے۔

۳ر اپریل کو حضورؐ تانگے میں سوار ہو کر سکندر پور سے موضع ڈربی اپنی نئی خرید کردہ اراضیات کا معائنہ کرنے گئے۔ یہ سب گاؤں بارانی تھے۔ گاؤں سے پرے جا کر کھیتوں کو جن میں فصل کھڑی تھی۔ دیکھنے کے لئے زین سواری پر جانا پڑا۔ کئی میل کا چکر لگا۔ میں تو بالکل تھک گیا۔ رات کو ست سنگ میں میں نہیں جا سکا۔ مگر حضورؐ باوجود اس عمر کے حسب دستور ست سنگ رات کو کرتے رہے۔ دوسرے دن ۲ بجے سرسے تشریف لے گئے۔ وہاں پہلے لوگوں کو نام دیا۔ بعد میں ۵ بجے ست سنگ شروع کیا اور شام کے ۷ بجے واپس آئے۔ رات کو پھر ایک شبد ست سنگ کا سکندر پور میں لینے کو کہہ رہے ہیں۔

۵ر اپریل کو راؤ بہادر صاحب کے ایک رشتہ دار تشریف لائے۔ اور حضورؐ کے ہمراہ تانگے میں تھیہڑی رسول پور وغیرہ دیکھنے گئے۔ حضورؐ نے اُن کو بتایا کہ کسی وقت یہ سارا علاقہ بڑا زرخیز اور آباد تھا۔ غالباً اُس وقت بُدھ مذہب کا زور تھا کیونکہ اب بھی کھنڈرات میں سے بُدھ کی مُورتیاں برآمد ہوتی ہیں۔ اُس وقت ایک بڑا دریا بہتا تھا جس کے دونوں کناروں پر آبادیاں تھیں۔ چنانچہ ایک ٹیلہ جس کو پتھر والی تھیہڑی کہتے ہیں۔ وہاں کسی راجہ کا محل ہو گا۔ کیونکہ اُس پر اس قدر بھاری لال لال پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ جو گڈوں میں نہیں آ سکتے تھے۔ اس علاقہ میں دُور دُور تک کوئی لال پتھر کا پہاڑ نہیں ہے۔ اس واسطے قیاس یہ ہے کہ یہ پتھر دریا میں کشتیوں پر لائے گئے ہوں گے۔ اور ایک سُرنگ جو شاید ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ تک زمین دوز تھی۔ اُس میں جو انیٹوں کا فرش تھا۔ اُس فرش میں ایک ایک انیٹ ۹-۹ انچ موٹی اور چوڑی اور ۱½-۱½ فٹ لمبی تھی۔ جو اب تک نکلتی ہیں۔ کسی پہاڑی راجہ نے اُس دریا کے بہاؤ کو روک دیا تو سارا علاقہ برباد ہو گیا۔ کیونکہ یہاں بارش کی کمی تھی۔ ایک زمیندار نے بتایا کہ بعض بعض کھنڈرات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ تین تین دفعہ یکے بعد دیگرے آباد ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ سب سے نیچے اور اُوپر آبادی کی چیزیں نکلتی ہیں۔ چنانچہ ایک استعمال شدہ ہل تو بھی نکلا۔

پھر فرمایا کہ میں نے ۲۰ سال پہاڑ میں نوکری کی۔ دس سال مری کے پہاڑوں میں۔ سات سال ایبٹ آباد۔ دو سال چراٹ۔ ایک سال کالے پہاڑ کی مہم میں۔ اور جب ۱۹۱۳ء میں یہاں زمین لی۔ تو مسلمان کاشتکاروں کی حالت بہت خراب تھی۔ اُن کو نہری زمین کی کوئی قدر نہ تھی۔ آرام طلب لوگ تھے جو کہ بارانی میں بارش ہونے پر بیج ڈال آتے اور ہاڑی پکنے پر کاٹ کرلے آتے۔ اب دیکھو یہی لوگ بڑے

اچھے زمیندار محنتی آسودہ حال بن گئے ہیں۔ اب ہر ایک کماؤ لگتا ہے۔ قرضے اُتر گئے۔ بلکہ پیسے والے ہو گئے سارا جاٹ ابھر دن رات کماؤ دوں میں محنت کرتے ہیں۔ جو بے کاری کی خرابیاں تھیں یعنی آپس میں لڑائی جھگڑا۔ مویشی کی چوری وغیرہ سب دُور ہو گئیں۔ اچھی مثال کا یہ اثر ہوتا ہے۔

ہر روز رات کو ایک شبد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ کام کا زور کم ہو گیا ہے۔ صرف کماد کی تخم ویزی باقی ہے۔ مندرجہ ذیل خط قابلِ نقل ہے۔

۳۱؍مارچ ۱۹۴۵ء راد ھا سوامی دیال کی دیا راد ھا سوامی سہائے۔

حضور کے چرن کنولوں میں سر دھر کر رادھا سوامی۔ اندرونی حال یہ ہے۔ کہ اندھیرے کا سفر ختم ہو گیا ہے۔ ایک روز کنول کے پیچھے چاند کی روشنی دکھائی دی۔ اور اُس کے بعد ایک عورت دکھائی دی۔ معلوم نہیں کون تھی۔ اُس کی فوج۔ سامان لشکر کا کوئی شمار نہ تھا۔ اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ سازو سامان اور لشکر ہی نظر آتا تھا۔ اور اُس کے پاؤں میں بہت آدمی متھا ٹیکتے تھے مجھے بھی من نے دھوکا دیا۔ لیکن اُس نے مجھے متھا ٹیکنے نہیں دیا۔ اب بہت اچھی اور سُندر پھلواڑی دکھائی دیتی ہے جس میں ہزاروں قسم کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ کیا پھل ہیں وہ معلوم نہیں ہے۔ ایک جگہ پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ اُس میں اشنان بھی کیا ہے۔ عرضی نامہ لکھنے کا خاص مطلب یہ ہے۔ کہ حضور کا سروپ کھڑا نہیں ہوتا۔ اور من دھوکا دیتا ہے۔ بہت سی شکلیں حضور سے ملتی جلتی سامنے کھڑی کر دیتا ہے۔

اتوار ۸؍اپریل کی شام کو حضور نے سرسہ ست سنگ گھر میں ست سنگ کیا۔ "دھن سُن کر من سمجھائی" اور "اِس گپھا میں اکھٹ بھنڈارا" پڑھے گئے۔ حضور نے فرمایا کہ یوگیوں۔ گیانیوں۔ عُلما، فضلا، تپ کرنے والوں کے من بس میں نہیں آتا۔ دیکھو مچھندر ناتھ گورکھ ناتھ کا گورو تھا۔ جب ایک راجہ کا دیہانت ہوا تو مچھندر ناتھ کے دل میں یہ خواہش اُٹھی کہ راج کا سُکھ بھوگنا چاہیے۔ چنانچہ اُس نے اپنے جسم کو تو کہیں چھپا دیا۔ اور اپنی رُوح کو اُس مُردہ جسم میں داخل کر دیا۔ اور رنگا رنگ رلیاں منانے۔ چونکہ اُس کو ڈر تھا کہ گورکھ ناتھ اُس کو آ کر نہ لے جائے۔ اِس واسطے حکم دیا کہ میرے راج میں کوئی یوگی یا سادھو نہ آنے پائے۔ کئی سال تک عیش و عشرت کرتا رہا۔ آخر کار گورکھ ناتھ کو اُس کا پتہ لگا۔ اور وہ گویوں کے ساتھ شامل ہو کر گورو کے دربار میں پہنچا۔ اور راگ گانے کے بہانے سے بولا۔ "جاگ مچھندر گورکھ آیا" اِس کو سُن کر مچھندر کی رُوح اُس جسم کو چھوڑ کر اپنے اصلی جسم میں آئی۔ مطلب یہ کہ یوگیوں کے بھی من بس میں نہیں آیا۔ اگر من بس میں آیا تو شبد کی لذت لے کر آیا۔

۱۲؍اپریل ۱۹۴۵ء کو بوجہ بدھوار کے دشا شول ہونے کے بعد طلوعِ آفتاب یعنی جمعرات کی

صبح کو سکندرپور سے کار میں روانہ ہو کر ڈب والی۔ بھٹنڈا۔ جگیرا۔ ڈھلوں۔ لدھیانہ کے راستے ڈیرے آئے۔ یہ راستہ سرہند نہر کی ہٹھنڈا براانچ پر سے ہے۔ اور بڑا خوشگوار ہے۔ کیونکہ نہر کی پٹڑی پر درختوں کی خوب چھاؤں ہے۔ اور چاروں طرف ہرے ہرے کھیت ہیں۔ اس دفعہ نہر خوب بھر رہی تھی۔ نہر کی پٹڑی پر ۹ میل چلنا پڑتا ہے۔ چونکہ موسم گرمی کا تھا اس واسطے ٹھنڈی ہوا سے سفر آرام سے کٹ گیا۔ لدھیانے آ کر گرمی معلوم ہوئی۔ وہاں کھانا کھا کر جالندھر شہر دو گھنٹے ٹھہرے اور کپورتھلے ہوتے ہوتے شام کے ۷ بجے کے بعد ڈیرے آپہنچے۔

دوسرے دن بساکھی کا تیوہار تھا۔ اس دفعہ کراچی۔ یو۔ پی۔ راولپنڈی وغیرہ دور دور جگہوں سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ ست سنگ ماہوار جیسی بھیڑ رہی تھی۔ حضور نے بارہ ماہا گورو ارجن دیو کا پڑھوا کر ارتھ کیا۔ اور فرمایا کہ بیماری سے ہم لوگوں کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے پچھلے جنموں کے کھوٹے کرموں کا قرضہ بے باق ہو کر روح صاف کی جا رہی ہے۔ بابا جی مہاراج کے وقت کا واقعہ حضور نے سنایا۔ کہ ایک بی بی کے داڑھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بہت چلا رہی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ لوگوں نے حضور بابا جی مہاراج سے فریاد کی تو انھوں نے فرمایا۔ کہ اس عورت نے کسی پہلے جنم میں ایک لڑکا زیوروں کے لالچ میں آن کر مارا تھا وہ لڑکا کیڑا بن کر اپنا بدلہ لے رہا تھا۔

۱۴ اپریل کو کئی افسر آئے ہوئے تھے۔ حضور نے کبیر صاحب کا شبد "کرنیوں ویدار حل میں پیارا ہے"۔ پڑھوا کر تشریح کی سہنس دل کنول کو بھی ۱۲ دل کا کنول کہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کی دس دھنیں اور سرت اور شبد ۱۲ ہو جاتے ہیں۔ ۱۵ کی صبح کو ہوشیارپور کے پاس بستی غلام حسین جانے کی تیاری ہے۔

حالات دورہ بستی غلام حسین

۱۶ اپریل۔ کل صبح ۷ بجے ڈیرے سے کار میں چل کر حضور مہاراج ۹ بجے بستی غلام حسین آپہنچے۔ یہ بستی ہوشیارپور سے گگریٹ کو جانے والی سڑک سے دو میل ہٹ کر دائیں طرف کو ہے۔ اور سارا فاصلہ ۵ میل کا ہوشیارپور سے ہے۔ آبادی سے نصف میل پرے چودھری سوہن رام کے فارم پر حضور و سنگت کی رہائش ولنگر کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اس کے پاس ہی ست سنگ کا شامیانہ لگا تھا۔ موٹر کار سے اتر کر حضور سیدھے اس شامیانے میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شبد گورو گرنتھ صاحب کا "راماں رم رامو سُن من بھیجے" پڑھوا کر اپنی قیام گاہ پر دس بجے کے قریب آگئے۔ یہ بستی بڑی سرسبز و شاداب معلوم ہوتی ہے۔ زمین

ریتلی ہے۔ مگر ہوشیار پور سے نزدیک ہونے کی وجہ سے لوگ آلو۔ سبزیات وہاں لگا کر خوب روپیہ کماتے ہیں۔ اور کھاد بھی شہر سے لاکر کھیتوں میں ڈالتے ہیں۔ کنوؤں کا پانی بہت نزدیک ہے۔ جابجا رہٹ چل رہے ہیں۔ اور آنولوں کے بوٹے۔ کماد۔ گیہوں۔ چارہ و آم کے بے شمار درخت دکھائی دیتے ہیں جن کا سایہ ٹھنڈا اور گھنا ہے۔

شام کو ۳ بجے سے ۵ بجے تک کبیر صاحب کی بانی میں سے "کرنیوں ویدار محل میں پیارا ہے" ۔ کا پاٹھ کیا گیا۔ بہت سے مہاتما سادھو ست سنگ میں علاوہ ہزاروں مرد عورتوں کے موجود تھے۔ موسم معتدل تھا۔ حضور نے کبیر صاحب کی بانی کو مولوی رُوم شمس تبریز۔ قرآن شریف کے حوالوں سے تصدیق کیا۔ کیونکہ بہت سے مسلمان اصحاب شاملِ ست سنگ تھے۔ فرمایا کہ پنڈ کے چھ چکر عکس کا عکس ہیں۔ ان میں جو یوگی لوگ بچرتے ہیں۔ وہ بے فائدہ محنت اُٹھاتے ہیں۔ جس وقت عمریں لمبی تھیں تو ایک سو دو سو سال لگا کر اِن چھ چکروں کو طے کر لینا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ مگر کلجگ میں جبکہ عمر کا اندازہ صرف ۵۰۔ ۶۰ سال کا ہے یہ ضروری نہیں کہ انسان پہلے مول چکر اور اندری چکر وغیرہ میں اپنی آتما اور من کو جو کہ آنکھوں کے نیچے بیٹھے ہیں لے جاوے۔ اصلی رُوحانی دلشیں تو دماغ میں ہیں۔ کیوں نہ آنکھوں سے ہی اُوپر چڑھ جاوے۔

ہندوؤں میں میں نے اوشدھی یوگ کی بابت کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ دوائیوں کے ذریعے من کو کھڑا کر کے آتما جسم سے باہر جا کر سیر کرتی ہے۔ آج ایک اُردو اخبار میں بھی ایسا ہی مضمون دیکھا کہ ایک ڈاکٹر یورپ میں زندہ جانور کے دماغ کی بابت تجربہ کر رہا تھا۔ اُس نے ایک زندہ جانور کے دماغ کا کچھ حصہ کٹھالی میں اُبالا تو کٹھالی میں ایک گلابی رنگ کی چیز اُوپر آگئی۔ اُس کو سُکھا کر تھوڑا سا چکھا۔ کوئی ذائقہ تو معلوم نہ ہو۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک جرمنی ڈاکٹر کی کتاب کے کسی حصے کو نقل کر رہا ہے۔ جب جاگا تو یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اُس کتاب کی وہی نقل میز پر اُس کی ہی کی ہوئی رکھی ہے۔ چنانچہ دوسرے دن پھر وہی دوائی کھائی۔ اور رات کو پھر عالمِ بے ہوشی میں اُس کتاب کے دوسرے حصے کی نقل کی۔ تیسرے روز سفوف کھا کر ایک مُردہ دوست کی رُوح سے مُلاقات کی چوتھے روز ایک اور خوراک دوائی کی کھا کر ایک مُردہ دوست کا تصور کر کے لیٹ گیا۔ تو سو کر اپنے اُس دوست کو ایک نہایت ہرے بھرے باغ میں دیکھا۔ اُس دوست نے بتایا کہ جو سفوف تم کھا رہے ہو۔ اُس کی یہ خاصیت ہے کہ جیتے جی رُوح کو جسم سے الگ کر دیتا ہے۔ تمہاری رُوح تو اِس وقت اِس باغ میں ہے۔ مگر جسم خالی پڑا ہے۔ اگر انسان قدرتی طور پر مر جاتا ہے تو جسم ناکارہ ہو جاتا ہے۔ مگر تمہارا جسم تو صحیح و سلامت لندن میں پڑا ہے اور رُوح یہاں ہے۔ اگر کوئی آوارہ رُوح تمہارے جسم پر قبضہ کرے۔

تو تمہاری رُوح کہاں جاوے گی۔ مَیں یہ سُن کر ڈرتا ہوا واپس اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ میرا جسم غائب ہے۔ سارے لندن میں دو گھنٹے تلاش کرتا پھرا۔ پھر پھرا کر پھر اپنے گھر آیا تو اپنے جسم میں سے ایک آواز آتی ہوئی سُنی کہ مَیں نے تمہارے جسم پر قبضہ کر لیا ہے تم فلاں جگہ جا کر میرے بھدے جسم پر قبضہ کر لو۔ چنانچہ مَیں وہاں گیا اور جسم میں داخل ہو گیا جو کہ بڑا بھدّا اور قابلِ نفرت تھا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ وہ شیطان کہیں میرے گھر پر بھی قبضہ نہ کر لے۔ اور مَیں بھاگا۔ راستے میں پولیس کے آدمی نے مجھے روکا تو مَیں اس کو مُکّا مار کر بھاگا۔ اور اپنے گھر آ کر پستول میز کے دراز سے نکال کر اُس شیطان کی طرف تانا اور اُس شیطان نے میری طرف اپنا پستول تانا۔ مگر دونوں کو ڈر تھا۔ کہ ہمارا جسم زخمی نہ ہو جاوے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی ٹانگ کا نشانہ بنا کر گولی چلا دی۔ گولی چلانے کی دیر تھی کہ میری رُوح اُس کے جسم میں، اور اُس کی رُوح میرے والے جسم میں داخل ہو گئی۔ اور وہ وہاں سے بھاگا۔ مگر راستے میں پولیس والوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جس کا پتہ دوسری صبح مجھے لگا۔

۱۶ اپریل کو شام کے سَت سنگ میں یہاں کے گِرد و نواح کے سادھو و مہنت بھی شامل تھے۔ اور اُن کو سوامی جی کی بانی میں سے "نام کا نِرنہ" اور گورُو گرنتھ صاحب میں سے "تیریاں کھانیں تیریاں بانیں۔ بن نامے سب بھرم بھُلانیں۔" سُنایا گیا۔ اور مسلمانوں کو تلسی صاحب کی گھٹ رامائن میں سے "دِل کا حُجرہ صاف کر جاناں کے آنے کے لئے" پڑھ کر بتایا گیا کہ اصلی مسجد انسان کا وجُود ہے۔ جو خُدا نے خود بنائی۔ اور جس میں خُدا رہتا ہے۔ اِنسان کا دِل اگر دُنیا کی خواہش و لذّت سے پاک ہے۔ اور تعلقاتِ دُنیوی کم ہیں تو ضرور خُدا کا نُور دل میں آوے گا۔

۱۷ اپریل کی صبح کو ۶ بجے ست سنگ کے میدان میں جا کر ایک شبد لیا گیا۔ پھر وہاں سے کار میں چل کر بھادر پور کے اُداسی گوردوارہ میں آئے۔ وہاں ایک معمر بزرگ مہنت بڑی محبت سے پیش آئے۔ کیونکہ اُن کی خواہش پر ہی وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اُس گوردوارہ میں پہلے گورُو گرنتھ صاحب کے ایک شبد پر دیا کھیان ہوا۔ پھر دربار صاحب والے کمرے میں جا کر گورُو گرنتھ صاحب اور بابا سری چند جی کی مُورتی کے درشن کئے۔ اُس کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر پروفیسر پُوری کے مکان پر آدھ گھنٹہ ٹھہر کر چھاؤنی جالندھر ہوتے ہوئے شہر جالندھر سردار صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ وہاں ایک گھنٹہ ٹھہرے۔ اور وہاں سے چل کر شام کے ۵ بجے کے قریب ڈیرے آ پہنچے۔

قیام ڈیرہ

حضور آج کل اپنی صحت کی خرابی کی شکایت کر رہے ہیں۔ ایسی شکایت انھوں نے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ آج تو فرمانے لگے کہ مَیں اب کے ماہواری ست سنگ اپریل پر نام نہیں دے سکوں گا۔ اور آج ۱۹ اپریل کو ست سنگ سردار گلاب سنگھ جی نے کیا۔ کل تو حضور بوجہ زکام ست سنگ میں بھی تشریف نہ لا سکے تھے۔ آج تشریف لائے "موریں رُن جھُن لائیا بھینے ساون آیا۔" گورو گرنتھ صاحب میں سے لیا گیا۔ بِرہ کا شبد ہے جس میں سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا زاری سے ملتا ہے۔ جیسا کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

کبیر ہنسنا چھوڑ دے رونے سے کر چِت | بنا روئے نہیں پائیے۔ پرم پیارا مِت
ہنس ہنس کنت نہ پائیا جن پائیا تن روئے | ہنسی کھیلی جو پیا ملیں کون دوہاگن ہوئے

ایسے ہی مولوی رُوم صاحب نے کہا ہے۔ ؎

رحم سُوئے زاری آید اے فقیر | زور را بگزار زاری را بگیر

آج ۲۰ اپریل کو صبح کے ۷ بجے حضور ربیعہ سے ۳ میل پرے شیشم کے درختوں کا معائنہ کرنے گئے۔ جن کو لنگر میں ایندھن کے واسطے خریدنا منظور تھا۔ وہاں کار سے اُتر کر ایک چھوٹی سی نہر کے کنارے کنارے ایک میل چلنا پڑا۔ جو کہ رتن گڑھ گاؤں کے پاس ہے۔ وہاں سے آ کر شام کو ۶ بجے ست سنگ ہوا جس میں حضور نے فرمایا کہ مہاتما زبان کا ذائقہ نہیں دیکھا کرتے۔ چنانچہ ایک مسلمان فقیر ایبٹ آباد میں بازار میں جا رہا تھا۔ سامنے سے ایک شخص بوتل میں کوئی شربت سا لاتا ہوا دکھائی دیا۔ فقیر نے کہا۔ لا بوتل دے۔ وہ بولا اِس میں تو تیزاب ہے۔ مگر مہاتما اُس کو غٹ غٹ پی گیا۔ وہ شخص بھاگا کہ اب یہ مرے گا۔ اور مجھکو پھانسی آئے گی۔ مگر دوسرے دن دیکھا تو وہ فقیر بازار میں بالکل تندرست پھر رہا تھا۔ جیسے مولوی رُوم صاحب نے فرمایا۔ ؎

گر خورد او زہر قاتل را عیاں | اولیا را نَدارد او زیاں

باب ساتواں

حالات دورہ لاہور و امرتسر و قیام ڈیرہ

مسٹر رام ناتھ لوتھڑا کے ہاں جیل روڈ پر ۲۲ راپریل کو اتوار کے روز گورو گرنتھ صاحب کا بھوگ دن کے ۱۲ بجے رکھا گیا تھا۔ اور حضور کو ضروری طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ لوتھڑا صاحب کے پریم بھاؤ سے حضور مہاراج جی خوش تھے۔ اِس واسطے وہاں جانا ضروری خیال کر کے صبح کے ۱ بجے کار میں ڈیرے سے روانہ ہو کر ۷ بجے امرتسر ست سنگ گھر پہنچ گئے۔ وہاں سے کرایہ کی کار کر کے ۹ بجے لاہور راوی روڈ ست سنگ گھر آ گئے۔ ڈاکٹر چندو بنسی صاحب ریٹائرڈ سول سرجن بھی ہمراہ تھے۔ پہلے لاہور ست سنگ گھر میں ایک شبد پڑھا گیا۔ دس بجے کے قریب لوتھڑا صاحب اپنی کار لے کر تشریف لائے۔ اور حضور وہم کو بٹھا کر اپنے درِ دولت پر لے گئے۔ وہاں کوٹھی کے اندر بھوگ کی رسم ادا ہوئی۔ راگیوں نے شبد کیرتن کیا۔ بھوگ کے بعد کوٹھی کے احاطہ میں ست سنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہاں گورو گرنتھ صاحب میں سے ڈیرہ کے پاٹھی بھائی بھان سنگھ نے دو شبد پڑھے۔ جن کی تشریح حضور نے زبان مبارک سے فرمائی۔ اور مولوی رُوم و دیگر مسلمان صوفی شاعروں کے کلام سے گورو گرنتھ صاحب کی تائید کی :۔ اِس گپھا میں اکھٹ بھنڈارا ⁘ تِس وِچ وسے ہر الکھ اپارا۔ آپے پرگٹ گپت ہے آپے ⁘ گورو شبد میں آپ وِنجا دیا۔ "یعنی اِس اِنسانی قالب میں بے شمار خزانے اور دُنیائیں آباد ہیں بلکہ خود اکال پُرکھ وحدہ لاشریک اِس میں رہتا ہے۔ مگر ملتا کس طرح سے ہے۔ اِس کا جواب گورو صاحب خود دیتے ہیں۔ کہ گورو جس ناد کا انتر میں پتہ دیتے ہیں۔ اُس ناد یعنی شبد میں اپنے آپ کو کھو دو۔ شریر کے ۹ دروازوں کو خالی کر کے دسویں گلی میں جاؤ۔ وہاں وہ انحد شبد دن رات ہو رہا ہے۔ اُس کو پکڑ و تو مکتی ہو گی۔ اور کوئی ذریعہ نجات کا نہیں ہے۔ سب فقرائے کامل اِس بات پر متفق ہیں۔

وہاں سے ست سنگ ختم کر کے پھر حضور اپنی آرام گاہ واقعہ راوی روڈ پر تشریف لائے۔ وہاں دوپہر کو آرام کر کے شام کے چھ سے آٹھ بجے تک دو گھنٹے ست سنگ کو دیئے۔ لاہور سے بہت سے اِستری پُرش ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے۔ ایک میلہ سا معلوم ہوتا تھا۔ "نام کا رَنہ" لیا گیا۔

کہ نام کیا وستو ہے۔

دوسرے دن صبح ستسنگ ۹ ½ ۔ دس بجے ختم کرکے لُوتھرا صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک بجے کے قریب تشریف لائے۔ اور لاہور سے کرایہ کی کار لے کر امرتسر شام کے ۷ بجے آ پہنچے۔ دوسرے دن صبح امرتسر ستسنگ ہوا۔ وہاں سے ۴ ½ بجے شام کے روانہ ہوکر اپنی کار میں ڈیرے شام کے ۶ بجے کے قریب آ گئے۔

آج ۲۶ر اپریل ۱۹۴۵ء شام کو ستسنگ میں گُورو گرنتھ صاحب میں سے حضور بابا نانک جی کا وہ شبد جس میں اُنھوں نے تیاگی بھیکھ کو بتاڑہ ہے۔ لیا گیا۔ کیونکہ آج ستسنگ میں کئی بھیکھی سادھو موجود تھے

من مکھ لہر گھر تج بگچے۔ اوراکے گھر ہیرے ۔ گرہ دھرم گوائے سنگور نہ بھیٹے دُرمت گھُمن گھیرے
دستر بھوے۔ پاوڈ پڑے دو کھا کا۔ ترسنا ہوے وڈ ھیرے ۔ کاچی پنڈی شبد نہ چینہے اُودر بھرے جیسے ڈھورے
بابا ایسی روت روئے سنیاسی ۔ گور کے شبد ایک لو لاگی ۔ تیرے نام رتے ترپیا سی (رہاو ۔ ۱)
گھولی گیرد رنگ چڑھایا ۔ دستر بھیکھ بھکھاری ۔ کاپڑ پھاڑ بنائی کھنتھا جھولی مایا دھاری
گھر گھر مانگے جگ پر بودھے۔ من اندھے پت ہاری ۔ بھرم بھولا تا شبد نہ چینے جُوئے بازی ہاری (۲)
انتر اگن نہ گور بن بُوجھے باہر پوار تاپے ۔ گور سیوا بن بھگت نہ ہودی کیوں کر چینیں آپے
نندا کر کر نرک نواسی انتر آتم جاپے ۔ اٹھ سٹھ تیرتھ بھرم بگوچے کیوں مل دھوپے پاپے (۳)
چھانی خاک ببھوت چڑھائی مایا کا مگ جوہے ۔ انتر باہر ایک نہ جانے ساچ[1] کہے تے چھوہے
پاکھنڈ پڑھے مکھ جھوٹھو بولے۔ نگورے[2] کی مت ادہے ۔ نام نہ جپا ای کیوں سکھ پاوے[3] بن نامے کیوں سوہے
مونڈ منڈائے[4] جٹا سکھ باندھی مون رہے ابھی مانا ۔ منوا ڈولے[5] دہ دس دھاوے بن رت آتم گیانا
امرت چھوڑ مہا دکھ ہووے مایا کا دلوانا ۔ کرت[6] نہ مٹی حکم نہ بُوجھے پسو آما ہیں سمانا (۵)

اب گویا حقارت سے اُس کی فوٹو کھینچتے ہیں۔

---

[1] سچ بتادیں تو غصے ہوتا ہے [2] یہ بے پیر کا خیال ہے [3] بغیر نام کے اُس کی شوبھا کیسے ہو۔
[4] سر منڈا کر سر پر جٹا دھار لیں اور اپنے غرور میں چُپ ہے۔
[5] من چاروں طرف دوڑتا پھرتا ہے۔
[6] جو جو فعل (کرم) کرتا ہے اُس کا نتیجہ بھوگنا پڑے گا۔ امر ربی کو نہیں جانتا اور حیوانات میں چلا جاتا ہے۔

ہاتھ[۱] کمنڈل کاپڑیا من ترشنا اوپجی بھاری | اِستری تج کرکام دیا پیا۔ چیت لائیا پر ناری
بیکھ کرے کر شبد نہ چینے لمپٹ ہے بازاری | انتر بکھ باہر بھرانتی تاں جم کرے خواری (۶)

اب اصلی سادھو تیاگی کا ذکر فرماتے ہیں :-

سو[۲] سنیاسی جو ستگور سیوے۔ وِچوں آپ گنوائے | چھادن بھوجن کی آس نہ کری اچنت ملے سو پائے
بکے نہ بولے کھما دھن سنگر ہے تا مس نام جلائے | دھن گرہی سنیاسی جوگی جے ہر چرنی چیت لائے (۷)

اسی طرح مہاتما عیسیٰ[ؑ] نے بھی یہی تعلیم دی تھی کہ تم فکر نہ کرو کہ کیا پہنوگے یا کیا کھاؤ گے؟ دیکھو وہ خدائے مطلق کھیت کے پھولوں کو کیسے کپڑے دیتا ہے حالانکہ نہ وہ کاتتے ہیں نہ محنت کرتے ہیں۔

آس نراس رہے سنیاسی۔ ایکس سیوں لو لائے | ہر رس پیوے تاں سانت آوے نج گھر تاڑی لائے
منوا[۳] نہ ڈولے گور مکھ بوجھے۔ دھاوت برج رہائے | گرہ شریر گورستی کھوجے نام پدارتھ پائے
برہما[۴] وشن مہیش سر لشیٹ نام رتے وچاری | کھانی بانی گگن پاتالی جنتا جوت تمہاری
سرب سکھ مکت نام دھن بانی سچ نام اُردھاری | نام بنا نہیں چھوٹس نانک سا چی تر تو تاری

یہ نقلی سادھوؤں کا حال ہے۔ یہی گورو نانک صاحب اصلی مہاتماؤں سادھوؤں کی مہما میں فرماتے ہیں۔

چرن سادھ کے دھو دھو پیو | ارپ سادھ کو اپنا جیو
سادھ کی دُھور کرو اشنان | سادھُو پر جائیے قُربان

---

۵۱ ہاتھ میں کرمنڈل اور گلے میں الفی پہن کر دل میں آرزوئیں بھر کر مانگتا پھرتا ہے۔ لوگوں کو چیلا بناتا ہے خود کو شبد کا پتہ ہی نہیں۔ باہر سے پارسا اور اندر زہر ہے۔ اس واسطے فرشتے موت کے بعد اُس کو خوار کریں گے۔

۵۲ وہ یہ فکر نہیں کرتا کہ مَیں کیا کھاؤں گا کیا پہنوں گا۔ جو سوبھاوک مل جاوے کھا لیتا ہے۔ وہ تحمل کا خزانہ جمع کرتا ہے۔ اور گرودھ تو نام کو بھی اُس میں نہیں ہے۔ اگر ایسا کوئی شخص ہے خواہ وہ جوگی ہے یا گرہست آشرم میں ہے یا سادھو تیاگی ہے۔ وہ قابل تعریف ہے۔

۵۳ اپنے من کو روکے اور اپنے جسم میں گورو کی مت سے کھوج کرے تو اپنے شریر میں نام کا دھن پاوے

۵۴ دھن آتمک نام سب کائنات میں دیا پک ہے۔ سب مخلوق میں تمھاری جوت ہے۔ اور سارے سکھ دھن آتمک نام میں ہیں۔ یہی سچا طریقہ ترنے کا ہے۔

اور سوامی جی بھی اصلی و نقلی سادھوؤں کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

تم سادھ کہاوت کیسے ؟ ÷ میں پوچھوں تم سے ایسے

پھر فرماتے ہیں :-

نہ بدھی و بچار نہ گورہ ملا پورا ÷ مانگ مانگ دھن جوڑت پیسے

پھر فرماتے ہیں :-

سادھو چرن اٹھ سٹھ سے او تم ÷ بھومی پوتر جہاں پگ دھرتے

حضور مہاراج سارا دن کل کا اور رات بخار میں پڑے رہے اور سنیچر وار کی شام کو بھی نیچے نہیں آئے نہ سنگت میں جا سکے۔ کل ایتوار کو صبح کو ماہواری ست سنگ میں درشن دیں گے ست سنگ نہیں کر سکیں گے۔

۲۹ اپریل، ایتوار کو صبح ۸½ بجے ست سنگ شروع ہوا حضور کی طبیعت بہت کمزور تھی۔ تاہم ست سنگ میں تشریف لائے۔ اور حضور نے گورو گرنتھ صاحب میں سے پہلی بادشاہی کا ایک شبد "ہر سا میت نہیں، میں کوئی ÷ جن تن من دیا سُرت سموئی" پڑھوا کر اس کی تشریح کی۔ اس کے بعد سردار بھگت سنگھ نے سوامی جی مہاراج کی بانی میں سے "ست گورو کہیں کرو تم سوئی۔ من کے کہے چلو مت کوئی۔" شبد کی تشریح کی۔

ایتوار کے ماہواری ست سنگ میں ترنتارن تحصیل کے ایک بوڑھے سکھ جٹ نے اپنی داستان بیان کی کہ میں نے اپنے بھانجے کو جو کہ ڈاکو تھا۔ اور جو میری بیوہ نوبہو کو قبضہ میں کر کے میرے گھر میں اپنی جائے پناہ بنانی چاہتا تھا۔ اور میرے یتیم پوتے کو مار کر خود میرے مکان پر قابض ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بکایک پیشتر اس کے کہ وہ مجھکو مار ڈالے، میں نے اپنی تلوار سے قتل کر کے رات کو اُس کا جسم کھیت میں پھینک دیا۔ پھر پولیس نے موقعہ پر آ کر مجھے و میری نوبہو کو گرفتار کر لیا۔ تو میری نوبہو نے مجھ سے کہا کہ یہ شریر تو اپنا نہیں۔ جھوٹ نہ بولنا سچ سچ کہہ دینا۔ اس پر ہم دونوں نے سچ سچ کہہ دیا۔ مگر میری نوبہو کو بطور گواہ واقعہ گردان کر مجھے قتل کے جرم میں گرفتار کر کے جوڈیشل حوالات میں دے دیا۔ اور کئی دن تک دیئے رکھا۔ میں حوالات میں بھجن سمرن کرتا تو میرے ساتھی قیدی مجھے مخول کرتے، آخر ایک دن تنگ آ کر میں نے اونچی آواز سے پکارا۔ اے ستگورو! تم تو کہتے ہو کہ میں ہر جگہ اجاڑوں۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنے سیوک کے ساتھ ہوں۔ اب تم کہاں گئے ؟ کیوں میری مدد نہیں کرتے ؟" یہ کہہ کر سمرن بھجن میں بیٹھ گیا۔ تو مجھے تھوڑی دیر بعد ساتھ کے قیدیوں نے بلا کر کہا کہ جاؤ تم کو تھانیدار رضا حب

بلا رہے ہیں۔ چنانچہ مجھکو ہتھکڑی لگا کر پولیس کپتان کے محکمہ میں لے گئے۔ وہاں ڈپٹی صاحب میرے کاغذ لے کر آئے اور کاغذوں کو اُلٹا پلٹا کر دیکھا۔ اور کہا کہ اِس سِکھ کے خلاف کوئی جُرم پایا نہیں جاتا۔ اِس پر صاحب بہادر نے مجھے ہتھکڑی کھُلوا کر رہا کر دیا۔ مَیں اچانک گھر آگیا۔ تو میری نونہہ وسب حیران ہوگئے۔ یہ سب ستگُورو کی دیا تھی۔

آج یکم مئی ۱۹۴۵ء کو کسی بی بی کی وفات کا بھوگ شام کے وقت پڑھا گیا۔ اُس کے بعد مستانہ بلوچستانی بمعہ چند دیگر ہمراہیوں کے جو کہ خراسان وغیرہ سے آئے تھے۔ ایک بورا مُردہ ست سنگیوں کی ہڈیوں وغیرہ کا لے کر کھڑا ہوا کہ ہم بڑی مشکل سے پانچ مُردہ ست سنگیوں کی راکھ دریائے بیاس میں ڈالنے کے لئے لائے ہیں۔ راستے میں جب ہم نے بلوچستان کی حد کو پار کر کے سِندھ کی سرحد میں داخل ہونا تھا تو پولیس نے گھیر لیا۔ ہمارے پاس چالیس اُونٹ تھے۔ اور ہماری تلاشی لے کر چند آدمیوں کو زیرِ حراست کر لیا۔ مَیں نے تھانیدار صاحب کی بہت منت کی۔ ایک ہزار روپیہ رشوت کا بھی پیش کیا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ رات کے ڈیڑھ بج گئے جنگل کا مقام نہ کوئی یار نہ مددگار۔ ہمراہیوں کو چھوڑ کر جانا بھی مُناسب نہ سمجھا۔ آخر کار تنگ آ کر ستگُورو سے پکار کی تو کیا ہوا کہ تھانیدار صاحب نے مجھکو خود بُلایا۔ اور کہا بھائی تم اپنے ساتھیوں کو لے جاؤ۔ اپنا اسباب بھی لے جاؤ۔ کوئی طاقت میرا گلا گھونٹ رہی ہے۔ مستانہ نے کہا کہ آپ ایک ہزار تو لے لیں۔ مگر اُس نے کہا مَیں نہیں لوں گا۔ میری جان چھوڑو چنانچہ سب کو چھوڑ دیا۔ اور ہم صحیح سلامت یہاں پہنچ گئے ہیں۔ دھن ستگُورو!

پھر کہنے لگا۔ کہ مُرشد کامل کو ملنے سے پہلے مَیں کئی سال تک رِشی کیش ہردوار تپوون وغیرہ مقامات میں گُورو کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہا۔ جب بلوچستان میں گیا تو میری والدہ و بیوی مجھ سے لڑنے لگیں کہ ہم کو کما کر کھلاؤ۔ مَیں نے اُن کو چھوڑا اور سادھو ہو کر ست نارائن کی کتھا کرواتا۔ اور لوگوں کو تعویذ وغیرہ دیتا۔ جن سے کئی ایک کا بخار اُتر جاتا۔ ایک سادھو اُس وقت میرے پاس آ کر کہتا مستانا تم ہو تو بھگت مگر جاؤ گے نرک کو۔ تم جاؤ بیاس میں تم کو پُورا گُورو ملے گا۔ یہ کہہ کر وہ سادھو تو غائب ہوگیا۔ جب مَیں بیاس پہنچا۔ تو مَیں نے لوگوں سے پتہ لیا کہ آیا یہاں کوئی جٹا دھاری یا بھگوے کپڑوں والے مہاتما رہتے ہیں۔ انھوں نے کہا نہیں۔ یہاں تو سفید پوش رادھا سوامی مہاتما رہتے ہیں۔ جب ڈیرے آیا۔ تو حضور مہاراج جی وہاں نہ تھے۔ سرسے گئے تھے۔ چنانچہ بصد مُشکل مَیں بھٹنڈہ پہنچا۔ وہاں ایک مسلمان سپاہی نے مجھے پکڑ لیا۔ کہ تم کو فوج میں بھرتی کروں گا۔ یہ لو میرا حُقّہ اور بستر اُٹھاؤ۔ اور اِن کو گاڑی میں رکھو۔ مَیں نے سرسے جانا ہے۔ تم بھی وہاں چلو۔ یہ لو پیسے دو ٹکٹ سرسے کے لے آؤ۔

چنانچہ میں ٹکٹ لایا۔ اور اُس کے ساتھ سوار ہو کر سرسے پہنچا۔ وہاں سے بھاگ کر شہر میں گیا تو پتہ لگا، حضور گاؤں میں ہیں۔ چنانچہ وہاں پہنچا۔ اور نام لیا۔

آج ۹ مئی کی صبح کو ۸ بجے ڈیرے سے روانہ ہو کر ۹ بجے ست سنگ گھر امرتسر پہنچے۔ وہاں صرف ۵۔ ۶ منٹ آرام کرکے حضور ایک کوٹھی میں ست سنگ کرنے کے لئے پدھارے۔ وہاں بہت سی خلقت جمع تھی۔ پنڈال بنا ہوا تھا۔ اور شامیانے کے نیچے دریوں پر مرد۔ اِستری براجمان تھے۔ وہاں گورو گرنتھ صاحب میں سے پہلی پادشاہی کا شبد "ہر سا میت نہیں میں کوئی۔ جن تن من دِیا سُرت سموئی" لیا گیا حضور نے خُوب دیاکھیان کیا۔ شام کو ۵½ بجے امرتسر ست سنگ ہال میں ست سنگ ہوا۔ اور جیٹھ کی سنگرانت نزدیک ہونے کی وجہ سے بارہ ماہا گورو ارجن دیو کا پڑھا گیا۔ پھر حضور رادھا سوامی دیال کی پوتھی نظم میں سے بنتی پڑھی گئی۔ اِس کے دوران میں سنت تیجا سنگھ مہنت نرملا اکھاڑہ امرتسر تشریف لائے۔ اور "گورمت سِدھانت" پر وِچار کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ آپ کی اِس پوتھی کی بھومکا سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے رادھا سوامی کا کوئی نیا مذہب نہیں نکالا۔ حضور نے فرمایا۔ بالکل سچ ہے۔ جو تعلیم دسوں گورو صاحبان کی ہے یعنی سُرت شبد کا ابھیاس۔ وہی رادھا سوامی کی تعلیم ہے۔ اور سوامی پد گورو گرنتھ صاحب کے بموجب کُل مالک کی آخیر اوستھا کا نام ہے۔ حضور سوامی جی مہاراج نے اِس کے آگے رادھا یعنی رُوح کا لفظ لگا دیا۔ کہ رُوح کا مالک۔ اور کوئی مت بھید نہیں ہے۔ وہاں سے ۹ بجے کے قریب چل کر دس بجے رات کے ڈیرے آپہنچے۔ راستے میں کار میں حضور نے کئی دفعہ اپنے چرنوں سے اُوپر کھجلایا۔ جس سے میں نے محسوس کیا۔ کہ ابھی تک خارش کا بقایا ہے۔

سردار کرپال سنگھ نے امرت سر ست سنگ میں دیاکھیان دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

ہر چہ ما کردیم برخود ہیچ نابینا نہ کرد ؛ درمیانِ خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

۱۱ مئی کو گورو سیوا کا مضمون لیا گیا۔ "گورو کی سیوا گاکھڑی"۔ اور اُس کے بعد "سنتاں کی ہوئے داس ری توں ایہو آچار اسکھ ری۔ سرب گناں گُن ادتموتوں بھرتا دُور نہ بکھری"۔ لیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ جو سیوا گورو کو منظور ہو وہی سیوا کرنی چاہیئے۔ جو سیوا اُن کو منظور نہ ہو وہ سیوا نہیں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ جب میں کہتا ہوں کہ کوئی مجھکو متھا نہ ٹیکے تو ویسے کرنا لازم ہے۔ "ایہہ من مندر آپنا ہر نام مجیٹھے رنگ ری ؛ تیاگ سیانپ چاتری تو جان گوپالے سنگ ری"۔ مجیٹھ کا رنگ پکا ہوتا ہے۔ کپڑا پھٹ جائے مگر رنگ نہیں اُترتا۔ اِسی طرح نام کا رنگ پکا ہے۔ دُنیا کے سب رنگ کچے اور پھیکے ہیں۔ دھن۔ دولت۔ حکومت۔ جوانی حُسن۔ خاندان۔ بیٹے۔ بیٹیاں۔ اِستری۔ دُنیا کے رشتہ دار

ہاٹ۔ حویلی یہ سب ایسے نشے ہیں۔ جو ایک نہ ایک دن ضرور اُترتے ہیں۔ مگر نام کا مزہ جن کو آگیا وہ نہیں چھوٹتا۔ نام سے مُراد اُس شبد یا ध्वनि سے ہے۔ جو ہر وقت آدمی کے دماغ میں ہو رہی ہے۔ اور جس نے سب دُنیا بنائی۔ پھر بتایا کہ لوگ مجھکو اپنے راستے پر چلانا چاہتے ہیں۔ مگر مَیں دل میں ہنستا ہوں کہ یہ اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ سیانے اور چتر خیال کرتے ہیں۔ سنتوں کے سامنے چترائی چھوڑ کر سیدھا اور دین ہو کر برتنا چاہیئے۔

۱۲ مئی کو حضور نے خود ست سنگ شام کو فرمایا۔ حاضری زیادہ نہ تھی۔ راگ سُوہی محلہ ۳ کا شبد لیا گیا۔

نانے ہی تے سب کچھ ہوا ⁂ بن ستگورو نام نہ جاپے
گُورُو کا شبد مہا رس میٹھا ⁂ بن چاکھے ساد نہ جاپے
کوڑی بدلے جنم گنوایا ⁂ چینیس نا ہی آپے
گُورمُکھ ہووے تاں ایکو جانے ⁂ ہووے دُکھ نہ سنتاپے
بلہاری گُورو آپنے وِٹوں ⁂ جن ساچے سیوں لِو لائی
شبد چینیس آتم پر گاسیا ⁂ سہجے رہیا سمائی
گُورمُکھ گاوے گُورمُکھ بُوجھے ⁂ گُورمُکھ شبد ویچارے
جیو پِنڈ سب گُورو تے اُپجے ⁂ گُورمُکھ کاج سنوارے

وغیرہ وغیرہ

مطلب یہ کہ سب دُنیا نام یعنی اِسم اعظم نے بنائی ہے اور نام بغیر گُورو کے نہیں ملتا۔ یہ نام یا شبد یا آکاش بانی ایسی مزے دار ہے کہ جنہوں نے اِس کا مزہ چکھا ہے وہی جانتے ہیں دُنیا دار لوگ اپنی زندگیاں مُفت دُنیاوی دھندوں اور تعلقات میں برباد کر دیتے ہیں۔ چاہیئے تھا کہ اُس نام کا کھوج کرتے اور اُس کو پاتے جو کہ واحدُ لاشریک ہے۔ شبد کو پکڑ کر رُوح کا پتہ لگا جب رُوح پر سے تینوں غلاف ستھول سُوکشم۔ کارن شریروں کے اُتر گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضور سوامی جی کی وقت میں بھی ست سنگی اور ست سنگوں کے جھگڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اِس واسطے اُن کو یہ شبد کہنا پڑا "کہاں لگ کہوں کُٹلتا من کی۔ کان نہ مانے گُورو کے بچن کی" اس شبد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت بھی اُن کے سیوکوں میں سوامی جی مہاراج کی سیوا پر جھگڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کوئی سیوک کہتا تھا۔ یہ سیوا میری ہے تم نے کیوں لی

سوامی جی کا منشا تھا کہ سب آپس میں پریم پیار سے گذارہ کریں۔ آخرکار یہ کہا۔

اب اہنکار کرو کیا کس سے ؛ موت دھار دم دم میں برسے

جب اس دنیا میں رہنا ہی نہیں تو غرور کس چیز کا کیا جاوے۔

انسان کے نقصوں کو دور کرنے کے لیے سوائے ست سنگ کے اور کوئی اُوپائے نہیں ہے۔ تیرتھ۔ برت۔ پوجا۔ دان۔ یگیہ۔ تپ سے دِل میں غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ ست سنگ میں اپنے نقص پتہ لگتے ہیں۔ اس واسطے ست سنگ سے بڑھ کر کلجگ میں اور کوئی تیرتھ نہیں۔ مگر ست سنگ وہ نہیں، جہاں پُرانے راجاؤں کی تواریخ پڑھی جاوے۔ بلکہ ست سنگ وہی ہے۔ جہاں کہ کُل مالک ست پرش دیال کی مہماں ورنن ہوتی ہے۔ جیسے گورو نانک صاحب نے کہا ہے "ست سنگت کیسی جانیئے ؛ جتھے اِکو نام وکھانیئے۔" یعنی جہاں دُھن آتمک نام کی مہماں ہو۔ باجے بجانے وگانے کا نام ست سنگ یا ہری کیرتن نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا کہ سنتوں کا حکم ماننا چاہیئے۔ خواہ ظاہرا وہ ہماری عقل و فہم کے برعکس ہی ہو۔ کیونکہ سنتوں کی گتی اور سمجھ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جیسے تلسی داس جی نے کہا ہے "جو کوئی کہے سنت کو چینہا۔ تلسی ہاتھ کان پر دینا۔" ویسے ہی مولانا روم نے کہا ہے۔ ؎

شیخ را کہ پیشوا و رہبر است ؛ گر مرید امتحان کرد اُو خر است

چُوں نہ گنجد او بمیزانِ خرد ؛ پس ترازوے خرد را بر درد

خواجہ حافظ نے بھی فرمایا ہے ؎

بمے سجادہ رنگین کُن گرت پیرِ مُغاں گوید ؛ کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزل ہا

۱۴ر مئی کو جیٹھ کی سنکرانت ہونے کی وجہ سے بڑے ست سنگ ہال کے باہر صبح کے ۹ بجے ست سنگ بارہ ماہا گورو گرنتھ صاحب میں سے کیا گیا۔ اس کے بعد جب پرشاد بٹ رہا تھا۔ تو ایک بی بی نے میراں بائی کے دو شبد اور ایک شبد کبیر صاحب کا پڑھ کر سنایا۔ جن میں بڑا فراق اور سوز تھا۔ کبیر صاحب کا شبد یہ تھا۔

گھونگھٹ کے پٹ کھول ری۔ ! توہے پیو ملیں گے

گھٹ گھٹ رمتا رام رمیّا کٹک بچن مت بول ری۔ توہے۔

دھن جوبن کا مان نہ کیجئے جھوٹھا پچرنگ چول ری۔ توہے۔

کہت کبیر سنو بھئی سادھو انحد باجت ڈھول رے۔ توہے۔

باب آٹھواں

حالات دورہ بھوٹہ و کالو کی بڑ

۱۶ر مئی کو صبح کے ۷ بجے اپنی کار میں جالندھر میں سے ہوتے ہوئے ہوشیار پور صبح کے ½ ۹ بجے پہنچ گئے۔ وہاں سے بھوٹہ تحصیل ہمیر پور کو جانا تھا۔ کیونکہ وہاں کے اِرد گرد کے ست سنگی ایک بڑا سا ست سنگ گھر بنا رہے ہیں۔ اُس کو دیکھنے جانا ضروری ہے۔ بھوٹہ اُونہ سے ۲۵ میل پرے منڈی کو جاتے والی سڑک پر ہمیر پور ضلع کانگڑہ سے ۷ میل پر واقعہ ہے۔ مگر یہ ساری سڑک کچی ہے۔ جا بجا پانی کے نالے و جوہڑ و سوال میں سے جانا پڑتا ہے اور چڑھائی اُترائی بہت کافی آتی ہے۔ روڑے جا بجا کئی میل تک بچھے ہیں۔ جن پر سے کار کو جانا پڑتا ہے۔ اِس واسطے کرایہ کی کار لے جانی مناسب سمجھی گئی۔ کرایہ کا ریٹ ۹ر آنے فی میل ہے۔ گویا آمد و رفت ۷۰۔۸۰ روپے ایک کار کا خرچہ آتا ہے۔

ہوشیار پور سے ۱۱ بجے کی سروس میں وِکٹری ٹرانسپورٹ کمپنی کی کار لے کر روانہ ہوئے۔ اُونہ شہر سے وَرے دائیں ہاتھ کو مڑ جاتے ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی کا زور تھا۔ بہت سا حصہ کچی سڑک کا اونچا نیچا شکستہ اور پتھریلا ہے۔ اِس کے بعد بڑی سخت چڑھائی آتی ہے۔ اُس چڑھائی کی چوٹی پر تلائی نام ایک بازار آتا ہے جس کے پاس رانی صاحبہ منکوٹی نے ایک بڑے بڑ کے درخت کے نیچے پختہ چبوترہ مسافروں کے آرام کے لئے بنا رکھا ہے۔ اور راجہ صاحب کٹھرتے ایک پختہ سرائے بنا رکھی تھی۔ وہاں پہنچ کر اُونہ کی گرمی سے اور گرم ہوا سے نجات مل جاتی ہے۔ وہاں نہ گرمی ہے نہ زیادہ سردی۔ وہاں حضور کی ایک سیوک بی بی رہتی ہے۔ اُس کا پتی حلوائی کی دوکان کرتا ہے۔ اُس نے بڑا پریم ظاہر کیا۔ سرائے میں جھاڑو دے کر چارپائیاں لگا دیں۔ ٹھنڈے پانی کا گھڑا بھر کر لے آئی۔ اور ہم نے جو کھانا ہمراہ لائے تھے۔ سفر میں بڑے آنند سے کھایا۔ اور وہاں سے پھر اُترائی شروع ہو گئی۔

راستے میں جا بجا پانی کو کاٹ کر جانا پڑا۔ بہت سی اُترائی کے بعد پھر کچھ دیر تک سیدھے جا کر پھر چڑھائی شروع ہو گئی۔ بڑسر کا تھانہ و آبادی بڑی اونچائی پر واقعہ ہے وہاں ہم نے کار کو ٹھہرا کر پانی پیا۔ اور بنی بگی کے پاس سے ہوتے ہوئے آگے گئے۔ راستے میں ڈنڈا تھوہر، بانس اور آم کے درخت دیکھنے میں آئے۔ بہت

سی خچریں اور اونٹ مال سے لدے ہوئے اوپر جاتے ہوئے راستے میں ملے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہوشیارپور کے راستے بہت بڑی تجارت اِس سارے پہاڑ میں جاری ہے۔ جہاں کہیں شمار آبادی معلوم ہوتی ہے گاؤں شاذ و نادر ہی اکٹھے آباد ہوئے ہیں۔ لوگوں نے اپنی اپنی زمین میں خوبصورت بآرام مکان بنا رکھے ہیں۔ آموں کے درخت تو بہت سے گزشتہ جاڑے کی سخت برف باری کی وجہ سے سوکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جابجا ٹین کے کنستر دکھائی دے رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ نیچے سے خالی ٹین خچروں پر لدے ہوئے آرہے ہیں۔ یہ سب ٹین یہاں کے چیل کے درختوں میں سے گندہ بیروزہ بھر کر پھر نیچے جاوینگے۔ یہاں سفر خوشگوار ہے۔ ہوا گرم نہیں مگر سڑک میں جابجا گڑھے ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی ہماری کار زور سے نیچے جاتی ہے اور کبھی یکایک اوپر اُٹھتی ہے۔

شام کے ۵ بجے ہم بھوٹے پہنچ گئے۔ اگرچہ ہوشیارپور سے صرف ۵۵ میل کا فاصلہ ہے۔ اور میدانوں میں پکی سڑک پر یہ راستہ ۲ گھنٹے سے زیادہ کا نہیں مگر ہم کو ۶ گھنٹے لگے۔ یہاں آکر دیکھا کہ ایک پہاڑی پر T کی شکل کا دو منزلہ ست سنگ گھر بنا ہوا ہے۔ مگر ابھی تک چھت نہیں پڑی۔ سب سے اوپر سلیٹ کی چھت ہوگی۔ اور درمیان میں لکڑی کے پھٹے لکڑی شہتیروں پر ڈالے جاویں گے۔ ہم کو اس بلا چھت کی عمارت میں ٹھہرایا گیا۔ آس پاس کوئی موزوں جگہ ہماری رہائش کے قابل نہ تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ رات کو اندر بڑے آرام سے سوئے۔ دوسرے دن صبح کو ۹ بجے سارے چین نظم میں سے "ست گور کا نام پکارو۔ ستگور کو ہردے دھارو" لیا گیا۔ ساری عمارت کا ملاحظہ کیا گیا۔ اور منتظم لوگوں سے کہا گیا کہ برسات سے پہلے پہلے چھت ختم کرنے کی کوشش کریں۔

بھوٹہ ایسی جگہ ہے جہاں سے ہمیرپور، میل سُجان پور ٹیرا۔ نادون وغیرہ نزدیک ہیں۔ اور منڈی۔ بلاسپور سکیت بھی دُور نہیں۔ اِن سب ریاستوں کے لوگ یہاں آسانی سے پیدل آکر ست سنگ سُن کر واپس جاسکتے ہیں۔ اُن کے لئے بیاس ڈیرے جانا بڑا مشکل ہے۔ اور آمد و رفت میں تکلیف اور تضیع اوقات کے علاوہ بڑا بھاری خرچ آتا ہے۔ جو یہ غریب پہاڑی لوگ برداشت نہیں کرسکتے۔ اِس ست سنگ ہال کے کھلنے سے اِن سب ریاستوں کے ست سنگیوں کو بڑا بھاری فائدہ پہنچے گا۔ اس پہاڑی کے نیچے قریب ہی کھڈ میں پانی بہہ رہا ہے۔ اور پانی پینے کے لئے نزدیک ہی باؤلی ہے۔ یہاں بارہ مہینے پانی نہانے، دھونے اور پینے کے لئے کافی مل سکتا ہے۔ بھوٹہ میں بازار بھی کافی بڑا ہے۔ جہاں سے دودھ۔ مٹھائی وغیرہ سب چیزیں مل سکتی ہیں۔

ست سنگ کرنے کے بعد ڈیڑھ بجے یہاں سے کار میں روانہ ہو کر ۶۔ ۷ میل پرے لدرور گئے۔ وہ جگہ بھوٹے سے زیادہ اونچی اور زیادہ ٹھنڈی ہے۔ دھوپ کافی تھی۔ جاتے ہی کمرے میں ئیں تو

پلنگ پر سو گیا۔ اور ۴ بجے تک خوب سویا۔ حضور مہاراج جی کُرسی پر براجمان لوگوں سے ملاقات کرتے رہے۔ اور شام کو ۵ بجے ست سنگ کرنے لگے۔ "پکھ بوہتھا لادیا پڑیا سمند منجھار" گورو گرنتھ صاحب میں سے اور "کھوجت رہی پیا پنتھ مرم کوئی نیک نہ گایا۔" سار بچن نظم میں سے لئے گئے۔ اس کے بعد گاڑی میں سوار ہو کر ۷½ بجے قریب ہوتے ست سنگ گھر واپس آ گئے۔

یہاں یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بی بی دھرم دیوی نے کالو کی بڑ میں پانی کی قلت اور حضور کی آمد و سادھ سنگت کے اجتماع کا خیال کر کے حضور کو پوسٹ کارڈ لکھا کہ جب آپ تشریف لادیں تو تشریف آوری سے پہلے اندر دیوتا کو ضرور روانہ کر دیں۔ ۱۷ مئی کی رات تھی۔ ۱۸ مئی کی رات کو حضور نے کالو کی بڑ پہنچنا تھا۔ موسم بالکل خشک اور دھوپ تیز تھی۔ بارش وغیرہ کا وہم و گمان ہی نہ تھا کہ ایکا ایک جب حضور اور ہم دونوں رات کے ۹ بجے کھانا کھا رہے تھے زور کی آندھی آئی۔ اس کے پہلے جھونکے سے ہی ہماری تھالیوں میں مٹی بھر گئی اور پانی پڑنے لگا۔ ہمارے سر پر کوئی چھت نہ تھی۔ روٹی چھوڑ بستر باندھ نیچے دوکان میں سب سامان لے گئے۔ ساری رات مینھ برستا رہا۔ کالو کی بڑ میں بھی خوب برسا۔

دوسری صبح ہی ۹ بجے چل کر اُونہ سے ہوتے ہوئے ہوشیار پور دن کے ایک بجے کے قریب بھوکے پیاسے پہنچے۔ اُونہ میں بھی سنگت جمع تھی۔ ہوشیار پور میں بھی باوجود پروفیسر صاحب کے اِصرار کے ہم نے صرف پانی پیا۔ وہاں سے ۲½ بجے روانہ ہو کر شام کے ۴ بجے کالو کی بڑ آ پہنچے۔ یہاں بھی موسم سردی مائل تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ کوئی گرم واسکٹ یا بنیان یا کوٹ لے کر نہیں آیا تھا۔

کالو کی بڑ میں عمارتوں میں بڑی اصلاح اور ترقی ہو گئی ہے۔ ہماری جائے رہائش و دفتر کے اِرد گِرد چاروں طرف برآمدہ چھتا جا چکا ہے اور پتھر کا زینہ لگ چکا ہے۔ رسوئی و غسل خانے سب مکمل ہو چکے ہیں۔ اور سنگت کے لئے لنگر گھر و سٹور رُوم و رہائشیوں کے لئے شیڈ ڈالے جا چکے ہیں۔ پانی چھت پر سیمنٹ کے حوض میں جمع کیا جاتا ہے۔ اب یہ جگہ بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتی ہے۔ موسم بہت عُمدہ، نہ سردی نہ گرمی، ہوا معتدل، خاموشی و نظارہ دلکش ہے۔ حضور نے بہت پسند فرمایا۔ اور خیال ظاہر کیا کہ جولائی۔ اگست۔ دو مہینے یہاں پر گُذارے جاویں۔ یہ جگہ صحت کے لئے بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔

کل شام کو صرف ایک شبد گورو گرنتھ صاحب میں سے محلہ ۵ کا "نین ہو نیند پر درشٹ وکار۔ سردن سوئے سُن نند دچار۔ رسنا سوئی لوبھ میٹھے ساد۔ من سویا مایا بسماد۔" "اسگل سہیلی اپنے رس ماتی۔ گرہ اپنے کی خبر نہ جاتی۔" مطلب یہ کہ سب حواسِ خمسہ اِس دُنیا کی لذات میں محو ہو کر اس دُنیا سے بے خبر ہو گئے۔ اور من بھی دُنیا کے نظارے دیکھ کر اُس سُو گشتم دُنیا سے بے خبر ہو گیا۔ اور سب اپنے اصلی گھر سے گُمراہ ہو گئے۔ اِس غفلت سے جاگنے کے لئے پُورا گورو۔ نام اور نام کا ابھیاس

ضروری ہے ماں باپ۔ دُنیا کے رشتہ دار ہماری مدد نہیں کر سکتے۔ کام۔ کرودھ۔ آدک پانچ رہزن ہمارے شریر کے شہر کو حسب مرضی لُوٹ رہے ہیں کیونکہ شریر کے شہر میں پہرہ دینے والے پانچ حواس خمسہ اور من اور آتما سب بیخبر گہری نیند سو رہے ہیں۔ اور جو امرت شریر میں پرماتما نے آتما کے واسطے رکھا تھا۔ اس کو وہ ڈاکو پی رہے ہیں اور یہ مُورکھ دُنیا کے کھٹے میٹھے سواد اور شہوت۔ دھن جائیداد وں کے نشے میں چُور ہو کر اپنی اصلی اور دائمی دولت امرت سے محروم ہے۔ جب مر گیا خالی ہاتھ جاویگا۔ اور فائدہ تو کیا اپنی اصلی پُونجی یعنی عمر کو کھو کر سر پیٹتا ہوا نرک یا چوراسی میں ڈالا جاویگا۔ یہ اس واسطے کہ نہ تو جیتے جی پُورے گورُو کی تلاش کی اور نہ ہی پُورے گورُو کی ہدایت کے بموجب بھگتی کی۔

۹ مئی آج مُفصلہ ذیل خط ایک ست سنگی کا ملا۔ گور مُکھی میں لکھا ہوا۔

"میرے پریتم جی۔ میری غلطی معاف کرنی جی۔ مجھ غریبہ پر دُنیا کی درشٹی کرنی جی۔ ایک دن میں بھجن میں بیٹھا۔ ایک کالا نِشان گھٹتا بڑھتا دیکھا۔ بیچ میں روشنی آتی تھی۔ رُوح اندر گئی بن۔ باغیچے۔ مندر۔ اُونچی نیچی گھاٹیوں پر جا رہے تھے۔ پیرو مُرید۔ رفتار بہت تیز تھی۔ جیسے آتش بازی جاتی ہے۔ ایسے تیزی سے جا رہے تھے۔ آگے ایک جگہ آئی سُہاونی سُندر۔ آسے پاسے ستارے چمکتے معلوم ہوتے تھے۔ یہ جگہ چونکری ہے۔ اسمیں ایک نگن بالک دیکھا۔ یہی بالک جھُولنے میں جھُولتا دیکھا۔ بجلی کی چمک دیکھنے میں آتی تھی۔ روشنی اتی سیتل تھی۔ آگے ایک شہر دیکھا۔ بہت سی استریاں ہاتھ جوڑ کھڑی تھیں۔ چُپ سی۔ کچھ نہیں بولیں۔ مَیں نے سنگورُو سے پُوچھا جگہ کا نام۔ پریتم جی نے بتایا یہ اندرپوری کی پریاں ہیں۔ آگے بشن پوری۔ شِوپوری۔ بہت سی پوریاں دیکھنے میں آئیں۔ انیک طرح کے مندر دیکھے۔ پھر ایک آدمی سُنہری رنگ کا مُونڈھے گوڈے مار کے بیٹھا تھا۔ سر جھکائے ہوئے تھا۔ مَیں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تُساں فرمایا یہ دھرم راجہ ہے۔ پھر ایک ٹانگا ملا جسمیں چار پانچ ست سنگی تھے۔ ساتھ آپ اور مَیں بہت تیزی سے جا رہے تھے آگے بہت سا پانی دکھائی دیا۔ مَیں نے پُوچھا۔ اسکو کیسے پار کرینگے۔ تو آپ نے ایک طرف دیکھا تو بیڑی آ گئی۔ اُس میں بیٹھا سنگورُو جی نے پار کیا۔ آگے بہت پرکاش میں پہنچے تو سنگورُو جی نے میرا ہاتھ پکڑ چھاتی سے لگا لیا۔ دو سے ایک ہو گئے۔ پریتم نے سکھوہ کو اپنے میں جذب کر لیا۔ یہ کوتک کر کے مہاراج جی اتی انت پرکاش میں ایسے چھُپ گئے جیسے آکاش میں بادل گھٹتا بڑھتا مل جاتا ہے۔ پھر رُوح اُداس ہوئی تو شہنشاہ ٹھاٹھ سے بن ٹھن کے سنگھاسن پر براجمان ہو کر پرکاش سے نکل آئے۔ رُوح کو بہت خوشی ہوئی۔ اُسکے کچھ دن بعد ایک پُرش دیکھا۔ اُسکے روم روم میں آپکا سرُوپ ایسے سُہاتا تھا جیسے لال جڑے ہوئے ہیں۔ اس بات کا مجھے پتہ دینا کہ یہ کیہڑی رُوح تھی"

استری شادی کی کسی بات پر جبکہ ہم کار میں بہوتہ سے اُدنہ کو آ رہے تھے حضُور نے دو لطیفے سُنائے۔ اوّل یہ کہ ایک کھتری ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈالے ہوئے جنگل میں اکیلا جا رہا تھا کہ راستے میں پٹھانوں نے اُسکو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ یا تو یہ کڑے اُتار کر ہمارے حوالے کر دو یا مُسلمان ہو جاؤ۔ کھتری نے دل میں سوچا کہ کڑے قیمتی ہیں کیوں نقصان

اُٹھاؤں۔ اگر مسلمان ہو گیا تو گھر جا کر بھرشٹ ہو جاؤنگا۔ یہ سوچکر اُس نے پٹھان کو جواب دیا میں مسلمان ہوتا ہوں مجھے کلمہ پڑھاؤ۔ اب پٹھانوں کو کلمہ خود بھولا ہوا تھا۔ پڑھائیں کس طرح۔ ایکدوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اور بولے کہ نہیں تم کرسٹے نہ جاؤ۔ کھتری نے اصرار کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اس پر پٹھانوں نے شرمندہ ہو کر اُسے چھوڑ دیا۔

اسی طرح ایک کوتوال میاں شاہ محمد اپنے علاقہ میں گھوڑا خریدنے گئے اور ایک گنوار سے ایک گھوڑا ایک سو روپیہ میں مول لیا۔ مگر روپے ساتھ لیکر نہیں آئے تھے۔ گنوار کو کہا کہ میں گھوڑا لے جاتا ہوں تم نے شہر آجانا۔ اور مجھے لے جانا میرا نام شاہ محمد ہے سارا شہر مجھے جانتا ہے کسی سے پوچھکر میرے گھر آجانا۔ چنانچہ دو تین دن بعد گنوار شہر میں گیا۔ مگر اُسکو شاہ محمد نام تو بھول گیا۔ کالا محمد یاد رہا۔ شہر میں ہر ایک سے پوچھتا پھرا میاں کالا محمد کا گھر کہاں ہے۔ کون بتاوے۔ آخر کار جب شام ہو گئی تو ایک دانا آدمی اُسکو ملا۔ اُس نے سوچا کہ یہ گنوار نام بھول گیا اُسکو میاں شاہ محمد کے پاس لے گیا تو گنوار نے بہت غصے میں آکر کوتوال صاحب کو کہا کہ آپ تو کہتے تھے کہ شہر کا بچہ بچہ آپکا نام جانتا ہے مگر آپکو تو آپکے پڑوسی بھی نہیں جانتے۔ کوتوال نے کہا کیا نام پوچھا تھا۔ وہ بولا۔ کالا محمد ہی تم نے بتایا تھا۔ اُس نے کہا کہ بے شک تیرا قصور نہیں میرا ہی قصور ہے کہ تیرے جیسے بے وقوف سے پالا پڑا۔

کالو کی ٹر میں ۲۴ مئی کی صبح تک ٹھہرینگے اور یہاں ہر روز شام کو ۸ بجے سے ۹ بجے تک ست سنگ حضور خود فرماتے ہیں حاضری کئی ہزار کی ہو جاتی ہے۔ ایکدفعہ "گورو گورو میں ہر دنے حلاقی"۔ ایکدفعہ "کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے"۔ کبیر صاحب کی بانی میں سے اور پھر ایکدفعہ گورو ارجن دیو کا شبد "صورت دیکھ نہ بھول گنوار اے عقل تہارا اچھیو ٹھ پسارا"۔ لئے گئے۔ یہاں موسم خوشگوار ہے۔ رات کو اندر سو سکتے ہیں۔ ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چلتی رہتی ہے۔ صرف صبح کے دس بجے کے بعد دھوپ میں پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر شام کو ۶ بجے باہر پھر سکتے ہیں۔ یہاں سے گوپی پور ڈیرہ تحصیل کانگڑہ بالکل ساتھ ملتی ہے۔ اُس تحصیل کے گاؤں ٹیری اور دیگر دیہات کی پہاڑیاں اور مزروعہ اراضیات کالو کی ٹر یعنی موضع برینٹ تحصیل اُونہ سے ملحق ہیں۔ آج ۲۳ مئی کی صبح کو ۸ اداسیوں اور شام کو ۵ بجے ہندوؤں کو نام دیا گیا۔ کل صبح ۷-۸ بجے ڈیرے واپس روانہ ہونگے۔

۲۴ مئی کی صبح کو پونے ۷ بجے کالو کی ٹر سے کار میں روانہ ہو کر ۹ بجے کے قریب ہوشیار پور ٹریولیس ڈیرہ کیمپ کے آپہنچے۔ یہاں فیصر صاحب کی ایک لڑکی جسکی عمر ۴-۵ سال کی ہے کہا جاتا ہے کہ پہلے جنم کا حال بتاتی ہے کہ پہلے جنم میں ایک ہوشیارپور میں فلاں ٹھیکہ سیلر کی لڑکی تھی۔ اور فلاں فلاں میری بہن تھی۔ ہمارا گھر محلہ دکھیلا تو الہیں تھا۔ اُسکی والدہ نے بتایا کہ جب ۲ سال کی تھی تب بھی یہ کہا کرتی تھی کہ میری بہن فلاں۔ میری بہن فلاں۔ میرا بھایا فلاں تھا۔ چنانچہ آخر کار اُسکو تانگہ میں بٹھا کر اُس بازار میں لے گئے تو اپنے باپ کو پہچان لیا۔ نوکر کا نام بتایا تو اُس دکاندار نے کہا کہ وہ تو نوکری چھوڑ کر چلا گیا۔ اور پھر گھر میں گئی اور کہا یہ میرا غسل خانہ ہے۔ یہ میرا ٹرنک ہے یہ میرا بھایا بھایا تو پتلون نہیں پہنتا تھا۔ نہ اسکے ہاں بابا جی (حضور مہاراج) آیا کرتے تھے۔

ہوشیارپور سے روانہ ہو کر جالندھر نصف گھنٹہ میں آپہنچے۔ وہاں ½۱ گھنٹہ ٹھہرے۔ میں نے بازار سے کچھ سامان خریدنا تھا۔ پھر وہاں سے چلکر دن کے ½۱۲ بجے ڈیرے آپہنچے۔

باب نواں

حالات قیام ڈیرہ

۲۴ رمئی کی شام کو گورو گرنتھ صاحب میں سے ست سنگ ہوا۔ حضور کی صحت اچھی نہیں ہمیشہ صحت کی شکایت کرتے ہیں مگر کام برابر کیئے جا رہے ہیں۔

۲۵ رمئی کی شام کے ست سنگ میں سوامی جی کی سار بچن نظم میں سے یہ شبد لیا گیا۔ جو کہ پرمارتھ کی جان ہے۔

گور کیوں نہ سمہار	تیرا نرتن بیتا بھرم میں
دار اُست پر بوار	تِنگین سنگ کیوں کھودئی
کیوں نہیں کرت ویچار	جگ متھیا یہ ہے صحیح
من ہے بڑا گنوار، موہ رہا کر پیار	چھوٹے کیسے جار سے
گورو بناں کوئی ناہیں	جو کاڑھے اِس پھند سے
تاتے شبد کواڑ	کھولو گور کنجی پکڑ

یہ نظم ایسی سادہ وصاف ہے کہ تشریح کی ضرورت نہیں۔

سنیچروار ۲۶ رمئی کی شام کے ست سنگ میں پہلے تو سار بچن نظم میں سے "گورو گورو میں ہردے دھرتی" لیا گیا۔ سوامی جی نے اِس نظم میں یہ کہا ہے کہ یہ ہدایت اُن لوگوں کے واسطے ہے جن کو خدا تعالےٰ سے ملنے کا شوق وعشق ہے یعنی جو عاشق اللہ ہیں۔ جو لوگ دُنیا کے شیدائی و زر و زن کی محبت میں گرفتار ہیں۔ اُن کے واسطے سوامی جی فرماتے ہیں کہ میرا اُپدیش نہیں ہے۔ اُن کو گورو کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے اپنے آبائی اعتقادات ڈھیگ پر لگے رہیں۔ لیکن جو عاشق ہیں اُن کو چاہیئے کہ پہلے شبد سروپی وشبد ابھیاسی گورو تلاش کر کے اُس سے راستہ لے کر اس راستہ کی کمائی کریں۔ جو ہدایت وہ دیں اُس ہدایت پر کاربند رہیں۔ اُن کے واسطے گورو بھگتی کی تکمیل پہلی جماعت ہے اِس شبد میں آتم سے مراد سرگن برہم اور پرماتم سے مراد نرگن برہم ہے۔ اُس کے بعد کبیر صاحب کا یہ شبد لیا گیا۔

"گورو سے لگن کٹھن ہے بھائی۔

لگن لگے بن کاج نہ سری سہے - جیو پرلے ہوئی جائی (ٹیک)

جیسے پپیہا پیا سا بوند کا پیا پیا رٹ لائی - پیا سے پران تڑپ دن راتی اور نہ بھائی (۱)

جیسے ہرگا شبد سنیہی شبد سنن کو جائی - شبد سنے اور پران دان دے تنکو ناہی ڈرائی (۲)

جیسے ستی چڑھی ست اوپر پیا کی راہ من بھائی - پاوک دیکھ ڈرے وہ ناہیں ہنست بیٹھ سرا ہیں (۳)

چھوڑ دو تن اپنے کی آسا نربھے ہوئے گن گاتی

کہت کبیر سنو بھئی سادھو ناہیں تو جنم نسائی (۴)

۲۷ مئی کی صبح کو ۸ بجے ست سنگ شروع ہوا کل گورو مہاں لی گئی تھی - آج شبد یعنی ندائے آسمان کی مہما لی گئی - پہلے گورو گرنتھ صاحب میں سے راگ مارو محلہ ۳ کا شبد لیا گیا -

کایا کنچن شبد وچارا - تتھے ہر وسے جس دا انت نہ پارا وارا

انیدن ہر سیوہ سچی بانی - ہر سیوں سبد ملائیندا

ہر چیتیں رت ملہار ے جاؤ - گور کے سبد رتن میل ملاؤ

تن کی دھور لائی مکھ مستک - ست سنگت بہہ گن گائیندا

ہر کے گن گاواں جے ہر پربھ بھاواں - انتر ہر نام سبد سہاوا

گور بانی چوہ کنڈی سنئیے - ساچے نام سمائیندا"

اِس کے ساتھ ہی ملاحظہ ہو شمس تبریز :-

آمد ندائے بیچوں، نہ اندروں نہ بیروں - نہ از چپ و نہ از راست نہ از برابر آمد!

گوئی کہ آنچہ سو نیست آں سو کہ جستجو ایست - گوئی کجا کنم رو - آں سو کہ آں شہ آمد

دستور نیست جاں را کہ بگوید ایں بیاں را - ورنہ ز کفر رستے ہر جا کہ کافر آمد

مطلب یہ کہ وہ قالبِ انسان سونا ہے جو شبد یعنی ندائے بیچوں کو سُنے - کیونکہ قالبِ انسانی خُدا کے رہنے کا گھر ہے - اور خُدا اس ندائے آسمانی کے ذریعے ہی مل سکتا ہے - آگے چل کر گورو صاحب کیا خوب فرماتے ہیں -

سوجن ساچا جو انتر بھالے - گورو کے شبد ہر ندر نہالے

گیان انجن پائے گورو شبد ی - ندری ندر ملائیندا

لوگ تیرتھ - مورت - مندر - مسجد - خانقاہ - پوتھی - کتاب - گرنتھ - انجیل - قرآن - وید میں خُدا کو تلاش کرتے ہیں - مگر یہ سب غلطی پر ہیں - راہِ راست پر وہی ہے جو اپنے انتر میں خُدا کو تلاش کرتا ہے اور مرشدِ کامل سے آکاش بانی کا بھید لے کر آکاش بانی کے ذریعے اپنے انتر میں پرمیشور کو ڈھونڈتا ہے -

اک گت آئے جنم گنوائے من مکھ لاگے دوجے بھائے ÷ ایہہ دیلا پھر ہتھ نہ آوے پگ کھسیئے پچھتائیندا

وہ لوگ جو خدا کو چھوڑ کر ما سوا سے محبت کرنے لگے اُنھوں نے اپنی قیمتی عمر برباد کر دی۔ اور مرتے وقت کفِ افسوس مل کر چلے گئے۔ موقعہ کھو گئے۔ اسی طرح سوامی جی نے کہا ہے "وے کیوں آئے اس جگت میں جن ملی نہ پونجی شبد کی" اس لمبے شبد کے بعد حضوری بانی میں سے لیا گیا۔ شبد کے وشے پر۔

"دھن دھن دھن دھن پیارے کیا کہوں مہماں شبد کی"

یہ شبد سارا قابلِ مطالعہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شبد یعنی آکاش بانی یا ندائے آسمانی کے بغیر نفسِ امارہ یا من قابو میں نہیں آسکتا۔ اگر کوئی پوچھے یہ کیوں ہے۔ شبد یعنی اُس رُوحانی آواز میں کونسی خاص بات ہے۔ جو کہ من کو بس میں کر دیتی ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ شبد کی لذت سے بڑھ کر اس دُنیا میں کوئی لذت نہیں۔ اس دُنیا میں سب لذتوں سے بڑھ کر کام یعنی شہوت کی لذت عام طور پر خیال کی جاتی ہے۔ مگر حضور مہاراج جی فرماتے ہیں۔ کہ شبد میں کروروں استریوں کی لذت ہے۔ اور جب شبد کے ذریعے اُس عالمِ بقا میں رُوح چلی جاتی ہے۔ تو وہاں کی کائنات ایسی دلکش ہے کہ یہ دُنیا اُس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ تن اِس دُنیا کی لذتوں کو خود بخود چھوڑ دیتا ہے اور جب لذتوں کا چٹخارہ من نے چھوڑا تو من بس میں آ گیا۔ سنتوں کی تعلیم کے مطابق انسان کا اِس دُنیا میں آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ شبد کو حاصل کرے۔

۲۹ مئی کو صبح چل کر حضور گھومان میں قبل دوپہر پہنچ گئے۔ وہاں جا کر ۱۱ بجے بھوگ گرنتھ صاحب کا ایک شخص کے گھر جا کر ڈالا۔ پھر شام کو ۴ بجے ست سنگ گوردوارہ گرنتھ صاحب میں سے کیا۔ اور اُس کے بعد جو سڑک ست سنگ گھر گھومان کے دروازے کے آگے سے گاؤں کو جاتی ہے۔ اس کو دُرست کرواتے رہے۔ یہ سڑک پانی کی زد میں ہے۔ برسات میں بہت سا پانی پرلی طرف سے آ کر اس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ اور اس کے آگے ایک بہت بڑی جھیل سی بن جاتی ہے۔ اور گاؤں کے لوگوں کا اس طرف سے باہر کھیتوں میں جانا بالکل بند ہو جاتا ہے۔ وہ جھیل آج کل خشک تھی۔ اُس میں سے سنگت نے بڑے بڑے مٹی کے ڈھیلے کاٹ کر اس سڑک پر ڈال دیئے اور سڑک چوڑی کر دی تاکہ جب برسات پڑے تو پانی سے یہ ڈھیلے کھل کر مٹی بن جاویں۔ اور سڑک چوڑی ہو جاوے۔ دوسرے دن کچھ دن لگائی۔ کیونکہ گاؤں سے لے کر باہر کھیتوں تک یہ راستہ بالکل سیدھا ہے۔ اِس میں بہت سے مٹی کے ڈھیلے ڈال کر اُس کو بہت لمبائی تک چوڑا کر دیا گیا۔ تاکہ اُس پر سے گڈا۔ ہل اور بیلوں کی جوڑیاں گذر سکیں۔ برسات کے بعد اُس پر آک کے پودے لگا دیئے جاویں گے۔ تاکہ سڑک پکی ہو جاوے۔ اِس واسطے حضور کو ایک رات اور یہاں ٹھہرنا پڑا۔ حضور صبح کو سات سے لیکر ۱۱ بجے تک اور شام کو ۷ بجے سے لیکر ۹ بجے تک وہاں موجود رہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ رفاہِ عام کے کام بنانا بڑا اپکار ہے۔ جب تک پبلک اِن کاموں سے مستفید ہوتی رہتی ہے۔ بنانے والے کی رُوح کو ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ اِسی

واسطے حضور نے بہت سی عورتوں سے جن کے پاس پیسہ ہے، جگہ جگہ آب نوشی کے کنوئیں لگوائے ہیں۔ اور لوگوں
کے آرام کے لئے سرسہ۔ کالو کی بڑ۔ بہوٹھ اور پنجاب میں دیگر مختلف مقامات پر ست سنگ گھر بنوا دیئے ہیں۔ تاکہ
لوگ ست سنگ سنیں اور آرام کریں۔ اور وہاں آکر بھجن سمرن مالک کا کریں۔

گھوماں سے یکم جون کو دن کے ایک بجے کے قریب واپس آگئے۔ شام کو ست سنگ ہوا۔ آج ۲ رجون
کو گورو گرنتھ صاحب میں سے یہ شبد لیا گیا۔

"نہ بھیناں بھرجائیاں نہ سے سسڑیاں   سچا ساک نہ ٹوٹئی گرو میلے سیاں"

یہ شبد بڑا شاعرانہ مذاق کا ہے۔ اور دنیا کے سب رشتے جھوٹے بیان کر کے گورو صاحب فرماتے ہیں

پتن کوکے پاتنی وٹجھو دھڑک   ولاڑ   بار پونڈرے ڈٹھ میں ستگورو بوہتھ جاڑہ

اس سے پہلے فرمایا کہ جیسے دریا میں ناؤ جا رہی ہے۔ اور ناؤ مسافروں سے کھچا کھچ بھر رہی ہے۔
جب کنارہ آگیا تو سب ایک دوسرے کو چھوڑ کر اپنے اپنے راستے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں یار
دوست۔ رشتہ دار و ماں باپ سب تھوڑے عرصے کے ساتھی ہیں۔ پھر ایک دوسرے کو چھوڑ کر اپنی اپنی
راہ لیتے ہیں۔ یہ سارا کلام بڑے ویراگ اور وجد کے عالم میں بنایا گیا معلوم ہوتا ہے۔ اصل میں شاعر
کا وہ کلام سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ جو وہ اپنے آپے سے باہر ہو کر بولتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا شبد
بھی ایسا ہی لیا گیا۔

دنیا لت پیا کھات اندرا گلی گل نہ جانیا ..... تل ہیر پڑے جون گھانیا ..... لکھا ہنگے بانیا

اس میں کرموں کی جزا و سزا کا ذکر ہے۔ دنیا کے لوگ اندھا دھند زندگیاں بسر کر کے مرتے چلے
جاتے ہیں۔ یہ پتہ نہیں کہ دھرم رائے ایک ایک سانس کا حساب لے کر دوزخ میں ڈالے گا۔ جیسے کہ مولوی روم
صاحب نے کہا ہے۔ ؎

اہلِ عالم جملگی زندانی اند ؛ در انتظارِ مرگِ دارِ فانی اند

۳ رجون کو شام کے ست سنگ میں حضور نے فرمایا۔ کہ عام مذہبوں والے لوگ سورگ، بہشت
وغیرہ کی آرزو رکھتے ہیں۔ اور وہ بھی مرنے کے بعد۔ مسلمان لوگ قیامت کے بعد بہشت کی امید رکھتے
ہیں۔ مگر فقیر بہشت یا دوزخ نہیں مانگتے وہ تو خدا کا دیدار مانگتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ حافظ نے فرمایا ہے ؎

چونکہ اندر ہر دو عالم یار ہے یا بد مرا ؛ با بہشت و دوزخ و باحور و باغلماں چہ کار

اسی طرح ایک فقیر کو لوگ تخت پر بٹھا کر بازاروں میں پھرا رہے تھے۔ کیونکہ ان کو یقین تھا۔ کہ
جو بھی اس فقیر کا دیدار کرے گا وہ بہشت کو جاوے گا۔ ایک مہاتما بازار میں بیٹھے تھے۔ جب انھوں نے
اس فقیر کا تخت آتے دیکھا فوراً منہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیا۔ اس فقیر کو بڑا تعجب ہوا۔ اور اس نے

مہاتما سے پُوچھا کہ مُنہ کیوں ڈھانپ لیا ہے۔ تو مہاتما بولے بیارا کہ مجھے بہشت میں جانا پڑے۔ یہ
دُنیا کاجل کی کوٹھڑی ہے۔ جس کی بابت کہا ہے ۔

کاجل کی کوٹھڑی میں کیسو ہی سیانو بڑے ۔ کاجل کی ایک ریکھ لاگت پرلاگت ہے

سوموار ۴ جون کی شام کو ست سنگ میں بابو گلاب سنگھ صاحب نے سوامی جی کی سار بچن نظم میں
سے یہ شبد لے کر دیا کھیان کیا۔

" من مارو تن کو جارو اِندری رس بھوگ بسارو "

اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ پریم کا لگنا اکثر مرتبہ قدرتی ہوتا ہے۔ جب سسّی کے واسطے ایک محل
بنایا گیا تو اُسمیں معمار نے پنّوں کی تصویر دیوار پر بنادی۔ سسّی نے دریافت کیا کہ یہ کس شخص کی تصویر ہے۔ تو
اُسکو بتایا گیا کہ کچ کے بادشاہ مکران کے لڑکے کی ہے۔ سسّی اُسی وقت اُس پر عاشق ہوگئی اور دریافت
کرنے لگی کہ کس طرح یہ شاہزادہ یہاں آسکتا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ مکران کے سوداگر اُونٹ وغیرہ لیکر اُسکے
باپ کی سلطنت میں اکثر آتے ہیں۔ اُس پر سسّی نے اپنے باپ سے کہکر سب گھاٹوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے
لیا۔ اور سب گھاٹ سوائے ایک کے بند کر دیے۔ اور جو سوداگر آئے تھے اُنکو اور اُنکے اُونٹوں کو پکڑ لیا اور کہنے لگی
کہ جب تک پنّوں کو نہ لاؤگے میں تُم کو نہیں چھوڑونگی۔ چُنانچہ وہ پنّوں کو لائے اور سسّی کے باغ میں ٹھہرایا۔ رات کو
جب وہ سو رہا تھا سسّی اُسے دیکھنے آئی اور دیکھتے ہی عاشق ہوگئی۔ اور سوچا کہ صبح کو جب جاگے گا تو اُس سے بات
چیت کرونگی مگر وہ راتوں رات اُسکو اُونٹ پر بٹھا کر اپنے دیش کو لے گئے۔ سسّی کو قرار کہاں؟ پنّوں کی تلاش
میں بھٹکتی تھلوں میں پیاسی مرگئی۔ یہ ہے کہانی پریم کی۔ اسکے بعد حضور نے یہ شعر پڑھا ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔ بسے باشد کہ ایں دولت از گفتار خیزد

اور بتایا کہ چندر ہانس ہردوار گیا تو وہاں ایک راجہ اُسے ملا۔ جیوتشی لوگوں نے اُسے بتایا کہ یہ شخص تمہارے راج
پاٹ کا وارث و مالک بنے گا۔ اِس پر راجہ کو بڑا غصہ آیا۔ اُس لڑکے کو ایک خط دیکر بھیجا کہ جاؤ میرے شہزادے کے
پاس لے جاؤ۔ اُس خط میں لکھا تھا کہ جب یہ تمہارے پاس آوے تو اسکو وِش (زہر) دے دینا۔ وہ لڑکا
اُسکے دارالخلافہ میں پہنچا اور وہاں باغ میں سو رہا تھا کہ اچانک بادشاہ زادی بمعہ سہیلیوں کے وہاں
آپہنچی۔ اور لڑکے کو دیکھکر اُس پر عاشق ہوگئی۔ اور وزیر زادی سے کہنے لگی کہ میں اِس لڑکے سے بیاہ کرونگی۔ وزیر
زادی نے سوئے ہوئے لڑکے کی جیب میں سے وہ خط لیکر پڑھا۔ تو اُس میں لکھا تھا کہ اُسکو وِش دے دو۔ اُس نے
شہزادی کو سارا حال بتایا تو شہزادی نے جواب دیا کہ اگر یہ مارا بھی گیا۔ تو میں اب دُوسرا خاوند نہیں کرونگی
شہزادی کا نام وِشیا تھا۔ وزیر زادی نے وہ خط لیکر لفظ وِش کے آگے ایک کنا یعنی الف اور ایزاد کر دی جب
لڑکا شہزادہ کے پاس وہ خط لے کر گیا تو اُس نے سمجھا کہ میرے باپ کا منشا ہے کہ

اپنی بہن پشپا اس سے بیاہ دوں۔ چنانچہ اُس نے شاہزادی کا بیاہ چندر ہانس سے کر دیا۔ جب راجہ واپس آیا تو اسے سب ماجرہ معلوم ہوا۔ مگر دل میں وہ کانٹا کھٹکتا رہا۔ ایک دن اُس کو دیوی کے مندر میں ایک چیز دے کر کہا کہ بیٹا جاؤ۔ یہ چیز دیوی کو چڑھا آؤ۔ اور اُدھر جلادوں کو کہہ دیا۔ کہ جب کوئی شخص فلاں چیز لیکر مندر میں گھُسے اُسے وہاں ہی قتل کر دو۔ جب وہ لڑکا مندر کو وہ چیز لئے جا رہا تھا تو راستے میں اُس کا سالہ اُسے مل گیا۔ سالہ کو اپنے بہنوئی سے بہت محبت تھی۔ سالے نے کہا کہ تم یہ چیز مجھے دیدو۔ مَیں مندر میں دے آتا ہوں۔ پس جب سالہ مندر میں وہ چیز لے کر گیا تو جلادوں نے اُسے قتل کر دیا۔ گویا چندر ہانس ہی تخت کا وارث بن گیا۔ مگر مطلب یہ ہے کہ لڑکی چندر ہانس کو صرف سوتے ہی دیکھ کر اُس پر عاشق ہو گئی۔

پریم پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے ست سنگ اور دِل کی صفائی۔ حضُور نے بتایا کہ ست سنگ میں لگے رہو۔ اگر سُلگتی آگ کو پھونکیں مارتے رہو گے تو کسی نہ کسی دن سُلگ ہی جائے گی۔

باب دسواں

حالات دورہ ڈلہوزی وپرول

۷ جون کو صبح ساڑھے سات بجے کے قریب ڈیرے سے کاریں روانہ ہو کر چلے۔ حضور تھانہ بیاس میں سردار جگت سنگھ کو درشن دینے آئے۔ وہاں سے بیاس کوٹھی جا کر انجنیئر صاحب کو احاطہ مویشیاں کی دیواریں بنانے کی ہدایات دیتے رہے۔ جالندھر سے سردار صاحب و مسٹر آہلووالیہ اپنی کاریں ۶ بجے صبح سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کو کسی نے بتایا تھا کہ حضور ۶-۷ بجے کے درمیان ہی بیاس سے گذر جاویں گے۔ سردار صاحب کو رخصت ریلوے پھاٹک سے پرے کر کے براستہ رعیہ پٹڑی نہر پر سوئے گورداسپور روانہ ہو پڑے۔ صبح کا وقت تھا گرمی زیادہ نہ تھی۔ بائیں ہاتھ سے نہر پر سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ کیونکہ نہر پانی سے لبریز تھی۔ پٹڑی سے نہر کی پٹڑی چھوڑ کر پہلے لالہ ایشر داس صاحب ایڈوکیٹ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ کیونکہ لالہ جی کو لقوہ ہو رہا تھا۔ ان کو تسلی دے کر پھر گیتا بھون کے پاس جہاں کہ سنگت جمع تھی سنگت کو درشن دینے گئے۔ میں کاریں موبل آئیل پٹرول ڈلوانے چلا گیا۔ راستے میں خربوزوں کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ اُن کو دیکھ کر جی للچایا کہ ڈلہوزی میں تو بہت مہنگے ہوں گے۔ اس واسطے اڑھائی آنہ فی دھڑی (دو سیر) کے حساب سے بہت سے خربوزے خرید کر کاریں رکھ لئے۔ خربوزے بہت میٹھے نکلے۔ گورداسپور میں خربوزوں کی بہتات ہے۔ اور ہیں بھی میٹھے۔ حضرت غالب سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو کیسے آم مرغوب ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میٹھے ہوں اور بہت ہوں۔ سو وہاں سے حضور کو کار پر سوار کرا کر سڑک کے راستے دینا نگر کے پاس سے گذرتے ہوئے پٹھان کوٹ پہنچ گئے۔ جہاں کہ ست سنگی جمع تھے۔ حضور تو سنگت کو درشن دیتے رہے مگر مجھے فکر ضرور تھا جیسے شیخ سعدی نے کہا ہے "شب چو عقدے نماز مے بندم ؛ چہ خورم بامداد فرزندم۔" سو میں ایک سبزی فروش سے توری ، ٹنڈے ، ٹماٹر خریدنے لگا۔ اور ایک چھوٹی سی ٹوکری میں یہ سب مال بھروا کر کار میں داخل کر لیا۔ سبزی فروش خود تو دوکان پر نہ تھا۔ مگر اس کا بارہ ۱۲ سالہ لڑکا موجود تھا۔ مگر دوکانداری میں تجربہ کار اور شیریں گفتار۔ جیسے شیخ سعدی نے کہا ہے ؎

شکر خندہ انگبیں مے فروخت ؛ کہ دل ہا ز شیرینی اش مے بسوخت

پٹھان کوٹ کی سنگت کار بڑے بازار میں لے گئی۔ شاید کسی کُہنہ سال کو درشن کرانا منظور تھا۔ وہاں سے چل کر چکی پر آئے۔ جہاں کہ پولیس کی چوکی ہے۔ اور جس کو BARRIER کہتے ہیں۔ کار ایک درخت کے سایہ کے نیچے کھڑی کر کے کھانا کھانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ شادی نے تین سوکھے ہوئے درختوں کی طرف اشارہ کیا۔ جو کہ بر لب سڑک کھڑے تھے۔ اور کہا حضور کی کار جب اُن کے نیچے آ کر ٹھہرا کرتی تھی تو یہ ہرے بھرے تھے۔ اب اُن کی جُون کٹ گئی۔ نباتات سے اگلی کلاس میں داخل ہوں گے۔ کھانا کھانے کے برتنوں وغیرہ کا جھولہ اور بچھانے کی دری تو میری غفلت سے ڈیرے ہی میں رہ گئی۔ پائدان موٹر کار کو نیچے بچھایا اور دو اخباروں کے کاغذات سے تھالیوں کا کام لیا گیا۔ ایک دو کٹوریاں اور ایک گلاس حضور کے لئے اِدھر اُدھر سے ڈھونڈ کر نکال لئے۔ اور سایہ کے نیچے ہوا میں کھانا کھانے لگے۔ بھوک خوب لگی ہوئی تھی۔ اگرچہ حضور نے تو راستے میں صرف آدھا گلاس پانی ہی پیا تھا۔ مگر مَیں اور بھائی شادی گورداسپور اور پٹھان کوٹ میں خربوزے اور لیمونیڈ کی بوتلیں پیتے آئے تھے۔ کھانے میں خوب آنند آیا۔ اور کھانا کھا کر لیٹے تھے کہ پھاٹک کھلنے کا وقت ہو گیا۔ وہاں سے ایک بجے دو پہر کو چل دیئے۔ لُو چل رہی تھی۔ ڈنیرے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بُوندا باندی ہو چکی ہے۔ مگر ہوا بند تھی۔ اور دھوپ میں گرمی محسوس ہوتی تھی۔ وہاں سے آگے جا کر "تھنوں کی ہٹی" جہاں بکلوہ کی گورکھا سنگت آ کر درشن کیا کرتی ہے۔ وہاں تک لُو کا اثر محسوس ہوتا تھا۔ نبی کھیت کا پھاٹک گذر کر پھر خوشگوار خُنکی معلوم ہونے لگی۔ ساڑھے چار بجے شام کو الیسمیر آ پہنچے۔

۸ر جون کی شام کو حضور نے برآمدے میں جہاں کہ لوگ جمع تھے بات چیت فرمائی اور مسٹر ڈے کے سوال پر فرمایا۔ کہ رائے صاحب لالہ ہرنرائن جی برہم سے اُوپر ہیں۔ انھوں نے ۷۰ سال میری اور ست سنگ کی سیوا کی۔ اور سیوا کا درجہ بھجن سے کم نہیں۔ ایسے آدمی کو ستگورو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ پھر فرمایا بھجن میں ترقی عمر یا بھجن کی زیادتی پر بھی منحصر نہیں۔ اگر دُنیا کی محبت دِل سے دُور ہو جاوے تو ترقی ہو۔ ورنہ تکڑی کا جو پلڑا بھاری ہو گا وہی جھکے گا۔ جہاں آسا تہاں باسا۔ اگر دل میں بال بچوں یا شریر کی محبت ہے تو مر کر دُنیا میں ہی آنا ہو گا۔ دسویں جون کی شام کو ۴ بجے چند گورکھا فوجی لوگ آ گئے۔ اُن کی وجہ سے چونکہ اُنھوں نے رات تک بکلوہ چھاؤنی پہنچنا تھا ست سنگ اُس وقت کیا گیا۔ صرف ایک شبد "ستگورو کا نام پکارو ؛ ستگورو کو ہردے دھارو" لیا گیا۔

باوا رانجیسور سنگھ جی ڈیرے کے لائبریرین اپنی لائبریری کے واسطے پہلے گرڑ پُران ۔ ۱۰ سکند پُران لائے تھے۔ اب مارکنڈے پُران لائے ہیں۔ مَیں نے یہ تینوں پڑھے۔ ان میں کوئی اِختلاف نہیں۔ گرو گرنتھ جی پران۔

اور ناسکیت اور اسی طرح مارکنڈے جی نے جو حال دوزخ کا لکھا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے ورُدھ نہیں۔ حالانکہ یہ تینوں مہاتما مختلف وقتوں میں ہوئے۔ مگر ان سب کی تحقیقات کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ تحقیقات سے میری مُراد مادی یا موجودہ سائنس والوں جیسی تحقیقات نہیں۔ بلکہ یہ لوگ اپنی آتما کو اتنر ابھیاس میں لے گئے۔ اور جو کچھ شوکشم طبقات میں دیکھا لکھ دیا۔ اُن کو ڈھکوسلے بازی یا جھوٹ لکھنے سے کیا مطلب ہوسکتا تھا۔ جس زمانے میں وہ ہوئے ہیں۔ اُس زمانہ میں ناول نویسی کا فن ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اور ان کی طرزِ بیانی سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جو وہ کہہ رہے ہیں صدق دلی سے کہہ رہے ہیں۔ جیسے انگریز مصنف کارلائل نے قرآن شریف کی بابت لکھا ہے۔ کہ صدق دلی ہی اُس کا اعلیٰ گُن ہے۔ گویا مصنف جو کچھ بیان کر رہا ہے اُس کی صداقت پر اُسے ذرہ بھر شک نہیں۔ ایسے ہی عربی میں محی الدین ابن عربی نے اپنی فتوحات مکی میں اندرونی طبقات کا بیان لکھا ہے۔ انسانی عقل سے اُن کی صداقت کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔ اُن کی صداقت کی تصدیق فقیر اور مہاتما کرتے ہیں۔ جنہوں نے خود اُن طبقات کی سیر کی۔ ایسے ہی مولوی صاحب نے بھی دوزخ اور دھرم رائے کے سامنے اعمالوں کے حساب کی بابت لکھا ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ جب دوزخ کو لے جاتے ہیں تو "مے برندش وے سیو رندش بہ نیش" مولوی صاحب نے زمانہ مستقبل کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ زمانہ حال کا صیغہ برتا ہے۔ گویا مولوی صاحب اپنی آنکھوں سے سارا ماجرا دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح مارکنڈے جی نے بھی رَورَو اور مہا رَورَو نرک کا حال اس طرز سے بیان کیا ہے۔ جیسے کوئی چشم دید واقعہ بیان کر رہا ہو۔ بے شک حضرت غالبؔ کا یہ شعر تعلیم یافتہ لوگوں کے اعتقاد و خیالات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن ؛ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ تو حضرت غالب اور نہ ہی آج کے تعلیم یافتہ لوگ شغل روحانی کے شاغل ہیں۔ انسانی عقل مادی دُنیا تک محدود ہے۔ اس سے پرے نہیں جا سکتی۔

اس پُران میں باپ بیٹے کا مکالمہ درج ہے :-

بیٹا کہتا ہے۔ کہ میری لوح حافظہ پر ہزاروں جنموں کا حال منقوش ہے۔ مجھے انیک بیویوں، بیٹوں، دوستوں، دُشمنوں و والدین سے سابقہ پڑا۔ ہزاروں طرح کے دُکھ سُکھ اُٹھائے۔ ہزاروں بیاریاں جھیلیں۔ اور برہمن۔ چھتری۔ شودر۔ ولش۔ پشو۔ کیڑا۔ ہرن۔ پرندہ وغیرہ یونیوں میں پھرا۔ کئی دفعہ راجہ بنا کئی دفعہ نوکر۔ کبھی امیر ہوا کبھی غریب۔ کبھی مجھے دوسروں نے خیرات دی۔ کبھی میں نے خود دوسروں کو دان دیا۔ اب میں تمہارے (برہمن کے) گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ مجھے وید سے کیا مطلب۔ جب میں نے گورو سے گیان حاصل کر لیا ہے۔ اس کے بعد جیسے کہ سنت مہاتماؤں نے گربھ میں جیو کی حالت بیان

کی ہے۔ اُسی طرح یہ بھی بیان کرتا ہے۔ گوُرُو گرنتھ صاحب میں آیا ہے۔ ~

"مکھ تلے پیر اُوپرے وسندو کوتھڑے تھائی   نانک سو دھنی کیوں وِساریو اُدھرے جس دے نائی"

اِس طرح اِس مکالمہ میں لکھا ہے کہ جیو نیچے مُنہ کئے ہوئے ماتا کے پیٹ میں بڑھتا ہے۔ اور پیٹ میں اُس کو اپنے اچھے اور بُرے پہلے جنم کے کئے ہوئے کرموں کا پھل بھوگنا پڑتا ہے۔ اور گربھ میں ادھر اُدھر گھومتے رہنے سے اُس کو پچھلے جنموں کی سب دُنیاؤں اور بھُومیوں کی یاد رہتی ہے۔ اور یہ ارادہ کرتا ہے کہ گربھ سے نکلنے پر پھر ایسے کرم نہیں کروں گا جس سے پھر گربھ میں آنا پڑے۔ جب پیٹ سے باہر آتا ہے تو وِشنو بھگوان کی مایا اُسے سب کچھ بُھلا دیتی ہے۔ اور معصُوم بچہ بن جاتا ہے" ہے بتاجی کبھی اشُبھ اور کبھی شُبھ کرم کرنے سے پرار بدھ بس جیو جیتا اور مرتا ہے۔ اور کرموں کا پھل بھوگتا ہوا کبھی سورگ اور کبھی نرک کو جاتا ہے۔ گویا بہشت اور دوزخ میں رُوح ہمیشہ نہیں رہتی۔ آگے جاکر بیٹا کہتا ہے۔ کہ جو لوگ بہشت میں ہوتے ہیں۔ اُن کو بھی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ کہ کہیں ہم بھی اِس نارِ جہنم میں نہ گریں۔ گویا بہشت میں بھی چین نہیں ہے۔

آج کل حضُور مہاراج جی روزانہ ست سنگ نہیں کرتے نہ ہی شام کو باہر برآمدے میں براجمان ہوتے ہیں۔ صبح کو دس بجے کے قریب باہر برآمدے میں بیٹھ کر حاضرین کو درشن دیتے ہیں۔ اِتوار کی شام کو ست سنگ ہوتا ہے۔ کل ۱۴ ر جون کی صبح کو۔ ابکے سنکرانتی کی وجہ سے ست سنگ ہوگا۔

۱۱ر جون کی شام کو حضُور نے فرمایا کہ گرنتھ صاحب کی بانی کے ارتھ من اور بُدھی سے نہیں ہو سکتے۔ مثلاً گرنتھ صاحب میں آیا ہے "کالے کنول نرنجن جانئے" اِس فقرے کا مطلب بغیر سرگُن برہم یعنی جوتی سروپ بھگوان کے دلیش تک پہنچے کے نہیں پتہ لگ سکتا۔ نرنجن کے معنی ہیں بغیر انجن کے۔ انجن کیا ہے جو تل جوت میں ہے۔ اُس کو انجن کہا ہے۔ وہاں کالا کنول ہے۔ اِس طرح ایک ست سنگی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں۔ استریاں دسویں دوار سے آگے نہیں جا سکتیں۔ حضُور نے فرمایا نچلے درجوں میں مَردوں کی نسبت عورتیں جلدی ترقی کر جاتی ہیں۔ دسویں دوار جاکر اُن کی ترقی رُک جاتی ہے۔ یہاں سے اُوپر ست گُورُو کی مدد سے ترقی ہوتی ہے۔ اور پار برہم میں جاکر استری اور پُرش کا اِمتیاز نہیں رہتا۔

ایک حلوائی جو دُودھ میں پانی ملایا کرتا تھا۔ روپوں سے بانسلی بھر کر کمر سے باندھ کر ہر دوار گنگا اشنان کو گیا۔ اور ہر کی پوڑی پر ہمیانِ زر کمر سے الگ کرکے سیڑھی پر رکھ دی۔ اور آپ جل میں نہانے لگا۔ اِتنے میں ایک بندر آیا۔ اور بانسلی اُٹھا کر روپے نکال نکال کر پھینکنے لگا۔ کوئی تو دریا میں پھینک دیتا، کوئی سیڑھیوں پر۔ حلوائی مہاتما بولے۔ بندر نے روپے خوب نتارے کر دیئے۔ جو جل کے تھے وہ جل میں گئے۔ جو دُودھ کے تھے وہ اپنے پاس رہے۔

مارکنڈے پُوران میں لکھا ہے کہ جس طرح کسان پہلے بوتا ہے پھر کھیتی کو پالتا ہے، اور بعد میں کاٹتا ہے۔
اسی طرح برہما۔ وشنو۔ مہیش رُوپ پُرش کو جاننا چاہیئے

رجوگُن برہما، تموگُن رُدر (شوجی) اور ستوگُن وشنو ہیں۔ انہی تینوں گُنوں کے یہ تین دیوتا ہیں۔ یہ تینوں گُن ایک دوسرے سے ملے رہتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے آدھار پر ہیں۔ برہما کی عمر سو سال کی ہے اور اُس برس کا یہ پیمانہ ہے۔ دس یا پانچ نمیش (پنجابی میں پلکھ) کی ایک کاشٹھا ہوتی ہے۔ تیس کاشٹھا کی ایک کلا۔ تیس کلا کا ایک مہورت۔ تیس مہورت کا ایک دن رات، اس دُنیا کا ہوتا ہے۔ گویا مہورت ۴۸ منٹ کا ہوا۔ اور کلا ۸/۵ منٹ کی۔ کاشٹھا ۳ ۱/۵ سیکنڈ کی ہوئی۔ اور پلکھ ۱۶/۲۵ یا ۱۶/۵۰ سیکنڈ کا ہوا۔ پندرہ دن کا ایک پکھ اور دو پکھ کا ایک مہینہ۔ چھ مہینے کا ایک آئین ہوتا ہے۔ دیوتاؤں کا ایک دن چھ مہینے کا اور ایک رات چھ مہینے کی ہوتی ہے۔ دیوتاؤں کے برس کے پیمانے کے مطابق چار ہزار سال کا ست جُگ۔ تین ہزار برس کا تریتا۔ دو ہزار برس کا دواپر اور ایک ہزار برس کا کلجگ۔ برہما کا ایک دن ایک کلپ کا ہوتا ہے۔ برہما کے ایک دن میں ۱۴ منو ہوتے ہیں، ہر ایک منو کے ساتھ اِندر اور دیوتا پیدا ہوتے ہیں۔ گویا اِندر جو بہشت کا راجہ ہے۔ وہ برہما کے دن میں ۱۴ دفعہ بدلا جاتا ہے۔ اسی واسطے بھگوان کرشن جی ارجن کو کہتے ہیں۔ کہ ہے ارجن! یہ جو کیڑا جا رہا ہے وہ کئی دفعہ اِندر بن چکا ہے۔ ایک مُنو کی حیات کے وقت کو مُنو منتر کہتے ہیں۔ ۷۱ چوکڑی جُگوں کا ایک مُنو منتر ہوتا ہے۔ برہما کا ایک دن ۱۴ منومنتروں کا ہوتا ہے اور اُس دن کے خاتمہ پر پرلے ہوتی ہے۔ اور اُس میں یہ دُنیا بھُوہ لوک اور سورگ لوک تینوں کا ناش ہو جاتا ہے۔ اِس واسطے بہشت میں بھی جاودانی قیام نہیں ہے۔ اور مہا لوک بھی ناش ہو جاتا ہے۔ مہا لوک کی رُوحیں جن لوک کو چلی جاتی ہیں۔ (دیکھو گائیتری منتر) رات کو برہما سو جاتے ہیں۔ اور جب رات ختم ہو جاتی ہے تو پھر برہما اِن لوگوں کو بناتا ہے۔ اسی طرح سے ۳۶۰ دن رات کا برہما کا ایک سال ہوتا ہے۔ اور اِس حساب سے برہما کی عمر ایک سو سال کی ہوتی ہے۔ پھر مہا پرلے آجاتی ہے۔ اِس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ وقت یعنی سمے کتنا لا محدُود ہے۔ جس کے آگے اِنسان کی عمر کے سال آنکھ جھپکنے سے بھی کم معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جب پہلے پہل اُس خدائے مُطلق نے یہ کائنات بنائی۔ اُس کے بعد آج تک کتنی پرلے اور مہا پرلے آ چکی ہیں۔ اِس واسطے مولوی رُوم صاحب فرماتے ہیں "یک دو روزہ چہ کہ دُنیا ساعتیست۔" یہ تو وقت کی لانہاد لامحدودیت ظاہر ہوئی۔ اب آکاش یعنی SPACE کی لامحدودیت دیکھیئے۔

مولوی رُوم صاحب نے لکھا ہے۔ ~

اندر آں[1] بحر و بیابان و جبال سکتہ می گردد اوہام و خیال!
ایں[2] بیاباں در بیاباں ہائے او ہمچو اندر بحر پر یک تار مو
ہر گرہ را نرد بانے دیگر است ہر روش را آسمانے دیگر است

گویا خدا کی خدائی میں ہماری دُنیا کی کچھ ہستی و حقیقت نہیں ہے۔ ابنِ عربی نے اپنی کتاب فتوحاتِ کی میں کئی دلیشوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں خوشبوئیں پھیلی ہوتی ہیں۔ اِسی طرح مارکنڈے جی نے بھی کئی دُنیاؤں کا ذکر کیا ہے۔ جن کو اپنی اِصطلاح میں انھوں نے ورش کہا ہے۔ ایک گرہ کا نام بھدرا شو کہا ہے۔ جس میں بہت سے ملک و پہاڑ و دریا ہیں۔ وہاں کے باشندوں کا رنگ سُنہرا ہے۔ اور نیک خیال ہیں۔ اُن کی عمریں ایک دس ہزار برس کی ہوتی ہیں۔ اُن لوگوں میں بڑا چھوٹا کوئی نہیں سب کو ایک برابر سمجھتے ہیں۔ مغرب میں کیتو بال نامی ایک اور دُنیا ہے۔ جس کے باشندوں کے جسم اور سر بڑے بڑے ہیں۔ وہاں کئی قومیں آباد ہیں۔ شمال میں ایک اور گرہ ہے۔ جس کے درختوں میں پھل اور پھول میٹھے میٹھے لگتے ہیں۔ اور درختوں سے کپڑے اور جسمانی آرائش کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہاں کی زمین ہیرا پنّا وغیرہ کی بنی ہے۔ اور ہوا خوشبودار ہے۔ جو لوگ دیو لوک سے گرتے ہیں۔ وہ وہاں آکر پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں نر و مادہ کا جوڑا پیدا ہوتا ہے۔ جن میں آپس میں بہت محبت ہوتی ہے۔ اور اُن کی عمر ساڑھے چودہ ہزار برس کی ہوتی۔ وہاں پر بے شمار قسم کے درخت و پہاڑ ہیں۔ سینکڑوں ہزاروں جنگل ہیں۔ اُس کے چاروں طرف سمندر ہے۔ ایک اور گرہ ہے جس کو کم پُرش کر کے بیان کیا ہے۔ وہاں لوگوں کی عمر دس ہزار سال کی ہوتی ہے۔ اور وہاں غم و اندوہ کا نام نہیں۔ اور وہاں ایک بہت بڑا بھاری بن ہے۔ جس کے درختوں کے پھلوں کو کھا کر مرد و عورت ہمیشہ جوان رہتے ہیں۔ اور عورتوں کے جسم سے نیلوفر کی خوشبو آتی ہے۔ ایک اور بھی گرہ ہے جس کو ہری ورش کہا ہے۔ جہاں کے لوگوں کے بدن چاندی کے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دیوتا سے لوگ گر کر وہاں آتے ہیں۔ اور گنّا کا رس پیتے ہیں۔ وہاں نہ بڑھاپا ہے نہ بیماری ہے۔

ایک اور دُنیا ہے۔ جہاں کہ باشندوں کی چمک کنول جیسی ہوتی ہے۔ وہاں اِنسان کی عمر تیرہ ہزار برس کی ہوتی ہے۔ ایک گرہ ز امیک نامی ہے جس میں ایک بڑا بھاری برگد کا درخت ہے۔ جس کے پھلوں کے رس کو پی کر وہاں کے لوگ گذارہ کرتے ہیں۔ اُن کی عمر دس ہزار سال کی ہوتی ہے وہ لوگ صاف و ستھرے اور دھرمی ہیں ہوشیار ہیں۔

---

[1] اندر آں سے مطلب اِنسان کے اندر یعنی من کے پردے کے پیچھے۔ [2] یہ دُنیا۔

۱۵ ر جون سے شام کو ۶ بجے سے ۱/۲ ۷ بجے تک ست سنگ ہونے لگا ہے ۔ کل انوراگ ساگر کی کتھا تھی ۔
آج ۱۶ ر جون کو سوامی جی کی بانی میں سے اساڑھ کا مہینہ پڑھا گیا ۔ حضور نے فرمایا کہ اُن کا ایک کلاس فیلو پولیس میں انسپکٹر تھا ۔ اُس کی بیوی تو ست سنگن تھی ۔ اُس کو کئی دفعہ حضور نے ست سنگ میں لانے کی کوشش کی ۔ مگر بے سود ۔ آخر کار موت کا وقت آپہنچا تو جم دوتوں نے اُس کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا ۔ وہ چلّا چلّا کر کہتا تھا مجھے نہ مارو ۔ میں مر جاؤں گا ۔ میں بڑا کمزور ہوں ۔ کبھی اپنی بیوی کو کہتا ۔ دیکھو یہ مجھے مار رہے ہیں ۔ مجھے اِن سے چھڑاو ۔ بیوی بولی ۔ اب کیا کروں ۔ میں کوشش کرتی تھی کہ ست سنگ میں چلو تو تم پرواہ نہ کرتے تھے ۔

۱۸ ر جون کی شام کے ست سنگ میں حضور نے فرمایا کہ عرصہ ہوا لدھیانے کے ضلع میں ایک گوردوارہ کا مہنت تھا ۔ جس نے کسی چمار سے اُس دھرم سالہ میں کچھ مزدوری کروائی ۔ مگر مزدوری نہ دی ۔ حتیٰ کہ چمار بچارہ مر گیا ۔ اور پھر مہنت صاحب بھی رحلت کر گئے ۔ ایک دن چیلے کی رُوح خواب میں یا شغل میں عالم رویا میں گئی ۔ تو کیا دیکھا کہ مہنت صاحب اُس چمار کو پنکھا کر رہے ہیں ۔ پوچھا یہ کیا ماجرا ہے ۔ تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اُس کا قرضہ دینا ہے ۔ اِس واسطے پنکھا کر رہا ہوں ۔ اُس چیلے نے بہت کوشش کی کہ چمار کے رشتہ داروں کو وہ رقم ادا کر کے مہنت جی کا پیچھا چھڑائے مگر اُس کے رشتہ دار نہ مانے ۔ نوبت بعدالت رسید ۔ کچہری میں بڑا ہلڑ مچا ۔

سب مہاتماؤں نے نرکوں یعنی دوزخ کے مختلف طبقات کا ذکر کیا ہے ۔ مارکنڈے جی نے بھی باپ بیٹے کے مکالمہ میں کچھ طبقات بیان کئے ہیں ۔ ایک تو "رَورَو" نرک ہے ۔ جس میں آدمی کے ران تک گرم گرم کوئلوں کے گڑھوں میں پھینک دیتے ہیں ۔ حتیٰ کہ اُس کے پاؤں کا ماس پگھل کر ٹپکنے لگتا ہے ۔ دوسرا "دردّ" نرک جس میں ہاتھ پاؤں باندھ کر تانبے کی سطح پر برائی کو پھینک دیتے ہیں ۔ اُس کی سطح کے نیچے خوب آگ جلتی رہتی ہے ۔ اور جانور ۔ گِدھ ۔ باز وغیرہ اُس کے گوشت کو چونچیں مار مار کر لے جاتے ہیں ۔ ایک اور طبقہ میں سخت اندھیرا ہوتا ہے ۔ اور سخت سردی پڑتی ہے ۔ لوگ اندھیرے میں سردی سے پناہ ڈھونڈتے اِدھر اُدھر پھرتے ہیں ۔ مگر کوئی پناہ نہیں ملتی ۔ اُن کے دانت سردی کے مارے کانپتے کانپتے ٹوٹ جاتے ہیں ۔ ایک دوسرے کو چمٹ کر راحت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ مگر سخت ٹھنڈی ہوا اور برف کے ٹکڑے جو اُس ہوا میں اُڑتے ہیں ۔ اُن کو چین نہیں لینے دیتے ۔ ایک اور طبقہ میں گرم تیل کے کڑاہوں میں پھینک کر تلتے ہیں ۔ اور فرشتے ترسُول سے جلیبی کی طرح اُٹھا کر اُلٹا پلٹا کر ہر طرف سے اُس کو تلتے ہیں ۔ وہاں کوئی دُنیاوی رشتہ دار مدد نہیں کر سکتا ۔
نہ دھن دولت نہ جائداد کام آتی ہے ۔ بھجن ۔ سمرن ۔ گورو ۔ دان پُن ۔ خیرات ۔ نیک اعمال ہی کام آتے ہیں ۔
یوگیوں کے لئے مارکنڈے جی نے یہ ہدایت کی ہے کہ یوگی لوگ نہ بہت بولیں نہ بھوکے رہیں یا نہ بہت

تھکیں۔ نہ بیاکل چت ہوں۔ نہ زیادہ ٹھنڈے نہ زیادہ گرم۔ نہ زیادہ شور و غل والی جگہ میں دھیان لگا دے۔ یوگی سدا الکم خور دجیتیندریہ (جت اِندریہ) ہونا چاہیئے۔

۱۹ر جون کو کاٹنگ یکا مہینہ سوامی جی کی سار بچن نظم میں سے ست سنگ میں لیا گیا۔ سیر سے واپس آ کر حضور برآمدے میں بیٹھ گئے۔ تو کسی نے کہا کہ ایک شخص نے ادھورا گورو کر رکھا ہے۔ جس نے اُس کو قسم دیدی ہے کہ اور کوئی گورو نہیں کرنا۔ اس پر بابا پرمانند جی نے کہا کہ بالمیک رامائن میں ایک کتھا آئی ہے۔ کہ جب سری رام چندر جی مہاراج ایودھیا سے وشنو پوری کو جانے لگے تو حکم دیا کہ سب پرجا کو اور ایودھیا کے پشو پنکھی وغیرہ کو وشنو پوری میں لے جایا جاوے۔ چنانچہ سب کو لے جایا گیا۔ مگر ایک کتا رہ گیا۔ جس کے جسم پر بہت خارش تھی۔ اور جس کی چمڑی کو کیڑے کھا رہے تھے۔ اور وہ تڑپ رہا تھا۔ بیکنٹھ میں جا کر سری رام چندر جی سے رپورٹ کی۔ حضور سب یہاں آ گئے۔ ایک کتا نہیں لایا گیا۔ سری رام چندر جی نے فرمایا کہ اُس کو بھی لاؤ۔ ہنومان جی اسے کو لے آتا ہوں۔ مگر یہ فرمایئے کہ اُس نے کونسا پاپ کیا تھا جس کی وجہ سے اُس کو کیڑے کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں۔ اس پر سری رام چندر جی نے بتایا۔ کہ پہلے جنم میں یہ کتا گورو بن بیٹھا تھا۔ مگر اُس کی رسائی نہ تھی۔ اُس نے چیلے بہت سے کر لئے۔ اور اُن کا مال کھاتا رہا۔ مگر اُن کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکا۔ اب گورو تو کتا بنا اور چیلے کیڑے بن بن کر اس کا ماس کھا رہے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ سنت مت میں یہ بات نہیں ہے۔ اگر گورو خود ست لوک تک نہیں پہنچا۔ مگر اُس کا گورو مکمل ہے اور جیسے سوامی جی مہاراج دھر دھام سے آئے تھے تو جہاں تک وہ گورو خود گیا ہے وہاں تک تو اپنے سیوکوں کو لیجاوے گا۔ اور اُس کے گورو یا گورو کا گورو یا سوامی جی مہاراج لے جاویں گے کوئی فکر نہیں کرنا چاہیئے۔

یہاں رات کو کھانا کھانے کے بعد بابا پرمانند جی کراچی والے حضور کے چرنوں کو صابن سے صاف کر کے دوائی ملتے ہیں جس میں ایک گھنٹہ کے قریب لگ جاتا ہے۔ کیونکہ حضور کے چرنوں میں ایک سال سے زیادہ عرصے سے خارش آ رہی ہے۔ اُس وقت باتیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔

کل رات حضور نے فرمایا کہ اصلی راز تو یہ ہے۔ کہ جب پہلے پہلے سرشٹی رچی گئی تو نیچے کی رچنا بہت سندر و منوہر بنائی گئی۔ اور روحوں کو دکھا کر پوچھا گیا۔ کہ آیا تم ست لوک میں رہنا چاہتے ہو یا نیچے اِس رچنا میں جانا چاہتے ہو۔ ۸ حصوں نے کہا کہ ہم تو نیچے جانا چاہتے ہیں۔ صرف ۱/۹ حصہ نے کہا کہ ہم تو تیرے چرنوں میں ہی رہنا چاہتے ہیں۔ اِس پر ست پُرش دیال نے فرمایا کہ اب تم اِس دیش کی سیر کر آؤ۔ تم کو بلا لیں گے چنانچہ اب اس ۱/۹ حصہ میں سے روحیں ست لوک کو جا رہی ہیں۔ مگر چونکہ سرشٹی لا انتہا ہے اِس واسطے یہ ۱/۹ حصہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ باقی ۸ حصے ہمیشہ یہاں رہیں گے۔

ایک ست سنگی نے خوب پتے کی بات کہی کہ ایک فقیر کامل کے دانتوں میں تکلیف تھی۔ کئی دوائیاں استعمال کی گئیں مگر صحت نہ ہوئی۔ اُن کے ایک طالب نے اندر جا کر اس مرض کی دوائی پوچھی تو حکم ہوا کہ کھیرے کے بیج پیس کر ملو۔ اس سے آرام ہو گیا۔ تو کسی طالب نے اُس مہاتما سے دریافت کیا۔ یا حضرت جب یہ آپ کا ادنیٰ سا سیوک یہ دوائی اندر سے لے آیا تو آپ نے اتنی تکلیف کیوں گوارا کی۔ آپ نے کیوں نہ پتہ لگا لیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں نچلے دیشوں میں اُترنا گوارا نہیں کرتا۔ کیونکہ اعلیٰ رُوحانی دیشوں کا آنند نہیں چھوڑا جاتا۔

حضور پُرنور کا دورہ پرور

۲۶ رجون ۱۹۴۵ء۔ ست سنگ کی ایک کوٹھی پرور تحصیل پالم پور میں واقع ہے۔ اُس کی اراضی کی حدود کا جھگڑا ہمراہ محکمہ جنگلات دیر سے ہو رہا ہے۔ اس کی سچائی کی جانچ پڑتال کے واسطے حضور کو ڈلہوزی کے قیام کو دو دن کم کر کے اُدھر جانا پڑا۔ اس واسطے ۲۶ رجون کی صبح کو ۹½ بجے کی سروس سے چل کر سوا بارہ بجے چکی پر آگئے۔ کار کا پٹرول تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ اس واسطے حضور تو چکی کے پھاٹک سے ذرا پرے ایک پیپل کے درخت کی چھاؤں میں مستری شادی کے ہمراہ ٹھہر گئے۔ میں پٹھانکوٹ شہر میں پٹرول ڈلوانے گیا۔ وہاں سے ایک گھنٹہ کے بعد واپس آکر حضور کو سوار کرا کے لبوئے نور پور روانہ ہو پڑے۔ گرمی خوب تھی۔ لُو چل رہی تھی۔ مگر سڑک جو دھرم سالہ کو جاتی ہے۔ بہت عمدہ بنی ہوئی ہے۔ اور اُس کی چڑھائی بھی اتنی تیز نہیں ہے۔ راستے میں جگہ جگہ دوکانیں کھلی ہیں۔ جہاں شربت مٹھائی وغیرہ مل سکتی ہے۔ پکوڑے تو اس پہاڑی راستہ کی دوکانوں میں عام چیز ہے۔ اور اس سڑک پر لاریوں اور ملٹری ٹرک ہائے کی بڑی آمد و رفت دیکھنے میں آئی۔ نور پور جا کر سب کو پیاس لگ آئی۔ چنانچہ وہاں بر لب سڑک دونوں طرف دوکانیں حلوائیوں وغیرہ کی تھیں۔ وہاں سے شربت صندل و شربت گلاب برف ڈال کر پیا تو گرمی کو کچھ شانتی آئی۔ شہر نور پور کی آبادی سڑک کے دائیں طرف کی پہاڑیوں پر معلوم ہوئی۔ اور یہاں سڑک کی چڑھائی بھی تیز ہے۔ نور پور سے آگے ۷ میل پر کوٹلہ کا قصبہ ہے وہاں سے لُو میں کچھ کمی محسوس ہونے لگی۔ وہاں بھی بہت سی دوکانات بر لب سڑک واقعہ ہیں۔ وہاں سے آگے ۱۲ میل پر شاہ پور کا قصبہ ہے۔ جہاں تھانہ بھی ہے۔ یہ جگہ سطح سمندر سے ۲۹۰۰ فٹ کے قریب اونچی ہے۔ اور یہاں آکر لُو سے جھلسا ہوا مسافر آرام محسوس کرنے لگتا ہے۔ کانگڑہ وادی کا اصل منظر شاہ پور سے پرے محسوس ہوتا ہے۔ جہاں کہ پہاڑوں کی قطار سڑک سے بہت دور معلوم پڑتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ پہاڑ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ ہرے ہرے دھانوں کے کھیت وسیع سبزہ زار پانی کی دھار سی بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جدھر دیکھو سبزہ ہی سبزہ ہے۔ شاہ پور سے آگے نگروٹہ ایک بڑا قصبہ آتا ہے۔ جس کا بازار کوئی نصف میل لمبا ہوگا۔ اور اس میں کپڑے اور اناج کی بڑی بڑی دوکانیں ہیں۔ اور خوبصورت سفید سفید مکانات ہیں۔ یہاں آکر کانگڑہ ویلی

ریلوے ختم ہو جاتی ہے۔ شاہ پور سے پرے اور نگروٹہ سے پہلے تلوکر کی آبادی سڑک کے بائیں ہاتھ پہاڑی پر ہے۔ جہاں بہت سے ست سنگی جمع تھے۔ اور یہاں ایک دھار پانی کی پہاڑ میں سے گر رہی ہے۔ وہ پانی بہت ٹھنڈا اور میٹھا معلوم ہوا خاص کر ہم کو جو کہ نیچے کی گرمی سے جلے ہوئے آئے تھے۔ سب نے پانی پیا۔ سنگت کے درشن کئے۔ تلوکر سے آگے گوگل ہے۔ جہاں سے ایک سڑک شہر کانگڑہ کو جاتی ہے۔ دوسری دھرم سالہ کو۔ شہر کانگڑہ یہاں سے ۲½ میل ہوگا۔ یہاں پٹرول کا پمپ بھی ہے۔ اس کے آگے نگروٹہ تک کافی رونق ہے۔ جابجا دوکانیں اور مکان بنے ہوئے ہیں۔ اور نہ گرمی ہے نہ سردی۔ سڑک پر دونوں طرف سایہ دار درخت ہیں۔ نگروٹہ سے ۵-۶ میل پر پرور ہے۔ پکی سڑک سے ہماری کوٹھی سامنے نزدیک ہی ہے۔ ہم چار بجے شام کے پرور پہنچ گئے۔ وہاں ایک ہزار کے قریب مرد و عورت جمع تھے۔ پرور کی کوٹھی میں صرف دو کمرے اوپر دو نیچے ہیں آگے برآمدہ ہے۔ سامنے بڑا میدان ہے۔ جس میں بہت سے درخت آم کے کھڑے ہیں۔ اور ایک قبر کتے کی پختہ کسی انگریز کے جو پہلے مالک تھا بنائی ہوئی ہے۔ یہاں ست سنگ ہوتا ہے۔ کوٹھی سے جانب شمال تو سب پہاڑ ہے۔ جس پر سے نگروٹہ سے جوگندر نگر کو گاڑی جاتی ہے۔ یہ سڑک اس کوٹھی کے احاطہ کی حد ہے۔ اور کوٹھی کے قریب ہی ہے۔ اس سڑک سے پرے مہاراجہ پٹیالہ کا چائے کا باغ ہے۔ اور بڑی کافی زمین ہے۔ جس میں ۲ کوٹھیاں خستہ حالت میں ہیں۔ اور شہد کی مکھیاں پالنے کے لئے تین چار لکڑی کے بکس رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں بہت بڑا چائے کا باغ ہے۔ اور ایک باولی پانی کی ہے۔ جس میں سے لوگ پانی بھر بھر کر ہماری نیچے والی کوٹھی میں لے جاتے ہیں۔ اس جگہ چیل کے بہت سے درخت ہیں۔ جن میں آج کل چھال کو تھوڑی سی جگہ سے اتار کر نیچے برتن لٹکا دیتے ہیں جس میں گندہ بیروزہ مائع شکل میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ بعد میں سب ایک برتن میں اکٹھا کر لیا جاتا ہے۔

۲۷؍جون کی شام کو ہم اس باغیچہ چائے میں گئے۔ چیل کے درختوں میں سے خوشبودار ہوا آرہی تھی۔ اس کوٹھی کو ایک چوڑی مگر کچی سڑک موٹر کار کے لئے بھی ہے۔ اس پر ہم جانب مشرق گئے تو آگے پرور کا پرانا ریلوے سٹیشن آیا جس کو اب مسمار کر دیا گیا ہے۔ یہاں سے آگے لائن اکھاڑ لی گئی ہے۔ ریلوے سٹیشن مسمار شدہ کے میدان میں حضور کرسی پر رونق افروز ہو گئے۔ ہم سب زمین پر دری بچھا کر بیٹھ گئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ رات کو سخت بارش ہوئی۔ صبح بھی بارش رہی۔ جب دس بجے چلنے لگے تو بارش زور کی تھی۔ اور بادل اس قدر کہ دن کے وقت اندھیرا سا معلوم ہوتا تھا۔ یہ بارش گوگل تک پڑتی رہی۔ موسم میں خنکی تھی۔ موٹر کار میں پرور سے پٹھان کوٹ تک سفر خوشگوار تھا۔ پٹھانکوٹ آکر بارش نہ تھی اور دھوپ تھی۔ مگر چونکہ بارش ہو چکی تھی۔ اس واسطے ہوا ٹھنڈی تھی۔ گورداسپور سے امرتسر تک بھی بارش تھی۔ آگے بارش

بہت کم ہوئی تھی۔ گورداسپور میں ڈاکٹر چندر دتی کے ہاں نصف گھنٹہ ٹھہر کر امرتسر ٹو رے ۳ بجے ست سنگ گھر میں آ گئے۔ وہاں نہا دھو کر کھانا کھایا اور آرام کر کے حضور ست سنگ کرنے تشریف لے گئے۔ ایک بہت بڑا شامیانہ امرتسر کی سنگت نے ڈیرے کے واسطے تیار کروا کر پیش کیا جس میں دس ہزار آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ حضور نے آتی دفعہ خوشی سے فرمایا کہ امرتسر کے لوگ دانی ہیں۔ جو کہ بالکل سچ ہے۔ یہ شہر پوتر دھرتی سنتوں کا آباد کیا ہوا اب تک دھرماتما لوگوں سے آباد ہے۔ امرتسر سے ۷ بجے چل کر ڈیرے ۸ بجے کے بعد آ پہنچے۔

باب گیارھواں

حالات قیام ڈیرہ و دورہ ہوشیارپور۔ دیاڑہ۔ وکالوگی ٹر

۲۹ رجون کو جیسے صبح ڈاک پڑھنے گئے تو اثنائے گفتگو میں حضور نے فرمایا کہ چاچاجی مہاراج نے کہا تھا کہ بھیکھوں کو نام جلدی جلدی نہ دینا۔ خوب پرکھ کرکے دینا۔ میرا خیال ہے کہ اس وجہ سے ہے۔ کہ یہ لوگ پرایا کھاتے ہیں۔ اور بھیکھی ہونے کا اہنکار بھی رکھتے ہیں۔

آج ۲۹ رجون کو ایک خط آیا ہے۔ جس کی نقل کی جاتی ہے۔

۲۱ رجون ۱۹۴۵ء .... نگر

اپریل ماہ میں بیاس آکر چرن کنولوں میں آٹھ دس روز رہا۔ اور سر درد کی کمزوری دور ہو گئی۔ ایک روز حضور نے سنہس دل کنول کی پھر سیر کرائی۔ ایک کنول میں سے بہت لائٹ (LIGHT) نکلتی ہے۔ اور نیچے کالا داغ ہے۔ اور ایک جگہ بہت سادھو ہیں۔ اور ایک جگہ بہت زیادہ تعداد میں خوبصورت عورتیں ہیں یہ سب چیزیں حضور نے اُس وقت دکھائیں۔ جبکہ شبد کی آواز آتی تھی۔ اور سمرن جالو تھا۔ دو تین روز کے بعد صبح کے وقت تقریباً دس منٹ کے بعد جسم سُن ہو گیا۔ اور رُوح چلی۔ رُوح جدھر جاتی تھی بہت لائٹ ہو جاتی تھی۔ اور حضور دکھائی نہ دیتے تھے۔ لیکن اِشارے سے رُوح کو آگے لے جاتے تھے۔ اور ایک سرور آ گیا۔ جس میں کہ بہت پانی تھا۔ رُوح اس میں گُھسنا نہ چاہتی تھی۔ کہ کسی نے دھکا دیکر سرور میں گرا دیا۔ پانی میں گرنے سے ڈر چلا گیا۔ اور رُوح آرام سے نہائی اور وہاں پر آواز آئی۔ آواز دینے والا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن رُوح نے سُنا کہ تیرے جنم جنم کے پاپ کٹ گئے .... وہاں نہانے سے اب رُوح ہر روز نکل جاتی ہے۔ لیکن آگے نہیں جاتی۔

یکم جولائی کی صبح کو ۸ بجے تک ماہواری ست سنگ ہوا پہلے سوامی جی کی بانی میں سے "بھجن کر مگن رہو من میں" لیا گیا۔ پھر گورو گرنتھ صاحب میں سے مارو محلہ پہلا کا شبد" اُسر سنگھارن رام ہمارا" پڑھا گیا۔ رام سے مراد شبد سے ہے۔ کیونکہ دوسرے مصرعہ میں ہی" گھٹ گھٹ رو دیا۔" کہہ کر رام کی تشریح کر دی ہے۔ جو رام گھٹ گھٹ میں لبتا ہے۔ اُس کے بعد ترکوں کا کچھ حال لکھا ہے۔ حضور نے

فرمایا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ دوزخ یا نرک کا وجود حقیقت میں نہیں ہے۔ بلکہ محض لوگوں کو ڈرانے کے لئے مہاتماؤں۔ پیغمبروں اور اوتاروں نے یہ ڈھکوسلہ گھڑ لیا ہے۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سنت جو اندر دیکھتے ہیں۔ وہی کہتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ ایک ست سنگی کی روح ابھیاس میں بجائے اوپر جانے کے نیچے نرکوں کو روانہ ہو گئی۔ اور وہاں تھر تھر کانپنے لگی۔ جو لوگ اس کے پاس تھے انھوں نے مجھے خبر دی میں نے جا کر دیکھا تو ایسی تڑپ رہی تھی کہ گویا مرنے لگی ہے۔ اس پر پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ تو اس نے بتایا کہ میں نرکوں کا عذاب نہیں دیکھ سکتی۔ حالانکہ یہاں کے لوگ مجھے کچھ نہیں کہتے میں الگ کھڑی ہوں۔ مگر عذاب دیکھا نہیں جاتا۔ پھر پوچھا کہ آیا ست گورو کا سروپ یا شبد سنائی دیتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ بالکل نہیں۔ گویا دوزخ میں مرشد کی شکل اور ندائے آسمانی بھی نہیں جاتی۔ اس پر اس کو کہا گیا کہ میری آواز تو سنتے ہو تو جواب دیا۔ ہاں۔ بس پھر اس آواز کے پیچھے پیچھے تیسرے تل پر آجاؤ۔ وہاں پہنچی تو کہنے لگی۔ کہ اب تو سروپ بھی آگیا اور شبد بھی سننے لگا۔ مطلب یہ نرک محض کہانی نہیں ہے۔

۶ رجولائی ۱۹۳۵ء کو ڈیرہ ترن تارن رادھا سوامی میں بھنڈارہ مقرر تھا۔ حضور کے لئے سنت دیوا سنگھ جی نے اپنی کار بھیجی تھی۔ چنانچہ حضور ۵ رجولائی کو دن کا کھانا کھا کر ۱۲ بجے سے پہلے ڈیرے سے اس کار میں روانہ ہو گئے۔ اور راستے میں بھلر گاؤں کی سنگت کو وقت دس منٹ دے کر دوپہر کے ایک بجے کے قریب ترن تارن ست سنگ گھر جا پہنچے۔ وہاں جا کر سب نے آرام کیا۔ شام کو ۵ بجے سنگت کو کھانا کھلانا شروع ہو گیا۔ اور ۷ بجے شام کے حضور نے ست سنگ شروع کر دیا۔ "ستگورو کا نام پکارو ستگورو کو ہردے دھارو" سوامی جی کی بانی میں سے اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "مانو مانگ" کا شبد لیا گیا۔

اس کے بعد حضور حسب خواہش اپنے میزبان کے ان کا فارم دیکھنے آبادی ترن تارن سے مغرب کو باہر تشریف لے گئے۔ اس علاقہ میں نہر کا بڑا زور ہے۔ کنوئیں کا پانی ۶ - ۷ ہاتھ سے زیادہ گہرائی پر نہ تھا۔ اس زمین میں کنوآں بھی بڑا چوڑا لگا ہوا تھا۔ اور لوہے کی ٹنڈیں ۷ - ۷ سیر پانی نکالتی ہیں۔ گویا جب کنواں چلتا ہے۔ تو پانی کا سیلاب آجاتا ہے۔ پانی کے کھال غیر معمولی طور پر چوڑے ہیں۔ اس وقت چری دھوسن۔ دگھیا کدو وغیرہ کھیتوں میں کھڑے تھے۔ اور وہ کھیت خوب لہلہا رہے تھے۔ ایک دو بھینس شیر دار بری موٹی اور پلی ہوئی دیکھنے میں آئیں۔ یہ زمین بٹائی پر دے رکھی ہے۔ کیونکہ بیلوں کی قلت ہے۔ وہاں سے تشریف لا کر حضور نے کھانا کھا کر اوپر چھت پر آرام کیا۔

۷ رجولائی کو ۴½ بجے صبح کے ست سنگ شروع ہو گیا۔ سوامی جی کی بانی میں سے "گورو گورو میں ہردے

دھرتی" اور گورو گرنتھ صاحب میں سے چوتھے محلہ کا مارو راگ شبد "ساچا آپ سنوارن ہارا" اور "نہ سوجھیں بنجی کارا" لیا گیا۔ بجی کے معنی ہیں دوسری "گورو گورو گرمن مور" "گورو بنا میں ناہیں ہور" بھی لیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ مہاتما لوگ کھانا کھاتے وقت کھانے کا مزہ نہیں لیتے۔ اپنی روح کو کھینچکر تر کٹی میں لے جاتے ہیں۔ تو پھر جو کچھ کھاویں اُس کا مزہ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ بات عام آدمی کی سمجھ سے باہر ہے۔ ایک بی بی اس وقت بولی کہ حضور میں ایک مہاتما کو روٹی کا تھال لے کر کھلانے لگی۔ تو جب مہاتما کھا چکے تو تھال میں فیرنی اور چٹنی رہ گئیں۔ ہاتھ دھلانے سے پیشتر میں نے اُن سے عرض کی کہ حضور چٹنی اور فیرنی رہ گئیں۔ وہ بولے۔ پھر اُن کو لے آنا تھا۔ گویا مہاتما جی نے کھانا کھا لیا مگر تھالی میں چٹنی اور فیرنی نہ دیکھیں۔ یہ حضور کے فرمانے کی صداقت ظاہر کرتی ہے۔

ست سنگ کے بعد کھانا کھا کر ۱۲ بجے کے قریب کار میں چل کر ایک بجے سے پہلے ست سنگ گھر امرتسر آپہنچے۔ ابھی اسباب اُتار ہی تھا کہ زور سے آندھی چلی اور مینہ آیا۔ خوب بارش دو گھنٹے ہوتی رہی۔ ۳ بجے شام تک مینہ برسا۔ شامیانہ تر ہو گیا۔ اور ست سنگ کے میدان میں پانی بھر گیا۔ میں کچہری سے ۴ بجے واپس آیا تو حضور برآمدے میں ست سنگ فرما رہے تھے۔ ست سنگ کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ۷ بجے کے قریب ڈیرے آپہنچے۔ یہاں ست سنگ جاری تھا۔ حضور کچھ منٹ اندر ٹھہر کر ست سنگ میں تشریف لے آئے۔

حالاتِ سفر ہوشیار پور۔ دیارہ۔ بڑکالو

۸ر جولائی کو دوپہر کا کھانا کھا کر ۳ بجے ڈیرے سے چلے ہوئے ہوشیار پور روانہ ہوئے۔ راستے میں جالندھر شہر میں ۵ منٹ ٹھہر کر جنڈ و سنگھہ وار۔ آدم پور اور کٹھار یعنی مانگو وغیرہ کی سنگتوں سے ملتے ہوئے شام کو ½ ۵ بجے ہوشیار پور پروفیسر پوری صاحب کی کوٹھی آپہنچے۔ مسٹر لو تھرا ڈپٹی کنٹرولر آف ٹرانسپورٹ بھی ہمراہ تھے۔ وہاں پروفیسر صاحب نے شام کے ۶ بجے ایک ٹی پارٹی کا انتظام کر رکھا تھا۔ مسٹر کھنہ .D. C ہوشیار پور بوجہ آمد وزیر صاحب پنجاب ٹی پارٹی میں تشریف نہ لا سکے۔ مگر کالج کے پرنسپل صاحب و دیگر معززین پارٹی میں تشریف لائے۔ پروفیسر صاحب نے خوب سب کی خاطر مدارات کی۔ مٹھائی چائے اور ایریٹیڈ واٹر بڑی افراط سے مہمانوں کو تقسیم کئے اور بعد میں کنگھی سے خاتمہ کیا۔

اس کے بعد حضور مہاراج جی نے حاضرین کو روحانیت کے رشتے میں کبیر صاحب کی بانی میں سے "کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے" پڑھ کر خوب تشریح کی۔ میرا اپنا خیال ہے کہ بہت سے معززین کے لئے یہ مضمون چونکہ بالکل نیا تھا۔ اِس واسطے اُن کی سمجھ میں پورا پورا نہیں آیا ہو گا۔ ہاں اشٹانگ یوگ پرانا یام اور یوگ کے لوازمات و سنت مت کا سہج یوگ شاید کچھ کچھ اُن کے ذہن میں آیا ہو۔ بعد میں حضور

کو بھی یہ خیال آیا کہ بہتر ہوتا ہے۔ کہ کوئی زیادہ عام فہم اور آسان مضمون لیا جاتا۔ مگر حضور نے اپنی طرف سے
پوری پوری کوشش حاضرین کو اپنا مت ویوگ مت بتلانے کی کی۔

اُس کے بعد صبح کے ۸½ بجے میدان میں شامیانہ لگا کر پھر ست سنگ کیا گیا۔ مگر وہ جنٹلمین جو کہ
ٹی پارٹی میں تشریف لائے تھے۔ اُن میں سے شاید ایک دو ہی صبح کے ست سنگ میں آئے۔ کیونکہ ۹ جولائی کو
کوئی سرکاری تعطیل نہ تھی۔ مگر عام ست سنگی اور پبلک کافی تعداد میں موجود تھی۔ حضور نے گورو گرنتھ صاحب میں سے
بتایا کہ سب کچھ انسان کے شریر میں ہی ہے۔ اگر پرماتما کو ملنا ہو یا دیوی دیوتاؤں کو بھی ملنا ہو تو شریر میں ہی ملیں گے۔
باہر نہ کسی کو خدا ملا نہ ملے گا۔

ست سنگ کے بعد سب سنگت نے کھانا کھایا۔ پروفیسر صاحب نے گورو کے پریم میں خرچ کی کوئی پرواہ نہ
کی۔ اُن کی استری و بچے پریم کی مورتیاں ہیں۔ سب نے دل و جان سے ستگورو کی اور سادھ سنگت کی سیوا کی۔

وہاں سے ایک بجے دوپہر کے روانہ ہو کر کرٹ آئے۔ وہاں دس منٹ کے لئے کار سے اُتر کر میدان میں
لوگوں کو درشن دے کر حضور مبارک پور کی طرف روانہ ہو پڑے۔ مبارک پور کھرودائیں کی سڑک پر کھرودائیں سے ۹ میل
در ے واقعہ ہے۔ یہاں سڑک کے کنارے ہی دو دکانیں نظر آتی ہیں۔ یہاں سے دائیں طرف کو ایک سڑک انب
کو گئی ہے۔ انب یہاں سے کوئی ۳۔۴ میل ہوگا۔ انب جانے کے لئے کافی اترائی آتی ہے۔ انب سے ۲۔۳ میل آگے
آنند پور نامی گاؤں آتا ہے۔ جہاں سڑک کے کنارے پر بائیں طرف ایک کنواں اور سبیل ہے۔ دھوپ کا زور
تھا۔ سب نے یہاں آکر پانی پیا۔ یہاں سے بائیں ہاتھ کو ایک سڑک نہریاں کے راستے ہمیر پور جاتی ہے۔ مگر ہم
سیدھے گئے۔ سڑک بالکل کچی، راستے میں جا بجا پانی کے چو اور وٹے آتے تھے۔ کئی جگہ موٹر کار کے لئے گذرنا
خطرناک اور مشکل تھا۔ آنند پور سے چرڑو گاؤں (جس کا سنسکرت میں चिरसह ہوگا) ۸ میل ہے
وہاں سے آگے جا کر بائیں ہاتھ کو ۳۔۴ میل پر دیاڑہ گاؤں ہے۔ مبارکپور سے نیچے اُتر کر دور تک ایک بڑی چوڑی
وادی ہے جس کے چاروں طرف ایک دھار پہاڑیوں کی دور نظر آتی ہے۔ یہ وادی کافی نیچے ہے۔ اس واسطے
یہاں گرمی نہیں۔ اور ہوا بھی کم معلوم ہوئی۔ شام کے ۴ بجے کے قریب دیاڑہ پہنچ گئے۔ چونکہ یہاں زمین ہموار ہے
اور میدان ہے۔ اس واسطے زمینداری اچھی ہے۔ اور لوگ خوشحال نظر آتے ہیں۔

اُس روز شام کو ۶ بجے ست سنگ ہوا۔ حاضری دیہاتی لوگوں کی کافی تھی۔ برہمن، راجپوت، رامداسیہ
مرد و زن شامل تھے۔ رات کو کافی گرمی رہی۔ جس جگہ ہم ٹھہرے تھے وہ اگرچہ دو منزلہ تھی۔ مگر چھتیں نیچی تھیں۔
اور ہوا کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ دیہاتوں میں عام طور پر نہ تو غسل خانے کا انتظام ہوتا ہے۔ نہ رات کو گرمی میں آرام
سے سونے کا۔ مگر حضور آرام کرنے کے خیال سے نہیں آئے۔ وہ تو صرف لوگوں کا فائدہ مدنظر رکھ کر اس سب

تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ ایک ہی غسل خانہ میں ہم سب لوگ نہاتے تھے۔ غسلخانہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔ اور حضور کے لئے مشکل سے کموڈ کا انتظام ہوا۔ رات کو نیچے صحن میں ہمارے پاس ہی لوگوں کے سامنے سونا پڑا۔ اور دن کو اوپر چوبارے میں آرام فرماتے۔ چوبارہ پر ٹین کی چھت تھی جو کہ کافی گرم تھی۔ اور نہانے کے لئے نیچے آنا پڑتا تھا۔ تاہم حضور نے کبھی بھی تکلیف نہیں مانی۔ بلکہ اس دورہ میں بہت خوش تھے۔ کہ ہم نے ۶ صد مرد و زن کو نام دیا۔ کیونکہ ست سنگ میں حاضری بڑھتی گئی۔ پہلے صرف ایک رات رہنے کے ارادے سے آئے تھے۔ مگر لوگوں کا شوق دیکھ کر دو رات ٹھہرے۔ حاضری بڑھتی چلی گئی۔

۱۱ر جولائی کو ۶ صد آدمیوں کو نام دیکر دوپہر کے ایک بجے دیارہ سے چلے اور خوش تھے۔ کہ کام کر چلے۔ راستے میں رگھوناتھ صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار اپنی کوٹھی میں جو کہ سڑک سے دائیں ہاتھ کو ۳ فرلانگ پر واقعہ ہے، لے گئے۔ موٹر کار اُن کی کوٹھی کے قریب چلی گئی۔ میاں صاحب کے گھر کی مستورات نے حضور کے درشن کئے۔ اور پھر وہاں سے چل کر مبارکپور کے راستے چنت پورنی آئے یہاں سے آگے چمبی بازار سے کوئی آدھ میل ورے موٹر کار خراب ہو گئی۔ سب کو نصف گھنٹہ سے زیادہ انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار ۸ بجے کانو کی بڑ پہنچے۔ موسم خوشگوار اور خشک ہے۔ جان میں جان آئی کہ میدان و وادیئے انب کی گرمی سے نجات ملی۔ آج کانو کی بڑ میں لوگوں کا مجمع نہیں۔ صرف ڈیرے کے انجنیر صاحب و ایک دو ست سنگی آئے ہوئے ہیں۔ بہت ہی خاموشی کا عالم ہے۔

۱۲ر جولائی کو سنا ہے کہ نیچے میدان میں اور جلیپٹ میں بارش بہت ہوئی۔ مگر اس پہاڑی پر اب کے بارش کی کمی ہے۔ اگرچہ موسم خشک و خوشگوار ہے۔ اور گرمی کی تکلیف نہیں ہے۔ آج شام کو ۳ سکھ جوان برما کی فوج کے جو بھر وائیں کیمپ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ حضور مہاراج جی کے درشنوں کے واسطے آئے۔ شام کو اُن کو اور حاضرین کو گورو گرنتھ صاحب میں سے ست سنگ سنایا گیا۔ گورو ارجن دیو کی بانی "سنت جناں مل بھائیو سچا نام سنبھال۔ توشہ بند ھو جیا کا ایتھے اوتھے نال" لی گئی۔ گویا گورو گرنتھ صاحب تائید کرتا ہے کہ سنتوں کو مل کر ان سے نام لے کر کمائی کرو۔ تاکہ اس دُنیا اور دوسری دُنیا دونوں جگہ تمہارے ساتھ رہے۔ آگے جا کر آتا ہے "جم دُوت نہ لاگے ڈنڈ" کہ جو گورو کا سچا سیوک ہے۔ اس کو جم دُوت کچھ نہیں کہتے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر گورو دھارن کر کے جم دُوتوں کے ساتھ جاتا ہے تو ایسے گورو کو دور سے سلام کہہ دو۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ سیوک گورو کی ہدایت کے بموجب پریم پیار سے کمائی کرے۔ اس پر صاحب زادہ بچنت سنگھ نے فرمایا کہ حضور جو ست سنگی کمائی نہیں بھی کرتے اُن کی موت پر بھی حضور اُن کو درشن دے کر ہمراہ لے جاتے ہیں۔ مثلاً سرسہ میں ایک ارورہ جنسی نام کا تھا۔ جس نے نام کی کمائی نہیں کی۔ جب اُس کی بیماری کا حال سُنا تو میں اُس کی خبر گیری کو گیا۔ اُس نے بتایا کہ ست گورو تو دروازے پر کھڑے ہیں اندر نہیں آتے۔ ان سیاہ پوش عورتوں کو یہاں سے اُٹھا دو۔ اُدھر کے مسلمانوں کی مستورات کا لباس

تیلا ہوتا ہے۔ وہ وہاں بیمار پرسی کے لئے موجود تھیں) جب اُن کو کمرہ سے باہر کر دیا گیا تو بنسی بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ "اب مَیں چلا ہوں۔ ستگورو آ گئے ہیں۔" یہ ہی نہیں بلکہ آپ نے بنو ارائیں کی موت کے وقت اُس کو درشن دیئے۔ حالانکہ اُس کو نام نہیں ملا ہوا تھا۔ مگر چونکہ وہ حضور سے محبت کرتا تھا۔ اس واسطے اس کو فائدہ ہوا۔ آج تک اُس کے پسماندگان حضور کا ادب کرتے ہیں۔ جب مرنے لگا بنو کو گھر والوں نے کہا۔ کہہ "اللہ اللہ"۔ اس پر وہ بولا: "اللہ اللہ کیا کروں مہاراج آ گیا ہے۔"

اسی طرح حضور کا تو کرستان سنگھ سرسے میں بال بچے دار تھا۔ جب بیماری میں کہنے لگا ستگورو آ گئے ہیں۔ تو اس کی بیوی بولی۔ میرا اور بال بچوں کا کیا بنے گا۔ اُس نے کہا تم کھاری کنوئیں میں جاؤ۔ جب مہاراج جی اُس کی بیمار پرسی کو خود تشریف لے گئے۔ تو اُس کی بیوی نے اُس کا لڑکا سامنے کیا۔ حضور نے اُس کو دھکا کر پرے ہٹا دیا۔ تاکہ مرنے والے کی رُوح کا دھیان بچوں کے موہ میں نہ جاوے۔ پھر ملکھی رام میوہ فروش ڈیرہ نے جو ست سنگ میں آج حاضر تھا۔ بتایا کہ سیالکوٹ میں ایک بیوہ عورت سخت بیمار ہو گئی۔ اُس کو ٹانگہ میں ڈال کر ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ یہ نہیں بچ سکتی۔ اِس کو گھر لے جاؤ۔ جب وہ ٹانگے میں گھر آ رہی تھی تو ٹانگے والے کو کہنے لگی۔ ٹانگہ ٹھہرا دو۔ دیکھو حضور مہاراج جی پیدل پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ ہم ٹانگے پر جا رہے ہیں۔ اُن کو ٹانگے میں بٹھا کر لے جاوینگے مگر ٹانگہ والے نے خیال نہ کیا۔ تو اُس نے ٹانگہ سے اُتر کر اس کے تھپڑ مارا۔ جب ٹانگہ کھڑا ہوا تو وہ چڑھ بیٹھی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اگلی سیٹ پر ستگورو بیٹھے ہیں۔ گھر آ کر بولی کہ مَیں نے اِس جنم میں کوئی پاپ نہیں کیا۔ یہ تکلیف اِس واسطے ہے کہ پچھلے جنم کا پاپ صاف کرنا ہے۔ اور گھر والوں کو کہا کہ آپس میں پیار سے رہنا اور چڑھائی کر گئی۔

۱۶ر جولائی سموار کو سنکرانت ساون کی تھی۔ اِس واسطے شام کے ۶ بجے حضور سوامی جی مہاراج کی سار بچن نظم میں سے بارہ ساون کا مہینہ لیا گیا۔ اِن دونوں مہینوں میں ست سنگی اور غیر ست سنگی کی موت کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ جو لوگ جیتے جی عبادت کر کے پردہ کھول لیتے ہیں۔ اُن کو تو چھ چھ ماہ پہلے اپنی موت کا علم ہو جاتا ہے اور جو معمولی کمائی والے ہیں۔ اُن کو ستگورو دو دو۔ تین تین دن پہلے آ کر بتا دیتے ہیں کہ تم کو فلاں وقت لے چلیں گے بعض وقت جب ایک ست سنگی بیمار کے آخری وقت اُس کے کمرے میں بے ست سنگی ہوں تو اُس کو بولنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ چنانچہ آج ایک ست سنگی نے بتایا۔ کہ اُس کا رشتہ دار ست سنگی بیمار نمونیہ سے تھا۔ اُس کو بہت پیاس لگتی تھی۔ اور اُس کے کمرے میں اُس کے بہت سے بے ست سنگی رشتہ دار موجود تھے۔ جو اُس کو پانی نہیں دیتے تھے۔ آخر کار اخیر وقت پر اُس نے کہا کہ دیکھو ستگورو ٹھنڈے پانی کا گلاس ہاتھ میں لئے دروازے کے باہر کھڑے ہیں۔ اُن لوگوں کو کہو کہ چلے جاویں۔ مگر وہ نہ گئے اور اُس نے چپکے سے دم دیدیا۔ اِس واسطے چاہیئے کہ ست سنگی کی موت کے وقت سب غیر ست سنگیوں کو خواہ وہ اُس کے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں باہر نکال دیا جاوے۔ جو لوگ ستگورو سے نام لیکر

کمائی نہیں کرتے۔ اُن کو موت سے پہلے سنگورُو کے درشن نہیں ہوتے۔ مگر سنبھال اُن کی بھی ہوتی ہے۔ کیسے؟ جب رُوح جسم سے باہر نکلتی ہے تو آگے تین راستے ہیں۔ دایاں، بایاں اور درمیانہ۔ درمیانہ راستہ کو شاہ رگ اور سکھمنا بھی کہتے ہیں۔ بائیں طرف کال کے ایجنٹ یعنی جم دُوت یا فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ دائیں طرف سنگورُو کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ فرشتے آواز دیتے ہیں۔ اِدھر آ جاؤ۔ اِدھر راستہ ہے۔ اُس وقت گورُو اُس رُوح کو پکڑ لیتے ہیں۔ بائیں راستہ نہیں جانے دیتے۔ جس کو گورُو نہیں ملا، یا مُرشد کامل نہیں ملا۔ وہ فرشتوں یعنی جم دُوتوں کے ساتھ جاتا ہے اور اس کا بُرا حال ہوتا ہے۔ اِس بات کو مولوی روم صاحب نے اپنی مثنوی میں خوب کھول کر لکھا ہے۔ ؎

ہیں گریز از جوقِ اکالِ غلیظ — سوئے اُو کہ گفت مائیت حفیظ
آوازِ غولاں شُد آوازِ آشنا — آشنائے کو کشد سوئے فنا
آوازے دارد کہ ہنگ اے فلاں — سُوئے من آئید اینک نام و نشاں

گویا جب رُوح اُس راستہ پر پہنچتی ہے۔ تو فرشتہ اُس کے کسی مرے ہوئے عزیز کا روپ دھار کر کے آواز دیتا ہے۔ کہ او فلاں یار، او بیٹا، اے بھائی، اُس طرف آ جا۔ اِدھر راستہ ہے۔ اُس بیچارے کو کیا خبر کہ یہ دھوکا ہے وہ اُس کو اپنا مُربی سمجھ کر اُدھر جاتا ہے۔ اور مارا جاتا ہے۔ اِسی طرح پھر کہا ہے:۔

"خلق یا طن ریگ جوئے عمر تو۔" اور گرنتھ صاحب میں کہا ہے: "جم کال گھڑی موہت نہالے۔ اِن دِن آرجا چھیجے ہے۔"

یعنی موت کا فرشتہ اُس وقت کے اِنتظار میں ہے کہ تیرا دم نکلے اور تیری رُوح کو قبض کرے۔ مَیں نے بچشم خود ایک عیسائی کو مرتے دیکھا۔ آخری وقت بولا۔ یہ ماریتا کا تار آیا ہے۔ ماریتا اُس کی بیوی کا نام تھا۔ جو پہلے مر چکی تھی۔ گویا اُس کی بیوی کے تار کے بہانے فرشتۂ موت نے اُس کی رُوح کو جسم سے باہر کر کے قبض کیا۔ ورنہ ماریتا کہاں! اور تار کہاں۔ اِس واسطے پُورے گورُو کی ضرورت ہے۔

آج کل یہاں آموں کی کثرت ہے۔ اور سستے بھی ہیں۔ آج دو صد آم سے زیادہ ایک روپیہ میں ہمارے نوکر نے خریدے۔ یہاں علاوہ آموں کے آڑو۔ انگور۔ ناشپاتی اور دیسی کیلا بھی بکنے آتا ہے۔ لوگ ٹوکروں میں بھر کر کالو کی بڑ کے عین سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ جو کہ بر لب سڑک واقع ہے۔ چھوٹے بھائی صاحب چونکہ ضلع حصار یعنی باگڑ میں رہتے ہیں۔ جہاں کہ آموں اور پانی کی قلت ہے۔ اِس واسطے بھائی صاحب شادی یہ کہانی سُنایا کرتے ہیں۔ کہ کوئی باگڑی ما اُس جگہ سفر کر رہا تھا کہ راستہ میں ایک نہر رواں دکھائی دی۔ وہ دوڑا اور جھک کر مُنہ ڈال کر جانوروں کی طرح پینے لگا۔ اِتنے میں اُوپر سے مور بولا۔ اُس نے سمجھا کہ مالک آ گیا۔

بولا "او چودھری پیوں نہیں، میں تو دیکھوں ہوں۔"

۱۷ر جولائی کو شام کے وقت بھادوں کا مہینہ لیا گیا۔ سوامی جی فرماتے ہیں۔ کہ دُنیا میں سب کو آشا ترشنا اور تین تاپ یعنی ادھیا تمک۔ ادھی بھوتک اور ادھی دیوک لگے ہوئے ہیں۔ یعنی رُوحانی۔ جسمانی اور نفسانی۔ رُوحانی تاپ تو آشا ترشنا۔ غم چنتا ہیں۔ اور پاپوں کا بوجھ۔ جسمانی تاپ بیماریاں۔ نفسانی تاپ کام کرودھ وغیرہ ہیں۔ جپ تپ۔ پُوجا پاٹھ دان پُن۔ سندھیا۔ گائیتری۔ نماز۔ روزہ۔ تیرتھ۔ برت۔ ہر ایک مذہب نے اِن دُکھوں سے نجات حاصل کرنے کے اُپائے بتائے ہیں۔ مگر یہ کسی مخلوق کو چوراسی لاکھ آواگون کے چکر سے باہر نہیں لے جاتے۔ اِن کرموں کے کرنے والے بہشت۔ اعراف یا اِس دُنیا میں آکر ان کا پھل بھوگتے۔ اور جب بھوگ چکتے ہیں۔ تو پھر چوراسی کے چکر میں چلے جاتے ہیں۔ پُورے گُورُو اور شغل سُلطان الاذکار سے جب رُوح کو اللہ ہُو سے پرے لے جاویا۔ تو انسان اِس آواگون سے نجات پا جاتا ہے۔ اِس کے بعد پلٹوؒ صاحب کی بانی میں سے "نام" کی بابت پڑھا گیا۔

جو کوئی جاہے نام تو نام اناام ہے ؂ لکھن پڑھن میں ناہیں نہ اچھر کام ہے۔ رُوپ کہو ان روپ پون ان رکھتے ؂ ارے ہاں رے پلٹوؒ غیب درشٹی سے سنت نام وہ دیکھتے۔" گویا جو لوگ اللہ اللہ، واہگورو واہگورو، رام رام، رادھاسوامی رادھاسوامی جپتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ ہم نام جپ رہے ہیں۔ غلطی پر ہیں۔ اصلی نام تو لکھنے پڑھنے سے پرے غیب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

رسم جنم دن، کالوکی بڑیں

مورخہ ۲۰ر جولائی بروز شکروار کو کالو کی بڑ میں جنم دن کا رسا دن کو منانا قرار پایا۔ یہاں تک حضُور کی زبانِ مبارک سے معلوم ہوا ہے حضور کا جنم دن کا پروشٹھ سا دن ہے۔ آج صبح ۶ بجے سے ہی باجہ بجنا شروع ہو گیا۔ اور موسم بہت خوشگوار تھا۔ کیونکہ آسمان پر بادل گِھر گِھر کر آتے ہیں۔ ۸½ بجے صبح کے قریب حضُور اپنے آرام گاہ کے مُتصل پہاڑی پر ہوا لینے کے لئے براجمان ہوئے۔ اُس کے ختم ہونے کے نصف گھنٹہ بعد پُورے دس بجے صبح کے ست سنگ شروع ہوا۔ چنانچہ حاضرین کی تعداد کئی ہزار مرد و زن کی تھی۔ اِس واسطے حضُور کا تخت پیپل کے نیچے پہاڑی سے اُوپر ٹیلے پر سجایا گیا۔ باقی خلقت پہاڑی پر بیٹھی۔ چونکہ ست سنگ میں بہت سارے غیر ست سنگی لوگ شامل تھے۔ اِس واسطے اُن کو سنت مت کا بُنیادی اصُول یعنی شبد یا آکاش بانی یا ندائے آسمانی کا دیا کھیان ضروری تھا۔ اس مطلب کے لئے پہلے گورو گرنتھ صاحب میں سے تیسری پادشاہی کا شبد "تیریاں کھانیں تیریاں باتیں ؂ بن ناویں سب بھرم بھُلانیں" پڑھا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شبد یعنی ندائے آسمانی کی خبر نہ تو چاروں قسم کی گویائی کو ہے۔ نہ مخلوق کی چار اقسام کو ہے۔ گویا شبد اِن سے پرے ہے۔ یعنی شبد لکھنے پڑھنے میں نہیں آسکتا۔ اُس کو رُوح ہی محسوس کر سکتی ہے۔ اور وہ شبد مُرشد سے ملتا ہے۔ چار قسم کی بانی پرا۔ پسنتی۔ مدھما۔ بیکھری ہے۔ یعنی ایک جو زبان سے بولی جاوے۔ دوسری جو گلے سے نکلے۔ تیسری جو ہردے سے بولیں۔ اور چوتھی جو ناپھی سے بولی

کالو کی بڑ میں ست سنگ جولائی ۱۹۴۵ء
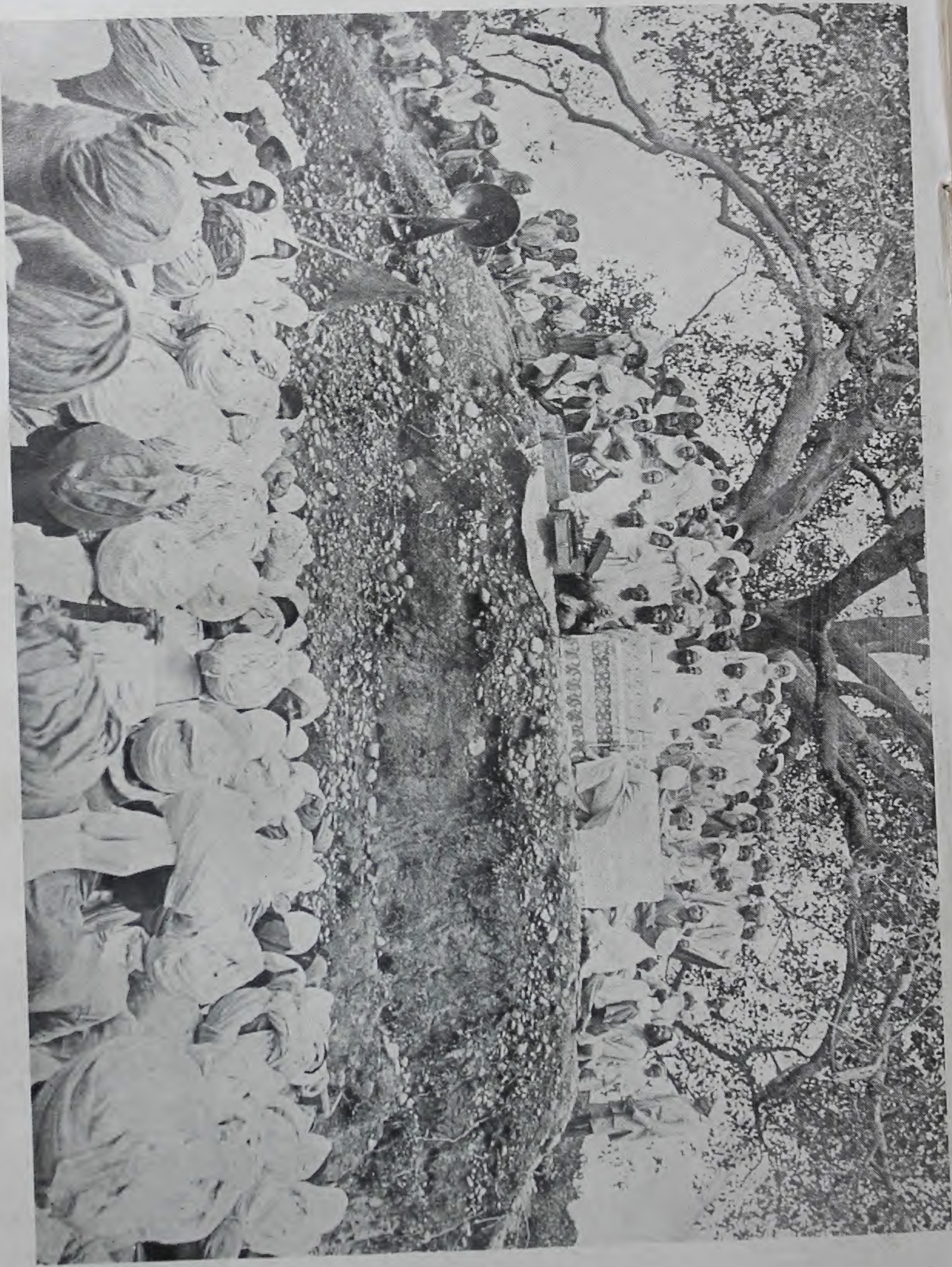
لوگ ہلور اُٹھاتے ہیں۔ اور چار قسم کی مخلوق ہے۔ انڈنا۔ جیرج۔ سیتج اور اُتبھج۔ یعنی ایک وہ جو انڈے سے نکلتی ہے۔ دُوسری وہ جو جھلّی میں لپٹی ہوئی پیدا ہوتی ہے۔ تیسری جو موسموں کی تبدیلی سے مچھر، بیر بہوٹیاں وغیرہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور چوتھی نباتات۔

اِس کے بعد سوامی جی کی پُستک میں سے "نام کا نرنہ" لیا گیا۔

بعد میں بعض لوگوں نے جنم دن کے اُتسو کی خوشی میں کویتا پڑھی۔ مگر حضُور نے بند کر دیا۔ فرمایا کہ مٹھائی کھانے کے بعد گُڑ کون کھائے گا۔ سنتوں کی بانی کے مقابلہ میں دُنیاوی نظمیں وغیرہ کیا مزہ دیں گی۔ خلقت کے ہجوم نے سب پہاڑیوں کو بھرا ہوا تھا۔ اور چونکہ بہت ساری سنگت کانگڑہ کے ضلع سے شام کے ۴ بجے کے بعد پہنچی۔ اس واسطے دوبارہ ست سنگ شام کے چھ بجے کرنا ضرُوری خیال کیا گیا۔ حاضری صبح سے بھی زیادہ تھی۔ پہلے حضُور سوامی جی کی بانی سے "ستگورُو کا نام پکارو ÷ ستگورُو کو ہردے دھارو" لیا گیا۔ اُس کے بعد گورو رام داس جی کا شبد "راما رم راموسن من بھیجے" لیا گیا۔ گورُو صاحب کے پہلے ہی مصرعہ کا یہ مطلب ہے کہ رام نہ صرف ماننے کا وِشے ہے۔ بلکہ سُننے کا بھی وِشے ہے۔ جیسے کہ انجیل میں آیا ہے "کلام ہی خدا تھا"۔ ست سنگ کے بعد پھر باجہ بجنے لگا۔ اور باجے والوں کو انعام دے کر رخصت کیا گیا۔ اِس کے بعد حضُور ڈاک سُننے کے لئے مشرق کی طرف پہاڑی پر جو کہ سُنسان ہے۔ تشریف لے گئے وہاں کچھ ڈاک سُنی تھی کہ اندھیرا ہو گیا۔ باقی ڈاک دوسرے دن پر ملتوی کر دی گئی۔ کل کو نام دیا جائے گا

۲۲ / جولائی کو ایک پنڈت جی مہاراج جو لاہور سے دہرم سالہ مہنتان میں ست سنگ و دیگر مقامات میں کتھا کرنے آئے تھے۔ ست سنگ میں شام کے وقت تشریف لائے۔ تو تُلسی کرت رامائن میں سے "برہم رام سے نام بڑ" والی چوپائیاں نرگُن۔ سرگُن۔ برہم اور رام نام کی بابت پڑھی گئیں۔ لالہ ٹھنڈی رام جی نے جو رامائن کے واقف کار ہیں۔ کتھا کی۔ بیچ بیچ میں حضُور مہاراج جی نے بھی بچن کئے۔ پنڈت جی کہتے تھے۔ کہ رام نام کی مہما اِن شبدوں میں تُلسی داس جی مہاراج نے کی ہے۔ مگر حضُور نے فرمایا۔ کہ خود تُلسی داس جی نے کہا ہے کہ "برہم رام سے نام بڑ" تو پھر کیسے نام سے مطلب وِرن آتمک "رام نام" جپنے کا ہو سکتا ہے۔ ؟ اِس سے مُراد دُھن آتمک نام کی ہے جس کو گرنتھ صاحب میں شبد کر کے بیان کیا ہے۔ سرگُن برہم یعنی رام نے تو صرف اہلیہ اور سُگریو وغیرہ چند لوگوں کو مُکتی دی۔ مگر نام نے انیک پاپیوں کو بھوساگر سے پار کر دیا۔ اس کے بعد تُلسی صاحب کی گھٹ رامائن میں سے یہ شبد لیا گیا۔

ا:- امر بوٹی مورے یار پیار پیانے دئی ÷ کاٹی جم کی جال کال ڈر نہ رہی ":- امر بوٹی کیا ہے۔ دُھن آتمک نام جو کہ ہر ایک مرد و عورت کے اندر ہر وقت آواز ہو رہی ہے۔ اُس سے نرکوں سے بچاؤ۔ اور آواگون چوراسی سے چھٹکارہ ہو سکتا ہے۔ دُنیا کی سب رُوحیں کال یعنی شیطان کے حوالہ ہیں۔ اور اِس دُنیا کا سارا انتظام

اُسی کے حوالے ہے۔ دیال اُس سے پرے ہے۔ اُس کا رُوپ شبد ہے۔

۲:- "یَیں پیا مورا انُوپ رُوپ پیا میں گئی ÷ ورسے ایکے نُور سُور شرُق سے بھئی" :- جب میرا خُدائے رحیم میں وصال ہوگیا تو میری رُوح بہادر ہوگئی۔

۳:- "جگ جُگ امر رہا تھ ساتھ سیّاں کے سکھی ÷ جاؤں نہ آؤں ہاتھ ساتھ سیّاں کے پکی" (میں کال کے بس میں نہیں آؤں گی۔)

"نو تم نرکھ نہار سار دسویں بہی ÷ آگے عجب عجب گھُل کے کہی" نو (نو دروازے جو جسم انسانی میں ہیں) اُن میں تم (اندھیرا) ہے اِن سے پرے دسویں دروازے میں اصلیت یعنی سار شبد ہے۔ جیسے سوامی جی مہاراج نے اپنی بانی میں فرمایا ہے۔

"سار شبد جہاں تیج اتامی گہن سُنن سون نیار۔"

"پیا میرے دین دیال چال چینہا صحیح ÷ سُکھ ساگر سکھ جوبج موج مکُھ سے دئی۔" میرے رحیم خاوند نے مُجھکو اپنا کر لیا۔ اور اپنے دہنِ مُبارک سے فرمایا۔ کہ اب تم کو جنم مرن میں نہیں جانے دیں گے۔

"انڈ کھنڈ برہمنڈ کوئی کرتا نہیں ÷ ہمرا سکل پسار سار ہم سے کہی۔"

جب میری رُوح کا قطرہ سمندر میں مل کر سمندر ہو گیا۔ تو یہ سمجھو کہ ساری کائنات ہی مجھ سے ہوئی ہے رجب سنت آخری رُوحانی مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو جیسے کہ بادشاہ کسی ولایت کو فتح کرکے خوشی کا نعرہ مارتا ہے۔ ویسے ہی سنت خوشی میں شادیانہ فتح کا بجاتے ہیں۔ ایسے ہی گورُو نانک صاحب نے کہا ہے۔

"روپ ہمارا اچرج کہیئے ہم ہوتے اچرج رہاتی ÷ کلا ہماری سب گھٹ بسری جوت سکل گھٹ تاتی"

ایسے ہی شمس تبریز نے کہا ہے۔

"آنجا کہ احمد برگذشت از چار و پنج و شش و ہفت ÷ در ہشتمین اش من بُدم من عاشق دیرینہ ام"

"دھرتی گگن اکاش ناش سب ہو دیں گے ÷ اگن پون جل تاش ہمیں ہم رہیں گے"

برہما بد نسائے وشن شیو تا بچے ÷ بچے نہیں ویراٹ کہن کہو کو بچے"

ایک اور جگہ کہا ہے:-

"ارے ہاں رے تُلسی رشی منی ÷ گو گنے کال دھر سبھ کو کھائی"

"کوئی نہ پاوے انت سنت ہم کو لکھے ÷ تُلسی بدھی بے انت انت کہن کو سکے"

میرا انت کسی نے نہیں پایا ÷ ہاں۔ سنت مجھ کو جانیں گے

آج ۲۴ر جولائی کی شام کو ست سنگ میں سُور داس جی کا شبد لیا گیا۔ جس میں یہ شلوک آتا ہے۔

"ایسے سُرت بز کھ بنہ الکھشر کوٹ کرشن تہاں لا جا۔"

یہ سُور داس جی پہلے کرشن جی کے بھگت تھے۔ اور کرشن جی اور اُن کی بانسری کی تعریف میں بے شمار بھجن کہے۔ مگر جب انتر میں ابھیاس کر کے پار برہم میں گئے۔ اور وہاں کی مُرلی کی دُھن سُنی تو یہ بول دیئے کہ اِس مُرلی کی آواز کے آگے کروڑوں کرشن شرمندہ ہیں۔

اس دورے میں حضور نے ۸۰۰ سے زائد استری پُرشوں کو نام دیا۔ جو لوگ یہ خیال کریں کہ حضور کالو کی بڑ پہاڑ میں اپنے آرام اور ٹھنڈی ہوا کی خاطر آتے ہیں۔ اور بے فائدہ اِس قدر خرچ کیا جا رہا ہے۔ وہ بڑی غلطی میں ہیں۔ ایک رُوح کو کال اور نرکوں سے بچا کر ہمیشہ کے لئے آواگون سے چُھڑا دینا بھی اِس سارے خرچ کے مقابلہ میں زیادہ قیمت و قدر رکھتا ہے۔

۲۵ / جولائی کی صبح کو ½ ۷ بجے کالو کی بڑ سے کار میں روانہ ہو کر دس بجے کے قریب ہوشیار پور میں پروفیسر پوری کی کوٹھی پر آ گئے پروفیسر صاحب نے لاؤڈ سپیکر لگا کر ست سنگ کا انتظام کوٹھی کے سامنے سڑک سے پار میدان میں کیا ہوا تھا۔ اور لوگ پہلے سے ہی ست سنگ میں جمع تھے۔ اور بہت سی معزز لیڈیاں بھی ست سنگ سُننے کے لئے آئی تھیں۔ حضور نے پورے دو گھنٹے گورو گرنتھ صاحب میں سے ست سنگ کیا۔ "تیریاں کھانیں تیریاں بانیں ؛ بن ناویں سب بھرم بھلائیں" پڑھوا کر ویاکھیان کیا۔ پھر کئی شبد اور لئے آخر میں سہجو بائی کی بانی میں سے گورو مہما پڑھوائی۔ ست سنگ کے بعد جالندھر آ گئے۔ وہاں سردار صاحب کو علیل پایا اُن کی مزاج پرسی کر کے ڈیرے دوپہر کو ½ ۲ بجے کے قریب آ پہنچے۔

باب بارہواں

حالات قیام ڈیرہ و دورہ کالو کی بڑو ٹیری

۲۶ر جولائی کی شام کو گورو گرنتھ صاحب میں سے ست سنگ ہوا ست سنگ کے بعد عرض و معروض میں لالہ مرلی دھر ملتان نواسی نے عرض کی کہ ملتان میں ایک بی بی کا آخری وقت آ گیا۔ پہلے تو کہنے لگی کہ سری کرشن بھگوان مجھے لینے آئے۔ میں نے اُن کے ہمراہ جانے سے اِنکار کر دیا۔ اسی طرح رادن و دیگر اوتار بھی یکے بعد دیگرے آئے۔ میں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ تو پھر ستگورو کا سروپ آیا۔ اور کہنے لگا کہ تم پر بڑا کشٹ سنیچر کا ہے۔ تم ماش و دال وغیرہ پُنا کرو۔ میں نے سوچا یہ تو ستگورو کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اور پانچ نام کا سمرن کیا۔ تو سروپ غائب ہو گیا۔ گویا کال بھگوان کا سروپ تھا۔ جس کو دُنیا خدا، بھگوان و کُل مالک سمجھکر پوجتی ہے۔ اُس کے جانے کے بعد ستگورو آئے اور لے گئے۔ اسی طرح دھاریوال کے ایک معمر سردار نے عرض کی کہ میرے دیہہ کا ایک شخص نام لے کر گیا۔ مگر بھجن سمرن کا کوئی خیال نہ کرتا وہ پھیری کا کام کرتا تھا۔ اور بہت ایمانداری سے بکری نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس قدر بیمار ہو گیا کہ اُمید جینے کی نہ رہی۔ ایک رات اُس نے دیکھا۔ حالتِ خواب میں ایک بڑا لمبا چوڑا کالا سا آدمی جس کے بڑے بڑے دانت تھے اُس کو پکڑ کر ایک جگہ لے گیا اور وہاں اُس جیسے بہت سے اور بھی تھے اور لوگوں کو دو دو باندھ کر ایک بیلنے میں کماد کی طرح پیڑ رہے تھے۔ اُن کی ہڈیوں کے کڑکڑانے کی آواز آتی تھی۔ وہ لوگ ہائے ہائے پکار کرتے تھے۔ ان بکرال آدمیوں میں سے ایک نے کہا کہ اس کو بھی باندھو۔ دوسرے نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ کچھ فرق ہے۔ وہ ڈر گیا کہ اب اُس کو بھی بیلنے میں پیڑا جاوے گا۔ اِس خوف و ہراس کے عالم میں اُس کو ستگورو یاد آئے۔ اور اُس وقت دُعا کی کہ اب تمہارے بغیر یہاں کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ اِتنے میں ایک موٹر کار کی سیٹی کی آواز آئی۔ اُس میں سے ستگورو نکلے۔ اور اُس کو بٹھا کر وہاں سے لے آئے۔ دوسرے دن صبح اُٹھا تو چنگا بھلا تھا۔ سارا قصہ اپنے گھر والوں سے کہہ کر سُنایا۔ اور ستگورو کا شکریہ کیا۔

اِس کے بعد سوہن گڑھ ضلع فیروزپور کے ایک ست سنگی نے عرض کی۔ کہ حضور میں ابھی فیروزپور سے آ رہا ہوں۔ میری لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جب فیروزپور کے سٹیشن پر پانی پینے گئی تو ٹرین چل دی۔ میں نے اُس کو اُٹھا کر گاڑی میں پھینک دیا۔ اور خود اُس کے پیچھے چڑھنا چاہتا تھا کہ میرا پاؤں پھسل کر پلیٹ فارم اور چلتی گاڑی کے

درمیان پڑا۔ اور میرا جسم اُس میں گر گیا۔ ہوا کا زور تو مجھے گاڑی کی لائن میں کھینچ رہا تھا۔ مگر ستگورو اُس کی مخالف سمت میں کھینچ رہے تھے۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ اتنے میں لوگوں نے ہائے پکار کی۔ اور گارڈ نے لال جھنڈی دے کر گاڑی ٹھہرائی تو مجھ کو نکالا۔ سب لوگ تعجب کرتے تھے۔ کہ یہ کیسے بچا۔ میرے کوئی زخم نہیں آیا۔ صرف کُرتہ پھٹا۔ وہ خط اور بھی کاس وشے پر میرے پاس اِس وقت موجود ہیں۔ ایک تو اکاڑہ کے ایک ست سنگی بیوپاری مال کا ہے۔ کہ بیماری میں کس طرح اس کی مدد ہوئی۔ اور ست گورو نے اُس کو دوائی بھی بتائی۔ جس کے کھانے سے اُس کو بالکل آرام ہو گیا۔ دوسرا اجین کے علاقہ سے تھا کہ کس طرح اُس کو بے گناہ جیل میں دے دیا گیا۔ رات کو جب جیل میں سویا۔ تو ابھی نہ تو جاگتا تھا نہ سوتا، کہ دیکھا ایک بڑا سا مینار ہے۔ جس پر جم دوت اُس کو چڑھنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اتنے میں ست گورو آ گئے۔ اور وہ بھاگ گئے۔ صبح کو جیل والوں نے رہا کر دیا

۲۸ر جولائی ۱۹۴۵ء کو حضور کا جنم دن ڈیرہ بابا جیمل سنگھ میں منایا گیا۔ اِس قدر مجمع میں نے ڈیرے میں پہلے نہیں دیکھا تھا کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ باہر کا بڑا ست سنگ گھر اور سب عمارتیں اور سب میدان اندر اور باہر اٹے پڑے تھے۔ لوگوں کو رات کو سونے کے لئے زمین نہیں ملی۔ ۲۸ر جولائی ۱۹۴۵ء کو پہلے صبح کے ۹ بجے کے قریب ست سنگ شروع ہوا۔ کیونکہ صبح ۵ بجے جو پروگرام لوگوں نے حضور کی مرضی کے خلاف شبد کیرتن اور شبد چوکی کا ۵ بجے سے ۶ بجے صبح تک ایک گھنٹہ باہر بڑے ست سنگ گھر میں بھجن کرنے کا بنایا تھا۔ وہ بارش کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ ۹ بجے کے قریب بارش تھم گئی۔ اِس واسطے باہر بڑے ست سنگ گھر کے میدان میں بجانب غرب چاندنی لگا کر پہلے تو نصف گھنٹہ کے قریب راگیوں نے شبد گائے۔ بعد ازاں حضوری بانی میں سے ایک شبد لیا گیا۔ "ستگورو کا نام پکارو۔ ستگورو کو ہردے دھارو۔" اس کے بعد گورو گرنتھ صاحب کا ایک شبد لیا گیا۔ خلقت دُور دُور تک بیٹھی تھی۔ مگر سب بصورتِ تصویر خاموش تھے۔ اِس قدر انبوہ کو خاموش کرنا حضور مہاراج کی پریم بھری دیا کھیان کا نتیجہ ہے۔ اِس کے بعد شام کو ½۵ بجے پھر لوگوں کا خیال تھا کہ حضور کی مدح و توصیف میں شعر و سخن کا بازار گرم کیا جاوے۔ مگر حضور نے فرمایا کہ میں اپنے منہ میاں مٹھو بننا پسند نہیں کرتا نہ یہ چاہتا ہوں۔ کہ لوگ میرے منہ پر میری تعریف کے قلابے ملا دیں۔ اِس واسطے اگرچہ بہت سے لوگوں نے بانی رچی ہوئی تھی۔ مگر سب چُپ کے چُپ رہ گئے۔ بابا برہمانند جی نے سنسکرت میں نظم کچھ سنانا تھا۔ مگر کسی کو اجازت نہ ملی۔ ایک شبد گرنتھ صاحب کا پڑھ کر ست سنگ ختم کر دیا گیا۔ کیونکہ لوگ اِس قدر تھے کہ سارا میدان بھرا پڑا تھا۔ مگر سب نے ست سنگ پریم سے سُنا۔

۲۹ر جولائی کی صبح کو ½۸ بجے حضوری بانی میں سے گورو بھگتی کا شبد لیا گیا۔ "گورو گورو میں ہردے دھرتی گورو آرت کی سامان کرتی۔" گورو چونکہ برہم۔ پار برہم۔ ست لوک اور انامی تک سیوک کو لے جاتے ہیں۔ اِس

واسطے اُن کا درجہ انامی کل مالک کے برابر ہے "گورو سے بڑ نہیں انامی" گورو کی عظمت کے بعد اُس کی ضرورت بیان کی گئی ہے "جو چوراسی چھوٹن چاہیں سو ستگورو سیوا چت لائیں" گورو کی ضرورت بیان کر کے پھر مرشد کامل کی پہچان دی گئی ہے "شبد بتا دے سو گورو پورا * تن چرنن کی ہو جاؤ دھورا۔ اور پہچان گرو مت کوئی * لکش الکش نہ دیکھو سوئی" پھر آگے یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ ہدایت الا ہید کاری کے لئے ہے۔ جن کو خدائے واحد سے ملنے کا شوق ہے۔ جو لوگ دُنیا کی عزت۔ مان۔ وڈیائی دھن دولت کے خواہاں ہیں "

"اُن کو نہیں اُپدیش ہمارا * اُن کو جگت کا دھندا مارا
جو انو راگی برہی بھائی * بھگتی گورو کی اُن پرتی گائی"

حضور نے فرمایا کہ گورو کی بھگتی سے مُراد عشق گورو کا ہے۔ اور ابھیاس کر کے اپنے انتر میں ششمال چکر کو طے کر کے سو گشم سروپ ستگورو کے چرنوں تک پہنچنا۔ اُس کے بعد گورو گرنتھ صاحب میں سے اسی مضمون کا شبد لیا گیا "گورو گورو گورو گورو کر من مور * گورو بنا میں ناہیں ہور" یہ شبد گورو کے پریم سے لبریز ہے۔ جس مہاتما نے یہ شبد رچا ہوگا۔ اُس کے دل کے پریم کی انتہا بیان سے باہر ہے۔ ست سنگ کے بعد بھوجن ہوا۔ لنگر والی مستورات جو کہ مُفت بلا معاوضہ ہزاروں آدمیوں کا کھانا تیار کرتی ہیں۔ قابلِ تعریف ہیں۔ ساری رات روٹیاں پکتی رہتی ہیں تب جا کر دوپہر تک مُشکل سے ساری خلقت کا کھانا تیار ہو سکتا ہے۔ اب کی دفعہ ہجوم اِس قدر تھا۔ کہ پہلے اِتنا میں نے نہیں دیکھا کئی لڑکے لڑکیاں گُم ہو کر دوبارہ دستیاب ہوئے۔ سیوا سمتی و دفتر پُچھ گُچھ نے خوب سیوا کی۔ کوئی حادثہ باوجود اس قدر ہجوم کے ظہور پذیر نہیں ہوا۔

سوموار۔ ۳۰ر جولائی کو نام لینے والوں کا بڑا ہجوم تھا۔ عورتوں کو نام دیتے وقت بہت سی عورتوں نے جن کو نام دینے سے انکار کر دیا گیا تھا سُنا ہے کہ شور کر دیا۔ اِس واسطے کئی مستحق مرد و عورتیں نام سے محروم ہو کر مایوس گھروں کو چلے گئے۔ اُن کو ۳۰ر ستمبر کے ماہواری ست سنگ پر نام کے لئے آنے کو کہا گیا۔ کیونکہ اگست کا ست سنگ بند کر دیا گیا ہے۔

حالات دورۂ امرتسر

۵ر اگست کو صبح آٹھ بجے سے پہلے ہی کار میں حضور امرتسر کو روانہ ہو پڑے۔ وہاں نصف گھنٹہ آرام کر کے ست سنگ شروع کر دیا۔ ست سنگ شام کو ۶ بجے پھر شروع ہوا۔ اتوار کا دن تھا۔ شہری اور دیہاتی لوگوں کی بھیڑ بھاڑ زیادہ رہی۔ اور صبح کے ست سنگ میں کافی پگڑیوں والے چند اکالی بھی موجود تھے۔ حضور نے گورو گرنتھ صاحب میں سے تیسری پادشاہی کے مارو راگ کے شبد لئے اور دیہہ دھاری گورو کی ضرورت پر زور دیا۔ ۶ر اگست کو پھر ست سنگ ہوا۔ اور دونوں وقت ہوا۔ حاضری اتوار سے کم تھی مگر کافی تھی۔ شام کے وقت لوگوں کی بڑی تعداد تھی۔

۷ اگست کو صبح کو نام دینے کے لئے وقت مقرر تھا۔ شام کو حضور کار میں بیٹھ کر ویرے کی طرف نکل گئے۔ کیونکہ برسات میں کار کے سفر میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگ کر شریر کو تسکین سی ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی آمد و رفت سے کبھی نجات مل جاتی ہے۔ راستے میں حضور نے فرمایا۔ کہ حضور بابا جی مہاراج کی ماتا جی نے پراچین ہندوؤں کے رواج کے مطابق بابا جی مہاراج کو حکم دیا کہ میری استھیاں ہردوار دریائے گنگا میں بہائی جاویں۔ چنانچہ ماتا جی کے دیہانت کے بعد بابا جی مہاراج اُن کے پھول لے کر بنفسِ نفیس ہردوار تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک پیپل کا درخت ہے۔ انتردھیان سے پتہ لگا کہ یہ اُن کے خاندان کا آدمی اپنے کرموں کی گتی سے برکش یونی کو پراپت ہوا ہے۔ اُنھوں نے اُس کے تین پتے توڑ کر چبائے تاکہ اُس کو مانش یونی ملے۔ کیونکہ سنت جس درخت کا پھل کھا لیتے ہیں اس کو ایکدم قالبِ انسانی ملتا ہے۔ اسی طرح حضور سوامی جی مہاراج کے وقت میں ایک کیکر کی داتن کسی ستسنگی نے اُن کی سیوا میں لگادی۔ جس کے پرتاپ سے اُس کو سنار کے گھر جنم ملا۔ مگر چونکہ درختوں کی کھان میں سے آیا تھا۔ بدھی جڑ رہی۔ اُس کے بعد مر کر پھر اُس سے بہتر جنم ملا۔ اور مکتی ہوئی۔ جیسے کہ بھگوت میں کہا ہے۔ کہ انیک جنموں میں کامیابی ہوتی ہے۔

अनेकजन्मसंसिद्धस्ततो याति परां गतिम्

۷ اگست کی رات کو میں چھت پر سویا۔ حضور مہاراج جی حسب معمول دوسری منزل کی چھت پر براجمان تھے رات کے ۱۲ بجے کے بعد یکایک زور سے آندھی اور بارش آئی۔ ہم نے چارپائیاں برآمدے میں کھینچ لیں۔ مگر بارش و ہوا کا زور اس قدر تھا۔ کہ کھینچتے کھینچتے بستر بھیگ گئے۔ حضور بھی اُوپر کی منزل سے نیچے اُترے اور اپنے خواب کے کمرے کے باہر دروازے پر دایاں ہاتھ رکھ کر کھڑے تھے۔ میں نے پرنام کیا۔ اتنے میں ہوا کے جھونکے سے کمرے کا دروازہ لکڑی کا اس قدر زور سے بند ہوا کہ حضور کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا ناخن کے نیچے سے کچل گیا۔ اور خون جاری ہو گیا۔ ڈاکٹر چندر نبسی صاحب نے فوراً سپرٹ لگائی اور پٹی کی۔ مگر درد اس شدت کا تھا کہ حضور ساری رات سو نہ سکے۔ صبح کو ڈاکٹر کھنہ صاحب کے مشورے سے X - RAY کروایا گیا۔ تو پتہ لگا کہ ناخن کے نیچے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ شام کو ڈاکٹر امیر الدین صاحب سرجن کو بلا کر دکھایا۔ دوسرے روز ۸ اگست کی صبح کو ۹ بجے انھوں نے پٹی باندھی اور دو ہفتے تک باندھے رکھنے کا مشورہ دیا۔ اور دائیں ہاتھ کے اوپر کو آرام میں رکھنے کی ہدایت کی۔ ڈاکٹر صاحب کی شرافت اور نیک ذہنی کے ہم سب لوگ قائل ہیں۔ حضور نے ان کو کچھ کچھ اشارے علم باطنی کے بھی کئے۔ ۷ اگست کی شام کو لالہ ارجن داس مہتمم اخبار کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ وہاں کوئی ایک گھنٹہ درشن دیتے رہے۔ دوسرے روز پٹی کروا کر ڈیرے ۱۲ بجے کے بعد پہنچ گئے۔ اور حکم دیا کہ دوسرے روز صبح ۸ بجے کالو کی بڑ جانا ہے۔

حالات دورہ کالو کی بڑ :-

۹ اگست کو ۸½ بجے کے قریب کار میں جالندھر روانہ ہوئے۔ جالندھر

سردار صاحب بھگت سنگھ ایڈووکیٹ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ سردار صاحب کو کئی روز سے سخت تکلیف بیماری سے ہے۔ اُن کی مزاج پرسی کرکے ہوشیارپور کو روانہ ہو پڑے۔ وہاں نصف گھنٹہ کے قریب پروفیسر لوری صاحب کے دولت خانہ پر قیام کرکے بسوئے گلگریٹ روانہ ہوئے۔ راستے میں چڑھائی میں ایک بڑا تیز موڑ تھا۔ کہ یکایک ایک مسافر لاری مسافروں سے لدی ہوئی عین سامنے سے نمودار ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دو ملینڈھے سرآمنے سامنے کرکے ٹکر لگانے والے ہیں۔ بالکل ایک دوسرے کے مقابل تھیں۔ اگر ٹکر ہو جاتی تو ہماری کار کے پرخچے اُڑ جاتے اور کئی مسافر ہلاک ہوتے۔ خیر گذری کہ دونوں ڈرائیوروں نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا۔ اپنی اپنی گاڑی کو بائیں ہاتھ کو کاٹا۔ دائیں ہاتھ کو پہاڑ تھا اور چڑھائی تیز تھی۔ لاری جو اُوپر سے نیچے آرہی تھی۔ اس کے بائیں پہیے پہاڑ میں لگے۔ اور پہاڑی طرف کا اگلا پہیہ دُھرے سے نکل گیا۔ ہماری کار کے دائیں طرف کے پچھلے پہیہ کا مڈگارڈ ٹوٹا۔ حضور اُس طرف دائیں سیٹ پر رونق افروز تھے۔ دونوں گاڑیاں جام ہو کر رک گئیں۔ اور ہماری کار کے پچھلے پہیے کا دُھرا لاری کے اگلے پہیے کے دُھرے میں پھنس گیا۔ نکالنا مشکل ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے ہماری کار کو پیچھے سے اُٹھا کر اونچا کرکے نکالنے کی کوشش کی۔ آخر کار ہمارے ڈرائیور نے کار کو آہستہ آہستہ حرکت دیکر نکالا۔ ہم تو چلے آئے لاری ابھی تک وہاں پڑی ہی۔ کیونکہ اُسکا اگلا بایاں پہیہ نکل گیا تھا۔ دونوں گاڑیوں کے کپ بالکل ٹوٹ گئے تاہم شکر ہے مالک کا کہ کسی جان کا نقصان نہیں ہوا۔ ورنہ سامنے کی ٹکر تھی۔ وہاں سے چلکر کالو کی ٹبی میں آکر دم لیا۔ یہاں سُنسان کا عالم تھا کسی کو ہمارے آنیکی خبر نہ تھی بلکہ کمرے بھی آراستہ نہیں کئے گئے تھے۔ کمرے آراستہ کرکے کھانا ہمارے ڈرائیور نے تیار کیا اور شام کے ۶ بجے کھانا کھایا۔ راستے میں بھرائین جینت پورنی ماتا کے درمیان عملہ پولیس و محکمہ حفظانِ صحت والوں کا خیمہ تھا۔ اُنھوں نے روکا کہ بغیر سیفیہ کا ٹیکہ لگوائے جانے کا حکم نہیں ہم نے انکو یقین دلوایا کہ ہم جینت پورنی ماتا نہیں جارہے اس سے پرے اپنی کوٹھی جا رہے ہیں تب خلاصی ہوئی۔

آج کل شام کو ۶ بجے تلسی کرت رامائن میں سے کتھا کی جاتی ہے۔ بھائی ٹھنڈی رام جی بڑی اچھی طرح ویاکھیان کرتے ہیں۔ بیچ بیچ میں حضور مہاراج جی بھی بچن فرماتے ہیں۔ اور بھائی صاحب کا سپتر بڑے دلکش لہجے میں پاٹھ کرتا ہے۔ ایک برہمن نے پاٹھ والی کتھا سُن کر کہا کہ پنڈتوں نے تلسی رامائن کا روزگار بنا لیا ہے۔ اس میں سے پہلی ۲۰۰ چوپائیاں جن میں نام کی مہما ہے۔ اور جن کی تشریح مشکل مگر مفید مطلب ہے۔ وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور رام تلک تک پڑھ کر گھنٹہ بجا کر ختم کرکے لوگوں سے چڑھاوا بٹور لیتے ہیں۔ اُتر کانڈ میں بہت سی عمدہ سکشائیں ہیں۔ اُن کو چھوتے تک نہیں۔ گرڑ جی اور کاگ بھشنڈ میں جو سمباد اُتر کانڈ میں آتا ہے۔ اُس کی کتھا آج کل شروع ہے۔ اس کا ویاکھیان بڑا مشکل ہے۔ بھگتی اور گیان کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ گوسائیں جی کا سدھانت یہ ہے۔ کہ بھگتی مارگ، گیان مارگ سے افضل اور سہل ہے۔ کیونکہ گیان مارگ میں بہت سخت محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ گوسائیں جی فرماتے ہیں۔ کہ یہ روح خدائے رحیم کی انس اور اُسی کی مانند لافانی ہے۔ مگر مایا کے بس میں پڑ کر ایسے پھنس گئی ہے۔ جیسے کہ بندر

مٹھی پھنسا کر پھنس جاتا ہے۔ مایا جڑ ہے رُوح چیتن ہے۔ دونوں کی گانٹھ بندھ گئی ہے۔ اگرچہ یہ سب فریب ہے۔ اور دھوکا ہے۔ مگر تاہم چھوٹنے میں نہیں آتی۔ اِس کے چھوٹنے کے دو طریقے ہیں۔ شردھا سے جپ تپ برت نیم آچار کرے۔ اور سنسار سے بیرتی رکھے۔ اور دل کو صاف رکھے۔ اور پھر جوگ ابھیاس کر کے سہنس دل کنول پہنچ کر جوت جگاوے۔ تب اُس کی روشنی میں بیٹھ کر جڑ چیتن کی گانٹھ کو کھولے۔ اگر یہ گانٹھ کھُل جاوے تو اِنسان کامیاب ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں بھی دو طرح کی روکاوٹ ہے۔ ایک تو معجزہ کرامات ردھی سدھی اترغیب دیتی ہیں کہ ہم کو قبول کرو۔ ہم تم کو دنیا میں چکرورتی راجہ یا عالم فاضل مشہور کر دیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ اِس مقام پر وہ نوری عورتیں ہیں کہ جن کا اِس دُنیا میں کوئی نمونہ نہیں ہے۔ ننگی شاغل کے سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ کہ ہم کو قبول کرو۔ اگر اس نے اُن کو قبول کر لیا تو ساری محنت بے فائدہ ہو گئی۔ اور جوت بُجھ گئی۔ اگر اِنسان کی عقل کامل ہے تو وہ اُن کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے۔ پھر دوسری روکاوٹ آتی ہے۔ کہ پانچ کرم اِندریوں اور پانچ گیان اندریوں کے ستھانوں پر دس دیوتا بیٹھے ہیں۔ جب وہ اِس اِنسان کی شہوت وغیرہ کی خواہش دیکھتے ہیں تو دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اور کام آوگ کی ہوا اندر جا کر اُس جوت کو جو اتنی مشکل سے جلی تھی، بجھا دیتی ہیں۔

خود گوسائیں جی مہاراج فرماتے ہیں:۔

جو تبھی وِگھن بدھی نہیں باڈھی — تو بہور سُر کریں اُپادھی
اِندری دوار جھروکا نانا — تہاں تہاں سُر بیٹھے کر تھانا
آوت دیکھیں وِشے بیار[۱] — تے ہٹھ دے ہیں کپاٹ اُگھاری
جب سو پربھنجن[۲] ار[۳] گرہ جائی — تب ہی دیپ وِگیان بجھائی
گرنتھی نہ چھوٹی مٹا سو پرکاسا — بُدھی بکل بھئی وِشے بکاسا

اسی طرح شمس تبریز نے بھی لکھا ہے:۔

"ہر جا کہ چشمہ باشد آنجا مقام پریاں
با احتیاط باید بُودن تُرا در آنجا
کیں گونہ شہرہ پریاں تند اند و بے حجابا

پریاں سے مراد اِندریاں یعنی حواسِ خمسہ کے مؤکل ہیں۔ چشمہ سے مُراد۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ ہیں۔
تلسی داس جی فرماتے ہیں:۔ کہ اگر گیان یعنی دویک مارگ سے کسی کو اتفاقیہ کامیابی کبھی ہو گئی تو گیان مارگ

---

[۱] ہوا [۲] ہوا [۳] دل [۴] گھر

سے صرف کیولیہ مُکت تک پہنچ سکتے ہیں جو کہ برہم سے نیچے ہے۔ پرنتو گورو بھگتی سے آسانی سے یہ مرحلے طے ہو سکتے ہیں۔
"سیوک سیوئیہ ۔ بھاد بن[۲] ۔ بھونہ تریئے اُرگار[۳] ۔ بھجو رام[۴] پد پنکج ۔ اس سدھانت وچار

اس کے بعد گرڑ کاگ بھُسنڈ سے سات سوال پوچھتے ہیں۔

اوّل سب سے قیمتی اور نایاب قالب کونسا ہے؟ دوم :۔ سب سے بڑا دُکھ اس دُنیا میں کیا ہے۔؟
سوم :۔ سب سے بڑا سُکھ کیا ہے۔؟ چہارم :۔ سب سے بُرا کام کیا ہے۔؟ پنجم :۔ سب سے نیک کام کیا ہے؟
ششم :۔ سب سے بڑھ کر کونسا دھرم ہے اور پاپ کونسا۔؟ ہفتم :۔ من کی بیماریاں۔؟ بیان کرو۔
جواب :۔ (۱) انسانی قالب سے بڑھ کر نہ دیوی نہ دیوتاؤں نہ کسی اور کا قالب ہے۔ کیونکہ اس قالب کے ذریعے رُوح دوزخ بہشت مُکتی گیان وغیرہ کو حاصل کر سکتی ہے۔ اور جو لوگ اس قالب کو پا کر اس کو شہوت وغیرہ لذات میں کھو دیتے ہیں۔ وہ ہاتھ سے ہیرے موتی کو دے کر کانچ اور پوت خریدتے ہیں۔ جیسے کہ سوامی جی مہاراج نے کہا ہے :۔ "پوت گہے جگ موڑھ چھوڑ ہیرا کنی۔" (۲) غریبی سے بڑھ کر کوئی دُکھ نہیں (۳) فقرائے کامل کے ملاپ سے بڑھ کر کوئی سُکھ نہیں (۴) دوسروں کے دِل دُکھانے جیسا کوئی پاپ نہیں یعنی بُرا کام نہیں۔ (۵) من بچن اور کرم سے پراُپکار یعنی دوسروں کا بھلا کرنے کے برابر کوئی نیک کام نہیں (۶) اہنسا سے بڑھ کر کوئی دھرم نہیں۔ اور پرائی نِندا سے بڑھ کر پاپ نہیں۔ (۷) من کی بیماریاں کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ (تعلق جو کہ سب بیماریوں کی جڑ ہے) ممتا۔ رنج و خوشی۔ حسد۔ دوسرے کے نصیبے وسُکھ کو دیکھ کر جلنا۔ اہنکار۔ ترشنا۔ فریب۔ کپٹ وغیرہ۔

۱۵ اگست کو تلسی صاحب کے رتن ساگر سے کتھا شروع ہوئی۔ کہ مرنے کے وقت سنت یعنی فقرائے کامل اپنے سیوکوں کی کیسے مدد کرتے ہیں۔ اور باقی دُنیا کا کیا حال ہونا ہے۔ پہلے پہلے حضور نے فرمایا کہ موت کے وقت مُفصلہ ذیل اُمور کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۱ :۔ مرنے والے کے کمرے میں سے سب بے ست سنگیوں کو باہر کر دینا چاہیئے۔

۲ :۔ رونا پیٹنا بالکل بند۔ کیونکہ مرنے والے کو نقصان دیتا ہے۔

۳ :۔ بعض دفعہ بیماری کی تکلیف کی وجہ سے بیمار کی بُدھی بیاکل ہو جاتی ہے۔ اور اُس کو ست گورو اور نام کا خیال بھول جاتا ہے۔ اُس کی توجہ اِن دونوں کی طرف دلانی چاہیئے۔ دُنیا کی باتیں یا بال بچوں یا رشتہ داروں کا ذِکر نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ مرنے والے کو حوصلہ دینا چاہیئے کہ تم ہمارا فکر نہ کرو۔ اپنا خیال مالک میں جوڑ دو۔

۱۵ اگست کی رات کو جبکہ باوا برہمانند جی ۱۱ بجے کے قریب حضور کے چرنوں پر چمبیل پر دوائی لگا رہے

۱۔ گورو اور سکھ ۲۔ تعلق ۳۔ اے گرڑ ۴۔ گورو کے چرن کنولوں کا دھیان کرو۔

تھے۔ تو اثنائے گفتگو میں حضور نے اپنی ٹانگ کو ضرب آنے کی داستان یوں بیان کی۔ کہ وہ اُس وقت مری سے ۸ میل پر خیراگلی میں تعینات تھے اور گھوڑے کے کامل سوار تھے۔ گھوڑی کی گردن کے بال پکڑ کر سوار ہوا کرتے تھے۔ اُس دن اُن کے سائیس نے گھوڑے کی گردن کے بال کاٹ ڈالے مگر اُن کو اطلاع نہ دی۔ جب حضور نے سواری کرنے کی نیت سے ہاتھ گردن پر ڈالا تو اُلٹے گرے۔ اور ٹانگ کی NECK OF FEMUR ٹوٹ گئی۔ اُس وقت لالہ ہری رام جی حضور کے ماتحت سٹور کیپر تھے۔ اُن کا سہارا لیکر کوٹھی پر تشریف لائے۔ اُس وقت فوج کا ڈاکٹر آگیا۔ اور اُن کو ہسپتال میں لے گیا۔ وہاں ڈاکٹر صاحب تو کلوروفارم دینے لگے اور ایک APOTHECARY نبض پکڑ کر بیٹھ گیا۔ مگر اُس کا خیال نبض سے ہٹ کر ڈاکٹر کی طرف چلا گیا۔ اور حضور کا سانس رُکنے لگا۔ تو ڈاکٹر کو ہوش آیا کہ بیمار تو چلا۔ اُس وقت ٹانگ کا خیال چھوڑ کر حضور کی جان بچانے کی طرف متوجہ ہوا۔ بڑی مشکل سے جان بچی۔ اور اُس رات ٹانگ کو اُسی حالت میں چھوڑ کر مارفیا کے ۲ دو انجکشن لگا دیئے کہ درد محسوس نہ ہو۔ مگر حضور ساری رات غنودگی سی میں رہے۔ نیند نہیں آئی۔ دوسرے دن صبح کو آنکھ کھلی تو خیراگلی کی چھاؤنی کا ڈاکٹر جو کہ آپ کا پرانا واقف تھا سامنے کھڑا پایا۔ اُس سے پوچھا کہ آیا ٹانگ جڑ گئی ہے تو اُس نے کہا کہ تمہاری جان مشکل سے بچی ہے۔ پھر اُس نے کلوروفارم دے کر ٹانگ جو اتر بھی گئی تھی چڑھائی اور ہڈی کو جوڑ کر باندھا اور پلستر لگا کر ساری ٹانگ باندھ دی۔ نیچے وزن لٹکا دیئے کہ ٹانگ کھنچی رہے۔ ٹانگ کا درد تو کم ہو گیا مگر پاخانہ پیشاب بند۔ پاخانہ انیما کرکے اور پیشاب کیتھیٹر سے نکالا گیا۔ مگر پیشاب کی جگہ میں سوزش ہو گئی۔ اور پیشاب کی نالی بند ہو گئی۔ ۲۴ گھنٹے تک تو حضور نے برداشت کیا۔ اور اُن کا ایک دوست پوسٹ ماسٹر رات کو آیا۔ کہا تم کو پتہ ہے کہ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔ اگر کہو تو تمہارے گھر تار دیدوں۔ حضور نے فرمایا کہ میرے بچے یہاں سے ۸ میل پر مری میں پڑھتے ہیں میں نے اُن کو بھی خبر نہیں دی۔ میرے گھر پتہ نہ دو۔ فکر ہو گا۔ ہاں حضور بابا جی مہاراج کو ڈیرے تار دیدو۔ کہ میری زندگی خطرے میں ہے۔

ڈاکٹر سوچ رہے تھے کہ نیچے سوراخ کرکے پیشاب نکالا جاوے۔ اُدھر بابا جی مہاراج کو تار پہنچی تو وہ بولے۔ "اگر جاتا ہے تو جانے دو"۔ "نام تو مل چکا ہے"۔ مگر بی بی رکھو جی نے کہا کہ نہیں حضور ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ حضور تو فرمایا کرتے ہیں کہ اُن سے بڑا کام لینا ہے۔ یہ بات سُن کر حضور بابا جی مہاراج بھجن میں بیٹھ گئے۔ اور رات کے ۳ بجے تک خیال میں رہے۔ ۳ بجے اٹھ کر بی بی جی کو بلایا۔ کیونکہ اُن کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی بات اپنے اندر سے دیکھ کر کہنی ہوتی تھی تو اُس وقت تو چپ ہو جاتے تھے مگر رات کو اندر سے دیکھ کر دوسرے روز حکم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُس روز صبح ہی بی بی رکھو کو فرمایا کہ لکھ دو کہ شریر نہیں جاوے گا۔ پانچ سال تکلیف رہنی تھی۔ جو حضور سوامی جی مہاراج نے دیا کر کے پانچ مہینے میں بھگتانی ہے۔ اُدھر بابا جی کو تار ملا اور اِدھر حضور کا پیشاب خود بخود کھل گیا۔ آخر کار جب ڈاکٹروں نے پٹی کھولی تو ٹانگ درست تھی۔ اور حضور CRUTCHES کے سہارے

چلنے لگے۔ اپنے گھر واپس آ گئے۔

اُس روز بابا جی مہاراج بھی اُن کے پاس پہنچ گئے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ ایک مہینہ تو دفتر میں لگے رہو۔ چنانچہ چیف انجنیئر نے جو کہ حضُور کے کام سے خوش تھا اُن کو اپنے دفتر میں لگا لیا۔ کیونکہ حضور چلنے پھرنے کے دورہ کا کام نہیں کر سکتے تھے۔ اور رُخصت لینے کی حالت میں اُن کو نصف تنخواہ والاؤنس کا خسارہ رہتا تھا۔ پھر ایک ماہ کے بعد ابھی حضُور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھے۔ کہ بابا جی نے حُکم دیا کہ اب تم کو اپنے علاقے میں جانا چاہیئے۔ حضُور نے تعجب کیا کہ کیسے دورے کا کام کر سکوں گا۔ مگر جب چیف انجنیئر کو ملے تو اُس نے بھی یہی حکم دیا کہ اب تم کو علاقے پر جانا چاہیئے۔ بابا جی نے فرمایا کہ کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ کام تمھارا ہے۔ یہ کام سوامی جی کا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو بغیر ٹانگ کے کام کروا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضُور علاقے پر چلے گئے۔ اور آہستہ آہستہ بدستُور سابق کام کرنے لگے۔

پھر ایک ست سنگی نے پوچھا کہ بابا جی کو نام کیسے مِلا۔ تو حضور نے فرمایا کہ بابا جی کو ۱۲-۱۳ سال کی عمر میں گُورمکھی پڑھائی گئی اور گرنتھ صاحب پڑھنے لگے۔ گرنتھ صاحب میں جگہ جگہ پانچ شبد کا ذکر آتا تھا۔ اُن کے دل میں کھٹکا کہ یہ پانچ شبد کیا ہیں۔ چنانچہ بادا کھیم داس جی جو کہ اُن کے گاؤں میں اُن کو ویدانت پڑھایا کرتے تھے اُن سے پوچھا۔ تو بادا جی نے جواب دیا کہ ہم کو پتہ نہیں۔ اس پر حضُور بابا جی مہاراج جگہ جگہ جاتے اور سادھوؤں۔ مہاتماؤں دھرم سالہ کے بھائیوں وغیرہ سے دریافت کرتے کہ پانچ شبد کیا ہیں۔ جن کا گرنتھ صاحب میں ذکر ہے مگر کسی نے اُن کو تسلّی بخش جواب نہ دیا۔ پھر حضرو میں بادا بالک رام جی جو بھائی رام سنگھ نامدھاریوں کے گُورو تھے۔ اُن کے پاس جا کر بھی یہی سوال کیا۔ بادا جی ورن آتمک نام کا سمرن کرتے تھے۔ اور اُن کا سمرن بڑا زبردست تھا۔ مگر دھن آتمک نام یعنی شبد کی اُن کو خبر نہ تھی۔ وہاں پشاور کے علاقہ موسومہ تنگی میں ایک سادھو اُن کو مِلا۔ اُس نے کہا کہ دو شبد تو مَیں جانتا ہوں۔ بابا جی مہاراج بہت خوش ہوئے کہ خیر یہ تو موجبِ تسلّی ہے۔ کہ شبد جس کی کھوج مَیں کر رہا ہوں وہ ہے تو سہی۔ چنانچہ وہاں سے ایک سادھوؤں کے جھنڈ کے ساتھ رکھی کیش تشریف لے گئے۔ وہاں بھی سادھوؤں سے پوچھتے پھرے مگر کوئی اُن کی تسلّی نہ کر سکا۔ وہاں جا کر پتہ لگا کہ ایک سادھو جنگل میں اکیلا ابھیاس کرتا ہے سکھوں کے دقت کا ہے۔ چنانچہ وہاں پہنچے تو پہلے اُس نے ڈرایا کہ جہاں سے آئے ہو چلے جاؤ۔ تم کو شیر وغیرہ کھا جائیں گے۔ مگر بابا جی نے جواب دیا کہ جب تم کو نہیں کھاتے تو مجھے کیوں کھائیں گے۔ جب وہ سادھو ٹھنڈا ہوا تو اس سے پانچ شبد کا حال پوچھا۔ اُس نے آہ ماری اور کہا کہ جو بیماری مجھ کو ہے وہی تم کو ہے۔ مگر مَیں نے اپنی انتر درشٹی سے یہ دیکھا ہے کہ آگرے میں ایک مہاتما نے پندرہ سال ایک کوٹھڑی میں ابھیاس کر کے ست سنگ جاری کیا ہے تم وہاں جاؤ۔ چونکہ میری ٹانگیں کھڑے رہنے کی وجہ سے سُوج گئی ہیں۔ مَیں تمھارے پیچھے آؤں گا۔ چنانچہ وہاں سے آگرے پہنچ گئے۔ مگر اُس سادھو سے گلی محلے کا پتہ پوچھنا بھُول گئے تھے۔ لگے دھرم شالاؤں اور مندروں

میں گھومنے۔ مگر کہیں سے پتہ نہ لگا۔ آخرکار تھک ہار کر دریائے جمنا کے کنارے گئے کہ اشنان کر کے بازار میں جا کر کھانا
کھا دیں گے۔ اسی اشنان میں دو آدمی وہاں آ گئے۔ اور سوامی جی مہاراج کا ذکر آپس میں کرنے لگے۔ یہ بھی اُن کے پاس
گئے۔ اور پتہ لگا کہ بڑے کامل مہاتما پنّی گلی میں رہتے ہیں۔ چنانچہ شام کو وہاں پہنچے تو سوامی جی گرنتھ صاحب میں سے
ست سنگ کر رہے تھے اور عجب مستی کے عالم میں تھے۔ بابا جی کو دیکھ کر فرمایا کہ ہمارے پرانے میلی آ گئے ہیں۔
بابا جی نے دل میں تعجب کیا کہ میں نے تو اِن کو پہلے نہیں دیکھا۔ خیر وہاں ایک مہینہ سوامی جی مہاراج کا ست سنگ
کیا۔ سب شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔ اور دل میں یقین ہو گیا کہ اِن سے بڑھ کر کوئی مہاتما نہ ملے گا۔ سوامی جی
سُرت شبد کا اپدیش کرتے تھے۔ مگر تھے مونے کھتری۔ اب بابا جی جو کہ کیش دھاری سکھ تھے۔ تذبذب میں پڑ گئے۔
کہ میں سکھ ہو کر مونے کو کیسے گورو کروں۔ یہ جھگڑا اُن کے من میں ۲۰-۲۲ دن ہوتا رہا۔ آخرکار ایک دن
شام کو جب سب ست سنگی رخصت ہو گئے تو یہ سوامی جی کے حضور میں بیٹھے رہے۔ سوامی جی نے کہا۔ کہو بھائی
سکھ و مونے کا جھگڑا مٹے ہوا یا نہیں۔ بابا جی کے آنسو نکل آئے اور نام مانگا۔ سوامی جی نے نام دیا۔ اور فرمایا کہ تمہارا
سب راستہ دیکھا ہوا ہے۔ صرف جوت سے جوت جگانے کی کسر تھی۔ پھر وہ آگرے میں ابھیاس کرنے لگے اور
سوامی جی کے حکم سے فوج میں وہیں نوکری کر لی۔ اور اُن کی پلٹن وہاں دو سال رہی۔ خوب ست سنگ و بھجن کیا۔
بابا جی بال برہمچاری اور بڑے شہ زور شخص تھے۔ سردار فتح سنگھ وسوہے والا اپنے وقت کے مشہور زور آور
شخصوں میں سے تھا۔ چنانچہ وہ کنوئیں کی مال کو جب کہ ٹنڈیں بھری ہوتی تھیں۔ اُٹھا لیا کرتا تھا اور دو اُونٹوں کو
کھڑا کر کے اوپر سے چھلانگ لگا کر پار کر لیتا تھا۔ ایک دفعہ اُونٹ پر سوار جنگل میں اکیلا جا رہا تھا۔ ہاتھوں میں سونے
کے کڑے تھے کہ ڈاکو دو آ گئے۔ اور کہا کہ یہ کڑے اُتار دو۔ تو فتح سنگھ بولا کہ تم ایک ایک طرف آ کر میرے ہاتھوں
سے نکال لو۔ جب وہ دونوں اُونٹ کی دونوں طرف سے کڑے لینے آئے تو فتح سنگھ نے ایک ایک ہاتھ سے ایک
ایک بودی اُن کی پکڑ لی اور میل بھر لے آیا۔ مشکل سے منت کر کے چھوٹے۔ بابا جی مہاراج کی بابت وہ کہا کرتا تھا۔ کہ
میں اور وہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں اکٹھے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اپنی طاقت کی شیخی ماری تو بابا جی بولے کہ اور بھی
دنیا میں طاقتور ہیں۔ اہنکار نہ کرو۔ فتح سنگھ بولا کہ سچی بات کا کیوں اہنکار نہ کروں۔ اس پر بابا جی جو اس وقت
چارپائی پر بیٹھے تھے کہنے لگے کہ اچھا اس کا ایک پایہ اُٹھا دو۔ فتح سنگھ نے بہترا زور لگایا مگر چارپائی کا پایہ نہ اُٹھا۔

حالات دورہ ٹپڑی

۱۷ اگست ۱۹۴۵ء۔ کالو کی بڑ سے ۴-۵ میل جانب مشرق دریائے بیاس
سے ۶ میل غرب کو ایک موضع ٹپڑی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل نام
تری پوری (تین آبادیوں کا مجموعہ) سنسکرت کے زمانہ میں تھا۔ بگڑ کر ٹپری بن گیا۔ کالو کی بڑ سے ٹپڑی کا راستہ
پہاڑوں کی کھڈیں سے جاتا ہے۔ اور سارے راستے میں وٹے ہی وٹے ہیں۔ جن پر پہاڑی لوگوں کے سوائے

اور لوگوں کے لئے چلنا کٹھن ہے۔ پیدل یا صرف گھوڑے کا راستہ ہے مگر ہے خوبصورت۔ کیونکہ اس کے دونوں طرف ہرے ہرے پہاڑ ہیں۔ اور پانی کے چشمے بہہ رہے ہیں پٹھیری میں پانی کی کثرت ہے۔ وہاں دھان اور کماد بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور آم بکثرت ہوتے ہیں۔ وہاں سردار بیارا سنگھ منہاس راجپوت نے ایک چھوٹا سا ست سنگ گھر بنا رکھا ہے۔

۱۶ اراگست کو سردار صاحب کے اصرار پہ حضور نے حکم دیا کہ ۱۷ اراگست و ۱۸ اراگست کو ہر روز دو دو ست سنگ پٹھیری میں کیئے جاویں گے۔ اور ۱۸ اراگست کو واپس شام کو آجاویں گے۔ مگر ۱۶ اراگست کی رات کو ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ پہلے یہاں کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور صبح کو ۹ بجے تک ہوتی رہی۔ ۱۰ بجے کے قریب مطلع صاف ہو گیا۔ اور ہم ۱۱ بجے کے بعد کھانا کھا کر چل پڑے۔ حضور کے لئے گھوڑی تھی۔ ہم سب پیدل تھے۔ بہت سی سنگت ہمراہ تھی۔ چنانچہ ایک بجے کے بعد ہم وہاں جا پہنچے۔ شام کو ۴ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ حضور سوامی جی کی سار بچن نظم میں سے "گورو گورو میں ہردے دھرتی۔" لیا گیا۔ دوسرے دن صبح کو تلسی داس جی کی رامائن اُتر کانڈ میں سے یہ پرسنگ لیا گیا۔

(دوہا)

رام چندر کے بھجن بن جو چہے بد نرواان ؛ گیان ونت اپی سو نر پسو بن پوچھ لشان

کاگ بھسنڈ جی کہتے ہیں کہ اے گرڑ! رام چندر جی جب بالک تھے۔ تو وہ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلکر مجھ کو (کوے کو) پکڑنے کے لئے ہاتھ پسارتے تھے جیسے کہ بچوں کا قاعدہ ہے۔ میں آگے آگے بھاگتا تھا۔ جوں جوں میں دور جاتا تھا۔ توں توں میں اُن کی بانہہ کو اپنے پیچھے دیکھتا تھا۔ حتیٰ کہ میں برہم تک جا پہنچا۔ وہاں گیا تو بھی رام چندر کی بانہہ مجھ سے صرف دو انگل پر تھی۔ میں پریشان ہو گیا۔ اور اس ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں پھر کوسل پور (ایودھیا) میں ہوں۔ مجھے دیکھ کر رام مسکرائے اور میں اُن کے منہ میں چلا گیا (اس کا مطلب ہے کہ میں فنانی الشیخ ہو گیا) اُن کے پیٹ میں گیا تو ایک یہ برہمانڈ تو کیا بہت سے برہمانڈ دیکھے۔ جن میں بہت ہی عجیب عجیب دنیائیں تھیں۔ اور ایک سے ایک بڑھ کر کائنات تھی۔ کروڑوں برہمانڈ ـــ کروڑوں شیو۔ بے شمار ستارے۔ بے شمار سورج۔ بے شمار چاند۔ بے شمار دیوتا بے شمار فرشتے اور شیطان۔ بے شمار زمینیں اور بے شمار راج۔ ان کے حکمران۔ بڑے بڑے سمندر اور ندیاں۔ اور کئی کئی قسم کی سرشٹی۔ دیوتا۔ منی۔ بسدھ۔ ناگ۔ نر۔ کنتر۔ چاروں کھانوں کی مخلوق۔ آخر کار فرماتے ہیں:" جو نہیں دیکھا نہیں سُنا۔ جو من میں نہ سمائے۔ سو سب اُدبھت دیکھیوں۔ برنوں کون بدھ جائے۔ ایک ایک برہمانڈ میں رہوں برش شت ایک۔ ایہہ بدھ دیکھت پھروں میں انڈ کٹاہ انیکا۔"

ویدانتی لوگ اس ہمارے برہمانڈ کے برہم کو کُل مالک خیال کر کے "اہم برہم اسمی" کہہ دیتے ہیں۔ مگر

گوسائیں تلسی داس جی فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے انیکسا برہمانڈ دیکھے۔ ہر ایک برہمانڈ کا جُدا جُدا برہم دیکھا۔ ہر ایک کُرّے کا الگ الگ برہما تا دیکھا۔ ہر ایک میں الگ الگ وشنو۔ شِو۔ برہما دیکھے۔ ہر ایک میں انسان۔ گندھرب۔ بھوت بیتال۔ کِنّر۔ نشچر۔ حیوان پرندے اژدھا دیکھے۔ دیوتا۔ اَسُر مختلف اقسام کے دیکھے۔ اور سب مخلوق اُن میں الگ الگ قسم کی تھی یعنی جو مخلوق ایک دُنیا میں دیکھی وہ دوسری دُنیا کی مخلوق سے شکل، رنگ روپ وغیرہ میں مختلف تھی۔ بڑے بڑے پہاڑ تالاب سمندر رکھتے۔ "سب پرپنچ تہاں آنہہ آنا" یعنی وہاں کا سارا کارخانہ ہی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ ہر ایک جنس الگ ہی تھی۔ بہت سی اپودھیا بہت سی سرجو ندیاں جُدا جُدا قسم کے انسان اور عورتیں اور ہر ایکسا برہمانڈ میں جُدا جُدا اوتار تھے۔ گوسائیں جی پھر دوہراتے ہیں۔ کہ میں انیک گروں۔ میں پھرا حیران و ششدر رہوتا ہوا مجھے ہر ایک برہمانڈ میں پھرتے پھرتے ایک سو ایک کلپ گذر گئے اور جب میں اپنے شریر میں واپس آیا۔ تو صرف دو گھڑیاں ہوئی تھیں۔ یہ سب کچھ میں نے دو ہی گھڑیوں میں دیکھ لیا میں اس بے انت رچنا کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ میری حیرانی کو دیکھ کر رام ہنسے۔ اور میں اُن کے منہ سے باہر آیا۔ اُنھوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔

یہ محض گوسائیں جی کے دماغ کی اختراع نہیں ہے۔ جتنے فقرائے کامل ہوئے ہیں۔ سب نے ایسا ہی کہا ہے۔ بابا نانک صاحب فرماتے ہیں:" ہور بھی دھرتی ہور بھی ہور "۔ اور مولوی روم صاحب فرماتے ہیں:۔

ایں بیاباں در بیاباں ہائے اُو ٭ ہم چو اندر بحر پُر یک تارِ مُو
نردباں ہاست پنہاں در جہاں ٭ پایہ پایہ تا عنانِ آسماں
ہر گروہ را نردبانِ دیگر است ٭ ہر روش را آسمانے دیگر است

ایسے ہی کبیر صاحب و دیگر سنتوں نے کہا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنکو سنت ملے اور اُنھوں نے اُن بے شمار دُنیاؤں کی سیر کی۔ اِس کے بعد شام کو حضور رادھا سوامی کی بانی میں سے "جگ میں گھور اندھیرا بھاری۔ تن میں تم کا بھنڈار ا۔" لیا گیا۔ اِس کے بعد گورو گرنتھ صاحب میں سے "بکھ بوہتا لادیا۔" لیا گیا۔ ست سنگ کے خاتمہ پر حضور فوراً ہی کالو کی بڑ کی طرف روانہ ہو پڑے اور راستے میں ۵-۶ مختلف گھروں میں چرن ڈالے۔ کیونکہ کہتے ہیں:" قدمِ درویشاں ردِ بلا۔" اور شام کے ۸ بجے کے بعد تھک تھکا کر واپس کالو کی بڑ آ پہنچے۔

کالو کی بڑ سے ۲۲ راگست کو واپس ڈیرے جانے کا خیال تھا۔ مگر ۲۱-۲۲ کو دو دن سخت بارش رہی۔ اِس واسطے ۲۳ راگست کی صبح کو چل کر پہاڑوں کی برسات میں سبزہ زار کے نظارے دیکھتے ہوئے ہوشیار پور پروفیسر صاحب کے مکان پر آئے۔ وہاں صرف دس منٹ ٹھہر کر چھاؤنی جالندھر کے راستے شہر جالندھر سردار

صاحب کی کوٹھی پر آپہنچے۔ یہاں کچھ سنگت جمع تھی۔ سردار صاحب کے اصرار کرنے پر ہم سب نے کھانا یہاں نوش کیا۔ سردار صاحب کی طبیعت اب پہلے سے کچھ اچھی ہے۔ مگر اب بھی سیڑھیوں کا سہارا لے کر چڑھتے ہیں، یہاں سے ایک بجے کے بعد روانہ ہو کر سبحان پور ٹیرا کے پاس ابھی نہیں پہنچے تھے کہ زور کی ہوا اور بڑی کالی گھٹا جانب شمال سے نمودار ہوئی۔ اور بارش نے زور پکڑا۔ اور اُس بارش میں ہماری کار کے پچھلے بائیں ٹائر میں ایک میخ کے گھسنے سے ٹیوب کے ۲ دو حصے ہو گئے اور میں اور پروفیسر لوری صاحب جو ہوشیار پور سے ہمارے ہمراہ کار میں سفر کر رہے تھے۔ کار سے اُترے اور مینہ میں بھیگتے رہے۔ کیونکہ ہماری سیٹ اِس طرف تھیں۔ اور پہیہ نکال کر دوسرا پہیہ لگا لیا گیا۔ جب ہم دونوں کے کپڑے مینہ میں خوب بھیگ گئے تو کار آگے چلی۔ اور بیاس میں کوئی بارش نہ تھی۔ مگر چونکہ ہم نے پٹی حضور کے انگوٹھے کی کھلوا کر دوائی ڈاکٹر امیر الدین صاحب سے لگوانی تھی۔ اِس واسطے سیدھے امرت سر پہنچے۔ اور ۴-۵ بجے کے درمیان ڈاکٹر صاحب مذکور اور ڈاکٹر کھنہ کو بلا کر پٹی کھولی تو زخم درست پایا تھوڑی سی سوجن وغیرہ باقی تھی۔ جبکہ انگوٹھے کے نیچے اور دونوں پہلوؤں میں نمودار تھی۔ اور ناخن و چمڑی کے ملاپ پر ایک بڑا SCAR جس کو پنجابی میں کھرنڈ کہتے ہیں۔ جما ہوا تھا ڈاکٹر صاحب نے اِس پر ایک دوائی لگا کر پٹی باندھ دی۔ مگر اب صرف اس غرض سے کہ انگوٹھے کو چوٹ لگ کر کھرنڈ نہ اُتر جاوے۔ کیونکہ اُس کے نیچے کی چمڑی ابھی سخت نہیں ہوئی تھی۔ اُس رات کو ۳ بجے تڑکے حضور کو پیٹ میں تکلیف ہو گئی جس کی وجہ سے بہت بے چینی رہی اور لیٹ نہ سکے۔ باقی رات بیٹھ کر کاٹی صبح ہی ڈاکٹر کو بلایا۔ اور دوائی لی۔ بہت افاقہ ہوا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ۲۳ راگست کو حضور کالو کی بڑ سے صبح ہی چل کر سارا دن کا سفر کر کے امرت سر پہنچے۔ اور پھر راستہ میں سنگت نے مجبور کیا۔ کہ حضور خود ست سنگ فرماویں۔ جب ایک شبد سوامی جی کی بانی میں سے پڑھا جا چکا تو بعض لوگوں کے اصرار پر گورو گرنتھ صاحب میں سے بانی شبد "اللہ الگم خدائی بندے ÷ چھوڑ خیال دُنیا کے دھندے" لیا گیا۔ یہ شبد بڑا لمبا تھا۔ غرضیکہ حضور کو پورا ڈیڑھ گھنٹہ ست سنگ کرنا پڑا۔ اور اِس قدر تھکان ہو گئی کہ بے خوابی لاحق ہو گئی۔ دوسرے روز داڑھ میں درد ہو گیا۔ میں نے اور دیگران نے کوشش کی کہ داڑھ نکلوائی جاوے مگر بجائے اِس کے شام کو حضور نے پھر ست سنگ میں جانا مناسب سمجھا۔ اور ساری رات نیند حرام ہو گئی۔ اور ۲۵ ر کی صبح کو ہال بازار میں جا کر داڑھ نکلوائی تو چین پڑا۔ اُس کے بعد ڈاکٹر امیر الدین صاحب نے پٹی کھول کر انگوٹھے کا ملاحظہ کیا۔

باب تیرھواں

حالات قیام ڈیرہ

حضور ۲۵ راگست کی شام کے ۳ بجے امرتسر سے روانہ ہو کر ۴ - ۵ بجے کے درمیان ڈیرے آ پہنچے آکر پھر ۶ بجے ست سنگ وچن کرنے لگ گئے ۔ یہی وجہ حضور کی خرابی صحت کی ہے ۔ کہ وہ اپنے شریر کی پرواہ نہ کرکے ست سنگ کا کام جاری رکھنا چاہتے ہیں ۔ رات کو جبکہ داڑھ کا درد سخت ہو رہا تھا اور حضور بے چینی میں کبھی لیٹتے کبھی بیٹھتے ۔ حضور کے منہ سے میں نے ہائے نہیں سنی ۔ بڑی قوت برداشت ہے ۔ میں نے بہت عرض کیا ۔ (اس وقت رات کے ۱۱ بجے تھے) کہ شہر سے کسی ڈاکٹر کو لے آتا ہوں جو کہ دوائی لگا دے ۔ مگر حضور نے منظور نہیں کیا ۔

سردار بھگت سنگھ صاحب ایڈووکیٹ جالندھری کی علالتِ طبع کے باعث اُن کی مزاج پرسی کے لئے دو دفعہ جالندھر گئے ۔ ایک تو ۲ رستمبر کو دوسرے اس سے پہلے ۳۱ راگست کو اور سردار صاحب کی خواہش کو مدِنظر رکھتے ہوئے ۳ رستمبر کو پہلے بڑورا اور پھر ڈلہوزی جانے کا پروگرام ملتوی کیا گیا ۔ ۲ رستمبر کی صبح اتوار کو ۹ بجے کے قریب ست سنگ کیا گیا ۔ کیونکہ بوجہ تعطیل کے بہت سے لوگ باہر سے آئے ہوئے تھے ۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے تیسری بادشاہی کا شبد لیا گیا ۔ "گورو پرشاد دیکھو توں ہر مندر تیرے نال"۔ جو لوگ خانۂ خدا کی تلاش میں ہیں ۔ اُن کے واسطے گورو صاحب فرماتے ہیں کہ ہر مندر یعنی وہ مسجد یا مندر یا عبادت گاہ جس میں خدا رہتا ہے ۔ خود تمہارے ساتھ ہے ۔ گورو کی مہربانی سے اس کی صداقت کا پتہ لگے گا ۔ آگے فرماتے ہیں کہ ہر کا مندر یہ جسمِ انسانی ہے ۔ جیسے کہ سب پیغمبروں ، اوتاروں اور مہاتماؤں نے کہا ہے ۔ کہ خدا جسمِ انسانی میں ہی رہتا ہے ۔ یہی وجود اُس کے رہنے کا مندر ہے ۔ جیسے مولوی روم صاحب نے فرمایا ہے ۔ ؎

مسجدِ کوراں ز آب و گِل بود　　：　　مسجدِ صاحب دِلاں را دل بود

گورو نانک صاحب نے قاضی رکن الدین کو کعبہ جا کر یہ بتایا تھا کہ خدا قالبِ انسان میں رہتا ہے ۔ فرمایا " اِک محل دو باریاں ۔ شو شکتی سلطان ：کھڑکی کھول دبیار دین بہت بڑھائیں مان "۔ قالبِ انسانی ایک محل ہے ۔ جس میں یہ دو آنکھیں کھڑکیاں ہیں ۔ اُن کے پیچھے اندر ایک اور کھڑکی ہے جس کو

کھول کر خُدا کے دیدار کی عزت حاصل ہوتی ہے۔ پھر کہا ہے۔

"اُدچے خاصے محل دے دلوے بانگ خدائے
سُتے بانگ نہ سُن سکن رہیا خُدا جگائے
سُتی ہیٔ نہباگ سب۔ سُنے نہ بانگاں کوئے
جو جاگے سوئی سُنے۔ سائیں سندھی سوئے"

یہاں بانگ سے مُراد اُس آواز سے ہے۔ جو عرشوں سے آکر دونوں آنکھوں کے بیچ ٹکراتی ہے۔ اِس شبد میں گورُو امرداس جی نے بتایا ہے کہ قالبِ انسانی میں ہزاروں کروڑوں دُنیا وکُرہ جات کو جانے کا راستہ ہے یہ جسم ایک دُکان ہے۔ ہم نے نام کا سَودا خریدنا ہے۔ پھر کیوں ہر ایک آدمی اپنے جسم میں سے اُس قیمتی نام یعنی آوازِ آسمانی کو حاصل نہیں کرتا۔

جواب یہ ہے "ہر مندر میں" من لوٹ ہے موہیا دُوجے بھائے"۔ کہ یہ من جو قالبِ انسانی میں ہے وہ رُوح کو اُس نام کے نزدیک نہیں جانے دیتا۔ کیونکہ اِس میں دُنیا کی محبت وحشی ہوئی ہے۔ وہ سمٹ کر رُوح کو آوازِ آسمانی کی طرف راغب نہیں ہونے دیتا۔

ایک کہانی حضُور نے ست سنگ میں سنائی۔ کہ موضع............ ضلع لدھیانہ میں ایک گوردوارے کا مہنت تھا۔ اُس کے پاس ایک چمار نے چار سو (۴۰۰/-) روپے امانت رکھا تھا۔ قضائے الٰہی سے چمار کا اِنتقال ہوگیا۔ اور اُس کے تھوڑے عرصے بعد مہنت صاحب بھی چولہ چھوڑ گئے۔ ایک ابھیاسی نے دیکھا کہ مہنت صاحب اُس چمار کو بہشت میں پنکھا کر رہے ہیں۔ پُوچھنے پر پتہ لگا کہ یہ سب اُس امانت کا کرشمہ ہے۔ مہنت صاحب نے خواب میں اپنے چیلے گدی نشین کو ہدایت کی کہ چمار کے وارثان کو روپیہ ادا کردو۔ مگر وارثان کو بھی اِس پنکھے کی سیوا کے معاملہ کا پتہ لگ گیا۔ اُنھوں نے روپیہ لینے سے اِنکار کردیا۔ بہت دُور تک نوبت پہنچی۔

آج ۳۰ ستمبر کے ست سنگ میں حضُور مہاراج جی نے فرمایا کہ بہت سے ست سنگی تین تین، چار چار گھنٹے ابھیاس کرتے ہیں۔ مگر کیونکہ گُورو سے پریم نہیں۔ اِس واسطے ویسے کے ویسے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو گُورو کے کسی فعل پر اعتبار آجاوے تو اندرونی رُوحانی ترقی بند ہوجاتی ہے۔ جو لوگ گُورو کے آس پاس ہمیشہ رہتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ بات خاص طور پر کٹھن ہے۔ کسی نے پوچھا کہ جن لوگوں کا پہلے گُورو پر بھروسہ ہے۔ مگر اُس کے جانشین پر نہیں ہے تو اُس کو کیا پھل ہوگا۔ جواب ملا کہ اگر پُورا بھروسہ ہے تو ترقی ہوتی رہے گی۔ مگر جو پُورے بھروسہ والا ہے۔ اُس کو جانشین پر بھی نشچیہ ہوگا۔ کیونکہ جو سپاہی وائسرائے کے حکم سے پہرہ پر کھڑا

ہے ۔اگر اُس کے حکم کی کوئی تعمیل نہ کرے تو وائسرائے اُس پر ناراض ہوگا ۔ کہ اُس نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی ۔

۴ ستمبر کو ست سنگ میں حضوری بانی بیں سے : " یہ تن دُرلبھ تم نے پایا ۔ کوٹ جنم بھٹکا جب کھایا " پر تشریح کی گئی ۔ حضور نے فرمایا کہ انسان کو اپنا آدرش اُونچا رکھنا چاہیئے ۔ مثال کے طور پر ایک بہت بڑا بادشاہ تھا ۔ جس کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ اور دھن دولت جائداد بے شمار تھی ۔ اُس نے سوچا کہ بہتر ہے کہ یہ جائداد اپنی رعایا کو بانٹ دوں ۔ چنانچہ اُس نے ایک پانچ چھ منزل کا اُونچا محل بنوایا ۔ اُس کی پہلی منزل میں کوڑیاں ۔ دوسری میں روپے ، تیسری میں اشرفیاں ، چوتھی میں ہیرے موتی وغیرہ رکھ دیئے اور پانچویں منزل میں آپ بیٹھ گیا ۔ اور رعایا کو حکم دیا کہ جو جس کی مرضی ہو لُوٹ کر لے جاوے ۔ کئی تو پہلی منزل کی کوڑیوں کی بوریاں بھر کر لے گئے ۔ جو اُن سے منچلے تھے اُنھوں نے دوسری منزل سے جا کر روپے اُٹھائے اور بوریاں بھر کر گھروں کو لے گئے ۔ جو اُن سے زیادہ ہوشیار تھے ۔ اُنھوں نے تیسری منزل پر چڑھ کر اشرفیاں باندھ لیں ۔ اور خوش خوش گھر آ گئے ۔ اور جو اُن سے بھی زیادہ زیرک اور دانا تھے ۔ اُنھوں نے کہا کہ اور اُوپر چڑھیں اور چوتھی منزل میں سے موتی جواہرات وغیرہ لا کر گھر بھر لئے ۔ مگر ایک دو جو بہت سیانے تھے ۔ اُنھوں نے کہا کہ آخیر پر جا کر دیکھنا ہے کہ آخیر کی منزل میں کیا ہے ۔ جب وہ وہاں پہنچے تو وہاں بادشاہ خود موجود تھا ۔ بادشاہ بہت خوش ہوا ۔ کہ تم نے ہیرے جواہرات اشرفیاں چھوڑ کر یہاں تک رسائی حاصل کی ہے ۔ میں تم کو اپنا تخت و تاج دیتا ہوں ۔ یہ سنت ہیں جو آخیر منزل تک پہنچ کر خدائے واحد سے مل کر اُس میں سما جاتے ہیں ۔ یہ محل انسان کا شریر ہے ۔ یہ دُنیا ابتدائی منزل ہے بہت سے لوگ تو دھن دولت یا جاہ مرتبہ یا خوبصورت عورتوں یا کونسلوں کی ممبریوں یا دلیش بھگتی وغیرہ میں ہی خوش ہو کر رہ جاتے ہیں ۔ وہ اپنے اندر اور زیادہ کھوج نہیں کرتے ۔ یہ سب سے نیچے رہے ۔ کہ اُن کو خُدائے مُطلق نے اِنسانی قالب دیکر موقعہ دیا تھا کہ اس سے فائدہ اُٹھا کر مالا مال ہو جائیں ۔ مگر کوڑیوں پر ہی خوش ہو کر رہ گئے ۔ صرف سنت ہیں جو سب درمیانی کم قیمت مال کو چھوڑ کر دُھر منزل پر پہنچے ۔ اور خدا کے تخت و تاج کو حاصل کیا ہے ۔

۵ ستمبر کے ست سنگ میں حضور نے فرمایا کہ ڈیرے کے ڈاکخانہ کا مَیں مالک ہوں ۔ جس کسی کو کوئی شکایت ہو وہ میرے پاس کرے ۔ محکمہ ڈاکخانہ میں بھاگا نہ جاوے ۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ مَیں نے فلاں کام فلاں کے کہنے پر کیا ۔ اور فلاں کام فلاں شخص کے کہنے پر کیا ۔ وہ کیا سمجھتے ہیں کہ مَیں مٹی کا مادھو ہوں ؟ ۔ کیا مجھکو اپنی عقل نہیں ؟ ہاں ، یہ دُرست ہے کہ مَیں ہر کام میں اُس کی صلاح لے لیتا ہوں جس کے متعلق وہ کام ہو ۔ مگر کرتا اپنی مرضی سے ہوں ۔

اس کے بعد رتن ساگر مُصنفہ تُلسی صاحب میں سے یہ کتھا ہوئی ۔ اِس کتھا کا بیان کرنے سے پہلے ایک

۵ ستمبر ۱۹۴۵ء

یورپین لیڈی ست سنگن کے خط کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ جو کہ اُس کے ابھیاس کے متعلق ہے۔ یہ لیڈی کمی
خون و کمزوری اعصاب سے شملہ کے کسی ہسپتال میں بیمار ہے۔ وہاں سے یہ خط بھیجا ہے۔

Simla,
27-8-45

Beloved father,

.........Again, this afternoon I have had a short but quite the best Bhajan I have had so far. At first I was drawn up and up through (seemingly) millions of miles of space on a beam of Celestial glory filled with colours and vibrating with the most wonderful music my ears have ever heard until I stood by your side and together with you I traversed the Great Blackness. I could appreciate fear on all sides but never once did it assail me. Every type of ordeal connected with darkness closed in on me but the tiny flame of my soul clung comforted to the green white light of your Being.

Who can be down cast by suffering when it brings such results ?

۶/۵ ستمبر ۱۹۴۵ء کو تُلسی صاحب کے رتن ساگر گرنتھ میں سے یہ پرسنگ لیا گیا۔ مرنے کے وقت رُوح
کیسے کھنچتی ہے۔ اور سنت اپنی شرناگت سُرت کی کیسے رکھشا کرتے ہیں۔
تُلسی صاحب فرماتے ہیں:- کہ سنت تو اِنسان کو مُصیبت سے چُھڑانا چاہتے ہیں۔ مگر انسان اِس کے
برخلاف کرتے ہیں۔ یعنی دھن۔ دولت۔ حکومت۔ اولاد۔ دُنیا کی لذّات مانگتے ہیں۔ جس سے رُوح اور بھی
اِس دُنیا میں پھنس جاوے۔ اور اِس کا نتیجہ چوراسی لاکھ جُون میں پھرنا ہوتا ہے۔ اب مرنے کا حال بیان
کرتے ہیں۔ کہ جب مرنے کے وقت ناڑی (نبض) میں سردی معلوم ہوتی ہے۔ تو پران اور پانچوں سُوکشم عناصر
اور رُوح یہ سب جس راستے سے شریر میں داخل ہوئے تھے۔ اُسی راستے سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔

یہ رُوح دسویں دوار یعنی پار برہم سے آئی تھی۔ اور اِس کی چمک پانچوں سُوکشم تتووں پر پڑنے سے پران پیدا ہوئے۔ سب جسموں میں رُوح یعنی بھاس کی ہی طاقت ہے۔ یہ تالُو کے راستہ سے آیا اور تالُو سے ناف پر اِس کا عکس پڑا۔ اور وہ عکس سارے بدن کے روم روم میں پھیل گیا۔ جیسے سورج کی روشنی پانی پر پڑتی ہے۔ اور پانی سے ٹکرا کر باہر پھیل جاتی ہے۔ بس اِسی طرح رُوح کی روشنی سے سارا جسم مُنوّر رہے۔ اب جیسے ایک کنکوا اُڑانے والا لڑکا کنکوا اُڑاتا ہے۔ اور پتنگ کی ڈور کو سرودے دیکر پتنگ کو بڑھاتا ہے۔ اور جب کھیل چکتا ہے۔ تو ڈور کو کھینچ کر گولا بنا کر زمین پر گولا و پتنگ دونوں کو رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح یہ رُوح دماغ کے راستے آکر سارے جسم میں پھیلی ہے۔ موت کے وقت اِس کی سب کرنیں سمٹ کر دماغ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ اور جسم بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔ اِسے جسم اور دُنیا کی خبر نہیں رہتی۔ پہلے سب کرنیں ناف میں جمع ہوتی ہیں۔ اور ناف سے اُٹھ کر تالُو میں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی پانچوں تت اور پران بھی کھچ آتے ہیں۔ اُس وقت کال کان کے راستے داخل ہو کر رُوح کو پکڑنا چاہتا ہے۔ تو وہاں ہی دائیں طرف مُرشد کامل کی بیٹھک ہوتی ہے۔ جن کو انھوں نے نام دیا ہے وہ اُس اپنے مُرید کی رُوح کے گولے کو فوراً پکڑ لیتے ہیں۔ کال مایوس ہو کر چلا جاتا ہے (اگر اُس وقت ستگورُو کی سُدھ بسر جاوے تو کال خوش ہوتا ہے) تب مُرشدِ کامل اپنی رُوح میں اُس مُرید کی رُوح کو لگا کر اوبر رُوحانی دلشیوں کو چل دیتے ہیں۔ جیسے کہ مچھلی بنسی سے کھچی آتی ہے۔ ایسے ہی رُوح کو ستگورُو کھینچ لیتے ہیں۔ یہاں تین راستے ہیں۔ بائیں طرف کال دائیں طرف ستگورُو اور دونوں کے درمیان سے رُوح کے جانے کا راستہ ہے۔ اشٹ دل کنول یعنی نقطہ سویدا میں نیلی پنکھڑی میں کال و سفید میں مُرشد کی جگہ ہے۔

تُلسی صاحب فرماتے ہیں :-

"نین سیام اور سیت کے مدھ سُرت کی لاگ
جو جیسے ستگورُو ملیں تیسے تن کے بھاگ"

جس رُوح کا پیار پریم ستگورُو میں ہے وہ مرنے پر ستگورُو میں ہی لین ہوگی۔ اور کسی طرح سے چھٹکارا نہیں۔ خواہ کوئی کتنا ہی تپ کرے۔ یوگ کرے۔ دان پُن کرے۔ کال سے بچنا بغیر مرشد کامل کے ممکن نہیں ہے۔

اب اُن کی حالت سُنو۔ جن کو اِس زندگی میں مرنے سے پہلے مُرشد کامل نے نام نہیں دیا۔ ایسے لوگوں پر کال کا دعویٰ ہوتا ہے۔ بہشت۔ اِس دُنیائے فانی۔ پاتال۔ چودہ طبق میں کوئی بھی ایسا نہیں جو بغیر مُرشدِ کامل کے کال سے بچ سکے۔

کال زبر ظلمی بڑا کھڑا رہے میدان
گر کمان[1] کھینچے پھرے مارے گوساتان[2]

---

[1] ہاتھ [2] تیر یا بھالا۔

اب مُرید تُلسی صاحب سے پوچھتا ہے۔ کہ حضرت یہ کال کون ہے؟ جس کے ماتحت یہ سب دُنیا و چودہ طبق ہیں۔

جو ان سب کو کھاتا ہے۔

تُلسی صاحب جواب دیتے ہیں کہ سب رُوحیں جتنی کہ کائنات کے کسی طبقہ میں ہیں۔ ان کا منبع مقام حق یا ست پُرش ہے۔ جو پار برہم (سُن - ہُو) سے پرے چوتھے پد میں حکمران ہے۔ اور یہ سب رُوحیں جو چوتھے پد سے نیچے ہیں۔ اُن کو ست پُرش نے کال یعنی شیطان کے حوالہ کر دیا ہے۔ شیطان رُوحوں کو فنا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اُن کو پانچ تتوؤں کے پنجروں میں قید کر کے طرح طرح کے عذاب دے رہا ہے۔ یہ جسم سب اُس کال نے بنائے ہیں۔ اور کال اِن رُوحوں کو مختلف قالبوں میں ڈال کر دُکھ دیتا ہے۔ جو کوئی قالب میں جیسے کرم یعنی اعمال کرتا ہے اُس کے مطابق اس کو کال دوسرا قالب بھلا یا بُرا، امیر یا غریب کا دے دیتا ہے۔ کال کے پاس یہ رُوحیں ایک قیمتی جوہر ہیں۔ جن کو مختلف قسم کے قالبوں میں ڈال کر اس کائنات کی رونق بڑھا رہا ہے۔ جس پر وہ خود حکومت کرتا ہے۔ اور کسی کو اُس رحیم دیال پُرش کا پتہ نہیں لگنے دیتا۔ جتنی مذہبی کتابیں ہیں۔ سب ان رُوحوں کو اعمال کی طرف راغب کرتی ہیں۔ تاکہ یہ رُوحیں جُوں جُوں نیک یا بد اعمال کریں۔ کال کے جال میں اُلجھتی چلی جاویں۔ کیونکہ کرم اور کایا کا اتّحاد کال سے تعلق چلا آتا ہے۔ کرم کے بغیر کایا نہیں اور کایا کے بغیر کرم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قالب ۸۴ لاکھ قسم کے ہیں۔ جن میں سے انسانی قالب اشرف ہے۔ اور اس قالب میں خُدائے مُطلق کو پا سکتے ہیں۔

"پنڈ پردھان[۳] لیپے تن ماہیں۔ کرتا[۴] نے کایا[۵] اُپجائی[۶]"

جب اعمال کسی رُوح سے سرزد ہو گئے تو وہی اعمال اُس کو بندر کی طرح نچاتے ہیں۔ بے شُمار زنجیروں سے یعنی تعلّقات سے یہ رُوح کال نے باندھ رکھی ہے۔ تاکہ اُس کے دائرے سے نکل کر اپنی اصل میں ست لوک یا مقام حق میں نہ پہنچ جاوے۔ کیونکہ کال کے پاس رُوحیں نہ ہوں تو اُس کی ساری کائنات سُونی ہو جاوے۔ نہ کوئی مخلُوق ہو نہ سبزہ زار، نہ درخت نہ دریا و پہاڑ، ریگستان ہی نظر آوے۔ اب بڑے پتے کی بات فرماتے ہیں۔

"کرم ساری بدھی لسی سوُرت رہی اُدھین ؛؛ آسا کے لس میں پڑی باسا بہت ملین"

عقل اعمال کے مُطابق جسم میں رہتی ہے۔ جیسے کسی نے پہلے جنم میں کام کئے ویسے اُس کی کھوٹی کھری عقل بن گئی۔ اور رُوح اُس عقل کے ماتحت ہے۔ جیسے وہ عقل کرم کرنے کا مشورہ دیتی ہے ویسے ہی کام

---

[۳] بدھی [۴] کال [۵] قالب [۶] پیدا کیے۔

اِنسان کرتا ہے۔ اور اُمید و خواہش کی آفت میں عقل گرفتار ہے۔ دُنیا میں یا آسمان میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو اعمالوں کی سزا و جزا سے بچا سکے۔ اِنسان۔ دیوی دیوتا سے لیکر کیڑے۔ پتنگے۔ گھاس پھونس۔ درخت سورج چاند۔ سب کرموں کے جال میں ہیں۔

اب موت کا حال دُہراتے ہیں۔ کہ جب رُوح جسم میں سمٹتی ہے تو رُوح کے ساتھ سانس بھی سمٹتا ہے۔ رُوح کا بھاس سمٹ کر آکاش میں جاتا ہے۔ یرِدن اُس کے ہمراہ جاتے ہیں۔ اُس وقت تو رُوح کو جسم کی جُدائی میں نہ حافظہ رہتا ہے نہ عقل و ہوش۔ جب رُوح جسم سے نکل کر آکاش میں جاتی ہے۔ تو کال اُس رُوح کی ساری زندگی کے اعمال کے بموجب اُس پر عقل کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور عقل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے ساری عُمر کے کرموں کے مطابق۔ مثلاً ایک شخص ساری عُمر کبوتر بازی کرتا رہا۔ کبوتروں سے اُس کو محبت رہی۔ تو جب جسم سے رُوح نکل کر رُوح بیدار ہوگی تو اُس کو کبوتروں کے پاس جانے کا شوق ہوگا۔ اور اُس شوق کے بموجب کبوتر کے پاس اس مادی دُنیا میں جانے کا خیال آوے گا۔ مگر آگے راستہ نہیں دیکھتا۔ کال کے فرشتے اس وقت آواز دیتے ہیں۔ اِدھر آ جا اِدھر راستہ ہے جیسے مولوی رُوم نے بھی لکھا ہے ؎

"آوازِ غولاں شُد آوازِ آشنا ❊ آشنائے کو کشد سوئے فنا
آواز مے دارد کہ نیک اے فلاں ❊ سوئے من آئید اینک نام و نشاں"

جب وہ اُس آواز کے پیچھے جاتا ہے۔ تو کال قصائی اُدھر منہ کھولے بیٹھا ہوتا ہے۔ رُوح اس کے مُنہ میں جا کر چبائی جاتی ہے۔ اُس وقت آنکھوں سے پانی نکلتا ہے یا خوف کے مارے پاخانہ نکل جاتا ہے اس کے بعد فرشتے اُس کو لے کر اُس کے اعمالوں کے مُطابق سزا دیتے ہیں۔ دوزخ بہشت یا ۸۴ لاکھ قالبوں میں ڈال دیتے ہیں۔

۷ ستمبر کی شام کے ست سنگ میں مسئلہ تناسخ پر بحث چل پڑی۔ گورو گرنتھ صاحب میں آیا تھا کہ دُنیا کی رشتہ داریاں سب جھوٹی ہیں جس پر سردار گلاب سنگھ جی نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ راجہ جنک رات کے وقت اپنے شہر میں خُفیہ گھوم رہے تھے۔ کہ اُنھوں نے ایک مکان کی کھڑکی میں سے میاں بیوی کو شہوت رانی کرتے دیکھا اِس پر راجا مسکرائے۔ ایک عورت پانی کا گھڑا اُٹھا رہی تھی۔ اُس نے بھی اُن کو اِس شغل میں دیکھا۔ تو وہ بہت کھل کھلا کر ہنسی۔ راجہ نے اُس سے پوچھا کہ تم کیوں ہنسی۔ عورت نے کہا۔ کہ اے راجا تم کیوں ہنسے۔ راجا نے جواب دیا۔ میں تو ان کے کرتوت پر ہنسا، تم کیوں اس قدر زور سے ہنسیں۔ اُس عورت نے کہا کہ اِس کا جواب میں تم کو ۶ سال کے بعد دوں گی۔ آج کے دن۔ راجا نے بہت کی مگر وہ نہ مانی۔ آخر کار چھ سال گُذرے تو ایک چھ سال کی لڑکی نے چپڑاسی کی معرفت راجا کو ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

چنانچہ راجا کے پاس وہ لڑکی حاضر کی گئی۔ تو بولی میں تمہارے سوال کا جواب دینے آئی ہوں۔ میں وہی عورت ہوں۔ میں اُسی رات مکان کا چھجہ گرنے سے مر گئی تھی۔ اور ایک سیٹھ کے گھر میں جنم لیا ہے۔ میں اس واسطے ہنسی تھی کہ وہ مرد و عورت پہلے جنم میں ماں بیٹا تھے۔ اور یہی حال میرا ہے۔ میری شادی آج میرے لڑکے سے جو مجھ سے پہلے مر گیا تھا۔ ابھی ہو چکی ہے۔ دیکھو یہ سب کال و مایا کا کھیل ہے۔ ایک جنم میں ماں بیٹا، دوسرے جنم میں میاں بیوی ہیں۔ اسی طرح ایک جنم میں باپ بیٹا دوسرے جنم میں باپ بیٹے کا بیٹا یا پوتا بن کر آتا ہے حضور نے یہ سُنکر شیر سنگھ سوار کی کہانی سنائی جو پہلے میں نقل کر چکا ہوں۔ اور پروفیسر لکھیراج کی تین سالہ لڑکی کی کہانی بیان کی۔ جو کہ اپنے پہلے جنم کے باپ کو آج کل ملتی ہے۔ اور میں نے لالہ گورداس رام ساہنی پلیڈر کی کہانی کیمل پور میں سُنی تھی۔ جو کہ دوسرے جنم میں راولپنڈی پیدا ہوئے۔ اور اپنے سابقہ مکان کو ۳ - ۴ سال کی عمر میں پاس سے گذرتے وقت پہچان لیا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حضور نے مثنوی شمس تبریز میں سے تناسخ پر پڑھ کر سنایا۔ ۔

"گاہے شجر در باغہا گاہے ثمر بر شاخہا ؎ از دست خوباں در دہن آرا میدہ ام
گاہے خون شدم نطفہ شدہ از رحم بیروں آشدم۔" پھر کہا۔ "من نہ پدر را یافتم من چار دہ مادر دیدہ ام"
پھر کہا ہے کہ جب یہ زمین و آسمان نہ تھے۔ اُس وقت بھی میں زندہ تھا۔ "من نہ خون و پوستم ؎ من نورِ پاک اُوستم۔"

کل ۱۱ ستمبر ۱۹۴۵ء کو شام کے ست سنگ میں گورو گرنتھ صاحب میں سے دو شبد پڑھے گئے۔ جو کہ شاعرانہ تخیل سے بھی اصلی نظم کہلانے کے مستحق ہیں۔ بلکہ اصلی شاعر سنت و اصلی نظم سنتوں کی بانی ہی ہیں۔ کیونکہ یہ زندگی کے پوشیدہ و ناقابل حل مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ باقی سب شعرا محض تک بندی و دل بہلاوے کا سامان مہیا کرتے ہیں بعض مذہبوں کا تعصب لے کر دوسرے مذہب کے پیروؤں کا دل دکھاتے ہیں۔ شاعری کا یہ کام نہیں ہے شاعر کو مذہبوں۔ ملکوں۔ قوموں۔ فرقہ پرستی۔ اوہام پرستی۔ حرص و ہوا سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا بلند پایہ ہو تو وہ شعر کہنے کی جرأت کرے۔ جیسے گورو نانک صاحب نے فرمایا ہے۔

"اے وڈا اوچا ہووے کوئے ؎ تس اُوچے کو جانے سوئے۔"

پہلا شبد تو نقلی سادھوؤں یعنی بھکھوں کے متعلق ہے۔ دوسرا دنیا کی فانی رشتہ داریوں اور محبتوں کے متعلق ہے۔ اِن دونوں کا کھنڈن کر کے سچا راستہ نجات کا بتایا گیا ہے۔ یہ دونوں شبد پہلے بھی کئی دفعہ پڑھے گئے ہوں گے۔ مگر یہ ایسے پُر لطف ہیں کہ ان کو دوہرانا دوبھر معلوم نہیں ہوتا۔ پہلے شبد کا مطلع "من مکھ لہر گھر تج دگوچے اوراں کے گھر جاہِ۔" دوسرے کا مطلع ہے "نہ بھینیاں بھر جائیاں نہ سے سسڑیاں سچا ساک نہ لوہی گور میلے سیانا۔"

پہلا شبد

من[1] مکھ لہر گھر تج وِگوُچے اوراکے گھر ہیر سے ۔ گرہ دھرم گنوائے ستگور نہ بھیٹے دُرمت[2] گھمن گھیرے
دِسنتر[3] بھوے پاٹھ پڑھ تھاکا ترسنا ہوئی وِدھرے[4] ۔ کاچی[5] پنڈی شبد نہ چینہے[6] اُدر[7] بھرے جیسے ڈھورے[8]
بابا ایسا رو نتا روے سنیاسی ۔ گور کے شبد ایک بولا گی تیرے نام رتے ترپتاسی (رہاؤ)
گھولی گیرو رنگ چڑھایا وستر بھیکھ بھکھاری ۔ کاپڑ پھاڑ بنائی کھنتھا جھولی مایا دھاری
گھر گھر مانگے جگ[9] پربودھے من اندھے پت ہاری ۔ بھرم بھُلانا شبد نہ چینہے جوئے بازی ہاری
انتر اگن نہ گو رین بوُجھے باہر پوُار تاپے[10] ۔ گور سیوا بن بھگت نہ ہووئی کیونکر چینہس[11] آپے
نِندا کر کر نرک نواسی انتر آتم جاپے[12] ۔ اٹھ سٹھ تیرتھ بھرم وِگوچے کیوں مل دھوپے پاپے[13]
چھانی خاک وِبھوت چڑھائی مایا کا مگ[14] جوہے ۔ انتر باہر ایک نہ جانے ساچ کہے تے چھوہے[15]
پاٹھ پڑھے مکھ جھوٹھ بولے نگورے کی مت[16] اوہے ۔ نام نہ جپئی کیوں سکھ پاوے بن نامیں کیوں سوہے
مُونڈ مونڈائے جٹا سکھ بادھی مون رہے ابھیمانا ۔ منوا ڈولے دہ دِس دھاوے بن رت آتم گیانا
امرت چھوڑ مہا بکھ پیوے مایا کا دیوانہ ۔ کرت[17] نہ مٹی حکم نہ بوُجھے پسوا ماہیں سمانا
ہاتھ کمنڈل کاپڑیا من ترسنا اُپجی بھاری ۔ استری تج کر کام بیاپیا چت لائیا پر ناری
سِکھ کرے کر سبد نہ چینے لمپٹ ہے بازاری ۔ انتر[18] بکھ باہر نبھرانی تا جم کرے خواری
سو سنیاسی جو ستگور سیوے وچوں آپ گنوائے ۔ چھادن[19] بھوجن کی آس نہ کرئی اچنت[20] ملے سو پائے
بکے نہ بولے کھما دھن سنگرہ[21] تامس[22] نام جلائے ۔ دھن[23] گرہی سنیاسی جوگی جے ہرچرنی چت لائے

---

(1) نقلی سادھو جو من کے جوش میں آکر گرہست چھوڑ دیتے ہیں (2) کھوٹی عقل کے گرداب میں پھنس گیا (3) چاروں طرف گھومتا ہے (4) اور زیادہ (5) فانی قالب (6) تلاش نہیں کرتا (7) پیٹ۔ (8) حیوان (9) دنیا کو ہدایت دیتا ہے (10) دھونی (11) خود بخود کیسے ہل جائے گا۔ (12) اندر روح ہے (13) ۶۸ تیرتھ اشنان میں بھولے ہیں۔ وہ پاپ کی میل کیسے دھو سکتے ہیں۔ (14) راستہ۔ (15) سچ کہنے سے خفا ہوتا ہے (16) یہ بے پیر کی عقل ہے۔ (17) افعال کا نتیجہ نہ مٹا۔ شبد کو نہ پہچانا۔ حیوانات میں جا پیدا ہوا (18) اندر لذات کی زہر ہے۔ باہر سے پارسا معلوم ہوتا ہے (19) پوشاک و خوراک (20) بغیر دکھ کے جو مل جاوے سو کھاوے (21) جمع کرے (22) کرودھ نام کی کمائی سے جلا ڈالے۔ (23) مبارک۔

آس نراس رہے سنیاسی ایکس سیوں لِو لائے ∴ ہر رس بھوے تان سانت آدے نج گھر تاڑی لائے
منواتہ ڈولے گور مکھ بوجھے دھاوت درج رہائے ∴ گرہ سر بر گورمتی کھوجے نام پدارتھ پائے
برہما بشن مہیش سرشٹھ نام رتے وِیچاری ∴ کھانیں بانیں گگن پاتالیں جنتا جوت تمہاری
سب سکھ مکت نام دھن بانی سچ نام اُر دھاری ∴ نام بنا نہیں چھوٹس نانک ساچی تر تو تاری

شیو پوران میں بھی بھگتی پر زور دیا گیا ہے۔ اور سنگھتا بارھویں ادھیائے میں کہا ہے کہ گیان کا مول
بھگتی ہے۔ اور بھگتی کا مول نیک کام کرنا اور اپنے اشٹ کی پوجا کرنا۔ اور اس کا مول ستگورو ہے۔ اور
ستگورو ست سنگ سے حاصل ہوتے ہیں۔ پھر کہا ہے۔

संगत्या गुरु: राध्यते गुरो: मंत्रादि पूजनम्
पूजनाज्जायते भक्ति: भक्तया ज्ञानं प्रजायते॥

ست سنگ سے گورو ملتا ہے۔ اور گورو کے منتر کا ابھیاس کرنے سے بھگتی پیدا ہوتی ہے۔ اور بھگتی
سے گیان پیدا ہوتا ہے۔

اس شیو پوران میں پھر اُما سنگھتا کے ۲۶ویں ادھیائے میں شیو جی نے پاربتی کو یہ اپدیش دیا ہے۔
شیو جی فرماتے ہیں۔ اے دیوی! میں اس گیان کو کہتا ہوں جو کہ ہر ایک کو نہیں دینا چاہیئے۔ صرف شردھاوان
بھگتی والے عقل مند۔ شدھ اور دھرمی آدمی کو دینا چاہیئے۔ وہ کیسا گیان ہے۔ جسکو صرف خاص خاص لوگوں
کو بتانا چاہیئے۔ فرماتے ہیں:۔ یوگ کو جاننے والا انسان رات کے وقت جب سب دنیا سو جاوے اندھیرے
میں ایک مہورت تک اپنی انگشت شہادت سے کانوں کو بند کرکے آواز کو سنے اور دھیان کرے۔ یہ شبد اس
پرکار کا ہے۔ جیسے مل بکت میگھ آکاش میں شبد کرتے ہیں۔ یہ شبد برہم ہے۔

अनारितमुनच्चाय्य शब्दजन्य
शिवं परम् ध्यायन्ति देव सततं सुधिय: यत्नत: प्रिय।

یہ شبد انحد ہے (جو بن بجائے بجتا ہے) جو اچارن نہیں کیا جا سکتا۔ کلیان کرنے والا ہے۔ اور جس کا
بدھی مان لوگ کوشش سے دھیان کرتے ہیں۔ اس شبد کی آگے چل کر نو شاخیں بیان کی ہیں۔

"घोषं कांस्यं भृशम् घंटाम् वीणां तंत्रीस्वनं चतत
दुन्दुभिं शंखशब्दं तु नवमं मेघं गर्जितम्"

گویا شیو جی نے پاربتی کو خاص گیان دیا کہ ان نو شبدوں کو سنو۔ بعد میں بادل کی گرج آوے گی۔ گویا
شیو جی مہاراج کی تعلیم کے بموجب شبد کا ابھیاس خاصان خاص کے واسطے ہے۔ باقی عام دنیا کے واسطے

پرانایام ۔ شِیولنگ پوجا ۔ مورتی پوجا وغیرہ بناتے ہیں ۔

۱۴ ستمبر کو شام کے ست سنگ میں فرمایا ۔ کہ طالب علم کتنی محنت کرکے علم حاصل کرتے ہیں ۔ ہمارے گاؤں سے دو میل پر گوجروان کا مدرسہ تھا ۔ وہاں پیدل جاتے اور شام کو پیدل آتے ۔ اگر کھانا کھاکر نارنگ وال میں جو ایک میل ہمارے گھر سے تھا ماسٹر سے پڑھنے جاتے اور رات کو اُس کے گھر سوتے ۔ ماسٹر صبح ہی تڑکے ہم کو جگا دیتا کہ اُٹھو پڑھو ۔ ایسا کئی سال تک ہوتا رہا ۔ اُن دنوں میں ماسٹر شاگردوں کو سکول سے باہر مُفت پڑھایا کرتے تھے ۔ اب کیا ہے ۔ ہائے ڈیوٹی ، ہائے ٹیوشن ، جو لڑکا گھر پر ماسٹر کو بُلاکر ٹیوشن نہ رکھے وہ پاس ہی نہیں ہوتا ۔ گویا علم پڑھانے میں بھی طمعِ زر کو دخل ہو گیا ۔ جو کہ موجودہ زمانہ کی اختراع ہے ۔ زمانہ سلف میں مولوی اور پنڈت مُفت تعلیم دیتے تھے ۔ صرف سیوا شاگردوں سے لیتے تھے ۔ جس کا شاگردوں کے دل و دماغ پر اخلاقی اور رُوحانی طور پر بڑا اچھا اثر پڑتا تھا ۔

۱۶ ستمبر کو اسوج کی سنکرانت ہے ۔ اور آج صبح ۸ بجے ست سنگ گرنتھ صاحب میں سے حسب معمول بارہ ماسہ گورو ارجن صاحب کا کیا گیا ۔ حضور نے فرمایا کہ اِس دُنیا کی سب رُوحیں گھاس پھوس درخت وغیرہ سے کیڑے ، پتنگوں ، چرندوں ، پرندوں ، حیوان و انسان ۔ دیوی دیوتا وغیرہ تک سب کی سب برہم کے حوالے ہیں ۔ برہم کا کام ہے پیدا کرنا پالنا اور فنا کرنا ۔ وہ رُوحوں کو نہ پیدا کرسکتا ہے نہ فنا کرسکتا ہے ۔ صرف شریروں یعنی قالبوں کو پیدا کرتا ، پالتا اور فنا کرتا ہے ۔ دُنیا کے بہت سے مذہب اس کو خُدا یا مالک خیال کرکے اُس کی پرستش کرتے ہیں ۔ مگر اصل مالک کُل ست پُرش دیال یعنی خُدائے مُطلق ہے ۔ جس کے سمندر کی برہم صرف ایک بُوند ہے ۔ اور ایسے کئی برہم اُس کے دائرے میں چکر لگا رہے ہیں ۔ سب رُوحوں کا منبع یا آدی وہی ہے ۔

آج شام کو امرت سر جاکر سنکرانت کا ست سنگ کریں گے ۔ اُس کے بعد کل کو کالا جس کو بی رگوجی کا کالا کہا جاتا ہے ۔ جو امرت سر سے پرے چھہرٹہ کے پاس ہے ۔ وہاں جاکر شیشم کی لکڑیوں کے ٹرک لاکر امرتسر رکھینگے ۔

حالاتِ سفر امرتسر و کالا

۱۶ ستمبر کی دوپہر کو خبر آئی کہ سردار صاحب سردار بھگت سنگھ جی کی طبیعت زیادہ علیل ہے ۔ اِس واسطے حضور مہاراج جی ڈیرے سے ایک بجے بعد دوپہر کار میں روانہ ہوکر پہلے سردار صاحب کی کوٹھی پہنچے ۔ ساتھ ڈاکٹر چند رنبی صاحب ریٹائرڈ سول سرجن بھی تھے ۔ ڈاکٹر صاحب نے ٹوٹی لگاکر دل وغیرہ کا معائنہ کیا ، نبض دیکھی ، اور دل کو تقویت دینے کے لئے سپلیرینا اور بیلاڈونا تجویز کئے ۔ حضور نے تسلی دی ۔ فرمایا گھبراؤ نہیں ۔ اب آرام آجاوے گا ۔ سردار صاحب کو زیادہ شکایت کم خوابی اور پیٹ میں گیس کی ہے ۔ نیند آنکھوں میں تو آتی ہے مگر جب آنکھ لگتی ہے تو فوراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گلا گھٹنے لگا ۔ اور اُس وقت آنکھ کھل جاتی ہے ۔ ذرا سا کچھ کھائیں تو گیس پیدا ہونے لگتی ہے ۔ حضور

نے اپنی جیب میں سے چند ٹکیاں پیپرمنٹ کی دیں کہ کبھی کبھی یہ کھا لیا کرو۔ اور کبھی جب اپھارا ہو تو امرت دھارا بتاشے میں ڈال کر کھا لیا کرو۔ اور دوائی نہ کرو۔ وہاں سے ۳ بجے چل کر امرتسر شام کے ۴ - ۵ بجے کے درمیان پہنچ گئے۔ لوگ انتظار میں تھے۔ تھوڑی دیر آرام کر کے ست سنگ بارہ ماسہ گرنتھ صاحب کا جو کہ عموماً سنگرانت کے موقعہ پر لیتے ہیں۔ پڑھا گیا۔ حاضری کافی تھی کیونکہ اتوار کا دن تعطیل کا تھا اور لوگوں کو سنگرانت کا بھی خیال تھا۔ اس کے بعد چند اکالی صاحب آ گئے۔ اُن سے ملاقات کرتے رہے۔

دوسرے دن شام کو ۶ بجے پھر ست سنگ ہوا۔ اور سار بچن نظم میں سے اسوج کا مہینہ لیا گیا۔ کہ رُوح ست لوک سے آ کر اپنے اصلی مالک ست پُرش دیال کو اور رشتہ کو بھول کر اس فانی دُنیا میں تعلقات و لذات میں پھنس کر اس دیش کو اپنا دیش اور انہی قوموں کو اپنی قومیں خیال کرتی ہے۔ حالانکہ یہ دُنیا روح کا اپنا وطن نہیں ہے یہ یہاں مسافر ہے۔ اور یہ جو ہندو مُسلمان۔ سکھ۔ عیسائی۔ جین یہودی وغیرہ قومیں ہیں۔ یہ جسم کی قومیں ہوں تو ہوں، رُوح کی کوئی قوم نہیں۔ رُوح تو عالی نسب ہے۔ اور کُل مالک کی انس ہے۔ جیسے مولوی روم صاحب نے کہا ہے ؎

تو خوشی و خُوب کانِ ہر خوشی ؛ تو خود چرا منتِ بادہ کشی

سوموار ۱۷ ستمبر کی صبح کو ۱۰ بجے کے قریب حضُور کالا کی طرف جو کہ خالصہ کالج کے عقب میں ہے بذریعہ کار روانہ ہو گئے۔ حضُور کا ارادہ تو بہت سویرے جانے کا تھا۔ مگر ۱۶ کی رات کو چاندنی تھی۔ اس واسطے بہت سے سیوادار ایک ٹرک اور ایک گڈا لے کر کالے چلے گئے۔ اور ساری رات لکڑیاں لاد لاد کر ڈھوتے رہے۔ صبح ہوتے ہوتے دو تین ٹرک لکڑیوں کے ست سنگ گھر امرتسر کے دروازے پر ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جب کالے گئے تو صرف ایک شیشم حضُور کے سامنے کاٹی گئی۔ اور سب سیوا داران کو دودھ و چائے جو کہ امرتسر کے لوگ لے آئے تھے پلائی گئی۔ حضُور ایک ٹرک اپنے سامنے لدوا کر آ گئے۔ اور ایک ٹرک اُن کے پیچھے آتا تھا۔ گڈا حضُور کی روانگی سے پہلے ہی ست سنگ گھر امرتسر پہنچ چکا تھا۔ کالے کے ست سنگ گھر کا ملاحظہ کر کے تجویز ہوئی۔ کہ دروازہ بجائے مشرق کے مغرب کی طرف جہاں کہ راستہ جاتا ہے لگا دیا جاوے اور عمارت کو اوپر کا فرش وپلاسٹر لگایا جاوے۔ اور دروازہ کو روغن کر دیا جاوے۔ بھائی شادی نے تجویز کی کہ حضُور ایکانت میں رہنے کے لئے اس جگہ ۳-۴ دن تشریف لایا کریں۔ حضُور نے اس تجویز کو پسند کیا یہ جگہ بالکل ایکانت ہے۔ رام تیرتھ کے راستہ پر واقعہ ہے۔ یہاں کا تک میں ہزاروں مرد و زن امرتسر سے رام تیرتھ کی یاترا کو جاتے ہوئے گزرتے ہیں۔ اگر یہاں ست سنگ کیا جاوے تو نہ صرف ارد گرد کے دیہات کو بلکہ میلہ جانے والے یاتریوں کو فائدہ پہونچے۔ حضُور کو اس کا احساس ہے۔

۱۸ کی صبح کو ۸ بجے گورو امر داس جی کا شبد لیا گیا۔ اور اُس کے بعد ۳ بجے سے ۶ بجے تک لوگوں کو نام دیا گیا۔ اُس کے بعد وہاں سے چل کر ۸½ بجے کے قریب ڈیرے پہنچ گئے۔

۱۸ ستمبر کی شام کو ڈاک سنتے وقت ایک امریکہ کی لیڈی کے خط میں سے یہ سوال نکلا کہ کیا مری ہوئی رُوح کا تعلق اپنے دُنیاوی رشتہ داروں سے جو اِس دُنیا میں زندہ ہیں رہ جاتا ہے یا نہیں۔ حضور نے جواب دیا۔ کہ عموماً کوئی تعلق نہیں رہتا۔ مگر دو مثالیں بتائیں اور یہ کہا کہ ست سنگی رُوحیں تو مرنے کے بعد مل جاتی ہیں۔ پنڈت لال چند دھرمانی کی ایک نوکرانی اِس وقت تقریباً ۱۵ سال عمر کی ہے۔ اور اب اُن کی نوکری چھوڑ کر ڈیرے میں رہتی ہے۔ اُس کی بابت حضور نے بتایا کہ وہ بہت سے سال ہوگئے کہ مر گئی تھی۔ جب جم دوت اُس کی رُوح کو لے جا رہے تھے کہ ایک کالی داڑھی والا شخص ظاہر ہوا۔ اور بولا کہ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا۔ اِس پر اُس کو چھوڑ دیا کہ جاؤ دُنیا میں واپس۔ ایک لنگڑا سادھو جس کو وہ جانتی تھی اُس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ میرے چیلے کو جو اِس وقت فلاں جگہ دُنیا میں ہے وہاں جا کر یہ سندیشہ میرا دے دینا۔ جب وہ زندہ ہوگئی، تو اُس نے چیلے کو سندیشہ پہنچا دیا۔ اور حضور مہاراج جی کے جوانی کے زمانہ کی ایک فوٹو دیکھ کر کہا کہ وہ کالی داڑھی والا شخص بس یہی تھا۔ اِسی طرح حضور نے فرمایا کہ آج ایک ناتھ کا پیغام آیا ہے کہ میں اندھیرے میں پھر رہا ہوں۔ مجھ کو بچاؤ۔ اُس سادھو کو جو کہ بنگالی تھا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا۔ ۱۹۲۵ء کے پہلے پہلے یہ ڈیرے میں نہایت تنگ دستی اور بے کسی کی حالت میں زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ اور ست سنگ کے ٹاٹ سینے کی سیوا کیا کرتا تھا اکثر شام کو اُسے ٹاٹ سوئے سُوتلی سے سیتے دیکھا کرتے۔ یا کبھی کبھی شکایت کیا کرتا کہ لانگری مجھے دال نہیں دیتا۔ وہ میرے سامنے ڈیرے میں فوت ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ ساری عُمر مانگ کر کھاتا رہا۔ جب سے مرا اندھیرے میں پھر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ اب اُس کی مدد ہوگی۔ شام کے ست سنگ میں سوامی جی کا یہ شبد لیا گیا۔ "سُرت بوند ست سندھ سے آئی دسویں دوار ؛ وہاں سے اُتری پنڈ میں بسی آئے نو دوار۔" دیکھو مولوی رومؒ مثنوی سے

"کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند ؛ از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند"

رُوح برہم سے نہیں آئی۔ بلکہ برہم سے پرے ست لوک مقام حق سے ابتدا میں آئی اور دسویں دوار یعنی پار برہم میں سے ہو کر اِس قالب میں اُتر آئی۔

پھر کہتے ہیں :۔

من اِندری سنبدھ کر پڑی جگت کی لار ؛ جنم جنم دُکھ میں رہی بہی چوراسی دھار
سُدھ بھولی گھر آد کی سرت پُرش دربار ؛ نہ دیکھی جب جب ملی کیا نہ ستگورو پیار

سنتے سوگ بھرمت رہی کیونکر اترے پار ÷ ستگورو سنت دیا کری آئے دھر اوتار
بہو بدھ اب سمجھاوئی مارگ شبد پکار ÷ کال بچھایا جال اس گپت کیا مت سار

"اگر اب بھی من اور حواس کا تعلق چھوڑ دیوے جو کہ مرشد کامل کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، تو واپس اصلی وطن کو جا سکتی ہے۔ ورنہ ایک قالب سے دوسرے قالب میں پھر پھر کر دکھ اٹھاوے گی۔ مرشد کامل اب شبد کا راستہ اپنے رحم وفضل سے اس کو بتاتے ہیں۔"

۲۹ر۔ ۳۰ر ستمبر کا ماہواری ست سنگ ہے۔ اب کی دفعہ بوجہ کثرت بارشوں کے جو کہ ۲۶ر ستمبر تک لگاتار ہوتی رہی سنگت کا اجتماع کم رہا۔ ۲۸ر ستمبر کی شام کو حضور مہاراج نے حضوری بانی میں سے اور گورو گرنتھ صاحب میں سے خود ست سنگ کیا۔ "جگ میں گھور اندھیرا بھاری"۔ اور "کچھ بو ہتھا لاد دیا"۔ ۲۹ر ستمبر کی صبح کو ۸½ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ سردار گلاب سنگھ نے گورو گرنتھ صاحب میں سے ست سنگ کیا۔ اس کے بعد ۱۰ بجے سے ۱۲ بجے تک سیوا لی گئی۔

۲۹ر ستمبر کی شام کو حضور نے خود ست سنگ فرمایا۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ تک شام کے ۶ بجے سے لیکر ۷½ بجے تک دیا کھیان کرتے رہے۔ مضمون سار بچن نظم میں سے "کال نے جگت عجب بھرمایا ÷ میں کیا کیا کروں بکھان" سوامی جی فرماتے ہیں کہ شیطان نے طرح طرح سے مخلوق کو گمراہ کر رکھا ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔ اگر غور سے دیکھیں تو اس دنیا میں تین قسم کے انسان ہیں۔ ایک تو طبقہ جہلا جو کہ اپنی نجات بت پرستی۔ دریاؤں میں نہانا۔ تیرتھ۔ حج۔ یاترا میں ہی خیال کرتے ہیں۔ دوسرے طبقہ علماء جو کہ کتابوں میں اور علم ظاہری میں خدا کو تلاش کر رہے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ جو نہ تو بیوقوفوں میں شمار ہوتے ہیں۔ نہ پنڈتوں میں۔ وہ جپ تپ، روزہ اخلاقی قواعد وغیرہ میں پھنسے ہوئے ہیں یہ راستہ گمراہ کن ہے۔ مذہبوں کے قیدی انہی راستوں پر چل کر گمراہ ہو رہے ہیں۔ اس واسطے فقرائے کامل دنیا میں آتے ہیں۔ اور لوگوں کو تلقین کرتے ہیں۔ کہ یہ سب جھگڑے چھوڑ کر اپنے اندر خدا کو تلاش کرو۔ اور فقرائے کامل کی صحبت کیا مرشد کامل کو ڈھونڈو۔ اس زمانہ میں نجات کا راستہ یہی ہے۔ کہ دل میں عاجزی و انکساری رکھے اور مرشد کامل کی خدمت کرے۔ خدمت کر کے دل کو صاف کر کے روح کو آسمانی منزلوں پر لے جاوے۔ اور سرت شبد کا ابھیاس کرے۔ اور مقام حق تک پہنچ جاوے۔ اس کے لئے مرشد کا تصور۔ گورو کا دھیان۔ پہلی جماعت ہے۔ جب مرشد کا عشق مکمل ہو جاوے تو روح ترقی کرے گی۔ اس کو گورو بھگتی کہتے ہیں۔

۳۰ر ستمبر کو صبح پونے ۹ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ اس سے پہلے روز گورو بھگتی کا مضمون تھا۔ گورو بھگتی سے نام کی پراپتی ہوتی ہے۔ سار بچن نظم میں سے "شبد بنا سارا جگ اندھا ÷ کاٹے کون موہ کا پھندا" لیا گیا۔

شبد سے مراد آواز ہے یعنی آواز آسمانی جس کو انحد۔ گوربانی۔ نام۔ ناد۔ آکاش بانی کہتے ہیں۔ جو کہ انسان کے جسم میں ملتی ہے۔ شبد کے بغیر دُنیاوی تعلقات کی زنجیر نہیں کاٹی جاسکتی۔ جتنے کام انسان دُنیا میں کرتا ہے سب بے فائدہ ہیں۔ اُس کا اپنا فائدہ یہ ہی ہے کہ اپنے اندر آواز آسمانی کو سُنے اور رُوح کو تینوں جسموں کی قید سے چھڑا دے یعنی ستھول، سُوکشم اور کارن غلافوں میں سے رُوح کو نکالے۔ اِس آواز نے ہی ساری کائنات پیدا کی ہے۔ جیسے گورو نانک صاحب فرماتے ہیں "شبدے دھرتی شبدے آکاش شبدے شبد بھیا پرکاش :: سگلی سرشٹ شبد کے پاچھے" (گویا ساری مخلوق شبد کے آدھار پر ہے) مُرید پوچھتا ہے۔ حضرت وہ شبد ہے کہاں؟ گورو صاحب جواب دیتے ہیں "نانک شبد گھٹے گھٹ آچھے" (ہر ایک انسان کے اندر ہے) جو لوگ اس شبد کو سُن کر رُوح کو آسمانی منزلوں پر لے جاتے ہیں۔ وہی حقیقی معنوں میں خوش اور سُکھی ہیں۔ باقی سب بے فائدہ عُمر ضائع کر کے چلے جاتے ہیں۔ جیسے مولوی روم صاحب نے فرمایا ہے:۔ ؎

"اہلِ عالم جُملگی زندانی اند :: در انتظارِ مرگ دارِ فانی اند

جُز مگر نادر یکے مردانئے :: تن بزندان جانِ او کیوانئے"

اب یہ تو معلوم ہو گیا کہ آواز جسم میں ہے۔ اور آواز کو سُننے سے نجات ہوتی ہے۔ مگر اُس آواز کا بھید بغیر مُرشد کامل کے پتہ نہیں لگ سکتا ہے۔ جب تک رُوح اُس آواز میں نہ جذب ہو جاوے تب تک چھٹکارا نہیں۔ شبد کی روشنی سے ہی سب کائنات میں روشنی ہے۔ گویا شبد محض آواز نہیں ہے۔ وہ قوت ہے جو آواز اور روشنی کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ اور سب مخلوق کی جانوں کی جان ہے۔ اور ہر ایک مذہب کا بنیادی اصُول ہے۔ شبد کے سُننے سے کال اور کرم پر فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ جو کہ اس مخلوقات میں دو بڑی زبردست مخالف طاقتیں ہیں۔ ایک شبد سے دوسرے شبد۔ دوسرے سے تیسرے میں جانا ہے۔ اِس طرح پانچ منزلیں شبد کی ہیں جیسے شمس تبریز نے کہا ہے ؎

بہفتم فلک نوبت پنج یابی :: چوں خیمہ زشش جہت برکندہ باشی

یعنی جب لطیف سطوح سے گذر کر ساتویں آسمان میں جاؤ گے تو پانچواں شبد شروع ہوگا۔ جس کے بعد چار اور شبد بھی ہیں۔

"شبد کرم کی ریکھ کٹاوے :: شبد شبد سے جائے ملاوے۔" دُنیا میں گناہوں کے صاف کرنے کی کوئی اور دوائی نہیں۔ تیرتھ۔ برت۔ پوجا۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ دان پُن۔ جپ تپ سے پاپ ناش نہیں ہوتے۔ ہاں شبد کے سُننے سے پاپ ناش ہوتے ہیں۔ سب علم وعقل بک بک ہے۔ آواز ہی اصلی علم ہے شمس تبریز نے کہا ہے:۔ ؎

"آمدندائے بیچوں نہ از دروں نہ بیروں ؛ نہ از چپ و نہ از راست نہ از برابر آمد"
اس کے بعد یہ شبد لیا گیا۔"دھن دھن دھن دھن پیارے کیا کہوں مہماں شبد کی"۔ اس کے بعد گورُد گرنتھ صاحب میں سے گورُو امرداس کا مارُو راگ شبد لیا گیا۔" کایا کنچن جے شبد ویچارا ؛ جس دا انت نہ پاراوارا"۔ اس کے بعد دن کے ساڑھے دس بجے ست سنگ ختم ہو گیا۔

دوسرے دن سوموار کو نام دیا گیا۔ نام لینے کے لئے بہت سے امیدوار ہوتے ہیں۔ جن میں نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ دونوں کو الگ الگ جگہ جمع کرکے ہر ایک کو بلا کر اُس سے سوال کئے جاتے ہیں۔ کہ تم کیا کرتے ہو؟ کیا تمہارے خاندان یا رشتہ داروں میں پہلے کوئی ست سنگی بھی ہے یا نہیں؟ سب کو اندھا دھند نام نہیں دیا جاتا۔ بہت سے نکالے جاتے ہیں۔ کم عمر بچوں کو اندھوں کو، اور بھیکھ دھاری سادھوؤں کو عموماً نام دینے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ ویسے ہی حاملہ مستورات کو بھی انکار ہی ملتا ہے۔ کوڑھی۔ پگل بہری والوں کو اور اُن لوگوں کو جو کہ سوسائٹی پر بوجھ ہیں۔ خود کما کر نہیں کھاتے، نام کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ ادر ماس۔ شراب و پرائی عورت سے پرہیز کرنے کا وعدہ لیا جاتا ہے۔

آج ۲ اکتوبر کو اندھیرے تک ست سنگ میں بیٹھنا پڑا۔ وجہ یہ کہ دو بھوگ گرنتھ صاحب کے ڈالنے تھے۔ دو بھوگوں میں دُگنا وقت نہیں لگا بلکہ دو پاٹھی اکٹھے پڑھتے رہے۔ جس کا مطلب یہ کہ ڈو دفعہ بھوگ کے شبد پڑھے گئے۔ اور ڈو بھوگ ہو گئے۔ خیر یہ بھی غنیمت ہے۔ ورنہ شاید رات کے نو بج جاتے۔ اُن بھوگوں کی سماپتی کے بعد گورو گرنتھ صاحب میں سے مارو راگ کا شبد گورُو امرداس جی کا لیا گیا"۔ ستگورو سیون سے وڈ بھاگی ؛ ان دِن ساچ نام لو لاگی"۔ کہ دُنیا میں راجہ۔ مہاراجہ۔ نواب۔ وزیر۔ اُمرا۔ سیٹھ۔ ساہوکار خوش قسمت نہیں ہیں۔ ایسے لوگ مرکر بُری گتی کو جاتے ہیں۔ جیسے مولوی رُوم نے فرمایا ہے ؂

"ہر کہ بالا تر رود ابلہ تر است ؛ کہ استخوانش بہتر خواہد شکست"
(جتنا اس دُنیا میں بڑا اُتنی ہی زیادہ عاقبت میں اُس کی سزا) خوش قسمت وہ ہے۔ جس کو پورا گورُو مل گیا۔ پُورے گورُو نے نام دیدیا اور نام سے اُس کا پریم لگ گیا۔ کیونکہ آگے چل کر گورو صاحب یہی فرماتے ہیں

؂ "اُیھ لو جم ماریا نہ جائی ؛ گورو کے شبدے نظر نہ آئی"
شبد سُنے تاں دُوروں بھاگے ؛ مت مارے ہر جیو بے پرواہا ہے"
یعنی مرنے کے بعد ہر ایک آدمی کی رُوح فرشتے قبض کرتے ہیں۔ سوائے اُس کے جو کہ مُرشد کامل کا مُرید ہے۔ مُعترض پوچھتا ہے کہ یہ فرشتے جو اس قدر دُکھ دیتے ہیں کیوں بنائے گئے؟ تو گورُو صاحب فرماتے ہیں:" ہرجی کی ہے یہ سب سرکارا ؛ ایہہ جم کیا کرے بیچارا"۔ "حُکمی بندہ حُکم کماوے ؛ حُکمے

کدڑھداسا ہاہے "۔ یعنی یہ فرشتے خدا کی پولیس ہیں۔ جس کو خدا حکم دیتا ہے اُس کی رُوح کو قبض کرتے ہیں۔ اور سزا دیتے ہیں۔ اِس پر حکیم شیودیال سنگھ جی ڈیرہ دون والے نے جو ست سنگ میں موجود تھے اس وقت کہا کہ آج سے دو ہفتہ پہلے ایک شخص ڈیرہ دون میں مر گیا۔ اُس کو مرگھٹ میں لے گئے۔ اور اُس کو جلانے کی غرض سے اُس کے اوپر لکڑیاں چُن کر رکھ دیں۔ یکایک اُس مُردے نے کروٹ لی۔ لوگ خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے مگر ایک دو منچلے آدمیوں نے نزدیک جا کر لکڑیاں ہٹا دیں۔ اور اُس کو تانگے میں گھر لے آئے۔ گھر آنے پر اُس نے بتایا کہ اُس کی رُوح کو ایک آدمی اُس کے گلے میں رسہ ڈال کر آگے سے کھینچ رہا تھا۔ اور دو آدمی پیچھے سے اُس کو ڈنڈے مار مار کر چلا رہے تھے۔ اُس نے ایک شخص کا قرضہ دینا تھا۔ جو مر چکا تھا۔ راستے میں وہ شخص موجود تھا کہنے لگا کہ میرا قرضہ دے کر جانا۔ اُس مرنے والے نے جواب دیا کہ یہاں میرے پاس کیا رکھا ہے۔ تو قرضخواہ نے کہا کہ تم نے جو گاہے پُن کی تھی اُس کا پھل مجھے دیتے جاؤ۔ چنانچہ اُس کو دے کر آگے کچہری میں لے گئے۔ وہاں حاکم نے اُن فرشتوں کو کہا کہ اِس کو کیوں لائے۔ اِس کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اِس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب میں اپنے استھول شریر میں آگیا ہوں۔ مولوی روم نے بھی فرمایا ہے:۔ ؎

چند کو بد زخم ہائے گُرزِ شان ؛ بر سر ہر ژاژ خار و مرزشان
گُرز ہا و تیغ ہا محسوس شد ؛ پیش بیمار و سرش منکوس شد"

۳ر اکتوبر کے ست سنگ میں سار بچن نظم میں سے یہ شبد پڑھا گیا۔

"کوئی مانو رے کہن ہماری"
جو جو کہوں سُنو چت دیکر۔ گوں کی کہوں تمہاری"

پھر فرماتے ہیں:۔

"کیا کیا کہوں کال انیائی ؛ بہو بدھی تم کو پھانس لیاری
تم اگیان مرم نہیں جانا ؛ چھل بل کر اِن[1] پھانس لیاری
چھُوٹن کی بدھی نیک نہ مانو ؛ کیونکر چھُوٹن ہوئے تمہاری"

اب اِس دُنیا کے جنجال سے چھُوٹنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔

"ستگورُو سذت ہوئے اُپکاری ؛ اُن کا سنگ کرو سہاری[2]

---

[1] من و مایا نے [2] احتیاط سے اُن کے بچنوں کو مانو اور عمل کرو۔

دے دیال اس جگت[1] لکھاویں ÷ کردیں تم چھٹکاری

جگت جال سب دھوکا جانو ÷ من مورکھ سنگ کینی یاری

اس کا سنگ[2] تجو تم چھن چھن ÷ نہیں یہ لے گا جان تمہاری

اپنے گھر[3] سے دُور پڑو گے ÷ چوراسی کے دھکے کھاری

چوراسی لاکھ جون میں بھٹکتے پھروگے۔ کبھی گدھا کبھی کُتا کبھی پرندہ۔ کبھی گھاس۔ کبھی بھوس۔

حضُور نے فرمایا کہ ست سنگی کو چاہیئے۔ کہ اپنی اندرونی ترقی کو ہضم کرے۔ لوگوں پر ظاہر نہ کرے۔ مولوی روم نے اپنی مثنوی میں بار بار اِس بات پر زور دیا ہے۔ کہ سرِ سُلطان کو کسی کے پاس نہ کہو۔ حضُور نے فرمایا کہ ایسا ہو کہ سارا سُمندر پی جاوے مگر لب گیلے نہ معلوم ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگ آج نام لیتے ہیں۔ اور کل کو کہتے ہیں کہ پردہ کیوں نہیں کھلا۔ یہ برسوں کی محنت اور پرہیز گاری سے کھُلتا ہے۔ اگر ایسا آسان ہوتا تو لوگ کیوں چھوڑ چھوڑ بھاگتے۔ جو لگا رہا اُس کا کام بن گیا۔ ہاں بعض پہلے جنم میں نیک کمائی کر کے آتے ہیں۔ اور اُن کا پردہ جلدی کھُل جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کی حالت نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ چار سوار جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص گدھی پر سوار بھی اُن کے پیچھے ہو لیا۔ کسی نے اُس سے پوچھا میاں کہاں جا رہے ہو۔ تو گدھی والے نے کہا۔ پانچوں سوار دِلّی جاویں گے۔

کل ۴ راکتوبر کو سردار بھگت سنگھ کی مزاج پرسی کے واسطے حضُور۔ ڈاکٹر چندر بنسی رہیں اور مستری شادی گئے تھے۔ سردار صاحب کو انکھی کمزوری اور دل کے بے قاعدہ چلنے کی شکایت ہے۔ جب آنکھ لگتی ہے تو سانس بند ہونے لگتا ہے اور جھٹ پٹ آنکھ کھُل جاتی ہے اور پھر اس کے بعد ۱۰-۵ سانس لمبے لمبے لینے پڑتے ہیں۔

ایک گھنٹہ وہاں رہے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ سردار صاحب نے کہا کہ سنت ستگورُو نہ صرف اپنے ست سنگیوں کی ہی مدد کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے ایسے لوگوں کی جو کہ اُن کے سامنے کبھی نہیں آئے۔ اندرونی مدد کرتے ہیں۔ ایسے ہی پولیٹیکل کام کرنے والوں کی بھی رُوحانی مدد کرتے ہیں۔ حضُور نے جواب دیا کہ بتانے کا حکم نہیں ہے۔ ایک بڑا عہدیدار ست سنگی گذر گیا۔ اس کو چار انڈے دیئے گئے تھے۔ اِس واسطے اُس کو دوبارہ جنم لینا پڑا۔ اور جنم لے لیا ہے۔

۵ راکتوبر سوموار کو کھانا کھا کر ۱۲ بجے دوپہر کو کار میں علی وال مُتصل بٹالہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ کیونکہ

---

[1] اُن سے طریقہ ابھیاس کا معلوم کر کے ابھیاس کرو [2] من کے کہنے پر نہ چلو [3] اگر تم اُس کے کہنے پر چلو گے تو تم کو دوزخ میں لے جائے گا۔

علیوال میں الیس ۔ ڈی ۔ او نہر حضور کے ست سنگی ہیں ۔ اور اُن کے صاحبزادے کی شادی کے موقعہ پر رسم گھوڑی آج ادا ہوئی ہے ۔ رعیہ کی نہر کی ٹپڑی سے نہر کے اُوپر کی طرف جہاں نہر کو پکی سڑک مابین سری ہرگوبند پور اور بٹالہ کاٹتی ہے ۔ وہاں سے اُس سڑک سے ہو کر پہلے بٹالے گئے ۔ وہاں لوہے کے کارخانے میں مستری شادی نے ایک گراری خریدی تھی ۔ چنانچہ گراری لے کر ریلوے سڑک کا پھاٹک عبور کر کے وہاں سے ۵ میل پر بھلوال کے بنگلہ نہر پر جا پہنچے ۔ ۲½ بجے تھے ۔ جا کر حضور مہاراج تو اُن کی جائے رہائش کوٹھی کے کمرے میں پلنگ پر لیٹ گئے ۔ اور باقی ہم سب اُس کوٹھی کے احاطہ میں دو بڑوں کے درختوں کے نیچے سایہ میں آرام سے باتیں کرتے گئے ۔ وہاں سے ۴½ بجے شام ست سنگ میں آ حاضر ہوئے ۔ الیس ۔ ڈی ۔ او صاحب کے مہمان اور اُن کے دفتر کے اہلکار ست سنگ میں موجود تھے ۔ کچھ ست سنگی اور ست سنگنیں اِرد گرد کے دیہات سے بھی جمع ہو گئے تھے ۔ لیکن زیادہ بھیڑ بھاڑ نہ تھی ۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے گورو امر داس جی کا شبد "کایا کا من ات سوالیو پیرو سے جس نالے" لیا گیا ۔ حضور نے پہلے تو عام ویا کھیان کیا کہ چوراسی لاکھ جیا جوُن کا یہ حساب ہے ۔ پھر دو قسم کے فقیر بتلائے ۔ علوی اور سفلی ۔ پھر شبد کا ویا کھیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سب کائنات انسان کے جسم میں ہی ہے انسان اشرف المخلوقات ہے یعنی نہ صرف حیوانات ، نباتات وغیرہ سے بڑا ہے بلکہ فرشتوں ، بھوت پریتوں دیوتاؤں ۔ دیوؤں سب سے بھی بڑا ہے ۔ کیونکہ انسانی جسم میں ہی خدا مل سکتا ہے ۔ دیوی دیوتاؤں وغیرہ کے جسم میں خدا نہیں مل سکتا ۔ اور ملتا کیسے ہے ؟ مرشد کامل کو ملو ۔ اور اُس سے آواز آسمانی کا راستہ لیکر آواز کو پکڑو اور مقام حق تک پہنچ جاؤ ۔

ست سنگ کے بعد دُولہا کے سر پر دستار باندھی گئی ۔ حضور نے مٹھائی اور روپے شگن میں دیئے اور شام کے پونے سات بجے ہم واپس روانہ ہو کر ۸½ بجے کے قریب ڈیرے پہنچ گئے ۔
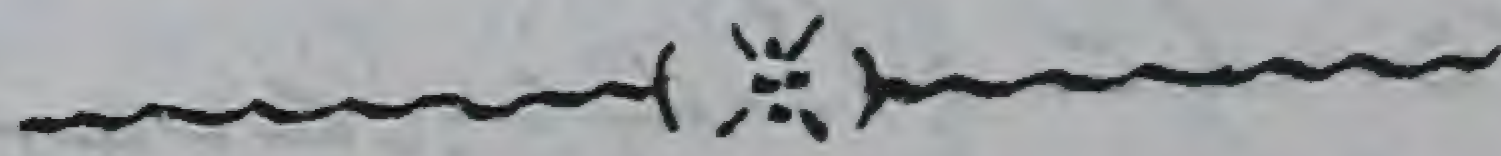
باب چودھواں

حالات دورہ ڈلہوزی و سرسہ و قیام ڈیرہ

سفرنامہ امرتسر و ڈلہوزی حضور کا ارادہ پہلے سیدھے ہی نہر کے راستے ڈلہوزی جانے کا تھا مگر امرتسر میں اچانک کام ہو جانے کی وجہ سے ۱۱ر اکتوبر کو ۱۱-۱۲ بجے دوپہر کے درمیان کار میں روانہ ہو کر سیدھے امرتسر آئے۔ وہاں کوئی ست سنگ مقرر نہ تھا۔ نہ ست سنگ کیا نہ ہی بہت سے ست سنگیوں کو حضور کی آمد کا پتہ تھا۔ اس واسطے بہت بھیڑ بھاڑ نہ تھی۔ رات وہاں رہ کر صبح کے ۸ بجے بٹالہ گورداسپور کے راستے ڈلہوزی کو چل دیئے۔ راستے میں بٹالے اپنی مشین کا پائپ دینے کے لئے دس منٹ ٹھہرے۔ وہاں سے روانہ ہو کر گورداسپور ڈاکٹر چندر روتی کا مکان جو کہ برلب سڑک ہی واقعہ ہے تلاش کر کے ڈاکٹر صاحب کو درشن دیئے۔ ڈاکٹر صاحب بڑی صاف دل اور پریمی ست سنگن ہیں۔ اس واسطے حضور بھی اُس سے پریم کرتے ہیں۔ وہاں کوئی مسلمان صاحب آئے ہوئے تھے اُن سے پرمارتھ کی باتیں کرتے رہے۔ میں موبل آئیل موٹر کار کے لئے لینے چلا گیا۔ ڈاکٹر تلک رام صاحب نے اپنا ایجاد کردہ پوٹس ہنی (آنکھوں میں لگانے کی دوائی) پیش کی جو حضور نے قیمت دے کر لے لی۔ راستے میں فرمایا کہ ست سنگی پریم سے میرے لئے چیزیں لاتے ہیں۔ میں اُن کا دل نہیں توڑنا چاہتا۔ مگر مفت میں لینا بھی نہیں چاہتا۔ اس واسطے بعض دفعہ مجھے بہت سی ایسی چیزوں کے دام دینے پڑ جاتے ہیں۔ جن کی مجھے ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ میرے سامنے کی بات ہے۔ کہ کراچی سے ایک ست سنگی نے ایک خاص نفیس قسم کا لٹھا ۱۳ گز شری حضور کے پیش کیا۔ حضور نے قیمت چالیس روپے ادا کر کے رکھ لیا۔ مگر کسی اور کو مفت دیدیا کیونکہ وہ ایسا عمدہ لٹھا پہننا مناسب نہ خیال کرتے تھے۔ اسی طرح ایک ست سنگی ایک ٹفن کیریئر لایا۔ حضور نے اُس کے بیس روپے دے کر لے لیا۔ حالانکہ حضور کے پاس اس سے اچھے اچھے ٹفن دان پہلے سے موجود ہیں۔ وہاں ایک گھنٹہ دے کر پٹھان کوٹ کا راستہ لیا۔ پٹھان کوٹ آ کر موبل آئیل و پٹرول ڈلوایا۔ مستری شادی انگور خریدنا چاہتا تھا۔ مگر بہت مہنگے تھے۔ اور اُن کا لے جانا بھی معنی رکھتا تھا۔ کیونکہ کار میں انگوروں کو بھی جگہ نہ تھی۔ وہاں سے چکی جو چھ میل کا فاصلہ ہے۔ سوا گیارہ بجے دان کے آ پہنچے۔ سب نے

کھانا کھایا جو حضور ہمراہ لائے تھے۔ اور وہاں سے ایک بجے چل دیئے۔ جب دُنیرے پہنچے تو حلوائی کی دکان کا رُخ کیا۔ حسب معمول حضور کار میں رہے۔ میں مستری شادی اور دامودر گئے۔ اُس وقت حلوائی نے دُودھ گرم کر رکھا تھا۔ برفی تازی بنی ہوئی اُس کے تھال میں تھی۔ چنانچہ پہلے تو برفی خریدی گئی اور سب نے کھائی۔ پھر دُودھ پیا گیا۔ پھینیاں خریدی گئیں۔ پتہ لگا کہ اُس کی اندر کی الماری میں جلیبیاں بھی ہیں۔ اور ہیں بھی تازہ۔ وہ بھی لی گئیں۔ غرضیکہ کچھ کھا، کچھ پلّے باندھ موٹر کار میں آ گئے۔ اتنے میں ہمارا عملہ بھی لاری میں بحالت پریشان پہنچا۔ کیونکہ اُن سب کو قے اِس راستے میں بہت دِق کرتی ہے۔ صرف حضور کا نوکر پریتم سنگھ ٹھیک حالت میں تھا۔

وہاں سے تین بجے چل کر شام کے سوا چار بجے ڈاکخانہ ڈلہوزی کے چوک میں آ پہنچے۔ ہاں راستے میں کنوں دی ہٹی پر جو کہ بکلوہ سے نیچے ہے۔ بکلوہ کی گورکھا سنگت کو درشن دینے کے لئے ۵۔۷ منٹ ٹھہرنا پڑا تھا۔ ڈلہوزی میں اِس مہینے کے لحاظ سے سردی شدید تھی۔ موٹر کار سے نکلے تو سرد ہوا کے جھونکوں نے ہمارے موسم گرما کے کپڑوں میں سے گذر کر بدن سرد کر دیئے۔ اسباب سنبھال قلیوں پر لاد الیسمیر آ پہنچے۔ دیوان موہن لال صاحب اور مس VIOLET SYDNEY بھی درشنوں کو آئے۔ شام کو ڈپٹی ہرگوبند جی معہ بال بچوں کے تشریف لائے۔ میں بھی حاضر ہوا۔ ڈپٹی صاحب نے بات کی کہ اب ہندوؤں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں، عورتوں میں گوشت خوری کا رواج پڑتا جا رہا ہے۔ اور یہ پتہ لگا ہے۔ کہ سکولوں اور کالجوں میں ہندو لڑکیاں مُسلمان لڑکیوں کے ساتھ سہیلی بن گانٹھ کر اُن کے گھر چھپی ماس کھانے کے لالچ میں جاتی ہیں۔ ڈپٹی صاحب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ولایت میں انگریزوں میں ایک GOLDEN AGE SOCIETY ہے جو ماس شراب سے پرہیز کرتی ہے۔ میم صاحب نے کہا کہ وہ لوگ انڈوں کو بھی ماس میں شُمار کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ ایک امیر عہدیدار ست سنگی پریمی تھا۔ اُس کو ۴۔۵ سال ہنس دل کنول میں رہ کر جنم لینا پڑا کیونکہ اُس کی آخر بیماری میں اُس کے وارثوں نے اُس کو چار انڈے دیئے تھے۔ اور اب اُس نے اپنے ہی خاندان میں جنم لے لیا ہے۔ یہ ہے انڈے کھانے کا مزہ۔ اِس کے بعد چوراسی لاکھ آواگون پر باتیں ہونے لگیں۔ حضور نے فرمایا کہ ایک بڑا افسر نہر کا اُن سے ملا۔ اُس نے کہا کہ اِنسان، اِنسان سے نیچی جُون میں نہیں جا سکتا۔ اِنسان سے مر کر اِنسان میں ہی جنم لے گا۔ میں نے اُس کو گرنتھ صاحب وغیرہ کے برہان دیئے کہ نہیں جو لوگ اِنسان ہو کر حیوانوں کے وسا بنوں، بھیڑیوں کے کام کرتے ہیں، وہ کیوں نہ نیچے جاویں گے۔ چنانچہ شمس تبریز کا شعر پڑھ کر سنایا ہے

"گاہے شجر در باغہا گاہے ہمہ بر شاخہا ؛ از دست خوبان از دہاں ؛ رمعدہ آمیدہ ام"

اِس پر ڈپٹی صاحب نے بتایا۔ کہ عبداللہ سُہراب اودھ وزیر بنگال نے ایک چھوٹی سی کتاب انگریزی میں موسومہ (SAYINGS OF MOHAMMAD) لکھی ہے۔ جس میں یہ کہا ہے۔ کہ انسان مرکر بندر۔ کُتّا۔ گدھا وغیرہ بنتا ہے۔ اور مُصنف نے (IN TUNE WITH THE INFINITE) اپنی کتاب (EVERY CREATURE) میں گوشت کھانے کو مذموم ٹھہرایا ہے۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء آج کل ڈلہوزی میں وقت کے خیال سے سردی سخت پڑ رہی ہے۔ صرف دوپہر کو ۴۔ ۵ بجے تک دھوپ خوشگوار ہوتی ہے۔ اِس سے پہلے اور پیچھے سردی کی وجہ سے باہر سَیر کو جانے کو جی دِل نہیں کرتا۔ آج حضور مہاراج ۹ بجے کے بعد صبح کو بھجن سے فارغ ہوئے۔ اور پھر دوپہر کو ۱۱-۱۲ بجے کے درمیان ڈپٹی ہرگوبند صاحب کی کوٹھی پر M. E. S. روڈ سے گئے۔ اور اُن کے سارے خاندان کو بڑا اُونچا اپدیش سنت مت کا بڑے پریم پیار سے سمجھاتے رہے۔ حالانکہ ڈپٹی صاحب کی کوٹھی یہاں سے بہت دُور اور نیچے ہے۔ اُترائی اور چڑھائی کرنی پڑتی ہے۔ مگر چونکہ حضور کو خدمتِ خلقِ خُدا کی عادت پڑ گئی ہے۔ وہ اپنی تکلیف کا خیال نہ کرکے اِس عُمر میں اِس قدر زحمت اُٹھا کر ست سنگیوں کے گھروں اور دیہات میں جاکر اُن کو بھگتی مارگ کا اُپدیش دیتے ہیں۔ وہاں سے ۲ بجے لوٹے۔ راستے میں اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ فرمایا کہ فلاں ست سنگی (جو گدڑ چہ کا ہے) پہلے جنم میں گورو گوبند سنگھ صاحب کا باورچی ہوتا تھا۔ اُس نے گورو صاحب کے صاحبزادوں کو پکڑوایا تھا۔ اِس واسطے اُس کو اِس جنم میں اِس دفعہ اس گھات کی سزا بھوگنی پڑی اور پھر فرمایا کہ فلاں سکھ ست سنگی پہلے جنم میں مسلمان عبداللہ نامی تھا۔ جس نے اُس باورچی سے مل کر گورو صاحب کے بچوں کو مسلمانوں کے حوالہ کیا تھا۔ اِس واسطے وہ اب بھی سنتوں سے دَیر ورود رکھتا ہے۔

حضور کا ارادہ اب کی دفعہ ڈلہوزی میں ست سنگ کرنے کا نہ تھا۔ مگر چونکہ بہت سے گورکھا مرد و زن بکلوہ سے آگئے ہیں۔ اِس واسطے آج شام کو بڑا اچھا خاموشی کا ست سنگ ہوا۔ حضور سوامی جی کی بانی سے دو شبد پڑھے گئے۔ دونوں میں جو ہدایت ہے۔ وہ نرکوں اور آواگون سے بچا کر انسان کو نجات دیتی ہے۔ پہلا شبد ہے۔ " جوڑ دوری کوئی سُرت نام سے۔ یہ تن دھن کچھ کام نہ آوے۔ پڑے لڑائی جام سے۔ " موت کے بعد دُنیا کی جائدادیں اور یہ جسم کچھ کام نہیں دیں گے۔ کیونکہ جم دُوتوں سے واسطہ پڑے گا۔ اگر بچنا ہے تو رُوح کو نام یعنی انحد شبد سے جوڑ دو۔ یہ ہے اصلی POETRY جو کہ اصلیت کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسرا شبد تھا۔ " دھن گُنکر من سمجھائی۔ کوٹ جتن سے یہ نہیں مانے۔ دھن گُنکر من سمجھائی۔ " یعنی من کو قابو کرنے کا سوائے انحد شبد کے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ من پڑھنے پڑھانے۔ یوگ۔ گیان۔ تپ۔ جپ۔ وچار۔ عقل۔ چالاکی اور مانسی دھیان سے بس میں نہیں آوے گا۔ جب تک اِس کو شبد کی لذت نہ ملے گی۔ چونکہ

شبد کی لذت سب دُنیاوی لذتوں سے افضل تر ہے۔ اِس واسطے اِس لذت کو پاکر من دُنیا کی لذتوں سے بیزار ہو جاوے گا۔ جب من نے دُنیا کی لذت چھوڑ دی تو رُوح آزاد ہو گئی کیونکہ رُوح کو روکنے والا من ہی ہے۔ جب رُوح آزاد ہوئی تو آسمانی منزلوں پر چڑھ گئی۔ جیسے تلسی داس جی نے اُتر کانڈ رامائن میں لکھا ہے۔ کہ انسانی جسم کے اندر سے بے شمار دُنیائیں اور کرّے عجیب و غریب نظر آ سکتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر عقل دنگ و حیران رہ جاتی ہے اور جیسے بابا نانک نے فرمایا ہے۔ کہ "کھنڈ منڈل حیران" یعنی جسم اِنسانی میں سے بے شمار کھنڈوں اور منڈلوں کو راستہ جاتا ہے۔ جن کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ویسے ہی حضور سوامی جی مہاراج نے فرمایا ہے

"اُوبھوت لیلا عجب وہاں کی۔ کرن کرن سُورج درسائی۔ سُورج سُورج جوت ہزاری۔ چندر چندر کوٹن چھبی چھائی۔ گھٹ آکاش او گھٹ پرکاش۔ لکھ آکاش کوٹن پرسائی۔ یہ لیلا کچھ عجب تیج کی۔ اُلٹ پلٹ کوئی گورمکھ پائی۔" یعنی ست لوک کی رچنا حیران کُن ہے۔ وہاں کی ایک ایک کرن ایک ایک سُورج ہے۔ اور ہر ایک سُورج کی روشنی دوسرے سے الگ ہے۔ یہ نہیں کہ ہر ایک سُورج کی روشنی سفید ہی ہو۔ یا ہر ایک چاند کی روشنی زرد سی ہی ہو۔ لاکھوں آسمان ہیں۔ کروڑوں زمینیں ہیں۔ یہ کائنات عجیب اُلٹ پلٹ۔ اور ناقابلِ قیاس واقع ہوئی ہے۔ مگر ملتی ہے کسی گورمکھ کو۔

۱۵ اکتوبر کو شام کے ست سنگ میں حاضری بہت کم تھی۔ حضور کا ارادہ ست سنگ کرنے کا نہ تھا۔ مگر بی بیوں کے اِصرار پر دو شبد سوامی جی مہاراج کی بانی میں سے پڑھے گئے۔ "گورو چرن گرہ میرے آئے :۔ بھاگ میرے سوتے دیئے جگائے" یعنی سُورج چاند کو عبور کر کے جب گورو کا درشن انتر میں ہوا۔ تو مانو سویا ہوا نصیبا جاگ اُٹھا۔ "گورو سنگ ست سنگی چل آئے ہنس آکاشی دیکھ لجائے" یعنی جب رُوح اندر رُوحانی دلیشوں میں گئی تو اندر جو اُس کے گورو بھائی پہلے گئے ہوئے تھے وہ اِس کو ملے اور اُن دلیشوں کے ہنسوں کو اُس پر رشک آیا۔ کیونکہ یہ ہنس تو اُن دلیشوں سے آگے نہیں جا سکتے۔ ست سنگی جاتے ہیں۔ یہی حال دیوی، دیوتاؤں، رشیوں منیوں کا ہے۔ غرضیکہ جس کو پُورا سنگورو نہیں ملا۔ وہ دُھر دھام نہیں پہنچیں گے۔ راستے میں اٹکیں گے۔ اس کے بعد "گورو کی موج رہو تم دھار :۔ گورو کی رضا سمہالو یار" لیا گیا۔

۱۷ اکتوبر کو کاتک کی سنگرانت تھی۔ چونکہ ہم نے ۱۲ بجے کی سروس میں واپس ڈیرے جانا تھا۔ اِس واسطے ۹ بجے صبح ہی حضور کی بانی میں سے کاتک کا مہینہ جس میں شریر کے ۱۲ کنول یا ۱۲ رُوحانی مرکزوں کا بیان ہے۔ پڑھا گیا۔ اور پھر جلدی جلدی کھانا کھا، اسباب باندھ، کمرے بند کر، موٹر میں سوار ہو، بنی کھیت سے پرے پھاٹک پولیس پر جا پہنچے۔ ابھی پونے ایک نہ بجنے پایا تھا کہ پھاٹک والے نے شرافت سے ہم کو جانے کی اجازت دے دی۔ راستے میں کنوں کی ہٹی پر بکلوہ کے نیچے گورکھا لوگ ست سنگی جمع تھے۔ حضور نے کار

سے اُتر کر دس منٹ اُن سے گفتگو کی۔ اور پھر نیر پہنچ گئے۔ وہاں تقریباً ایک گھنٹہ تک رُکنا پڑا۔ کیونکہ لاریاں بہت دیر تک دونوں طرف سے آتی رہیں۔ وہاں سے چل کر سیدھے گورداسپور ڈاکٹر چندر دتی کے مکان پر آ کر دم لیا۔ ست سنگی وہاں کافی تعداد میں جمع تھے۔ مگر چونکہ وقت تنگ تھا۔ اس واسطے حضور نے کھڑے کھڑے گورو گرنتھ صاحب میں سے کاتک کا مہینہ پڑھوا کر دیا کھیان کر دیا۔ اور ہم بٹالے کی طرف چل دیئے۔ وہاں مسلمان لوہاروں کی بہت سی دوکانیں ہیں۔ جو کہ برلب سڑک ہی واقعہ ہیں۔ اُن سے مشین کے پرزے کی بابت گفتگو کر کے سری گوبند پور کی سڑک پر چل دیئے۔ اسی سڑک پر ۱۲ میل دُور نہر ربعتہ متصل بیاس آتی ہے اس نہر کی پٹڑی پر ۱۶ میل نیچے کو چل کر ربعتہ آجاتا ہے۔ اور وہاں سے بیاس ۱۲ میل ہوگا۔ چنانچہ ہم اندھیرا ہوتے ہوتے ڈیرے پہنچ گئے۔ ۲۰ راکتوبر کو سرسے کو روانگی ہے۔

۲۰ راکتوبر کو صبح کے ۷½ بجے ڈیرے سے اپنی پلائی متھ کاریں روانہ

حالاتِ دورۂ سرسہ

ہو کر سیدھے جالندھر شہر میں سردار صاحب سردار بھگت سنگھ کے مکان پر پہنچے۔ سردار صاحب کو آگے سے افاقہ معلوم ہوا۔ وہاں سے نصف گھنٹہ کے بعد روانہ ہو کر پھگواڑہ کی سنگت کو برلب سڑک اعظم ایک کوٹھی کے باغ میں درشن دے کر آگے چلے۔ وہاں سے دو میل پر موضع مولی کی سنگت زیر سرکردگی باوا موہن سنگھ درشنوں کے لئے برلب سڑک موجود تھی۔ باوا جی خود خوشی سے ناچ رہے تھے۔ ہاتھ میں ایک ٹل سا تھا وہ بھی بجا رہے تھے۔ جب دو منٹ ٹھہر کر کار آگے روانہ ہونے لگی تو لگے کہنے "جلدی آویں" حضور ہنستے رہے۔ وہاں سے آگے لدھیانے کے کمیٹی گھر کے سامنے چند ست سنگی سڑک پر کھڑے تھے۔ اور وہاں دو منٹ دے کر بلونت رائے وکیل کے مکان بالمقابل کچہری میں گئے۔ جہاں بہت سی سنگت جمع تھی۔ یئں نے ڈرائیور نے دودھ پیا اور مستری شادی گھر سے کچھ کھا پی کر چلے تھے۔ وہاں دس منٹ ٹھہر کر پھر ملیر گنج ہوتے ہوئے گل ڈھلوں کے مواضعات سے گذر کر جگیڑا سے بھٹنڈا برانچ پر ہو لئے۔ کچھ دُور تک تو راستہ صاف تھا۔ یہاں سے بھٹنڈہ ۹۰ میل کے قریب ہے۔ مگر دس بارہ میل جانے کے بعد راستے میں جگہ جگہ گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ خیر۔ احتیاط سے اُن کو عبور کرتے ہوئے ۲۲ میل پر بن جیکبوں کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ اب آگے نہیں جا سکتے۔ کیونکہ کثرت باراں سے سڑک میں شگاف ہو گیا تھا۔ اور ساری سڑک کو روکے ہوئے تھا۔ گھراٹ والوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ آگے بہت پانی ہے۔ آگے نہیں جا سکو گے۔ ناچار یہ فیصلہ کیا کہ واپس لدھیانے جا کر جگراؤں موگہ کی سڑک حسب معمول پکڑی جاوے جب کچھ دُور واپس آئے تو موٹر کار کا دائیں طرف کا پچھلا پہیہ ریت میں دھنس گیا۔ موٹر کار کے پیچھے جو کیریر لگا ہوا تھا۔ وہ زمین کے ساتھ جا لگا۔ کیونکہ پچھلا حصہ کار کا ریت میں دھنس چکا تھا۔ وہاں کوئی آدم نہ آدم زاد۔

سڑک سے پرے بڑا جنگل کاہ کا معلوم ہوتا تھا۔ اِس کو عبور کر کے دیکھا کہ ہالی لوگ ہل چلا رہے ہیں۔ اُن کو بلایا اور کاہ کو کاٹ کر کار کے پہیے کے نیچے دیا۔ بہت سے لوگ راہی مسافر بھی اِتنے میں آ پہنچے۔ سب نے زور لگا کر کار کو دائیں طرف سے اُوپر اُٹھایا تو پہیے کے نیچے کاہ دیکر کار کو نکالا۔ اور خدا کا شکر کیا۔ ورنہ سارا دن بھی وہاں رہتے تو ممکن تھا۔ دوپہر کا وقت، گرمی کا زور، گویا ۸۰ میل کا سفر بے فائدہ کرنا پڑا۔ خیر لدھیانہ کا جگراؤں والا پل پار کرکے ڈرائیور نے کار کو خوب تیز چھوڑ دیا۔ جگراؤں نصف گھنٹہ سے کم میں اور موگہ ایک گھنٹہ میں آ پہنچے۔ کہیں نہیں ٹھہرے نہ کسی نے ہم کو رد کا، سیدھے کوٹ کپورہ مکتسر ہوتے ہوئے ملوٹ سے ۹ میل پر نہر کے بنگلے پر آ کر کھانا کھانے کے لئے اُتر پڑے۔ ۴ بج چکے تھے۔ سب بھوکے تھے۔ سب نے کھانا کھایا اور کھانا کھا کر چل پڑے۔ ملوٹ میں تیل لے کر شام ہوتے سرسہ سدت سنگھ گھر میں آ کر دم لیا۔ وہاں سنگت جمع تھی۔ سب حیران تھے کہ اِتنی دیر کیوں نہیں آئے۔ بعض مایوس ہو گئے تھے۔ کہ اب شاید حضور نے سرسے آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ حضور کو دیکھ کر سب باغ باغ ہو گئے۔ وہاں دس منٹ ٹھہر کر گرلوال ہلز میں آ پہنچے۔ دوسرے دن ۲۱ راکتوبر کو سردار بجینت سنگھ صاحبزادہ کلاں حضور کے ہاں شام کے وقت بھوگ کی رسم ادا ہونی تھی۔ کیونکہ اُن کی پوتی شہر میں گذر گئی تھی۔ لہٰذا وہاں ٹانگوں پر سکندر پور سے دس بجے چل دیئے۔ وہاں جا کر کھانا کھایا، دوپہر کو آرام کیا۔ شام کے ۴ بجے بھوگ کی رسم شروع ہوئی اور ۷ بجے ختم ہوئی۔ وہاں سے واپس چل کر رات کو سکندر پور پہنچ گئے۔

۲۲ راکتوبر کو شام کے ۴ بجے حضور سرسے کار میں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر ایس۔ ڈی۔ او۔ سیشن جج. P. P حصار کو ملے۔ اور سنگت کو درشن دے کر اندھیرا ہوتے واپس آ گئے۔ رائے بہادر شنکر داس اور اُن کے صاحبزادہ شانتی بھی درشنوں کو آ گئے تھے، وہ سب ساتھ ہی گئے۔ ۲۳ راکتوبر کی شام کو بھیر کھیڑی ہم سب گئے۔ کیونکہ حضور نے صاحبزادہ بجینت سنگھ کی خواہش کے مطابق وہاں شب باش ہونا تھا۔ سردار صاحب نے پُر تکلف کھانے کھلائے۔ صبح کو دُودھ پی کر وہاں سے ۱۰ بجے کے قریب سکندر پور شانتی آشرم میں آ گئے۔ وہاں آ کر سب نہائے دھوئے۔ راستے میں کہتے ہیں۔ کہ ایک سُرنگ سچھر والی کھیڑی سے رسُولپور کی تھیڑی تک تقریباً دو میل تک تہ زمین سے نیچے جا رہی ہے اور اُس میں ۲۰۔ ۳۰ سیر کی پختہ اینٹ لگی ہوئی ہے۔ اُن اینٹوں کو اور سُرنگ کو دیکھنے کی کوشش کی۔ مگر اینٹیں تو نہ دکھائی دیں۔ اور سُرنگ کا موقعہ ڈرائیور نے ہم کو بتایا۔ کہ اس کے نیچے سے سُرنگ اب تک جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ انبالے سے لیکر بیکانیر تک کہیں ۴ میل چوڑا کہیں ۶ میل چوڑا ٹکڑا زمین جاتا ہے۔ جو کسی وقت کسی بڑے دریا کی تہہ تھی۔ اور اُس کے کنارے بڑے بڑے شہر آباد تھے۔ شاید

اس کو سات ہزار سال ہو گئے۔ اور اُس وقت یہ سارا علاقہ بڑا آباد اور سیراب و شاداب تھا۔ کہتے ہیں۔ کسی راجہ نے دریا کو کاٹ کر اُس کا رُخ دوسری طرف کر دیا تو یہ سارا علاقہ بوجہ قلت آب بے آباد ہو گیا۔ چنانچہ حضُور نے بتایا کہ تھیڑی میں صاحب زادہ صاحب کی جائے رہائش کے ساتھ ایک مشین کا احاطہ ہے۔ وہاں ایک پختہ کنواں نکلا تھا۔ اور خیال تھا کہ اس کنوئیں میں سے مٹی نکال کر پانی نکل آوے گا۔ مگر ۴۰ فٹ پر جا کر کنوئیں کی دیواریں ختم ہو گئیں۔ گویا اُن دِنوں میں جبکہ یہ کنواں بنایا گیا ہوگا۔ پانی کی سطح زمین سے ۴۰ فٹ نیچے پر تھی۔ اب ۹۰ فٹ پر ہے۔ جس کے لئے کئی صدیاں درکار ہیں۔ دُنیا میں سینکڑوں قومیں ہوئیں اور سینکڑوں اور ہو جاویں گی۔

۲۴ راکتوبر کو شام کے ۴ بجے سرسہ ست سنگ، گھر جا کر ست سنگ کیا گیا۔ ملک رادھا کشن ایڈووکیٹ مُلتان۔ ایس۔ ڈی۔ او صاحب سرسہ۔ ڈی۔ ایس۔ پی سرسہ و کئی معززین موجود تھے۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے "تیریاں کھانیں تیریان بانیں بن نامے سب بھرم بُھلانیں" اور اس کے بعد پورے گورو کی پہچان کے لئے ملار کی راگ کا ۲۶ شلوک پڑھا گیا "گھر میں گھر دکھائے دے سو ستگورُ پُرکھ سُجان"۔ اس کے بعد رات کے ۸ بجے کے بعد سردار چرن سنگھ صاحب وکیل کے مکان پر اُن سب افسروں کا کھانا ہوا۔ رات کے دس بجے کے بعد ہم سب سکندر پور واپس آ گئے۔

۲۵ راکتوبر کی شام کو ۵ بجے ٹی پارٹی شانتی آشرم میں تھی۔ سیشن جج۔ ایس۔ ڈی۔ او نہر۔ ڈی۔ ایس۔ پی۔ بہت سے افسران موجود تھے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ حضُور نے فرمایا کہ ہر ایک مذہب یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے پیشرو نے ہی نجات کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ جو ہمارے پیشرو کے مذہب میں داخل نہیں ہوتا، وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ تو ایسے تنگ خیال واقع ہوئے ہیں۔ کہ وہ اپنے مذہب کے سوائے کسی دیگر مذہب والے کی بات سُننا نہیں چاہتے۔ چار درجے ہیں۔ شریعت۔ طریقت۔ معرفت اور حقیقت۔ ہر ایک مذہب کی شریعت اندھی ہے۔ شریعت کیا ہے؟ رسم و رواج۔ زندگی بسر کرنے کا طریقہ۔ شریعت ہر ایک مذہب کی جُدا جُدا ہے۔ فقیر مہاتما کسی مذہب کی شریعت کو نہیں توڑتے۔ نہ کسی کو کہتے ہیں کہ تم اپنی شریعت چھوڑ کر ہماری شریعت اختیار کر لو۔ معرفت اور حقیقت سب مذہبوں کی ایک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنے اپنے مذہب میں رہ کر اپنے اندر پردہ کھول لو۔ پھر بھی مذہبوں کے تعصب میں اندھے ہوئے ہوئے لوگ اُن کی باتوں کو نہیں مانتے۔

آج کل کی مُقدمہ بازی کا ذکر کرتے ہوئے جناب سیشن جج صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں کوہ مری میں تعینات تھا۔ ایک تعلیم یافتہ دوست نے خواہش ظاہر کی کہ کسی مُقدمہ کی بحث سُناؤ۔ جب ایک مُقدمہ

بھی بحث والا پیش ہوا - تو اُن کو بُلا کر بٹھا لیا گیا - جب وہ مدعی کے وکیل کی بحث سُن چکے تو وہ صاحب کہنے لگے - کہ مقدمے کے فیصلے کی بابت دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں - یہ مقدمہ تو ڈگری ہونا چاہیئے - جج صاحب تجربہ کار تھے - فرمایا کہ ذرا فریقِ مخالف کی بھی بحث سُن لو - چنانچہ جب فریقِ مخالف کی بحث سُن چکے تو دوست صاحب فرمانے لگے - کہ مدعی کا وکیل تو محض دھوکا دیتا تھا، مقدمہ تو خارج ہونا چاہیئے - اس پر جج صاحب نے کہا کہ اچھا اب مدعی کے وکیل کا جواب بھی سُن لو - جواب سُننے کے بعد اُن کے دوست نے کہا حضرت میں چلتا ہوں - آپ ہی اِس مقدمہ میں دماغ سوزی کیجئے - شکر ہے کہ مجھے اِس مقدمہ کا فیصلہ نہیں لکھنا -

۲۶ راکتوبر کی صبح کو ۱/۲ ۷ بجے کار میں سکندر پور سے روانہ ہوئے - کار میں ملک رادھا کشن صاحب ایڈووکیٹ ملتان و نبیرہ حضوری سردار جیون سنگھ صاحب بھی ڈیرے جا رہے تھے - راستے میں ست سنگ گھر میں سنگت کو درشن دے کر سیدھے موگے آ کر دم لیا - موگہ میں ڈاکٹر پریم ناتھ و کپتان لال سنگھ سے مل کر ایک گھنٹہ ٹھہر کر لدھیانے بالمقابل کچہری لالہ بلونت رائے وکیل کے ہاں سنگت جمع تھی - وہاں سنگت کو درشن دیئے کھانا ہمراہ لائے تھے - وکیل صاحب نے اصرار کیا - مگر حضور نے انکار کر دیا - اور کہا کہ کھانا ہمارے ساتھ ہے آگے جا کر کھا لیں گے - وہاں پھگواڑے سے ایک میل ورے مولی موضع کے بالمقابل بر لبِ سڑک اعظم درختوں کا سایہ دیکھ کر کھانا کھایا - اور پھر پھگواڑے میں ست سنگ گھر مجوزہ کی زمین کا معائنہ کیا - وہاں سے چھاؤنی جالندھر کی سنگت کو درشن دے کر شہر جالندھر میں سردار صاحب بھگت سنگھ کی کوٹھی پر آ اترے - سردار صاحب بالاخانے پر بستر پر دراز تھے - اُن کی مزاج پرسی کی گئی - ابھی تک نیند کی تکلیف ہے، مگر صحت کی اُمید ہوتی جاتی ہے - پھر جالندھر شہر سے چل کر کپورتھلے پروفیسر جگ موہن لال جی کے مکان پر گئے - وہاں سے ڈیرے اندھیرے ہوتے آ گئے - گویا سارا دن ہی سفر میں گذرا - راستے میں جالندھر کار میں کافی گرمی محسوس ہوئی - اور حضور کو جگہ جگہ اتر کر سنگتوں کو درشن دینا پڑتا تھا - حضور نے فرمایا کہ پھر دوبارہ آنا پڑے گا - بندہ نے عرض کی کہ آپ جیسا لائق کپتان ست پُرش کو کہاں ملے گا - آپ کو جیووں کے پکڑنے کا ڈھنگ خوب آتا ہے - حضور ہنس پڑے - رائے صاحب لالہ ہر نرائن آنجہانی بھی مجھے فرمایا کرتے تھے - کہ یہ فیصلہ ہو گیا ہے - کہ حضور دوبارہ سنت اوتار دھار کر اِس دنیا میں جیووں کے اُدھار کے لئے دو سو برس کے بعد آویں گے - اور میں ساتھ آؤں گا -

قیام ڈیرہ

۲۸ راکتوبر کے ماہواری ست سنگ پر خلقت کا ہجوم قدرے کم تھا - کیونکہ ستمبر میں بارشوں کی زیادتی کی وجہ سے زمیندار لوگ زمینوں کو کاشت فصلِ ربیع کے لئے تیار کرنے اور بونے میں مصروف ہیں - ست سنگ ۱/۲ ۸ بجے صبح شروع ہوا - سار بچن نظم میں سے "سُن رے من الخدمین"

گھرٹا میں منڈر نر کھونیں" منڈہ مندر یعنی سہنس دل کنول سے مراد ہے۔ "چکر اب پھیر آئی ؛ دھن شبد تبھی کھل جائی"۔ تیسرے تل پر روح کو قلابازی کھا کر چڑھنا پڑتا ہے۔ جیسے کہا ہے "تیسرے تل چڑھی سورت گھوم"۔ اس کے بعد گورو گرنتھ صاحب میں سے مارو راگ محلہ تیرا "ندری بھگتاں ...." لیا گیا۔

۲۹ر اکتوبر کا سارا دن نام دینے میں گذرا۔ ۳۱ر اکتوبر کو ۲ بجے دوپہر چل کر امرت سر ایک سکھ ست سنگی کے مزنک بھوگ تھا۔ کٹڑہ رام گڑھیاں میں، دہاں حضور نے جانا مقرر کر رکھا تھا۔ پہلے امرتسر ست سنگ گھر میں پہنچے۔ میں تو اپنے کام میں لگ گیا۔ کئی تاریں وخط لکھنے تھے۔ اور پٹرول کے ڈپو لینے کا بندوبست کرنا تھا۔ حضور پہلے ست سنگت کو درشن دینے کے لئے نیچے صحن میں براجمان ہوئے۔ پھر اُدھر جا کر آرام کیا۔ بعد میں وہاں سے کٹڑہ رام گڑھیاں میں جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ ملکہ کے بت کے پرے راستہ تنگ تھا۔ گڈے اور تانگے دونوں طرف سے آجا رہے تھے۔ موٹر کار مشکل سے گذری۔ بعد از خرابیٔ بسیار منزل مقصود پر پہنچے۔ دہاں جائے تنگ است و مردماں بسیار کا معاملہ تھا۔ اگرچہ بھوگ کا انتظام دونوں مکانوں کے درمیان ایک کشادہ میدان میں کیا گیا تھا۔ تاہم لوگوں کے لئے جگہ ناکافی ثابت ہوئی۔ یہ جگہ گلی کے اندر جا کر تھی۔ لوگ گلی کے باہر تک کھڑے تھے۔ میں نے تو دھکا پیل کے خوف سے باہر کار کے نزدیک ہی کھڑا رہنا پسند کیا۔ باہر بھی لوگوں کا ہجوم تھا ایک گھنٹہ کامل باہر کھڑے رہ کر میں وبھائی شادی دونوں پھرتے پھرتے ایک حلوائی کی دوکان پر چلے گئے۔ دہاں مونگ کے لڈو کھیا کے رائیتے کے ساتھ چار چار پیسے کے تناول فرمائے۔ مونگ کے لڈو بیچ میں سے پولے اور جتنے ہلکے ہوں اُتنے ہی اچھے ہوتے ہیں۔ میں نے کسی فرینچ مصنف کی کتاب میں دیکھا ہے کہ ڈبل روٹی جتنی ہلکی ہو اتنی ہی اچھی ہوتی ہے۔ بس یہی حال ان لڈوؤں کا ہے۔ برعکس تل کے لڈوؤں کے کہ جن کی حضرت نظیر اکبر آبادی نے تعریف کی ہے۔ دہاں سے دوڑ کر پھر موٹر کار کے پاس آ پہنچے۔ کہ مبادا حضور ختم کرکے واپس نہ آجاویں۔ دہاں آ کر بھی بہت دیر باہر انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار غروب آفتاب کے وقت حضور مہاراج جی گلی میں سے نمودار ہوئے۔ خلقت کی بڑی بھیڑ تھی۔ دہاں سے لیکر جلیانوالے باغ تک رادھا سوامی ہی رادھا سوامی بولتی تھی۔ دہاں امپیریل بینک کے سامنے سے گذر کر دربار اعظم پر پہنچے۔ اندھیرا ہوچکا تھا۔ آج کل دیوالی کی راتیں سارے سال میں سب سے زیادہ کالی ہوتی ہیں۔ راستے میں بہت سے ٹرک اور لاریاں ملے گڈے بھی ملے۔ سب سے بچ کر ریلوے کے پھاٹک پر آ پہنچے پھاٹک والے حضور کا بہت پاس رکھتے ہیں۔ فوراً پھاٹک کھول دیتے ہیں۔ دہاں سے گذر کر ڈیرے آ پہنچے۔

۳۱ر اکتوبر مفصلہ ذیل خط قابلِ نقل تھا، نقل کیا جاتا ہے۔

از ...... آباد - ۹ر کاتک بروز دیروار

آپ کے چرنوں کا داس .... بخدمت سری حضور جی مہاراج - دیا کے سمندر، مہر کے بھنڈار - آپ کے چرن کنولوں میں ہاتھ جوڑ کر رادھا سوامی - آپ اپنے جیووں پر دیا ندھان ہیں اور ہمیشہ دیا کرتے ہیں کہ جہلم سے آگے ایک ڈڈملی سٹیشن ہے - اس کے دو میل کے فاصلے پر ایک گراٹ نامی گاؤں ہے - وہاں کا پانی کھارا ہے - لوگ وہاں کا پانی پینے کے لئے بہت جاتے ہیں - میں بھی پانی پینے کے واسطے وہاں گیا تھا - وہاں سے پانی پی کر پھر ڈڈملی سٹیشن پر پہنچا - وہاں سے گاڑی شام کے ۹ بجے آتی تھی - دل میں خیال کیا کہ یہاں سے ایک گاڑی گوجر خان کو جانے والی تیار تھی - اُس پر چڑھ کر گوجر خاں جا اُترا - پہلے لاری والے اڈے جا کر دریافت کیا تو ٹھیکیدار نے کہا - گاڑی تین بجے یہاں سے جائے گی - جب میں ڈھائی بجے لاری کے اڈے پر آیا - تو لاری تیار تھی - اُس لاری پر چڑھ کر میں نے وزیر آباد کا ٹکٹ لیا - پھر لاری تیز رفتاری سے وینا سٹیشن پر پہنچی - وہاں لاری والے نے لاری میں کوئلہ وغیرہ ڈال کر چلایا - چلتے چلتے جب سب پہاڑوں سے نکل کر جہلم سے پانچ میل پر آئی تو نزدیک کالا سٹیشن ہے - وہاں تھوڑی سی ڈھلان تھی - لاری کو کوئی ٹکر نہیں لگی - نہ کوئی حادثہ ACCIDENT ہوا - لاری خود بخود سڑک کے دائیں ہاتھ اُلٹ گئی - اور لاری نے تین پلٹے کھائے اور کبھی چھت نیچے اور پہیئے اوپر - کبھی پہیئے نیچے اور چھت اوپر - تین دفعہ لاری نے پلٹا کھایا - دو دفعہ تو کچھ ہوش سی قائم نہیں رہی - جب تیسری دفعہ پلٹا کھایا تو آپ سامنے آ کر حاضر ناظر کھڑے ہو گئے - اور آپ نے مجھ کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور میں نے "رادھا سوامی"، "رادھا سوامی" نام اُچارن کیا - تو آپ نے باہر کھینچا - اور کہا کہ اوپر چڑھ آ - جب میں اوپر چڑھا تو اپنا پاؤں اُس جگہ رکھنے لگا - جہاں کہ کوئلہ پڑا تھا - تو آپ نے فرمایا کہ اس پر پاؤں نہ رکھ چھلانگ لگا دو - میں نے چھلانگ لگائی - جب میں اُترا تو آپ نے سب سواریوں کا سامان نکالا - اور سب سواری بھی نکال کر آپ انتردھیان ہو گئے - پھر اور لاری پر چڑھ کر شام کو ...... پہنچا - ستگورو جی تقریباً بیس ۲۰ سواری کے قریب تھی - مگر آپ کی کرپا سے کوئی سواری مری نہیں - تھوڑی تھوڑی چوٹ ہر ایک کو لگی - مگر کسی سواری کو زیادہ تکلیف نہیں ہوئی - مجھ کو سر میں تھوڑا سا زخم ہوا ہے - سو سچے بادشاہ آپ نے آ کر سب کی رکھشا کی ....

اس خط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پرماتما سرب شکتیمان اور سرب دیاپی گھٹ گھٹ میں بیٹھا ہے مگر مُرشدِ کامل کی شکل اختیار کر کے اپنے بھگتوں کو درشن اور مدد دیتا ہے - باقی دُنیا کے لئے اس کا سرب شکتیمان ہونا یا سرب دیاپی ہونا بے معنی ہے -

۳ نومبر کی صبح کو ۹ بجے ڈیرے سے چل کر ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ سردار صاحب سردار بھگت سنگھ کے مکان پر پہنچے۔ سردار صاحب رُو بصحت ہیں۔ مگر ابھی تک بستر سے اُٹھ کر زیادہ دُور تک چل پھر نہیں سکتے۔ سِول سرجن صاحب جالندھر کا علاج کروا رہے ہیں۔ اے بی ڈی ول اور فرسٹ ڈٹ طاقت کی دوائیاں کھانے کو کہا گیا ہے اُمید ہے کہ ۱۵ نومبر تک صحتیاب ہو جاویں گے۔ وہاں اور بھی کئی کام تھے اُن سے نپٹ کر ۲ بجے کے بعد ڈیرے واپس پہنچے اور کھانا کھایا۔

۴ نومبر کو دیوالی اتوار کی تھی۔ امرتسر لاہور اور گردو نواح و دیگر شہروں سے کافی سنگت جمع ہو گئی۔ صبح کو ۸ بجے ست سنگ ہوا۔ سردار گلاب سنگھ نے باہر بڑے ست سنگ گھر کے مغرب والے میدان میں دیا کھیان دیا۔ "گورُو کا دھیان کر پیارے بِنا اِس کے نہیں چھُٹنا۔" سردار صاحب نے فرمایا کہ وِشیوں یعنی دُنیاوی لذات سے چھٹکارا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ دھیان یعنی تصوّر مُرشدِ کامل کے سُروپ پر ٹِک نہیں جاتا۔ کیونکہ جب دھیان جم گیا تو دُنیاوی لذات کی من کو کشش کرنے کی طاقت کمزور پڑ گئی۔ جس چیز کا ساری عمر دھیان کرتے رہیں۔ مر کر بھی اُس کا دھیان آوے گا۔ اور کھینچ کر لے جاوے گا۔ اگر دُنیا اور دُنیا کے پدار تھوں کا دھیان رہا ہے تو مر کر دُنیا میں ہی جنم ہوگا۔ نجات کیسے ہو جاوے گی۔ یہ خیال کہ فلاں مہاتما فلاں اوتار یا فلاں ولی پیغمبر مرنے پر حاضر ہو کر نجات دے دیگا۔ بالکل خلافِ عقل و قیاس ہے۔

شام کو حضور کے محل پر اور بڑے ست گھر پر روشنی کی گئی۔ نیز ڈیرے کے اندر بڑے ست سنگ گھر کے مغرب میں چبوترے پر چندوا تان کر اُس کے آگے اور اُس کی چھت کے اندر سفید بلب لگا کر بجلی کی روشنی کا انتظام کیا گیا۔ اور اُس جانبی (چندوا) کے دونوں طرف تاروں کے ذریعہ رنگ برنگ کے بلب لگا کر لال۔ ہرا۔ پیلا و سفید روشنی کا بھی انتظام کیا گیا۔ کوئی ۸ بجے حضور تشریف لائے۔ سب سنگت چبوترے سے نیچے دونوں طرف سجی ہوئی تھی۔ خوب چُپ چاپ کا سماں تھا۔ بھگت درباری داس شبد پڑھ پڑھ کر لوگوں کو حضور کے آنے سے پہلے مسرور کرتا رہا۔ پھر سوامی جی کی بانی میں سے کاتک کا مہینہ لیا گیا۔ کاتک کے معنی ہیں کایا تک یعنی کایا (شریر) کو دیکھ کہ اِس میں کیا کیا بھید بھرے ہوئے ہیں۔ سنت کہتے ہیں کہ جسم میں مُول چکر سے لیکر دماغ کی چوٹی تک ۱۲ بڑے بڑے رُوحانی مرکز ہیں۔ جو کہ رُوحانی مقامات سے ملے ہوئے ہیں۔ اگر انسان اپنی رُوح کو اِن مرکزوں پر جمع کر لے۔ تو وہ اِن مرکزوں سے وابستہ رُوحانی دُنیاؤں کی سیر کر سکتا ہے۔ جیسے مولوی رومؒ نے کہا ہے۔

نردباں ہاست پنہاں در جہاں ؛ پایہ پایہ تا عنانِ آسماں
ہر گُرہ را نردبانے دیگر است ؛ ہر روش را آسمانے دیگر است

گویا انسان کے جسم میں سے ساری خُدائی کائنات کو راستہ جاتا ہے۔ جسم کے باہر سے کوئی راستہ نہیں۔ اس شبد کے اختتام پر سردار ہربنس سنگھ پوسٹ ماسٹر۔ سردار گوربچن سنگھ ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر و دیگر صاحبان نے اپنی اپنی شاعری پڑھی۔ سردار گوربچن سنگھ کو گورو گرنتھ صاحب میں بڑی دسترس ہے۔ اور اس واسطے اُن کی کویتا دسویں گورو کی طرز پر عالمانہ ہوتی ہے۔ اِس نظم خوانی کے خاتمے پر کڑاہ پرشاد تقسیم کیا گیا۔ اور جلسہ برخاست ہوا

دوسرے دن صبح کو دس بجے حضور نے ڈیرے کے سادھوؤں۔ سیوا داروں کو مٹھائی تقسیم کی۔

———⁂———

باب پندرہواں

حالات دورہ راولپنڈی کالے باغ وغیرہ

مورخہ ۸ نومبر کو دوپہر کے ۱۲ بجے کے بعد کار میں روانہ ہو کر پہلے امرت سر ست سنگ گھر میں آئے۔ وہاں سے بلائی متھ کار کے پرانے ٹائر ٹیوب دکھانے کے لئے کچہری ضلع گئے۔ اور ایک سردار صاحب کو جو راشننگ آفیسر ہیں۔ ٹائر ٹیوب دکھا کر وہاں سے لاہور کو روانہ ہو پڑے۔ امرتسر ست سنگ گھر میں صرف ۱-۲ ست سنگی موجود تھے۔ کسی کو سچے بادشاہ کی آمد کا پتہ نہ تھا۔ لاہور میں تین بجے کے قریب پہنچے تو بیشک وہاں بڑی خلقت جمع تھی وہاں سنگت کو درشن چند منٹ دیکر اور ایک گھنٹہ آرام کر کے حضور گمٹی بازار میں مسٹر پریم ناتھ دندان ساز سے دانت بنوانے کے لئے گئے۔ وہاں ان کو ایک گھنٹہ سے زیادہ لگا۔ ہاں اتنا کہنا بھول گیا۔ کہ ست سنگ گھر پہنچنے سے پہلے سیدھے بہاؤ الدین اینڈ کمپنی سوداگران موٹر کار کی دوکان پر مال روڈ گئے۔ کار کے دائیں طرف کے شیشے میں تیڑیں آ رہی تھیں۔ نیا شیشہ لگوانا تھا۔ مگر اُن کی دوکان تو گورنمنٹ کا سامان تیار کر رہی تھی اِس واسطے اُن کے کہنے پر نیلے گنبد میں ایک شیشہ والے کی دوکان پر پہنچے۔ مگر اُس نے کہا کہ ایک رات ٹھہر کر دوسرے روز شیشہ مل سکے گا۔ ہمارے پاس اِتنا وقت نہ تھا اِس واسطے یہ کام ملتوی کرنا پڑا۔ دانتوں کا پیچ دیکر سیدھے ست سنگ گھر آئے۔ سرت سنگت بہت ساری شام کا ست سنگ سُننے کے لئے آ رہی تھی۔ چنانچہ ست سنگ رات تک ہوتا رہا۔ اِس کے بعد مسٹر لوتھرا پریذیڈنٹ P. C. S. ایسوسی ایشن پنجاب تشریف لے آئے۔ اور حضور کو اپنے دولت خانہ واقعہ جیل روڈ پر لے گئے۔ وہاں اُن کے بال بچوں کو درشن دے کر رات کے ۹ بجے کے قریب واپس آ کر کھانا کھایا اور رات کو سو گئے۔

صبح ۸ بجے اسباب کار میں لاد پہلے نام دھاریوں کی کوٹھی متصل نہر میاں میر عقب جیل روڈ میں گئے مگر سگورد پرتاپ سنگھ جی اِس سے پہلے لائل پور جا چکے تھے۔ اِس واسطے اُن کے صوبیدار سردار ہری سنگھ کو مل کر کے ہم گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ صوبہ دار صاحب نے باداموں کے دو تھال و کیلے سیب کے تھال حضور کی بھینٹ کرنے پر اصرار کیا۔ مگر حضور نے اُنہی کو بطور پرشاد واپس دے دیئے۔ مریدکی۔ کاموکی۔ گوجرانوالہ۔ وزیرآباد تک دھانوں کے کھیت ہی کھیت آتے ہیں۔ کیونکہ یہ زمین بوجہ سیلاب نہر

بہت مرغوب ہے۔ مُریدکی لاہور سے ۲۴ میل پر ہے۔ وہاں چند ست سنگی برلب سڑک جمع تھے۔ اُن کو درشن دیکر کامونکی کے بالمقابل سڑک پر ست سنگی جمع تھے۔ جو ہم کو بازار میں سے ایک جگہ جہاں ست سنگ کا انتظام کیا ہوا تھا لے گئے۔ حضور کو گورو گرنتھ صاحب کا ست سنگ کرنے پر مجبور کیا۔ حضور نے بڑے زور سے ست سنگ کیا۔ مگر چونکہ لوگوں کی آمد و رفت و بچوں کا شور زیادہ تھا۔ اِس واسطے جو لوگ سب سے پیچھے بیٹھے تھے۔ اُن کو میرا خیال ہے کہ زیادہ لُطف نہ آیا ہوگا۔ اگرچہ لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے تھے۔

کاموں کی دھانوں کی بڑی منڈی ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ چاول یہاں سے گوجرانوالہ کی منڈی کو بھی جاتے ہیں۔ آبادی نئی اور بارونق ہے۔ لوگ آسودہ حال ہیں۔ زیادہ اروڑہ سکھ قوم معلوم ہوتے ہیں۔

وہاں سے چل کر گوجرانوالہ کے سٹیشن سے ایک میل پرے دائیں ہاتھ کو آبادی سے اخیر رادھاسوامی ست سنگ گھر کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ وہاں کھلا میدان تھا۔ جس کے اِردگرد چار دیواری تھی۔ یہ جگہ شہر سے فاصلے پر ہے۔ اِس واسطے صرف شوقین لوگ ہی ست سنگ سُننے آئے۔ اور محض تماشہ دیکھنے والے نہ آئے۔ اِس واسطے بڑی شانتی کا ست سنگ ہوا۔ "اِس گُپھا میں اکھُٹ بھنڈارا" لیا گیا۔ سنگت کی بھیڑ بھاڑ کامونکی جیسی نہ تھی۔ مگر جتنے تھے شوق سے سُن رہے تھے۔ وہاں سے ست سنگ کر کے پھر وزیر آباد ریلوے کالونی کے پاس لوگوں نے شامیانہ لگا رکھا تھا۔ وہاں لوگوں نے شامیانے میں لے جا کر حضور پر پھول برسائے۔ اور پھُولوں کے ہار پہنانے کی کوشش کی۔ مگر سچے بادشاہ نے نہ مانا۔ وہاں ست سنگ کا انتظام نہ تھا۔ وہاں دس منٹ ٹھہر کر گجرات سے گذر کر جہلم آ پہنچے۔

جہلم ست سنگ گھر باقاعدہ بنا ہوا ہے۔ وہاں ست سنگت کی تعداد تو زیادہ نہ تھی مگر پریمی لوگ تھے۔ ست سنگ ہوا اِس کے بعد کھانا جو ہم سب ہمراہ لائے تھے کھایا۔ کھانا کھا کر ہم سب چلے تو بے شک نظارہ سڑک اعظم کے دونوں طرف پہاڑیوں کا بڑا سُندر تھا۔ اور کبھی کبھی ریل کی لائن بڑے بڑے موڑ کھاتی تھی۔ راستے میں جا بجا ملٹری کیمپ لگے ہوئے تھے۔ جن میں سے بہت سے اب خالی تھے۔ گوجر خاں میں ست سنگی سڑک پر آ گئے اور سڑک سے پرے گندی گلیوں میں ایک دو ست سنگیوں کے گھر پر سچے بادشاہ کو جانا پڑا۔ وہاں سے چلے تو راولپنڈی سے دس گیارہ میل ورے مہتہ صاحب و لالہ راجہ رام کاریں پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ اُن کے ہمراہ گندے نالے پر ست سنگ گھر شام کے ۵ بجے کے بعد جا پہنچے۔ یہ ست سنگ گھر بڑا عالی شان اور قابل دید ہے۔ لالہ راجہ رام نے اپنی گرہ سے سارا خرچ برداشت کیا ہے۔ اور تین مرلہ ہے سب سے نیچے ایک بڑا ست سنگ ہال ہے۔ جس کے آگے ایک بڑا صحن اور صحن کے اِردگرد کمرے ہیں۔ ست سنگ ہال میں حضور مہاراج کی تصویریں آویزاں ہیں۔ دوسری منزل میں حضور مہاراج کی رہائش کے کمرے بڑے پُر تکلف

سجے ہوئے ہیں۔ کئی کمرے الگ الگ ہیں۔ اِس کے اُوپر کی منزل میں معزز ست سنگیوں کے قیام کے لئے کمرے و غُسل خانے بنے ہوئے ہیں۔ لالہ راجہ رام کا سارا خاندان بڑا پریمی ہے۔ اور سب ممبران نے دِل و جان سے نہ صرف حضُور کی خدمت کی، بلکہ ہر ایک ست سنگی کو آرام دیا۔ شام کو جاتے ہی ست سنگ ہوا۔

دوسرے روز صبح ۶ بجے براستہ حسن ابدال روانہ ایبٹ آباد ہوئے۔ ایک کار میں حضُور دوسری میں مہتہ صاحبان تھے۔ راستہ میں واہ کا قصبہ جہاں کہ سمینٹ بنتا ہے۔ اُس کے پاس ہی ایک بڑا کیمپ ہے۔ واہ سے آگے جاکر جنرل جان نکلسن کی قبر ہے۔ اُس سے پرے دائیں ہاتھ کو ایبٹ آباد کی سڑک مُڑتی ہے۔ یہاں سردار نانک سنگھ اور اُن کے ساتھی کھڑے تھے۔ وہ راولپنڈی سے بمبئی ایکسپریس میں پشاور کے لئے سوار ہوئے۔ مگر راستہ میں اُن کا ڈبہ کاٹ کر ایبٹ آباد جانے والی گاڑی کے ساتھ لگا دیا گیا۔ رات کا وقت تھا جب وہ جاگے تو ہری پور کا سٹیشن دیکھا۔ لاچار وہاں سے اتر کر لاری لے کر پھر راولپنڈی واپس آئے۔ راستے میں ہماری کار کو دیکھ کر درشنوں کے لئے اُتر پڑے۔

حضُور نے فرمایا کہ جب مَیں ڈیرے سے کسی سفر پر جانے لگتا ہوں تو بی بی رکھی اندر سے نظر مار کر دیکھ لیا کرتی ہے کہ آیا سفر میں کوئی رُکاوٹ تو پیش نہ آوے گی۔ اب کی دفعہ جب آنے لگے تو اُس نے کہا۔ کہ کیا آپ نے راولپنڈی سے پرے کار کا انتظام دیکھ لیا ہے۔ اُس کا مطلب یہی تھا کہ کار بگڑے گی۔ چنانچہ وہی کار جو کہ ہم راولپنڈی سے لاکر راستے میں چھوڑ آئے تھے۔ پھر راولپنڈی سے کاریگر بُلوا کر مہتہ صاحب نے دُرست کرا کر ہری پور کی طرف چلائی۔ مگر راستے میں تین دفعہ بگڑی اور آخر کار ایبٹ آباد سے کچھ ورے ہی آکر بالکل ٹھہر گئی۔ ہری پور سے پہلے دریائے سمرا کا پُل آتا ہے یہ پُل ابھی تھوڑے عرصہ سے بنا ہے۔ حضُور نے فرمایا کہ جب یہ پُل نہ تھا تو بہت سے ٹانگے یکا یک پانی کی رَو سے بہہ جاتے تھے۔

ہری پور میں چند ست سنگی اور ست سنگنیوں نے درشن کئے۔ اِس قصبہ میں اُوپر پہاڑ سے پانی کی چھوٹی چھوٹی کوہلیں آتی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ قصبہ باغات کے لئے مشہور ہے۔ بڑے لمبے لمبے باغ خُربانی ناخ وغیرہ کے ہیں۔ سبزی بھی یہاں سے لاریوں میں راولپنڈی کو بہت جاتی ہے۔ آم لوگوں نے لگائے ہیں۔ مگر یہاں کے آم میٹھے نہیں ہوتے۔ کیونکہ آم گرمی سے پکتا ہے۔ جو یہاں کم ہوتی ہے۔ اُس سے پرے ایک خُشک نالہ سا آتا ہے۔ حضُور نے بتایا کہ اِس کو چوروں کی کسّی کہتے ہیں۔ کیونکہ پٹھان لوگ یہاں سے آدمیوں اور مویشیوں کو چُرا کر اِس کسّی میں سے اپنے علاقہ یاغستان میں لے جاتے تھے۔ یہ کسّی پہاڑوں میں سے جاتی ہے۔ اِس سے پرے دریائے دوڑ آتا ہے۔ جو کہ دریائے اٹک میں جا ملتا ہے۔ اِس کے اوپر دو دفعہ پُل پر سے کاروں کو گذرنا پڑتا ہے۔ یعنی دو پُل ہیں۔ کیونکہ یہاں آکر یہ دریا دو شاخوں میں ہوتا ہے۔ آج کل تو

پانی خشک ہو رہا ہے۔ مگر برسات میں پانی بڑے زور سے بہتا ہے۔

حضور اکثر فرمایا کرتے ہیں۔ کہ مچھلی اونچی دھار کی عاشق ہے۔ دریائے سندھ کی مچھلیاں دریائے دوڑ کے پل تک آجاتی ہیں۔ ایسے ہی رُوح کی بھی پار برہم میں پہنچ کر چال ہوتی ہے۔ اوپر ست لوک سے شبد کی دھار آتی ہے۔ رُوح اس دھار میں مچھلی کی طرح چڑھتی چلی جاتی ہے۔

دریائے دوڑ سے آگے گھوڑے کی قبر آتی ہے۔ اس کا احوال حضور نے مجھے یوں بتایا۔ کہ انگریزی عملداری سے پہلے پٹھانوں اور سکھوں میں لڑائی رہتی تھی۔ پٹھان دن رات لڑتے رہتے روٹی کھانے کے لئے نہ تو گھروں کو جاتے نہ گھروں سے ان کو کوئی لاتا دکھائی دیتا۔ سکھوں نے پتہ لگایا کہ ایک گدھا ان پٹھانوں نے سدھایا ہوا تھا۔ جو روٹیاں ان کے گھروں سے اپنی پیٹھ پر لایا کرتا تھا۔ سکھوں نے اس گدھے کو مار ڈالا۔ تو پٹھانوں نے بطور شکر گذاری اس کی یہاں قبر بنا دی۔ ریل صرف دوڑ کے پل تک آئی ہے۔ یہاں سے ایبٹ آباد آٹھ نو میل رہ جاتا ہے۔ اور چڑھائی پہاڑ کی شروع ہو جاتی ہے۔

ایبٹ آباد سے چند میل ورے کپتان کھبنا گر بمعہ مسٹر رام پرکاش ایڈوکیٹ ایبٹ آباد کار میں پیشوائی کو حاضر ہوئے۔ اور ہم پہلے تو ہزارہ لیس سروس میں آئے۔ وہاں ہمارے آدمی راولپنڈی سے پہنچے ہوئے تھے۔ ان کو ل کر سنگت کو درشن دینے کے لئے کار میں کیپٹن بجناتھ کی وسیع کوٹھی میں گئے۔ وہاں سنگت اکٹھی تھی۔ ہمارا سارا سامان و آدمی سب ان کی کوٹھی کے احاطہ میں آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں گھنٹہ بھر ٹھہرے۔ ہزارہ لیس سروس سے کار کرایہ کی لے کر کالا باغ نتھیا گلی کو چل دیئے۔ اور ہمارے باقی آدمی و سامان لاری میں آنا تھا۔ ایبٹ آباد سے سڑک پہلے نیچے نیچے ایک نالے کی سطح کے برابر نیچی ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہاں سے پھر چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ چڑھائی بڑی سخت ہے۔

کالا باغ آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔ اور سڑک پختہ نہیں۔ راستے میں آلوؤں سے لدی ہوئی خچریں اور لکڑی سے لدی ہوئی لاریاں ملتی رہیں۔ سڑک تنگ ہے۔ دو لاریاں آمنے سامنے سے نہیں گذر سکتیں۔ ایک لاری کسی چوڑی جگہ پر کھڑی ہو کر دوسری کو راستہ دیتی ہے۔ مجھے دو تین رات سے کافی نیند نہ ملی تھی۔ بے اختیاری سے بہت نیند آتی رہی۔ حضور نے فرمایا کہ ایبٹ آباد سے آگے اس سڑک پر چنار کے درخت میں نے ہی لگوائے تھے۔ اب یہ درخت خوب پھیل گئے ہیں۔ لال لال پتے آگ کے شعلوں کی مانند معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے درخت چنار کا پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ اور اب حضرت ذوق کا شعر سمجھ میں آگیا ؎

"بجھنے کی دل کی آگ نہیں بعد مرگ بھی ٭ ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا"

مہتہ صاحب نے راستے میں بہت سی تصویریں پہاڑی نظاروں کی لیں۔ ایک جگہ چاروں طرف پہاڑ نظر

آتے ہیں۔ درمیان میں نالہ بہتا ہے۔ اور نالہ کے ساتھ ساتھ لاری کا راستہ ہے۔ یہاں بھی ایک فوٹو مہتہ صاحب نے لیا۔
ٹول کی چوکی کے پاس ایک بوڑھے مسلمان نے حضور کو پہچان کر سلام کیا۔ حضور کے دریافت کرنے پر بتایا۔ کہ حضور کے وقت کے سب مسلمان قُلی میٹ وغیرہ مر چکے ہیں۔ حضور کو پنشن لئے ۳۵ سال ہو گئے۔ مہتہ صاحب نے فرمایا کہ کشمیر میں چنار کا درخت عام ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ چنار کے پتوں کو جلا کر راکھ کو بطور کوئلہ کے آگ تاپنے کی انگیٹھیوں میں بھر لیتے ہیں۔ تو وہ آگ ساری رات نہیں بجھتی۔ غرضیکہ ہماری کار ملٹری بارکوں کے پاس آ ٹھہری سردی کافی تھی۔ میں تو راولپنڈی سے ہی گرم پاجامہ و گرم کوٹ و اسکٹ پہن کر آیا تھا۔ مگر سیچے پادشاہ کے پاس ٹھنڈا کوٹ اور ٹھنڈا پاجامہ تھا۔ وہاں سے حضور کی کوٹھی کا پیدل راستہ ہے۔ اور ایک میل کے قریب ہے۔ بارکوں سے حضور کی جائے قیام نظر آتی ہے۔ مگر راستہ میں کھڈے ہیں۔ اس واسطے پہاڑیوں کے کنارے کنارے جانا پڑتا ہے۔ وہاں جا کر کپڑے بدلے کھانا کھایا۔ شام کو آدھا گھنٹہ ست سنگ کیا تھا کہ رات ہو گئی۔ اور باہر بیٹھنا ناممکن تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ چند ست سنگی حضور کے پلنگ کے اِرد گرد بیٹھے رہے۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔

مہتہ صاحب نے بتایا کہ وہ اُونچے اُونچے پہاڑوں تک ہو آئے ہیں۔ آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر دیار چیل اندر کے درخت ہوتے ہیں۔ دس ہزار کی بلندی سے پرے صرف بھوج بنز کا درخت ہوتا ہے۔ تیرہ ہزار سے اُوپر کوئی درخت نہیں اُگ سکتا۔ صرف جھاڑیاں اُگتی ہیں۔ اور یہ جھاڑیاں ہری ہری ہی جل سکتی ہیں۔ اور بکریوں، بھیڑوں کے چرواہے جو گرمیوں میں اِن بلندیوں پر بکریاں چراتے ہیں۔ اِن ہری جھاڑیوں کو ہی جلا کر آگ سینکتے ہیں۔ اُس سے پرے جھاڑیاں بھی نہیں ہوتیں۔ صرف برف پڑی رہتی ہے۔ جولائی میں جب گرمی سے برف پگھلتی ہے تو نیچے سے ہری ہری گھاس نکل پڑتی ہے جس کو بکروان بکریوں کو کھِلاتے ہیں۔ جب سردی آنے لگتی ہے۔ تو نیچے نیچے جاتے رہتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ ہم نے دس سال کوہ مری خیرا گلی میں گذارے اور سات سال ایبٹ آباد کاٹے۔ جب ہم خیرا گلی تھے تو حضور بابا جی مہاراج وہاں ہمارے پاس تشریف لائے تھے۔ اور یہاں کالے باغ کے بوڑھوں نے جواب چولا چھوڑ چکے ہیں۔ اُن کے درشن کئے تھے۔ موکھش پوری کا پہاڑ دس ہزار فٹ اونچا جو کہ ہماری جائے قیام سے نظر آ رہا ہے۔ اُس کو دیکھ کر بابا جی نے فرمایا کہ ہم نے پہلے یہ پہاڑ دیکھے ہوئے ہیں۔ اُس وقت یہاں میدان ہی میدان تھا۔ یہ کھڈیں ابھی نہیں بنی تھیں۔ مُدت سے ہماری یہ ڈیوٹی رہی کہ اس دُنیا سے جیوؤں کو چنا کر ست لوک لے جاویں۔ اب ہماری یہ ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ اب ہم اِدھر نہیں آوینگے۔

۱۲ر نومبر کو صبح ۹ بجے ہماری جائے قیام سے اُوپر گھروں کے پاس گرنتھ صاحب میں سے اَردواگ

کا شبد "شرن پڑے گورودیو تمہاری" لیا گیا۔ مُراری سے مراد دیتوں کا مارنے والا یعنی پانچ دوشنوں کام کرودھ آدی کو جیتنے والا۔ چار اگنی سے مُراد چاروں کھان ہے۔ جیرج۔ ستیج۔ انڈج۔ اُتبھج۔ جیسے سوامی جی مہاراج نے اپنی بانی میں فرمایا ہے: "چار کھانی چوپڑ جگ رچی"۔ جب تک سنت ستگورو نہ ملیں یہ جیو کھانی میں پھرتا رہتا ہے۔ اِس پر مولوی رُومؒ نے بھی اپنی مثنوی میں لکھا ہے۔ کہ نباتات سے ترقی کرتی کرتی رُوح کیڑے مکوڑوں۔ پرندوں حیوانات سے اِنسان کے قالب میں آتی ہے۔ آگے جاکر گورو جی رُوح کی جسم اِنسانی چھوڑنے کے بعد جو حالت ہوتی ہے وہ بیان کرتے ہیں۔ ایسا ہی مارکنڈے و دیگر پورانوں میں لکھا ہے کہ جم دُوت سُوکھشم دیہی میں آئے ہوئے اِنسان کو دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ حضُور مہاراج جی نے فرمایا۔ کہ دس نمبر کے بدمعاش کی طرح ہتھکڑی لگی ہی رہتی ہے۔ جب اِنسان ہو کر مرا تو چلو دھرم رائے کے۔ پشو پکھشی کیڑا مکوڑہ ہو کر مرا تو چلو دھرم رائے کے۔ ہر موت کے آخر پر حساب دینے کے لئے دھرم رائے کی کچہری میں جانا پڑتا ہے۔ حافظ نے اِس کو شحنہ کر کے بیان کیا ہے۔ ستگورو اور نام کے بغیر دھرم راج کا ڈنڈا سر پر ہی رہتا ہے۔

ست سنگ کے بعد ژالہ باری شروع ہو گئی اور اِس قدر ہوئی کہ سب مکانوں کی چھتیں، سب چٹانیں سفید سفید نظر آنے لگیں۔ اور سردی کا زور ہو گیا۔ ہوا بھی سارا دن چلتی رہی۔ ایک پرانا ست سنگی مسمی چند ر سنگھ جو پچھلے عرصہ سے بیمار ہے۔ کل شام کو حضُور کے درشنوں کو آیا۔ حضُور سے کوئی دُنیاوی مانگ نہیں مانگی۔ یہ مانگا کہ پریم دو اور گُناہ بخشو۔ حضُور اُس کو مل کر بڑے پرسن ہوئے۔ اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا پریم اِس سخت موسم میں یہاں کھینچ کر لایا ہے۔ بھگوان بھگت کے بس میں ہے۔ مجھ سے کہا کہ یہ وہی آدمی ہے جس کو تم کہتے تھے کہ اِس کے بُوٹ غیر معمولی طور پر بڑے ہیں (یہ واقعہ ۱۹۱۰ء کا ہے) شام کے ۴ بجے کے بعد میں اور مہتہ صاحب سامنے پہاڑی پر سیر کو چلے گئے۔ وہاں بڑا کھُلا میدان چوٹی پر ہے۔ جہاں کہ گرمیوں میں فوج کے کیمپ لگتے ہیں۔ وہاں چیل کے درخت ہیں۔ مہتہ صاحب نے ایک کہانی سُنائی کہ ضلع جہلم کا ایک قُلی کسی یوروپین کے ساتھ اسباب لئے کشمیر جا رہا تھا۔ صاحب بہادر آگے آگے اور قلی بوجھ لادے ہوئے اُن کے پیچھے پیچھے۔ صاحب بہادر نے اپنے شوق کے لئے کچھ سگریٹ کوٹ کی جیب میں ڈالے ہوئے تھے۔ جیب پھٹی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی ایک سگریٹ جیب سے گر کر زمین پر آرہتا۔ صاحب بہادر اپنی دُھن میں چلے جا رہے تھے۔ ان کو اپنے نقصان کا کوئی پتہ نہ تھا۔ وہ قلی دیکھ دیکھ کر صاحب کو آوازیں لگاتا: "او صاحب۔ او صاحب۔ تیرے ہوکے ڈھینڈے پیئے۔ (حقہ۔ سگریٹ)۔"

یہاں کے سب لوگ برہمن ہیں۔ اور اِن دو پہاڑیوں میں اِنہی کی آبادی ہے۔ آج کل آلوؤں کا نرخ گراں ہونے سے کچھ آسُودگی ان میں آئی ہے۔ یہ لوگ مزدُوری و نوکری کرتے ہیں۔ حضُور نے فرمایا کہ یہ لوگ

پانچوں پانڈوؤں کے ساتھ یہاں آ کر آباد ہوئے۔ جب پانچوں پانڈوؤں کو بارہ برس کا بن باس ہوا۔ تو وہ موکش پوری پہاڑی پر ہی آ کر رہے۔

۱۳ نومبر کی شام کو ست سنگ گورو گرنتھ صاحب میں سے ہوا۔ کیونکہ یہاں کی سب ست سنگت سکھ ہے۔ گورو رام داس صاحب کا شبد "ساچا آپ سنوارن ہارا۔ اور نہ سوجھس بیجی کارا۔ اور ہوندے ستگورو جو بچھڑے تن کو در ڈھوئی ناہیں۔" لئے گئے۔ پچھلے شبد میں گورو صاحب اپنے اُن سیوکوں کو ملامت کرتے ہیں۔ جو کہ اُن کو چھوڑ گئے یا اُن کی نندیا کرنے لگے۔ اور اُن کی بھی جو لوگوں کی شرم سے اپنے گورو یا فرقہ کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ اب بھی بہت سے ست سنگی ایسے ہیں۔ جو اپنے آپ کو ست سنگی یا رادھاسوامی کہلانا شرم خیالی کرتے ہیں۔ گویا گورو چھوٹا ہے دنیا بڑی ہے۔ ایسے لوگوں کو گورو صاحب نے سنتوں کی صحبت کے ناقابل قرار دیا ہے۔

۱۳ و ۱۴ نومبر کی صبح کو دو روز تقریباً ۶۰ مرد و زن کو نام دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اِن میں سے ایک بی بی کو اندر ستگورو کے درشن ہوئے۔ بہتوں کو گھنٹہ کی آواز اور روشنی آئی۔ کیونکہ یہ لوگ سیدھے سادے اور پریمی ہیں۔ ۱۴ نومبر کو نام دینے کے بعد ساڑھے گیارہ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ اِس جگہ کے ست سنگیوں میں سے بعض نے شکایت کی کہ بعض تنگ دل سکھ ست سنگی یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ سوامی جی کی سار بچن نظم کا ایسا ہی ادب نہیں ہونا چاہیئے جیسے کہ گورو گرنتھ صاحب کا۔ حضور نے جواب دیا۔ کہ یہ سخت غلطی ہے۔ گورو گرنتھ صاحب کی بانی بڑی مشکل ہے۔ جب تک کسی کو نام کا بھید نہ ہو یا سنت کسی کو خود نہ سمجھا دیں وہ گورو گرنتھ صاحب میں اصلیت خود نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے ۱۲ سال کی عمر میں گرنتھ صاحب پڑھا۔ اور ساری عمر سنگھ سبھا کا ممبر، سکریٹری یا پریذیڈنٹ کا کام کرتا رہا۔ مگر جب تک میرے ستگورو نے مجھے گرنتھ صاحب کی بانی نہ سمجھائی میری سمجھ میں شبد اور گورو کا بھید نہ آیا۔ سوامی جی کی بانی گورو گرنتھ صاحب کی کنجی ہے۔ اور ایسی صاف صاف لکھی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا ہے۔ زبان بڑی سادہ اور بھید صاف صاف کہا گیا ہے۔ مجھے ہر ایک سنت کی بانی کا یکساں ادب ہے۔ کبیر صاحب کی بانی۔ پلٹو صاحب۔ داؤد صاحب۔ تلسی صاحب۔ مولوی رُوم خواجہ حافظ سب کی بانی کا میرے دل میں ادب ہے۔ تم سوچو گورو گرنتھ صاحب تو گورو ارجن دیو نے تالیف و تصنیف کیا۔ اِس سے پہلے چار گورو صاحبان کس طرح اپنے اصولوں کی تعلیم دیتے تھے۔ سنتوں کا زبانی اُپدیش ہی قابلِ ادب ہے۔ بلکہ گورو گرنتھ صاحب خود فرماتا ہے۔ کہ "جُگ جُگ پیڑھی گورو چلندی" گویا سنت ہر ایک جُگ میں آتے رہتے ہیں۔ اور اُس وقت وہ گورو گرنتھ صاحب میں سے لوگوں کو اُپدیش نہیں کرتے ہوں گے۔

ست سنگ کے بعد کھانا کھا کر اور آرام کر کے تین بجے شام کے کار میں سوار ہو ۴½ بجے ایبٹ آباد ڈاکٹر کپتان بچنا کھ صاحب کی کوٹھی میں آپہنچے۔

حضور جس جگہ تشریف لے جاتے ہیں۔ اُن کے تین مقصد ہوتے ہیں۔ نام یا سنت مت کے اصولوں کا پرچار۔ ست سنگیوں کے ساتھ پریم پریت بڑھانا۔ جو خواہشمند ہوں اُن کو نام کی کمائی کی جگتی بتانا اور تیسرے یہ کوشش کرنا کہ اُن کی غیر حاضری میں ست سنگی وقتاً فوقتاً ایک جگہ جمع ہو کر ست سنگ کیا کریں تاکہ اُن کا شوق بھگتی کا بنا رہے اور نئے جگیا سوؤں کو کچھ اشارہ سنت مت کا ملے۔

شام کے ۵½ بجے اُس کوٹھی کے احاطہ میں ست سنگ ہوا۔ "کایا کامن ات سوالیو پروسے جن نالے" گورو گرنتھ صاحب سے لیا گیا۔ رات کے وقت ڈاک سنائی۔ ایک ست سنگی نے اپنے خط میں پوچھا کہ نرک کہاں ہے۔؟ حضور نے جواب دیا۔ ایک نرک تو اس دُنیا میں ہے باقی نرک اندر ہیں۔ دُنیا کا نرک یہ ہے۔ بیماری۔ بے روزگاری۔ تنگ دستی وغیرہ۔

۱۵ر نومبر کو مطلع ابر آلود رہا۔ سردی کافی تھی۔ گو یا تنھیا گلی سے ہمارا پیچھا کر کے آگئی ہے۔ صبح کو نو بجے کافی سردی تھی۔ ست سنگ کھلے میدان میں ہوتا ہے۔ حاضری زیادہ نہ تھی اس کے بعد حضور شہر میں لنگر ست سنگیاں کا ملاحظہ کرنے تشریف لے گئے۔ وہاں سے لالہ میلا رام فوٹو گرافر اپنی دوکان پر لے گیا۔ اور پہلے حضور کا فوٹو لیا۔ پھر حضور کا بمعہ چند ست سنگیوں کے فوٹو لیا۔ اس کے بعد شام کو ۵½ بجے غروب آفتاب کے وقت ست سنگ اسی میدان میں کیا گیا۔ اتنی دیر کی وجہ یہ ہے کہ فوجی لوگ جو ست سنگ سننے آتے ہیں۔ اُن کو پہلے فرصت نہیں ملتی۔ ست سنگ میں کافی حاضری تھی۔ آسمان پر بادل چھا رہا تھا۔ حضور کی بانی تک سے "جگ میں گھور اندھیرا بھاری ؛ تن میں تم کا بھنڈارا" اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "بکھ لوہتھا لادیا دیا سمند منجھار" ابھی پہلا شبد شروع ہی ہوا تھا کہ بوندیں پڑنے لگیں۔ اور بادل اس قدر تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سخت بارش ہوگی۔ میرا خیال تھا کہ حضور ست سنگ بند کر دیں گے۔ مگر حضور ہیں کہ ڈٹے بیٹھے ہیں۔ تب میں نے سوچا کہ حضور کو موسم کا مجھ سے بہتر علم ہے۔ اگر بارش زور کی ہونی ہوتی تو ست سنگ بند کر دیتے۔ ۵ منٹ کے بعد بوندیں بند ہو گئیں۔ پھر ایک دفعہ شروع ہوئیں۔ مگر پھر فوراً بند ہو گئیں۔ تھوڑی سی ہوا چل پڑی۔ بادل کافور۔ ست سنگ بڑے امن امان وشانتی سے سماپت ہوا۔

ست سنگ کے خاتمہ سے کچھ وقت پہلے قاضی محمد اعظم صاحب سکنہ عثمان کھٹر متصل دریائے ہرو تشریف لائے۔ قاضی صاحب نے بطور ایس۔ ڈی۔ او ۱۹۱۱ء میں جب پیچھے بادشاہ ریٹائر ہوئے، حضور سے چارج لیا تھا۔ حضور سے بڑی محبت سے ملے۔ حضور بھی اُن کو بھائی کی طرح مل کر اندر اپنے کمرے میں لے گئے۔ اور

مَیں بھی اندر کمرے میں بمعہ چند دیگران آپس کی محبت کی گفتگو سُنتا رہا۔ حضور نے بہت سے ہم عصروں کی بابت دریافت کیا۔ تقریباً سب کے سب حیات سے محروم ہو چکے ہیں۔ قاضی صاحب نے اپنے گاؤں میں ۲۵۰ ایکڑ کا باغ نہری دریائے ہرو سے خود نہر ۵-۶ میل لمبی لا کر سنترے مالٹے وغیرہ کا لگایا ہے۔ حضور نے بھی اُن سے اپنی کامیاب زمینداری و صاحب زادگان کی خوشحالی کا ذکر کیا۔ اور قاضی صاحب سے دریافت کیا۔ کہ قرآن شریف میں ہر ایک سپارے کے شروع میں جو حروف لکھے گئے ہیں۔ جن کو مقطعات کہا جاتا ہے اُن کا کیا مطلب ہے۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اُن کا مطلب عام مولویوں کی سمجھ سے باہر ہے۔ اور کوئی کوئی فقیر ہی سمجھتا ہے۔ اور قابلِ بیان نہیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ سب مذہبوں کا بنیادی اُصول ایک ہی ہے۔ جو رُوحانیت گورو نانک نے گرنتھ صاحب میں ظاہر کی ہے وہی شمس تبریزؒ نے اور مولوی رُومؒ نے اپنی اپنی تصنیفات میں لکھی ہے اور یہ شعر سُنائے۔

۵" بانگِ عجب از آسماں در مے رسد ہر ساعتے ؞ مے نشنود آں بانگ را اللہ کہ صاحب دولتے

اے سرخرو بُردہ چو خربیں آب و سبز و لیس مجر ؞ یک لحظہ در بالا نگر باشد کہ بینی آیتے

بے چارہ گوشِ مستر کسے گر نشنود بانگِ فلک ؞ بے چارہ جانِ بے مزہ کز حق نیابد راحتے

آخر چہ باشد گر شبے از جہاں براری یار بے ؞ بیرون جہی از گور تن اندر روی در ساختے

از ہاکشائی ریسماں تا بر پری بر آسماں ؞ چوں آسماں ایمن شوی از ہر شکست و آفتے"

مہتہ صاحب نے اُس وقت عرض کیا۔ کہ امریکہ سے چار امریکن ماہ اگست گذشتہ میں اُن کے ہاں کھانا کھانے آئے۔ اُن کو بجائے گوشت شراب کے دلیسی سبزی بھاجی دی گئی۔ تو پُوچھنے لگے کہ کیا تم رادھاسوامی ہو۔ یہ فرقہ ہمارے امریکہ میں بڑا زور پکڑ رہا ہے۔ اور اُن کا مرکز ہندوستان میں ہے۔

۱۶ر نومبر کو حضور نے ایبٹ آباد میں نام دیا۔ مگر سارا دن بارش ہوتی رہی۔ اور سخت سردی رہی۔ شام کو ست سنگ نہ ہو سکا۔ دُوسرے دن مطلع بالکل صاف تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں کار پر سوار ہو شہر میں جہاں کہ ست سنگت کے لنگر کا انتظام تھا۔ آئے۔ قاضی صاحب ہمراہ تھے۔ سنگت کو درشن دیکر قاضی صاحب کے صاحبزادہ کے ساتھ بات چیت کی جو کہ کالا باغ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ وہاں سے لالہ رام پرکاش ایڈووکیٹ کے گھر اُن کی والدہ کو درشن دے کر اور کپتان بیج ناتھ و آر ایل بھٹناگر کو رخصت کرکے ہری پور کی طرف روانہ ہوئے۔ دُھوپ نکل آئی تھی۔ اور بھلی معلوم ہوتی تھی۔ ہم اس سمت میں جا رہے تھے۔ کہ سُورج ہمارے بائیں ہاتھ کو تھا۔ اور کار کے اندر دُھوپ آ رہی تھی۔ دریائے دوڑ۔ دریا ہرو کے پُلوں پر سے گذرتے ہوئے ہری پور آئے۔ وہاں کوئی ہمارا منتظر نہ تھا۔ اس واسطے وہاں سے سیدھے واہ کے پار سے گنڈ و گوسرائے کالا سے ہو رہے سڑک اعظم پر آ کر اُس مقام پر آ کھڑے ہوئے جہاں کہ بیگم کی سرائے و قلعہ

اٹک واقعہ ہیں۔

بیگم سرائے شاید مغل بادشاہوں کے وقت میں رونق پر ہوگی ۔ اب شکستہ حالت میں ہے۔ اُس کے قریب ہی دوکانات و مکانات مسلمان بادشاہوں کے وقت کے ہیں۔ یہاں سے دریائے اٹک کا پُل ۲۔ ۳ میل پر ہوگا یہاں کھڑے ہوکر دائیں طرف دریائے اٹک اور بائیں طرف دریائے کابل یا لنڈا دونوں ملتے نظر آتے ہیں۔ یہاں سے موڑ توڑ کھاکر دریائے اٹک کا پُل آجاتا ہے۔ جس کے نیچے سے کاریں وغیرہ اور اُوپر سے ریل گاڑی جاتی ہے موٹرکار کا پُل شام کے ۶ بجے سے صبح کے سات بجے تک بند رہتا ہے۔ یہاں فوجی پہرہ لگا ہوا ہے۔ جب ہم پہنچے تو یہ پُل رکا ہوا تھا۔ کیونکہ یہاں ایک بڑا لمبا ملٹری ٹرک پھنسا ہوا تھا۔ جو اپنی لمبائی کی وجہ سے پُل کے موڑ کو گذر کر ہماری طرف نہیں آسکتا تھا۔ پُل کے پنجاب والے سرے میں پھنسا ہوا تھا۔ ایک کرین پاس سے آئی۔ اُس نے پھر کراس ملٹری چھکڑے کو پُل سے نکالا۔ جب یہ چھکڑا ہمارے پاس سے گذرا تو معلوم ہوا کہ اُس انجن کے پیچھے ایک بڑا لمبا چوڑا ٹرک بغیر چھت کے لگا ہوا ہے۔ جس میں چوڑائی کے رُخ ۸۔ ۸ پہیے لگے ہوئے ہیں۔ آگے اور پیچھے دائیں بائیں دوہرے ٹائر لگے ہیں۔ گویا بڑا بھاری بوجھ کھینچ سکتا ہے۔ اُس پُل کو پار کرکے دریائے کابل کے کنارے کنارے سڑک اعظم و ریل کی سڑک گئی ہیں۔ پار سے اٹک کا گاؤں نظر آتا ہے۔ اور آگے جاکر نزدیک ہی خیرآباد کا قصبہ ہے۔ جس میں بہت سی دوکانیں ہیں۔ اور اٹک کے پُرانے قصبہ سے یہاں رونق زیادہ ہے۔

حضورؑ نے وہ موقعہ دکھایا جہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فوج کو دریائے اٹک میں سے پایاب اُترنے کا حکم دیا تھا۔ اور خود دریا کے درمیان کھڑے ہوگئے تھے۔ اُس کے بعد بھی انگریزوں نے پایاب جانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ خیرآباد سے آگے جہانگیرہ ریلوے سٹیشن سے تقریباً دو میل پرے بائیں ہاتھ کو دریائے کابل کے کنارے کے قریب ہی شیدو کا بڑا اسارا گاؤں ہے۔ جہانگیرہ سے ورے دریائے کابل کے کنارے ہم دُوسری موٹرکار کا انتظار کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ جس میں مہتہ رام چند آرہے تھے۔ وہاں دریا کے کنارے ہر دو مہتہ صاحبان نے کئی تصویریں لیں۔ ایک گروپ لیا۔ شیدو میں آدمی بھیجکر ست سنگیوں کو بُلایا گیا۔ یہاں ہماری کار کے اِرد گرد بہت سے دیہاتی آدمی و لڑکے کھڑے ہوگئے۔ مگر عورتیں کوئی نہ تھیں۔ کیونکہ یہ پردہ دار مُسلمانوں کا ملک ہے۔ یہ لوگ آپس میں پشتو بولتے ہیں۔ دریائے اٹک کے اِس پار پشتو شروع ہو جاتی ہے یہاں سے دائیں ہاتھ دریائے کابل کے پار بھائی پھولا سنگھ کی سمادھ ہے۔ جو کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گورد تھے۔ اُس طرف بہت سی قبریں نظر آئیں۔ کیونکہ یہ جگہ مہاراجہ رنجیت سنگھ و مُسلمانوں کے درمیان جنگ و جدل کا میدان رہی ہے۔ شیدو سے دس میل آگے نوشہرہ کی بڑی خوبصورت چھاؤنی ہے۔ جو سڑک اعظم

کے دونوں طرف آباد ہے ۔یہاں حضورؐ تین سال ملازمت کرتے رہے ۔ اور فرمانے لگے کہ مَیں نے یہاں ۶ - ۶ سو فٹ لمبی بارکیں بنائی تھیں ۔ اب تو آبادی بہت پھیل گئی ہے ۔چھاؤنی میں چاروں طرف سبزہ و صاف صاف سڑکیں نظر آتی ہیں ۔کیونکہ یہ جگہ عین دریائے کابل کے کنارے پر ہے ۔یہاں سے آگے جاکر دریا دائیں ہاتھ کو مردان کی طرف مُڑ جاتا ہے ۔

پشاور سے دو میل ورے سردار نانک سنگھ صاحب کار کے کر کھڑے تھے ۔ہماری کار کو پھولوں سے بھر دیا۔ اور اُن کی کار کو آگے آگے کرکے پشاور شہر میں داخل ہوئے ۔پہلے شہر آتا ہے ۔ایک پُرانا قلعہ جس کا نام بالا حصار ہے ہے نظر آیا ۔ اُس کے پرے ریل کابُل گذر کر چھاؤنی پشاور کا بڑا لمبا چوڑا ریلوے سٹیشن آتا ہے ۔چھاؤنی میں عمدہ سرسبز کوٹھیاں نظر پڑیں ۔ آگے جاکر چوڑے چوڑے بازار تھے ۔ اُن میں سے بہت سی دوکانوں میں عجیب عجیب طرز کی مٹی کی چلمیں حُقّہ پینے کی دکھلونے پک رہے تھے ۔ نان بائیوں، میوہ فروشوں، حلوائیوں کی دُوکانیں گذر کر آخر کار ربابُو محلہ میں سردار صاحب کا دولت خانہ آگیا ۔وہاں باجہ بج رہا تھا ۔بہت سی خلقت مَوجُود تھی ۔اُس وقت تقریباً ۳ بجے ہوں گے ۔یہ سارا محلہ سردار صاحب کا اپنا ہے ۔اِس سے پرے ہرے ہرے کھیت نظر آتے ہیں ۔یہ آبادی نئی معلوم ہوتی ہے ۔حضورؐ نے صحن میں بیٹھ کر ایک شبد گُورو گرنتھ صاحب کا لیا: "راما رام راموسّن من بھیجے" ۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ گُورو صاحب رام یعنی خدا کو سُننے کا مضمُون بھی بیان کرتے ہیں ۔ گویا خُدا شبد یعنی آواز کی شکل میں بھی محسُوس کیا جاسکتا ہے ۔جس کو حضرت عیسیٰؑ نے بھی WORD کہا ہے ۔صحن میں رنگ برنگ کے بجلی کے فانوس ٹنگے تھے ۔ اور رنگ برنگ کے کاغذ لٹک رہے تھے ۔شام کو پانچ بجے پھر ست سنگ ہوا ۔ اور سارا مکان لیمپوں کی وجہ سے بُقعۂ نُور معلوم ہونے لگا ۔

۱۸ اور ۱۹ ر نومبر کو ہر روز دن میں دو دفعہ ست سنگ ہوتا رہا ۔صبح کے ½ ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک ۔ اور شام کو ½ ۵ بجے سے ۷ بجے تک ۔ست سنگ میں مُسلمان ۔ہندو اور سکھ بھی آیا کرتے تھے ۔ اور کل ۱۹ ر نومبر کو مشن کالج کے یورپین پروفیسر بھی دوپہر کو حضورؐ سے مُلاقات کرنے آئے ۔ہیں ۔ سردار چرن سنگھ و ہردو مہتہ صاحبان اپنی کار میں درہ خیبر دیکھنے ۱۹ ر نومبر کو صبح کے ۱۱ بجے گئے ۔ساتھ میں مسٹر تیج بہان کلا تھ مرچنٹ جمرود بطور گائیڈ ہم کو موقعے دکھانے کے لئے تشریف لے گئے ۔کیونکہ اُن کے پاس سے کنٹرول کا کپڑا درۂ خیبر کے سب آفریدی و شنواری لوگ لیتے ہیں ۔ اور اُن کی اِس علاقہ میں بہت واقفیت ہے ۔جمرود پشاور چھاؤنی سے کوئی دس میل پر ایک میدان گذر کر آتا ہے ۔ اِس میدان میں پہلے تو ہوائی جہازوں کا اڈا ۔ پھر اسلامیہ کالج پشاور و ٹریننگ کالج پشاور راستے میں آتے ہیں ۔سڑک پہلے پہلے کئی جگہ سے موڑ کھا کر اِس میدان میں سے گذرتی ہے ۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ میدان سکھوں اور مُسلمانوں میں بہت سی لڑائیاں دیکھ چُکا ہے ۔اِس واسطے بہت

سی قبریں جگہ جگہ آتی ہیں۔ جمرُود میں ایک پُرانا کچا قلعہ ہے جس میں سردار ہری سنگھ نلوہ کی سمادھ اور سکھوں کا گوردوارہ ہے۔ سمادھ ایک چھوٹے کمرے میں ہے۔ جس میں سردار صاحب کی تصویر بھی رکھی ہے۔ ایک تصویر اُن کی گوردوارہ میں بھی ہے۔ سردار صاحب بڑے وجیہہ شہ زور سپاہی معلوم ہوتے ہیں۔ گوردوارہ میں اور بھی تصویریں سکھ گوروؤں کی اور سکھ تواریخ کی ہیں۔ اور اگرچہ یہ قلعہ کچّا ہے۔ اور باہر کی کچّی دیوار دو آدمی آسانی سے پھلانگ سکتے ہیں۔ تاہم اندر کی عمارتیں اونچائی پر ہیں۔ اور ان میں بُرج بنے ہوئے ہیں۔ جن میں بندوقوں کے لئے سُوراخ ہیں۔

اِس قلعہ کے باہر پاس ہی پکّی سڑک پر جو کہ درۂ خیبر کو جاتی ہے۔ فوجی پہرہ ہے۔ پکّی سڑک پر پھاٹک لگا ہے۔ اور ایک سنگل آہنی سے آمد و رفت موٹر کار و لاریوں کی روک رکھی ہے۔ فی سواری ایک روپیہ محصُول لیتے ہیں۔ اور بغیر اجازت کسی کو جانے نہیں دیتے۔ جمرُود میں ہر روز بیسیوں لاریاں کابل سے میوہ کی لدی ہوئی آتی ہیں۔ جو یہاں سے دو صد میل کے قریب ہے۔ اور لاری والے کہتے ہیں کہ ساری رات سفر کر کے جمرُود پہنچتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر اُن کی لاری کی تلاشی ہوتی ہے اور محصُول لگتا ہے۔ یہاں ایک پٹرول پمپ بھی ہے۔ جمرُود ریلوے سٹیشن بھی یہاں سے قریب ہی ہے۔ جمرُود سے تین سڑکیں درۂ خیبر میں سے جاتی ہیں۔ ایک تو بہت عُمدہ پُختہ سڑک موٹر کار و لاریوں کی۔ دُوسرے ایک پُختہ سی سڑک قافلہ کے آنے جانے کے لئے۔ تیسرے ریل کی سڑک۔ ریل کی سڑک صرف لنڈی کوتل تک گئی ہے۔ جو یہاں سے ۲۰ میل کے قریب ہے۔ پھاٹک میں سے گذر کر چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ اور سڑک دو پہاڑیوں کے بیچ میں سے جاتی ہے۔ یہ پہاڑیاں ننگی اور سُوکھی ہیں۔ اِن میں گھاس یا درخت نظر کم آتے ہیں۔ اور اِن پہاڑیوں پر جگہ جگہ ملٹری کے پیکٹ لگتے ہیں۔ اور یہ سڑک دو پہاڑیوں میں تنگ راستہ ہے۔ جہاں راستہ زیادہ چوڑا ہے وہاں سمینٹ کے چھوٹے چھوٹے منارے بنا کر راستہ روکا ہوا ہے۔ تاکہ کابل کی طرف سے دشمن کے ٹینک و لاریاں و فوجیں صرف پکّی سڑک پر سے آ سکیں۔ اور پکّی سڑک پر بھی یہ اِنتظام کیا گیا ہے۔ کہ پکّی سڑک کے پرے دونوں طرف سمینٹ کے چکور مُربعے وغیرہ بنا کر اُن میں لوہے کے کُنڈے لگا کر رکھے ہوئے ہیں۔ اور ویسے ہی سڑک میں لوہے کے کُنڈے نصب کئے ہوئے ہیں۔ ایسے کہ اُوپر سے لاری و کار کو گذرنے میں دِقّت نہ ہو۔ خطرے کے وقت سمینٹ کے مُربعے اُٹھا کر کُنڈوں کو سڑک کے کُنڈوں میں پھنسا کر سڑک پر ڈال دیتے ہیں۔ جس سے سڑک بالکل ناقابلِ گذر ہو جاتی ہے۔ اِس کے علاوہ جگہ جگہ پکّے پکٹ بنے ہوئے ہیں۔ جن میں فوج کے آدمی رہتے ہیں۔

جمرُود سے لیکر لنڈی کوتل سے پرے سرحدِ افغانستان تک بالکل پہاڑیوں کے بیچ میں سے

تنگ سا راستہ ہے۔ اور یہ سب جگہ نہایت بے رونق و بنجر معلوم پڑتی ہے۔ نہ کہیں پانی کا چشمہ نظر آتا ہے۔ نہ ہرا کھیت۔ علی مسجد سے پرے شاگئی کا پختہ قلعہ درّے کی حفاظت کر رہا ہے۔ اُس میں چاروں طرف مورچے بنے ہیں۔ اِس کے علاوہ بہت سی پہاڑیوں پر پکٹ لگے ہیں۔ اور اُن کے پاس پانی کے نلکے کہیں کہیں ہیں۔ راستے میں کچے گاؤں جگہ بجگہ آتے ہیں۔ گھروں کے اِرد گرد کچی دیوار قدِ آدم سے زیادہ اُونچی بمنزلہ قلعہ کے موٹی ہے۔ اور اُس دیوار کے ایک زاویہ پر مورچہ قلعہ کی شکل کا گول بنا ہوتا ہے۔ کہ جس میں سُوراخ ہوتے ہیں۔ اور یہ مورچہ بعض دفعہ کافی اُونچا ہوتا ہے۔ جس پر چڑھ کر آدمی دُور تک دیکھ سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں ہر ایک گاؤں میں آپس میں قتل و فساد رہتا ہے۔ اور چونکہ یہ علاقہ سرکار انگریزی کی حکومت سے باہر ہے۔ اِس واسطے اِس میں نہ کوئی پولیس ہے نہ کچہری۔ اور اِسی واسطے ہر ایک آدمی بندوق کمر پر باندھ کر چلتا ہے۔ اگر بندوق نہیں ہے تو اُس کو ڈر ہے کہ اُس کا دُشمن اُس کو پکڑ لے یا مار ڈالے۔ پہاڑیوں میں کئی جگہ بڑے بڑے سُوراخ دیکھنے میں آئے۔ پتہ لگا کہ بعض لوگ اِن سُوراخوں کے اندر رہتے ہیں۔ عید کا دِن تھا۔ ہر ایک گاؤں کے باہر لڑکیاں جھُولا جھُول رہی تھیں۔

ریلوے لائن لنڈی کوتل سے پرے نہیں جاتی۔ اِس سے کئی میل آگے افغانستان و ہندوستان کی سرحد ہے۔ درمیان میں کچھ فاصلے تک لوہے کی تار کی باڑھ ہے۔ اور لاری روڈ کے سامنے پھاٹک ہے۔ اِس پھاٹک کے ہندوستان کی طرف خاصہ دار بندوق ہاتھ میں لئے پہرے پر کھڑا رہتا ہے۔ اِسی طرح اِس باڑھ سے چند قدم پر ایک کوٹھا بنا ہوا ہے۔ اُس سے آگے افغانستان کا سپاہی بندوق لیکر پہرہ دیتا رہتا ہے۔ کوئی آدمی بلا پاسپورٹ اُوپر سے گذر کر نہیں جا سکتا۔ جب افغانستان سے لاری یا کار آتی ہے۔ تو انگریزی علاقہ میں اُس کی اچھی طرح پڑتال ہوتی ہے۔ لنڈی کوتل میں ایک سرائے ہے۔ جہاں کہ قافلے ٹھہرا کرتے ہیں۔ اور ایک طرح کی منڈی ہے۔ گوردوارہ بھی وہاں ہے۔ مسجد بھی۔ اب چونکہ لاریوں کا زور ہے۔ اِس واسطے قافلہ کم دیکھنے میں آتا ہے۔ جگہ جگہ کیمپ فوج کے لگے ہوئے ہیں۔ سارا علاقہ بنجر اور خُشک دکھائی دیتا ہے۔ کہیں کہیں مستورات گھڑا سر پر لئے پانی لینے جاتی دکھائی دیتی ہیں۔ زیادہ مویشی بھی یہاں نہیں معلوم ہوتے۔ لوگوں کا گذارہ زیادہ تر نوکری پر معلوم ہوتا ہے۔ یہ سڑکیں سیدھی نہیں ہیں۔ اُن میں بہت موڑ توڑ آتے ہیں۔ تاہم نظارہ قابلِ دید ہے۔ یہ سارا علاقہ دیکھنے کے لئے اچھا ہے۔ مگر رہنے کے لئے اچھا نہیں۔

۲۰ نومبر کو دوپہر کے دو بجے پشاور شہر دیکھنے گئے۔ پہلے تو میوہ منڈی دیکھی۔ جہاں کہ بادام۔ زیرہ۔ کشمش۔ پستہ وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ مگر نرخ بہت گراں تھے۔ یہاں سیر ۲۱ چھٹانک کا ہوتا

ہے۔ گھیان - ۱۳/۱ فی سیر۔ کشمش ۴/۲ فی سیر۔ بادام - /۹/ - سے - /۱۲/ - فی سیر - آج مسٹر جناح کا جلوس نکل رہا تھا - بازار لوگوں سے بھرے پڑے تھے۔ مشکل سے وہاں سے سیل منڈی میں گئے۔ جہاں گڑ کی منڈی ہے۔ گڑ کی شکل دور سے امرتسر کی ریوڑیوں جیسی دکھائی دیتی ہے۔ کوئی ڈھیری سفید ڈلیوں کی، کوئی لال ڈلیوں کی، نسخ ڈیڑھ سیر فی روپیہ۔ لوگ چائے میں گڑ ڈالتے ہیں۔ وہاں سے آگے چلغوزوں وغیرہ و نیاریوں کی دوکانیں ہیں۔ چلغوزوں کو رنگ دیکر لال کرتے ہیں۔ اور چلغوزوں کو بھٹی میں چنے کی طرح بھونتے ہیں۔ چلغوزہ سستا ہے۔ چار روپیہ سیر۔ یہاں سے موڑ مڑ کر بازار بزازان، شربت فروشان و برتن فروشان آتا ہے۔ اس کے بعد میں بازار جنرل مرچنٹ کا آتا ہے۔ مگر بازاروں میں بڑی بھیڑ اور بازار گندے۔ دوسری دفعہ اس شہر میں جانے کی آرزو نہیں رہی۔ اس کے مقابلہ میں امرتسر۔ لاہور۔ دہلی۔ بہشت معلوم ہوتے ہیں۔

بابا جاگیر سنگھ گدی نشین اتمان زئی ضلع پشاور کے گدی نشین ہیں۔ اور ان کے لاکھوں ہندو دیہات صوبہ سرحد کے معتقد کہے جاتے ہیں۔ وہ خود حضور مہاراج سے عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ ۱۹ر نومبر کو تشریف لائے۔ اور کہا کہ جاتی دفعہ موضع شیدو متصل جہانگیرہ ایک رات ٹھہر کے جاویں۔ چنانچہ ۲۱ر نومبر کو حضور سارا دن نام دینے میں مصروف رہے۔ ۲۱ر کی صبح کو ہم نے سارا عملہ سیدھا حضرو لاری میں روانہ کر دیا۔ صرف ایک پاٹھی ساتھ لیا۔ اور بابا جی بھی ۲۱ر نومبر کو دس بجے تشریف لے آئے۔ ان کے ہمراہ شیدو کو روانہ ہو گئے۔ یہ مسلمان پٹھانوں کا گاؤں ہے۔ جس میں ہندوؤں کی آبادی ۵-۶ گھر ہیں۔ اور باقی مسلمانوں کی ایک ہزار گھر ہوگی۔ یہ ہندو ست سنگی ہیں۔ اور بابا جی کے پرانے سیوک۔ گاؤں میں ان کی بستی کوئی نہیں، دکانداری پر گذارہ ہے۔ اور ہمیشہ پٹھانوں سے ڈرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے ہم کو گوردوارہ میں بالاخانہ میں اتارا۔ وہاں کا گرنتھی بھی ست سنگی ہے۔

وہاں شام کو ست سنگ سے پہلے ایک سید صاحب ریٹائرڈ تھانیدار حضور سے ملاقات کرنے آئے۔ پہلے بھی جب حضور یہاں تشریف لاتے تھے۔ تو ملنے آتے تھے۔ حضور نے دریافت کیا کہ قرآن شریف میں جو ہر ایک سورۃ کے پہلے چند حرف آتے ہیں۔ جیسے الف۔ ل۔ م۔ وغیرہ ان سے کیا مراد ہے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ بھید صرف پیغمبر صاحب اور خدا کے درمیان تھا۔ اس کو نہ کوئی جانتا ہے نہ جان سکتا ہے۔ اور نہ اس کو جاننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر اس کو بتلانے کی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی تو پیغمبر صاحب کے ذریعہ اپنی مخلوق پر ظاہر کر دیتا۔ رات کو میں پھر آؤں گا۔ اور قرآن شریف مترجمہ ساتھ لاؤں گا۔ اس کے بعد شاہ صاحب ست سنگ میں جو کہ گوردوارہ میں ہی ہوا تشریف لائے۔ "جگ جیون ساچا ایکو داتا" گورو گرنتھ صاحب

میں سے لیا گیا۔ کہ کل مخلوق کا ایک ہی خدا ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور جو گوروؤں کی خدمت اور بانگِ آسمانی یا کلمۂ باطنی کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔

رات کو شاہ صاحب پھر قرآن شریف مترجمہ لے کر آئے۔ اور حضور کو بتایا کہ علامہ مشرقی صاحب نے ایک کتاب موسومہ تذکرہ لکھی ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ جیسے رب میں محمد علیہ السلام یہودیوں کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور عیسائی لوگوں کے لئے عیسیٰ علیہ السلام خدا نے کتاب دے کر بھیجے۔ اسی طرح ہندوستان میں کرشن علیہ السلام و بدھ علیہ السلام بھیجے گئے۔ اس پر بعض تنگ خیال علماء نے اعتراض کیا۔ مگر شاہ صاحب نے کہا کہ میری رائے میں مشرقی صاحب راستی پر ہیں۔ کیونکہ خدا رب العالمین ہے نہ کہ رب المسلمین۔ وہ کسی قوم کو بغیر ہدایت و وحی کے نہیں چھوڑتا۔ اگر کسی نبی یا مقدس کتاب کے ماننے والے غلطیاں و گناہ کرتے ہیں۔ تو یہ اُن کا اپنا قصور ہے۔ اس کا ذمہ دار نبی یا مقدس کتاب نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد مسئلہ تناسخ پر بات چیت شروع ہو گئی۔ حضور نے بتایا کہ ہر ایک مذہب کی شریعت الگ ہے۔ شریعت کیا ہے۔ وہ دنیا میں زندگی گذارنے کا طریقہ۔ اگر خدا کا و اُس کی مخلوق کا بھید پتہ لگتا ہے۔ تو معرفت اور حقیقت میں جا کر۔ اور معرفت و حقیقت ہر ایک مذہب کی ایک ہی ہے۔ شریعت نے کلمۂ ظاہری و نمازیں پانچ ظاہری بیان کی ہیں۔ مگر معرفت و حقیقت نے کلمۂ باطنی جس نے ساری کائنات کو بنایا۔ اور پانچ نماز باطنی جو کہ ہر ایک انسان کے ماتھے میں پانچ روحانی طبقات میں پانچ راگ ہو رہے۔ اُن سے مراد ہے۔ جب ہم ہُو کے مقام پر جائیں گے تو تناسخ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ باہر سے بحث کرنے سے کسی کو یقین نہیں آوے گا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ اگر بطور سزا کے کسی کو جانور۔ سانپ۔ بچھو یا نباتات کے قالب میں بھیجا جاتا ہے۔ تو بے انصافی ہے۔ کیونکہ جب دنیا میں کسی کو سزا دیتے ہیں تو سزا بھگتنے والے کو علم ہوتا ہے کہ فلاں جرم کے پاداش میں یہ سزا بھگت رہا ہوں۔ مگر آواگون کی حالت میں کسی کو یہ علم نہیں کہ کیوں میں اس قالب میں آیا۔ حضور نے جواب دیا کہ جب قالب میں بھیجنے کا حکم ہوتا ہے۔ تب تو روح کو پتہ ہوتا ہے کہ فلاں کرم کے بدلے فلاں قالب مل رہا ہے۔ تاہم یہ بات سچی ہے۔ کہ انسان کو اس دنیا میں یہ علم نہیں کہ فلاں قالب فلاں جرم کرنے سے ملے گا۔ یا فلاں عمل کرنے سے فلاں سزا ملے گی یا مل رہی ہے۔ اگرچہ پرانوں میں ایسا لکھا ہے۔ مگر ہم اپنے اپنے عقیدے پر آ جاتا ہے۔ حضور نے شمس تبریزؒ۔ مولوی رومؒ۔ گورونانک۔ کبیر صاحب۔ داؤد جی۔ بلھوجی و دیگر فقرائے کامل کے حوالے دے کر بتایا کہ یہ سب لوگ تناسخ کو مانتے تھے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ پتہ نہیں کہ جب یہ کلام کہا تو مصنف کس رنگ میں تھا۔ اور اس کا اصلی مدعا کیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ بیشک جس نے چوری یا رہزنی وغیرہ جرم نہیں کیا۔ وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ

میرے لئے پولیس نہیں ہے۔ اسی طرح اگر قرآن شریف میں پیغمبر صاحب نے چوراسی کہہ دیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ ان کی ہدایت پر عمل کریں گے وہ مان لیں کہ چوراسی اُن کے لئے نہیں ہے۔ مگر جو انسان کہ اشرف المخلوقات کے جامہ میں حیوانوں۔ درندوں وحشیوں کے سے کام کرے گا۔ اُس کو انسانی قالب چھوڑ کر نچلے قالبوں میں کیوں نہ جانا پڑے۔ اس میں کوئی بے انصافی نہیں ہے۔ حضور نے شیر سنگھ سوار اور پروفیسر لیکھراج کی ۳ سالہ دختر کا قصہ بتایا۔ بندہ نے بھی سُنا سُنایا قصہ لالہ گورداس رام وکیل کا بتایا۔ اُن کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مگر شاہ صاحب نے یہ جواب دیا۔ کہ اگر ایک دو تین کو اپنے پہلے قالب کی یاد ہے تو کیا وجہ کہ سب کو یاد نہ ہو۔ حضور نے جواب دیا کہ اگر پہلے جنم کا حال یاد رہے تو یہ دُنیا اُجڑ جاوے۔ اور کوئی یہاں ٹھہرنا پسند نہ کرے۔ جو کہ خدا کی منشا کے برخلاف ہے۔ اصل میں یہ بھید بہت خفیہ ہے۔ جو خدائے کائنات ہے۔ اُس نے یہ دُنیا دشوکشم وکارن دُنیا کے طبقات ایک منیجر کے سپرد کر رکھے ہیں۔ وہ منیجر نہ تو رُوح کو پیدا کر سکتا ہے نہ فنا کر سکتا ہے۔ صرف ایک قالب سے نکال کر دوسرے قالب میں ڈال سکتا ہے۔ جب تک رُوحیں کسی قالب میں رہیں۔ اُس کے وہ اُس کے قانون نیکی بدی، جزا و سزا کے ماتحت ہیں۔ اور اُس کی زیر نگیں سلطنت کو زیبائش دیتی ہیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ کوئی رُوح اُس کے حلقہ سے باہر جاسکے۔ اس واسطے وہ کسی کو اپنے پہلے قالب کے حال کی یاد نہیں دیتا۔ اُس کو ویدنے برہم کہا ہے۔ یہ رُوح برہم کی انش نہیں۔ ست پُرش ست نام یا حق (خدائے مطلق) کی انش ہے اور لافانی ہے۔

دوسرے دن صبح کے ۷ بجے شید و سے چل کر ۹ بجے کے قریب حضرو مورخہ ۲۲ نومبر کو آپہنچے۔ حضرو سڑک اعظم سے ۴۔ ۵ میل پر واقعہ ہے۔ پٹی سے ٹانگے مل جاتے ہیں۔ پٹی سڑک اعظم پر ہے۔ چھوٹا سا قصبہ ہے مگر ست سنگ گھر بڑا بنا ہوا ہے جس میں سب طرح کا آرام موجود ہے۔ ست سنگ کا انتظام ست سنگ گھر سے ملحق زمین میں کیا گیا ہے۔ شامیانے لگے ہوئے ہیں۔ پہلے آتے ہی حضور نے پانچ منٹ کے واسطے سنگت کو درشن دیئے۔ پھر ۱۰ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ یہاں سناتن دھرم مندر بہت وسیع احاطہ میں ہے اُس سے پرے بابا بالک سنگھ جی نام دھاری کا استھان ہے۔ جن کے پاس بابا جیمل سنگھ جی مہاراج گرنتھ صاحب میں مندرجہ پانچ شبدوں کا پتہ لینے کے لئے کبھی وقت آئے تھے۔ مگر اُن کے پاس دُھن آتمک ہمراز تھا۔ شبد بھید نہ تھا۔ اب اُن کی گدی پر بابا وزیر سنگھ جی بزرگ براجمان ہیں۔ وہ ست سنگ میں تشریف لائے۔ پہلے حضور کو اُن کی جائے قیام پر ملنے آئے۔ بڑے پریم سے ملے۔ اور ست سنگ میں بھی بڑا پریم ظاہر کیا۔ ست سنگ کے خاتمہ پر کوئی حضور کی مدح و توصیف میں پڑھ کر سنائی۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے "درسن بھیٹت پاپ

سب بلاسے۔" اور "نیبنوں نیند پر درشٹ ودکار" لئے گئے۔ شام کا ست سنگ ۶ بجے ہونا قرار پایا۔ شام کو ۵ بجے حضور باہر سیر کو نے تشریف لے گئے۔ راستے میں سے بابا وزیر سنگھ جی مہاراج بھی شامل ہو گئے۔

۲۳ر نومبر کو کوئی ۵ مرد و زن کو نام دیئے گئے اور رات کے ۶ بجے سے ۹ بجے تک ست سنگ ہوا۔ کئی مسلمان اصحاب بھی ست سنگ میں شریک ہوئے۔ جس جگہ ست سنگ کیا گیا تھا وہ اپنی نہ تھی۔ اور مالک فروخت کرنے کو تیار نہ تھا۔ اب ایک اور جگہ خریدنے کی تجویز ہے۔ جو ست سنگ گھر حضرو سے بہت دور نہیں تا کہ حضور مہاراج کی تشریف آوری پر ست سنگ کا انتظام کیا جا سکے۔ حضرو اور اس کے اردگرد کے علاقہ کو چھچھ کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں تمباکو کی پیداوار بہت ہوتی ہے۔ خود حضرو میں ہر ایک جگہ تمباکو کو یا تو پتے دکھائی دیتے ہیں یا چھتے یا بندھنے۔ تمباکو کے پتے پیسنے کا کارخانہ ہے۔ پسا ہوا سفوف بطور نسوار ولایت تک جاتا ہے۔ اور ڈنڈیاں بھی تمباکو پینے کے کام آتی ہیں۔ یہاں ہوا میں بھی تمباکو کی بو آتی ہے۔

۲۴ر نومبر سنیچروار صبح کے ۷½ بجے چل کر راولپنڈی جو کہ ۴۵ میل کا فاصلہ ہے ۸½ بجے آپہنچے۔ سردی کافی تھی۔ مہتہ رام ناتھ صاحب فوٹو گرافر کی کوٹھی نمبر ۴۷ چھاؤنی میں ہے۔ وہاں پر نہانے دھونے اور چائے کا انتظام تھا۔ وہاں سے نہا دھو کر چائے پی کر گنده نالہ پر ست سنگ کرنے گئے۔ چونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ ۱۱ بجے ست سنگ نہیں ہوگا۔ تھوڑے سے مرد اور عورتیں جمع تھیں۔ ست سنگ شروع ہوا تو تعداد بڑھتی گئی۔ ست سنگ کر کے پھر مہتہ صاحب کی کوٹھی پر آ گئے۔ راؤ صاحب بہادر لیاوہ سے آئے ہوئے تھے۔ دہاں سے ۴ بجے آ کر حضور نے اپنے پرائیویٹ کمرہ واقعہ ست سنگ گھر میں لوگوں سے ملاقاتیں شروع کیں اور پھر ست سنگ ۵ بجے شروع ہوا۔ یہاں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ ست سنگ کا ہال۔ بیرون صحن اور گیلریاں سب بھر جاتی ہیں۔ ست سنگ گھر کی عمارت لالہ راجہ رام صاحب نے بڑے شوق و لاگت سے بنوائی تھی۔ اور قابلِ دید ہے۔

۲۵ر نومبر کی صبح کو مہتہ صاحب کے ہاں سے حضور نے ست سنگ گھر میں بسیرا کر لیا ہے۔ آج ۲۵ر کو شام کو امید نہ تھی کہ حضور ست سنگ کر سکیں گے۔ کیونکہ ان کا گلا بہت خراب ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی حضور نے ست سنگ گورو گرنتھ صاحب میں سے ایک شبد کا کر ہی دیا۔ اس کے بعد دو کو ی لوگوں نے اپنے اپنے شبد سنائے۔ حضور نے فرمایا کہ پریم کو اندر جذب کرنا چاہیئے۔ شعر و شاعری میں خارج کرنے سے طاقت روحانی گھٹتی ہے

آج راؤ بہادر صاحب نے مجھے ایک پتلی سی لال لال سی لکڑی کی ۱½ اِنچ کے قریب لمبی اور ایک اِنچ کے

قریب چوڑی ٹکڑی دکھا کر کہا کہ یہ کھیر کے درخت کی لکڑی ہے جو کہ دریائے گنگا کے پار ضلع بجنور کے جنگلوں میں خودرَو ہوتا ہے۔ اِس کو کلہاڑوں سے کاٹ کاٹ کر اس ٹکڑی جیسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں۔ اور اُن کو اُبال کر اُس میں سے کتھا جو پان میں لگتا ہے نکلتا ہے۔ یہ کام اکثر نیپالی لوگ کرتے ہیں۔

۲۶ نومبر کو حضور کے گلے کو کچھ آرام تھا۔ صبح ۸ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ پہلے سوامی جی کے سار بچن نظم میں سے "سُن رے من انحد بَین ‖ گھٹ میں مٹھ نرکھو نَین" "پھر اب پھیر آئی ‖ دُھن شبد ہاتھ لگ جائی۔" (توجہ دُنیا سے موڑ تا کہ آواز سُنائی دے) اِس کے بعد گورو گرنتھ صاحب محلہ پہلا کا مارو راگ کا شبد "کام کرودھ پر ہر پر نندا ‖ لب لوبھ تج ہو چِندا" لیا گیا۔

ست سنگ سے اُٹھ کر حضور مہاراج جی سیدھے آگرہ ست سنگ میں گئے۔ وہاں جا کر سوامی جی کی بانی میں سے "ستگورو کا نام پکارو ‖ ستگورو کو ہِردے دھارو" لیا گیا۔ حضور نے ارتھ کئے کہ مُرشد کا دیا ہوا نام سمرن کر کے آنکھوں سے نیچے سارے جسم کو خالی کر کے توجہ کو تارا منڈل۔ سُورج۔ چاند سے پرے لے جاؤ۔ جہاں کہ ستگورو بیٹھے ہیں۔ پہلے پہلے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ستگورو آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ مگر ستگورو تو اڈول کھڑا ہے وہ نہیں ہلتا۔ ہمارا من کبھی نیچے آجاتا ہے۔ کبھی اُوپر جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ ستگورو کا سروپ ٹھہرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد اُس کو دیکھتے رہو۔ حتیٰ کہ یہ معلوم ہو کہ میں گورو ہوں۔ گویا گورو میں سما جاؤ۔ اِس کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ وہاں ست گورو شبد سُنا کر رُوح کو آگے بالائی طبقات میں لے جاتے ہیں۔ اس کے بعد بی بیوں نے پریم بانی میں سے "ساون سہاگن آئی ‖ جھُولا جھُولن بھائی" شبد پڑھا۔ بعد میں دیال باغ کے ایک ست سنگی نے تقریر کی۔ کہ جب ۸ سال قبل ازیں حضور راولپنڈی میں تشریف لائے تھے تو اکالیوں نے سخت مخالفت کی تھی۔ اِس کے باوجود حضور نے ست سنگ کو ایسی ترقی دی کہ اب سب خاموش ہو گئے ہیں۔ حضور نے جواب دیا کہ یہ میری خُوبی نہیں، گورو گرنتھ صاحب کی بانی کی خُوبی ہے جس میں سچی رُوحانیت کی تعلیم ہے۔ پھر پرشاد بانٹا گیا۔

وہاں سے حضور راجا بازار میں سے ہو کر لالہ گوبند رام ست سنگی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے مکان خوب سجا رکھا تھا۔ اور دُھوپ کی مہک آ رہی تھی۔ وہاں ۵-۷ منٹ ٹھہر کر سیدھے ۱۶ مال روڈ پر مہتہ صاحب فوٹو گرافر کی دوکان پر گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا مکمل سامان فوٹو گرافی کا دہلی، بمبئی۔ بلکہ ہندوستان میں کہیں بھی نہیں ہے۔ مہتہ صاحب کے ماتحت ۲۵-۳۰ آدمی کام کر رہے ہیں۔ اور کئی کیمرے ہیں۔ کسی میں تصویروں کو بڑا کرنے کی مشینیں ہیں۔ کسی میں ایک ہزار CANDLE POWER

کے پانچ بلب لگے ہوئے ہیں۔ دِن چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہاں بٹھا کر مہتہ صاحب نے حضور مہاراج جی کی تصویر لی۔ پھر ڈیرے کے ست سنگیوں کا گروپ فوٹو لیا گیا۔ وہاں سے مہتہ صاحب کی دُوسری برانچ دوکان واقعہ لارنس روڈ راولپنڈی میں آئے۔ یہ اُس سے چھوٹی ہے۔ اِس میں گلمرگ اور کشمیر کے مختلف مقامات کے خوبصورت نظاروں کے فوٹو ہیں۔ وہاں سے آ کر کھانا کھا کر آرام کر کے شام کو ۵ بجے ست سنگ میں تشریف لے گئے۔ حضور فرمایا کرتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو کر سارا دِن کام کرتا ہوں۔ آج کل کے لڑکے ۴ گھنٹے کچہری میں کام کر کے تھک کر لیٹ جاتے ہیں۔

۲۷ نومبر کی صبح کو ۸½ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ سوامی جی کی بانی میں سے "رلی تر دیہہ یہ تم کو بنائے کاج کچھا پنا" اور گورو نانک صاحب جی کا مارو راگ شبد "جہاں دیکھاں تہاں دین دیالا۔ آئے نہ جائی پربھ کرپالا۔ جیاں اندر جگت سمانی رہیو نرالم رایا" لیا گیا۔ مطلب یہ کہ وہ خدائے عالمین ہر ایک مخلوق کے اندر موجود ہے۔ اور اُن سے جُدا بھی ہے۔ اور تمگے جا کر کہا ہے "تیرے ورتائے چوجنتے گھر داسا۔ کال بِکال کئے اِک گراسا۔" حضور نے فرمایا کہ گورو صاحب کا مطلب کال سے وقت یا موت نہیں ہے، کال وہ طاقت ہے جو کہ ترلوکی کا اِنتظام کر رہی ہے۔ اور یہ طاقت ست پُرش کے آدھین ہے۔ اگر وہ چاہے تو اُس کو ایک چشم زدن میں فنا کر دے۔ اُس طاقت نے کرموں کا قانون بنا کر ترلوکی کی سب مخلوق کو بس میں کر رکھا ہے۔ اور مذہبوں کا خُدا یہی طاقت ہے۔ ہندو اُس کو برہم کہتے ہیں۔ صرف سنت ہی اُس سے بڑی طاقت کا پتہ دیتے ہیں۔ ست سنگ کے بعد ایک دو آدمیوں نے اپنی کویتا پڑھی مگر بی ہردیوی نے ذیل کی نظم سُنائی۔ جو کہ اُس نے پہلے بھی شادی کے موقعے پر سکندر پور سرسہ میں پڑھی تھی۔ نظم بے شک قابلِ نقل ہے:۔

ملائک سے، بشر سے، حُور سے سب سے سوا نکلے
ہمارے شہنشاہ دونوں جہانوں سے جُدا نکلے

کھلی جب آنکھ تو اِنسان کے جامے میں خُدا نکلے
سمجھتے تھے اُنھیں ہم کیا الٰہی اور وہ کیا نکلے

خُدا جلوہ نُما اُن میں، خُدا میں وہ فنا نکلے
نہ وہ اُن سے جُدا نکلا نہ وہ اُس سے جُدا نکلے

محبت میں وہ کچھ ایک دوسرے کی مُبتلا نکلے
خُدا اُن پر فِدا نکلا، خُدا پر وہ فِدا نکلے

وجُودِ خاک عالم میں وہ اسرارِ بقا نکلے
اِسی کوچہ میں خُدا خود الٰہی خود، خُدا نکلے

چلو دیدار کر لو آج ہی ست سنگ میں اُن کا
خُدا جانے قیامت کب ہو اور کیا ماجرا نکلے

آج پونے دو سو مرد و زن کو نام دیا گیا۔ اُس کے بعد ۵ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ کبیر صاحب کی بانی میں سے "کرنیوں دیدار محل میں پیارا ہے" لیا گیا۔

۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء کی صبح کو ست سنگ کرکے کھانا کھا کر ۱۲ بجے راولپنڈی سے چلے۔ اور راستے میں گوجرخاں کی سنگت کو سڑک پر ہی درشن دے کر سیدھے شام کے ۴ بجے ۷۱ میل کا فاصلہ طے کرکے جہلم پشن محلہ رادھا سوامی ست سنگ گھر میں آ پہنچے۔ سنگت درشنوں کے لئے موجود تھی۔ وہاں حضور دس منٹ درشن دے کر اپنی قیام گاہ کشمیر ہاؤس واقعہ سول سٹیشن جہلم میں تشریف لے آئے۔ جو کہ ریاست کشمیر کے افسران کی آرام گاہ ہے۔ اور اُس میں بہت سے کمرے ہیں۔ ہر ایک کمرہ کے ساتھ الگ غسل خانہ ہے۔ ہمارے ساتھ صاحب زادگان سردار ہربنس سنگھ سردار چرن سنگھ مہر و مہتہ صاحبان راؤ بہادر شیو دھیان سنگھ بھی تھے۔ دو کاریں راولپنڈی سے آئی تھیں۔ باقی سنگت بھی بمعہ ہمارے فالتو اسباب کے ہمارے پہنچتے پہنچتے آگئی۔ اور حضور کے لنگر کا انتظام بھی اسی کوٹھی میں تھا۔ باقی سنگت کا جنرل لنگر پشن محلہ ہی میں تھا اور وہاں ہی رہائش کا انتظام تھا۔ ۵ بجے شام کے ست سنگ گھر میں ست سنگ شروع ہوا۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے زیادہ تر شبد لئے گئے۔

۲۹ نومبر کو میں اور صاحب زادہ سردار ہربنس سنگھ جی دونوں سول لائن میں سردار بہادر بلونت سنگھ نلوہ ڈپٹی کمشنر صاحب کو ملنے گئے۔ کیونکہ سردار صاحب ہمارے پورانے مہربان ہیں۔ اُس کے بعد مہتہ رام ناتھ جی کے ساتھ دریائے جہلم کے کنارے سیر دھوپ میں کرکے بڑا لطف آیا۔ وہاں سے آکر حضور لکڑ منڈی میں ست سنگ گھر کے لئے لکڑی دیکھنے گئے۔ ڈو گڈے دیودار کے خریدے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ جہلم کی منڈی دیار کے لئے سب سے اوّل نمبر پر ہے۔ اُس سے اُتر کر ستلج دریا میں یہ لکڑی آتی ہے۔ بیاس میں لکڑی اچھی نہیں آتی۔ لوگوں نے بتایا کہ دریائے کرشن گنگا جو جہلم سے دو میل کے پاس آکر ملتا ہے۔ اُس سے اُوپر کے جنگل کی لکڑی سب سے زیادہ قیمت پاتی ہے۔ یا پولندر کی۔ اکثر بڑی بڑی گیلیاں دیار اور کئی کئی دیکھنے میں آئیں۔ جب یہ پُورانی ہو جاتی ہیں۔ تو اُن کے درمیان میں کھوکھلا پن ہو جاتا ہے جس کو خریدار پسند نہیں کرتے۔ اُسکو سلوک کہتے ہیں۔ وہاں سے آکر پھر شام کو ست سنگ سے پہلے حضور مہاراج جی دریائے جہلم کے کنارے دھوپ میں گھومنے تشریف لے گئے۔ اچھا لطف رہا۔ اُس کے بعد ۵ بجے ست سنگ میں تشریف لے گئے۔ وہاں بڑے مزے کا ست سنگ ہوا۔ "جگ میں گھور اندھیرا بھاری تن میں تم کا کھنڈارا،" گرنتھ صاحب میں سے "بکھ پو سنبھالا دیا" لئے گئے۔ خوب زور سے حضور نے تشریح کی۔ لوگوں کی تعداد بہت تھی۔ سب نے خاموشی سے حضور کی تقریر سنی۔ حضور نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ذابح البقر۔ دائم الخمر۔ اور قاطع الشجر کبھی بخشے نہیں جاویں گے۔

۳۰ نومبر کو صبح ست سنگ میں جالندھر سے سردار بھگت سنگھ کا تار ملا۔ کہ اُن کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے۔ اور غالباً نمونیہ کا بھی شبہ ہے۔ اس واسطے ست سنگ کے بعد اُس تار کو پڑھ کر مہاراج جی

نے سارے پروگرام میاں کوٹ - گجرات - وزیرآباد - گوجرانوالہ اور لاہور کے منسوخ کر دیئے - اور سب جگہ تاریں دیدیں - اور حکم دیا کہ کل صبح یہاں سے روانہ ہو کر سیدھے جالندھر شہر جاویں گے - بی بی رتی و رکھی و سردار ہربنس سنگھ و راؤ بہادر شیو دھیان سنگھ آج ہی ۳½ بجے کی فرنٹیر میل سے جالندھر روانہ ہو گئے - باقی لوگ آج رات کو ۹ بجے کی گاڑی میں جا رہے ہیں - اور کچھ کل صبح ، بجے کی گاڑی میں چلے جاویں گے - آج تقریباً ۱۵۰ مرد و زن کو نام کشمیر ہاؤس میں ہی دیا گیا - حضور نے سارا دن صرف دودھ پر گذارہ کیا - نام دے کر ۴ بجے اشنان کیا - اور پھر ۵ بجے شہر میں ست سنگ دینے چلے گئے - کھانا صرف رات کو شاید کھا دیا - گویا صبح ۸ بجے سے لیکر رات کے ۸ بجے تک سارا دن کام ہی میں گذار دیا - ایسی سخت محنت سے حضور ست سنگ کو ترقی دے رہے ہیں - شام کے ست سنگ میں سوامی جی کی بانی میں سے "ست گورو کا نام پکار دو" اور گرنتھ صاحب میں سے "جہاں دیکھاں تہاں دین دیالا" لئے گئے - اور اُسکے بعد ملار کی وار کا ۲۷ واں شلوک پورے گورو کی پہچان کے بارے میں پڑھ کر سنایا گیا - پھر "دل کا حجرہ صاف کرجاناں کے آنے کے لئے" لیا گیا - اُس کے بعد پرشاد تقسیم ہو کر ست سنگ سماپت ہوا -

یکم دسمبر ۱۹۴۵ء کو ہم صبح ۵ بجے بیدار ہو گئے - اسباب باندھ نوکروں کو جہلم سے سات بجے کی گاڑی کے لئے اسباب دیگر ٹانگوں میں ریلوے سٹیشن پر بھیجدیا - اور پو پھٹتے ہی لالہ ملکھی رام صاحب ٹھیکیدار جنگلات جہلم لواسی تشریف لے آئے - اُن کے ہمراہ ست سنگ گھر جہلم میں سنگت کو درشن دینے گئے - میں اور بھائی شادی تو کار میں بیٹھے رہے - سردی کا وقت تھا حضور ست سنگ میں چبوترے پر جا بیٹھے اور ست سنگیوں سے بچن کرتے رہے - وہاں سے ½۸ بجے چل کر سیدھے گجرات شہر کے مقابل آ پہنچے - جہاں کہ سڑک اعظم سے ایک سڑک بائیں ہاتھ کو گجرات سول سٹیشن میں سے ہو کر ست سنگی لوگ ہم کو ایک مکان میں لے گئے - وہاں "جائے تنگ است و مرد ماں بسیار" والا معاملہ تھا - تنگ کمرے تھے جن میں لوگ کھچا کھچ بھرے تھے کار تو دور چھوڑ دی - وہاں تک پیدل پہنچے - میں اندر نہیں جا سکا - کیونکہ اندر جانے کو جگہ ہی نہ تھی - وہاں سے کار میں سوار ہو کر پھر دوسرے محلے میں گئے - وہاں بھی وہی حساب تھا - چند چند منٹ دونوں مکانوں میں دے کر حضور کار میں بیٹھ گئے - انتظام اچھا نہ تھا - اگر ست سنگی لوگ منتظم ہوتے تو پاس ایک بڑا پلیٹ فارم تھا - اُس کو عاریتاً لے کر ست سنگ کا انتظام کر کے سب سنگت اور شہر والوں کا فائدہ کرتے - گجرات سے چل کر بر لب سڑک پولیس سٹیشن کے پاس ست سنگی جن کی تعداد یک صد سے کم ہی ہوگی جمع تھے - وہاں ۴ - ۵ منٹ باتیں کر گوجرانوالہ - کاموں کی - مرید کی - میں سے ہوتے ہوئے شاہدرہ کے پٹرول پمپ پر آ کر دم لیا -

راستے میں گدھ مُردار کی تلاش میں پھر رہے تھے۔حضورؐ نے فرمایا۔دیکھو کال کتنی سخت سزا دیتا ہے۔ یہ بیچارے من اور اندریوں کی وجہ سے اِس حالت کو پہنچے ہیں۔میں نے عرض کی کہ جس کو حضور نہ بچاویں وہ اپنے آپ نہیں بچ سکتا۔شاہدرے سے ست سنگ گھر میں گئے۔وہاں ہُو کا عالم تھا۔صرف ایک بہرہ سا چوکیدار پھاٹک بند کئے ہوئے کھڑا تھا۔وہاں سے ہو کر سیدھے امرتسر کچہری میں گئے۔وہاں ٹائر ٹیوب کے خریدنے کا پرمٹ لیا۔اور ہال بازار کے باہر دوکان سے یہ دونوں چیزیں خرید کر لالہ ارجن داس مہتم انہار کی کوٹھی پر اپنا پھٹا ہوا ٹائر چھوڑا۔اور وہاں سے سیدھے بیاس ریلوے سٹیشن کے متصل کوٹھی رادھا سوامی میں آئے۔اسباب کھولا اور کھانا جو ساتھ لائے تھے گرم کر کے کھایا۔کھانا کھا کر سردار بھگت سنگھ صاحب کی کوٹھی پر گئے۔

سردار صاحب بالاخانے سے باہر برآمدے میں پلنگ پر لیٹے تھے۔بہت کمزوری کی حالت تھی۔ پتہ لگا کہ پرسوں کیسی اشنان کی وجہ سے اُن کو بلغم کی تکلیف ہو گئی تھی۔بلغم خارج نہیں ہوتی تھی۔ اُس کے لئے پنسلین کے انجکشن دیئے گئے۔کمزوری غایت درجہ کی ہے۔صرف بکری کا دُودھ تین گُنا پانی میں ملا کر یا ہارلک (HORLICK) کا دُودھ لیتے ہیں۔دال کا پانی تک ہضم نہیں ہوتا۔جی متلاتا ہے۔ سردار صاحب نے ست سنگ کی بڑی خدمت کی ہے۔سب ست سنگت دل سے اُن کی صحت یابی کی آرزو مند ہے۔حضورؐ کو بھی اُن کا بڑا دھیان ہے۔اگر فرماتے ہیں کرم کرم ہیں۔جالندھر سے شام کو ۵ بجے کے بعد چل کر اندھیرا ہونے سے پہلے ڈیرے آ پہنچے۔

باب سولہواں

حالاتِ قیام ڈیرہ و دَورہ سیالکوٹ و گوجرانوالہ

۲ر دسمبر ۱۹۴۵ء کی صبح کو ۹ بجے کے بعد حضور میرے دفتر میں تشریف لائے۔ اور ڈاک سُنی۔ اُس کے بعد فرمایا کہ سیالکوٹ سے ۲ دوست سنگی رات زیادہ لے کر میرے پاس آئے تھے۔ کہ ہم کو ضرور وقت دیا جاوے۔ سو غالباً پرسوں سیالکوٹ و گوجرانوالہ تشریف لے جاویں گے۔ آج انوراگ ساگر میں سے رانی اندرمتی کا پرسنگ لیا گیا۔ قابل پڑھنے کے ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اِس کا انگریزی میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔ جو کہ بڑا مشکل کام ہے۔ رانی اندرمتی کو کبیر صاحب اُن کے ست گُورو نے کہد یا۔ کہ دیکھو تم کو کال سانپ بن کر ڈس لے گا۔ مگر تم فکر نہ کرنا اور شبد کی طرف توجہ کرنا۔ اور پھر اُس کے بعد کال میرا رُوپ دھار کر تم کو کہے گا۔ کہ میں تیرا گُورو ہوں۔ تم میرے چرنوں پر متھا ٹیکو۔ مگر تم نے دیکھ لینا۔ اُس کی آنکھیں۔ ماتھا اور چرن میرے سے کچھ مختلف ہوں گے۔ یعنی اُس کی آنکھوں میں لال پیلے ڈورے ہوں گے۔ اُس کا ماتھا کشادہ نہ ہوگا۔ چنانچہ جب اندرمتی کبیر صاحب کا ست سنگ سُن کر گھر آئی تو آتے ہی اُس کو سانپ نے ڈسا۔ راجہ نے گھبرا کر سانپ کا جادو کرنے والے بُلائے ڈاکٹر وید بلائے (یہ دوا پر جگ کا ذکر ہے۔ اُس وقت کبیر صاحب کا نام کُرنامے تھا) مگر رانی نے اُن سب کو باہر نکال دیا۔ اور خود شبد کا دھیان کیا۔ زہر دُور ہو گئی۔

ایسے ہی مستری شادی کے ساتھ واقعہ ہوئی۔ جب وہ سکندر پور سے مرسے ریلوے سٹیشن پر آ رہا تھا تو راستے میں سانپ نے کاٹا ٹانگ پر۔ سٹیشن پر آتے آتے حالت دِگرگوں ہو گئی۔ جب ریل پر سوار ہوا۔ تو حضور کو بتایا۔ حضور نے جھمنڈا سنگ ست سنگی کو کہا کہ فوراً نیم کے پتے ٹہنی سمیت لاؤ۔ اور سمرن کرتے ہوئے نیم کی ٹہنی سے PASSES کرو۔ آدھ گھنٹے میں زہر جاتی رہی۔ اِس واسطے یہ مبالغہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ رانی کا زہر شبد سُننے سے کیسے اتر گیا۔

پھر جب کال کبیر صاحب کا رُوپ دھر کر آیا۔ تو رانی اُس وقت پلنگ پر لیٹ رہی تھی۔ کال نے کہا۔ اری اُٹھو۔ مَیں تمہارا گُورو ہوں۔ کیا تم مجھ کو بھول گئی۔ مَیں نے تم کو گور منتر دیا تھا۔ رانی نے غور سے دیکھا۔ تو تاڑ گئی کہ یہ کال ہے۔ اور کبیر صاحب کا رُوپ دھر کر آیا ہے۔ چارپائی پر ڈٹی رہی۔ آخر کار کال نے بہت

غصے میں ہو کر اُس کے مُنہ پر ایک چپیڑ دی اور رانی بے ہوش ہو گئی۔ اُس وقت کبیر صاحب پر گٹ ہو گئے۔ اور کال بھاگ گیا۔ جب کبیر صاحب رانی کو پار برہم میں لے گئے تو وہاں کے ہنس بڑے خوش ہوئے۔ کہ اے رُوح تو دھن ہے جو کال اور مایا کے جال کو توڑ کر ست گُورو کی شرن لے کر یہاں پہنچ گئی۔ اور پھر اُس کے بعد کبیر صاحب اُس کو ست لوک لے گئے۔ اور ست پُرش سے عرض کی کہ حضور کا پیو درشن کو آیا ہے۔ کنول کھلا اور سب ہنسوں نے ست پُرش کے درشن پائے اور سب کا پرکاش ۱۶ سُورج کا ہو گیا۔ اُس کے بعد امرت تقسیم کیا گیا۔ اور کنول سمپٹ ہو گیا اور ہنس اپنے اپنے دیپوں کو گئے۔

جب اندرمتی کے خاوند راجہ چندر روپ کا انت سمے آیا تو رانی نے کبیر صاحب سے عرض کی۔ کہ اے جناب! اگرچہ میرا خاوند مات لوک میں آپ کا بھگت نہ تھا۔ مگر مجھ سے اُس کو بہت پریم تھا۔ اور مجھے کبھی سادھو سیوا سے نہ روکتا تھا۔ اور آپ کے ست سنگ میں جانے سے کبھی نہ روکتا تھا۔ اگر روکتا تو وہ میرا مالک تھا روک سکتا تھا۔ آپ اُس کو یہاں ست لوک میں لے آئیں۔ کبیر صاحب یہ بچن سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اور راجہ کے دلیش میں پہنچے۔ اُس وقت راجہ شریر تیاگ رہا تھا۔ جم دُوت اُس کا بُرا حال کر رہے تھے۔ اور وہ بیاکُل تھا۔ کبیر صاحب نے اُس کو جم دُوتوں سے چھڑا لیا۔ اور ست لوک لے آئے۔ جب راجہ ست لوک پہنچا۔ تو رانی نے اُس کے پاؤں پر متھا ٹیکا۔ راجہ نے تعجب کیا کہ اے ہنس تم کیوں مجھ کو چرنوں پر پرنام کرتے ہو۔ تمہارا انگ چمک رہا ہے۔ اس پر رانی نے بتایا کہ میں تمہاری استری ہوں۔ راجہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ دھن ہو۔ ساری دُنیا کی عورتیں بھی ایسی ہوں۔ جو کہ اپنی بھگتی سے اپنے خاوندوں کا اُدھار کریں۔

حالات دورۂ سیالکوٹ و گوجرانوالہ

۱۴ر دسمبر کی صبح کے ۹ بجے ڈیرے سے چل کر پہلے امرتسر ست سنگ گھر میں آئے۔ وہاں ۵ منٹ سنگت کو درشن دیکر لاہور ست سنگ گھر پہنچے۔ جہاں کہ سردار کرپال سنگھ کے ہمراہ بہت سی سنگت جمع تھی وہاں بھی ۵-۶ منٹ ہی ٹھہرے۔ پھر وہاں سے مُریدکی۔ کاموں کی۔ گوجرانوالہ کی سنگتوں کو درشن دیتے ہوئے وزیرآباد پہنچے۔ وزیرآباد سے دائیں ہاتھ کو سیالکوٹ جانے والی پکی سڑک مُڑتی ہے۔ شہر کے جنوبی کنارے کے برابر برابر جاتی ہے۔ یہاں آمدورفت زیادہ نہ تھی۔ راستے میں کرم آباد۔ سوہدرہ قصبے بائیں ہاتھ کو آتے ہیں۔ پھر سمبھڑیاں واگو کی میں سنگتیں موجود تھیں۔ اُن کے پاس ایک ایک منٹ ٹھہر کر آگے جب شہر سیالکوٹ ۳ میل رہ گیا تو کارخانے نظر آئے۔ یہاں سے ایک سڑک بائیں ہاتھ کو چھاؤنی کو جاتی ہے۔ دائیں ہاتھ کی سڑک کچہری دکچہری بازار میں سے ہو کر ریلوے روڈ کو آ رہی ہے۔ ریلوے روڈ پر ریلوے سٹیشن کے سامنے لالہ بھگوان داس اگروال موجود تھے۔ اُن کے بالاخانہ پر ٹھہر گئے۔ جو کہ ریلوے سٹیشن کے عین بالمقابل ہے

ست سنگ کے لئے پاس ہی گلی میں ایک بڑا کھُلا میدان ہے ۔ جس کے چاروں طرف دیواریں ہیں ۔ کرائے پر ست سنگ کے لئے لیا گیا تھا ۔

یہاں سیالکوٹ کے ست سنگیوں کے لئے حضور کی آمد بہت ناگہانی تھی ۔ کیونکہ اُن کو حضور کی آمد کی تار صرف آج دس بجے ہی ملی تھی ۔ اور اُن کا خیال تھا کہ شام کو تشریف لاویں گے ۔ مگر حضور ½۲ بجے دوپہر کو ہی آپہنچے ۔ اِس واسطے صرف چند آدمی ہی موجود تھے ۔ مگر جُوں جُوں لوگوں کو پتہ لگا حضور کی قیام گاہ پر آتے گئے ۔ حضور بڑے ہال میں تشریف رکھ کر درشن دیتے رہے ۔ درشن دے کر اندر اپنے کمرے میں تشریف لے گئے ۔ شام کو ۵ بجے ست سنگ ہوا ۔ مگر زیادہ حاضری نہ تھی ۔ دُوسرے دن ۵ ر دسمبر کی صبح کو ۸ بجے ست سنگ شروع ہوا ۔ جموں ۔ وزیر آباد ۔ اگوکی وغیرہ اِرد گِرد کے قصبات و دیہات سے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے ۔ میدان بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔ گُورو گرنتھ صاحب میں سے "جہاں دیکھاں تہاں دین دیالا آئے نہ جائی پربھو کرپالا" لیا گیا ۔ "جنہ دس ہاٹ دیوے دوئے ساکھی" کا ارتھ حضور نے یہ کیا کہ اندر چودہ طبق ہیں اور دونوں آنکھوں کے بیچ میں سے راستہ ہے ۔

دوپہر کو ایک بجے کار میں موضع کھُوڈیاں جو کہ سیالکوٹ ڈسکہ کچا روڈ پر ہے ۔ تشریف لے گئے ۔ پہلے ۸ میل تو کچی مگر بہت چوڑی پُورانے وقتوں کی بادشاہی سڑک پر ڈسکہ کی طرف گئے ۔ اس سڑک پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت سیالکوٹ ڈسٹرکٹ بورڈ نے METALLED ROAD تیار کرنے کا اِرادہ کیا ہوگا ۔ مگر اینٹوں کا SOLING کرکے ہی چھوڑ دیا ۔ وہ سولنگ کہیں کہیں سے اُکھڑا ہوا تھا ۔ اور بعد میں اُکھاڑا ہوا ۔ اور اینٹیں ڈھیر لگا کر ایک جگہ رکھی ہوئی تھیں ۔ مستری شادی بولی ۔ دیکھو یہ تو سولن کرکے ہی چھوڑ دیا ۔ پھر کہنے لگا یہ تو سولن ہی اُکھاڑ لیا ۔ یہ راستہ موٹر کار کے لئے بہت خراب تھا ۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ کو ۳ میل اور موڑ توڑ کا راستہ جس کے آر پار کئی جگہ پانی کی آڈیں بنی ہوئی تھیں آیا ۔ بڑی مشکل سے گاؤں کے باہر پہلے تو وہاں سے اُتر کر گاؤں کے بہت سے مرد و عورتیں ہمارے پیچھے پیچھے ہولئے ۔ اور بڑی دھول اُڑی ۔ نصف میل پر جا کر ست سنگ گھر آگیا ۔ تو شکر کیا کہ خیر اب آرام سے بیٹھیں گے تو سہی ۔ وہاں ½۲ بج چکے تھے ۔ اِس واسطے گرنتھ صاحب میں سے ایک شبد لیا گیا " اِس گُپھا میں اکھُٹ بھنڈارا" یعنی اس وجُود میں بے شمار خزانے ہیں ۔ اِس کے بعد وہاں کے ایک ست سنگی کے گھر چرن ڈال کر حضور کار میں واپس ½۴ بجے سیالکوٹ آپہنچے ۔ اور گرد و غبار کو صاف کرکے ست سنگ میں جانے کو تیار ہوگئے ۔ یہ ہے حضور کی محنت شاقہ اِس عمر میں جس کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ کون اس قدر محنت پرو پکار کے لئے کرتا ہے ۔ شام کے ست سنگت میں کافی سنگت تھی ۔ سارا پنڈال بھرا ہوا تھا ۔ حضور نے "جگ میں گھور اندھیرا بھاری"

اور "کچھ بوہتھا لا دیا" لئے اور بڑے زور سے دیا کھیا کی کسی مذہب پر کبھی کوئی حملہ یا اعتراض نہیں ہوتا۔ بلکہ سب مذہبوں کے بنیادی اصول ایک ہی ہیں یہ کہا جاتا ہے۔ اور سب مذہبوں کا خدا ایک ہی ہے۔ اور اُس کے ملنے کا طریقہ بھی ایک ہی ہے۔ صرف ہر ایک مذہب کی شریعت الگ الگ ہے۔

ست سنگ کے بعد حضور کار میں چھاؤنی سیالکوٹ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور کمپنی باغ میں سے ہوتے ہوئے پھر قیام گاہ پر واپس آ گئے۔ ایک نالہ شہر کے پاس سے بہتا ہے۔ اور حضور نے فرمایا کہ اس نالہ کے نیچے کے رُخ بیر صاحب کا گوردوارہ ہے۔ جہاں حضور بابا جی مہاراج نے ایک دفعہ جا کر ست سنگ کیا تھا۔ اور بابا کھڑگ سنگھ جی کے پتا اُن کے ست سنگی تھے۔ شہر سیالکوٹ کی آب و ہوا بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں کے لوگ دراز قد اور تنومند ہیں۔

۶ر دسمبر۔ آج صبح کے ست سنگ میں گورو نانک جی کا شبد "کام کرودھ پر ہر پر نندا ؛ لب لوبھ تج ہوئے نچندا" لیا گیا۔ شام کو اس قدر سنگت جمع ہوئی کہ سارا میدان بھر گیا۔ اور تل دھرنے کو جگہ نہیں رہی کیونکہ لوگوں کو جو کہ دفتروں میں ملازم ہیں ۴ بجے کے بعد چھٹی ملتی ہے۔ حضور نے کبیر صاحب کا شبد "کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے" لیا۔ مگر میرا خیال ہے کہ بہت تھوڑے لوگ اس کو پوری طرح سمجھتے ہوں گے۔ ہاں جو ست سنگی ہیں یا جنہوں نے پہلے ست سنگ سُنے ہیں۔ اُن کی سمجھ میں آیا ہوگا۔ اگرچہ مہاراج جی نے اپنی طرف سے سمجھانے کی کوشش کی۔ میرا یہ خیال اس وجہ سے ہے۔ کہ ایک دفعہ فیروز پور میں جب یہ شبد لیا گیا۔ اور حضور نے اس کی تشریح کی تو ایک لائق و قابل ہندو سیشن جج صاحب نے جو میرے پاس بیٹھے تھے بتایا کہ میری سمجھ سے یہ باہر ہے۔

آج کئی سَو لوگوں کو نام دیا گیا۔ دوپہر کے وقت۔ گویا حضور کو صبح کے ۷ بجے سے لیکر شام کے ست سنگ کے خاتمہ ۷ بجے تک کام کرنا پڑا۔ حضور نے سوائے دُودھ کے کچھ نہیں کھایا۔ رات کے ۷ ½ بجے قریب دو سکھ جنٹلمین بحث کرنے آئے کہ گورو گرنتھ صاحب ہی گورو ہے۔ کسی دیہہ دھاری گورو کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ دسویں گورو اپنی بانی میں یہ فرما گئے ہیں۔ کہ "سب سکھن کو حکم ہے گورو مانیو گرنتھ"۔ حضور نے فرمایا کہ یہ واک دسویں پادشاہ کا نہیں۔ بلکہ بھائی پرہلاد سنگھ کا ہے۔ جو کہ گورو دسویں بادشاہ سے ۶ سال بعد ہوئے ہیں۔ مگر یہ لوگ کب ماننے والے تھے۔ کہنے لگے کہ تمہارے سیوک اندھ وشواسی ہیں۔ حالانکہ اندھ وشواسی وہ ہیں جو صرف کتاب پر اعتبار کرتے ہیں۔ سنتوں کے پیرو اندر دیکھ کر وشواس کرتے ہیں۔ اُن کے چلے جانے کے بعد سردار خزان سنگھ صاحب پی سی ایس۔ پنشن یافتہ جو بہت سالوں سے مہاراج جی سے واقف ہیں تشریف لائے۔ سردار صاحب کو تصنیف و تالیف کا شوق ہے۔ پہلے سکھوں

کی تواریخ لکھ چکے ہیں۔ اب کوئی اور کتاب لکھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

۷ر دسمبر کی صبح کو پہلے تو حضور نے سنگت کو درشن دیئے پھر ایک ست سنگی کے غیر ست سنگی بیمار بھائی کو درشن دینے شہر کے ایک محلہ میں تشریف لے گئے۔ بیمار کو ہوش زیادہ نہ تھی۔ وہاں سے آتے ہی موٹر کار میں بیٹھتے ہی حضور کو سخت کھانسی کا دورہ ہوا۔ اور کئی منٹ تک رہا۔ چھوٹی سی شیشی میں سے ہومیو پیتھک دوائی کی باریک گولیاں منہ میں ڈالیں تو آرام ہوا۔ وہاں سے پٹرول ڈلوا کر وزیر آباد کو روانہ ہو گئے۔ راستے میں فرمایا کہ اس بیمار کے بہت ہی سخت کرم ہیں۔ میں نے کہا بیشک ہم ایسے ہی ہیں۔ حضور ہی بخشنے والے ہیں۔ پھر وہاں سے چند میل چل کر دائیں ہاتھ گوجرانوالہ کی قصبہ سڑک سے نزدیک ہی ہے۔ وہاں کی سنگت لے گئی۔ اور ایک مکان میں سنگت کو درشن دیکر وزیر آباد ۹ بجے آ پہنچے۔ وہاں لالہ ملکھی رام صاحب ٹھیکیدار جنگلات نے بر لب دریائے چناب ایک احاطہ میں ست سنگ کا انتظام کر رکھا تھا۔ اگرچہ حاضرین کی تعداد بہت کم تھی تاہم یہ تعداد بڑھتی چلی گئی۔ کچھ لوگ شہر سے کچھ ریل گاڑیوں میں باہر سے آتے رہے۔ "نامے ہی تے سب کچھ ہوا بن سنگورو نام نہ جاپے" گورو گرنتھ صاحب میں سے لیا گیا۔ چند اہلِ اسلام بھی موجود تھے۔ اس کے بعد دس بجے اپنی قیام گاہ کشمیر جموں ریاست کے بنگلہ میں آ گئے۔ آج موسم ابر آلود ہے۔ دھوپ کم سردی زیادہ۔ شام کو پھر ۸ بجے ست سنگ ہوا۔

ایک مولوی صاحب بمعہ ایک خادم کے ست سنگ میں تشریف لائے پہلے بہت ادب سے جھک کر کورنش بجا لائے۔ پھر زمین پر بیٹھ کر ماتھا ٹیک کر سلام کیا۔ اور بڑے غور سے ست سنگ سن کر جب جانے لگے تو پیٹھ حضور کی طرف نہ کی۔ حضور نے مولوی رومؒ و شمس تبریزؒ وغیرہ میں سے حوالے دیکر ست سنگ کیا۔ وزیر آباد میں کسی کو نام نہیں دیا گیا۔ وزیر آباد صبح ۸ بجے ست سنگت کو ست سنگ گھر میں درشن دے کر گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اس سارے دورے میں حضور نے کسی کا کھانا نہیں کھایا۔ جہاں جہاں گئے اپنے کھانے کا الگ انتظام کیا۔ کسی کے سر پر بوجھ نہیں ڈالا۔

گوجرانوالہ پہلے ست سنگ گھر میں تشریف لائے۔ ابھی تک چند لوگ موجود تھے ۹ بجے کا وقت تھا۔ پنڈت پربھو دیال سب جج صاحب حضور کو اپنی کوٹھی واقعہ سول لائن لے گئے۔ وہیں ٹھہرایا۔ یہ کوٹھی بہت وسیع ہے ہم میں سے ہر ایک کو الگ الگ کمرہ رہنے کو دیا گیا۔ ایک مولوی صاحب تشریف لائے۔ بتایا کہ میں موہڑا شریف، گولڑا شریف اور تونسہ شریف کے سب پیروں سے واقف ہوں۔ اور بیعت موہڑا شریف نزد کوٹھری والوں سے کی۔ قرآن و عربی و فارسی کے عالم ہیں۔ اور قرآن پر پورا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حضور کو کہا۔ کہ ہمیں لطائف ستہ یعنی قلب کا عمل بتایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ دو قسم کے فقیر ہندو اور مسلمانوں میں ہوتے ہیں۔ ایک درجات سفلی۔ جن کا کورس آنکھوں کے نیچے تک ہے یا حد مقام اللہ تک۔ دوسرے علوی جن کا کورس

آنکھوں سے اوپر شروع ہو کر مقامِ حق یعنی ست لوک تک جاتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مرشد کامل مانند مالی کے ہے۔ اگر مالک مالی کو کہے کہ فلاں بوٹا یا پودہ خواہ وہ کیسا ہی قیمتی یا سرسبز ہو اُکھاڑ پھینکو تو اس کو حکم ماننا پڑے گا۔ اسی طرح گدی نشین مقرر کرنا مالک کے اختیار میں ہے۔ حضور نے پوچھا کہ قرآن شریف کی ہر سورت کے شروع میں جو حروف آتے ہیں۔ جن کو مقطعات کہتے ہیں۔ ان سے کیا مراد ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ کسی کو اس رازِ حقیقی کا علم نہیں۔ ہاں بعض لوگوں نے علم منطق اور عقل کے زور سے ان کے معنی نکالے ہیں۔ مگر وہ قاطع نہیں ہیں۔ اس کے بعد حضور دس بجے ست سنگ میں تشریف لے گئے۔ اور شام کو پھر ست سنگ ۴½ بجے ہوا۔ "نامے ہی تے سب کچھ ہوا"۔ "تیریاں کھانیں تیریاں بانیں۔ بن نامے سب بھرم بھلانیں"۔ آسا کی وار کا ۲۶واں شلوک کبھی پورے گورو کی پہچان کے بارے میں لیا گیا۔ ست سنگ سے پہلے حضور ۳½ بجے ایک مکان من موہن نواس میں تشریف لے گئے اور بالا خانے میں بیٹھ کر حاجت مند لوگوں کو ایک گھنٹہ وقت دیا۔ ایک نے پوچھا کہ بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جب روح نباتات کیڑے۔ پرندے۔ حیوانات سے ترقی کرتی کرتی انسان کے معراج تک پہونچ جاوے تو پھر کبھی اس سے نیچے نہیں جاتی۔ کیا یہ درست ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ اگر انسان ہو کر انسان جیسے کام کرے گا۔ تو بیشک ترقی کریگا۔ اگر حیوانوں جیسے یا دیگر بد اعمال کرے گا تو کیوں نچلی ہستیوں میں نہ جاوے گا۔ شمس تبریز نے کہا ہے ؎

"صد سالہ رہ است از تو تا بجدانی ۔ دِگر صد سالہ از انسانی تا مسلمانی"

شام کو ست سنگ پھر ہوا۔ زیادہ تر گورو گرنتھ صاحب میں سے پڑھا گیا۔ رات کو کسی نے آکر حضور کو تکلیف نہیں دی۔

۹ر دسمبر کو ۹½ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ "نام کا نرنے" لیا گیا۔ اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "نینہو نیند پر درِشٹ وِکار ۔ سرون سوئے سُن نیند وبچار" لیا گیا۔ نام سے مطلب اُس آواز یا انحد شبد کا ہے۔ جو کہ انسان کے اندر ہر وقت ہو رہی ہے۔ اس کو گورو نانک صاحب شبد اور وید ناد کہتے ہیں۔ دوسرے شبد میں گورو نانک صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ حواسِ خمسہ دنیاوی لذات میں پھنس کر عالم بالا سے بے خبر ہو گئے۔ اب کسی مرشدِ کامل کی مدد کے بغیر جاگ نہیں سکتے۔ ست سنگ سے پہلے ہندو سب جج صاحبان حضور سے وقت لیتے آئے۔ اور ست سنگ کے بعد ایک مولوی صاحب اور ایک بڑے افسر نے وقت لیا۔ پھر ایک بجے حضور لوگوں کو نام دینے "من موہن نواس" میں تشریف لے گئے۔ اور کوئی ڈیڑھ سو آدمیوں کو نام دے کر شام کے ۳½ بجے واپس آئے۔ اور نہا کر ناشتہ کیا۔ اور پھر ۴½ بجے شام کا ست سنگ دینے تشریف لے گئے۔ خلقت کا ہجوم اس قدر تھا۔ کہ سارا میدان بھرا ہوا تھا۔ اور حضور نے بڑے زور سے

سار بچن نظم میں سے "جگ میں گھور اندھیر ابھاری" اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "بکھ بوہتھا لادیا" پڑھوا کر تشریح کی۔ اِس قدر مجمع جوان لڑکوں۔ بوڑھوں۔ عورتوں اور لڑکیوں کا تھا۔ مگر حضور کی تقریر اِس قدر دل پذیر تھی۔ کہ کسی نے چوں تک نہ کی۔ اور جب ست سنگ ۱/۲ ۶ بجے ختم ہوا تو پنڈال میں سے نکلنے کو راستہ نہ تھا۔ حضور تقریباً نصف گھنٹہ اندر انتظار کرتے رہے۔ بعد میں کار میں لنگر تشریف لے گئے۔ جب گھر جج صاحب کی کوٹھی پر آئے تو چند سردار صاحبان تشریف لے آئے۔ اُن کو وقت دیا۔ اور پھر دو سردار صاحبان کو نام دیا۔

دوسرے دن جج صاحب کی کوٹھی میں ہی سنگت کو درشن دے کر گوجرانوالہ سے چل کر کاموں کی پہنچے وہاں بازار میں سے گذر کر ایک جگہ جو چاردیواری سے محدود تھی۔ اُس میں ست سنگ گورو گرنتھ صاحب میں سے کیا گیا۔ کیونکہ یہاں کی آبادی زیادہ تر سکھ اور روڑوں کی ہے۔ جو کہ یہاں بوجہ دھانوں، چاولوں کی منڈی ہونے کے باہر سے آکر آباد ہو گئے ہیں۔ یہ سب آبادی نئی ہے۔ وہاں سے رخصت ہو کر ۱/۲ ۱ بجے کے قریب مریدکی میں سے گذرے۔ یہاں بھی ست سنگ کرنا تھا۔ مگر سڑک پر کوئی ست سنگی راستہ بتانے کے لئے موجود نہ تھا۔ اِس واسطے سیدھے لاہور آئے۔ وہاں سے شام کے تین بجے میاں میر کی چھاؤنی کے پرلے سرے پر ٹرک وغیرہ جو محکمہ فوج نے نیلام کرنے تھے۔ اُن کو دیکھنے گئے۔ کئی قسم کے ٹرک تھے بعض تو بڑے بڑے بھاری ربڑ کے پہیوں کے اُوپر کھڑے تھے جن پر سینکڑوں من بوجھ لادا جا سکتا ہے۔ وہاں سے واپس آکر ۵ بجے ست سنگ ہوا۔ حضور دوسرے دن بھی لاہور ہی رہے۔ لاہور سے امرتسر ہوتے ہوئے ۱۲ ردسمبر کو ڈیرے آپہنچے۔

باب سترہواں

حالات دورۂ کالُوکی بڑ و قیام ڈیرہ

۱۵ر دسمبر کو چونکہ پوہ کی سنگرانت تھی ۸ بجے صبح سنگرانت کا ست سنگ کر کے ۱۲ بجے کے قریب کالُو کی بڑ جانے کے لئے جالندھر کو روانہ ہوئے۔ سردار صاحب کے پاس آئے۔ جو کہ کافی بیمار ہیں۔ اور ڈاکٹر۔ وَئید۔ حکیم سب مایُوس ہو چکے ہیں۔ صرف حضور دین دیال کی دیا ہی اُن کو شفا دے سکتی ہے۔ جالندھر میں حضُور نے سردار صاحب کا معائینہ سوامی برہمانند وَئید ڈیرہ۔ وَئید صاحب جالندھری۔ اور وَئید صاحب اگی چٹی اور ایک دیگر حکیم سے کروایا۔ اور سوامی برہمانند کو حکم دیا کہ سردار صاحب کا مُعالجہ کریں۔ اُس کے بعد ہوشیار پور پر وفیسر سکھیراج کی کوٹھی پر ۵ منٹ ٹھہرے۔ کیونکہ اندھیرے سے پہلے پہلے کالُو کی بڑ پہنچنا ضرُوری تھا۔ کالُو کی بڑ کے راستے کے اخیر ۵-۶ میل چنت پورنی سے پرے صِرف دن کے اُجالے ہی میں موٹر کاریں طے ہو سکتے ہیں۔ راستہ بہت خطرناک ہے۔ اندھیرے سے پہلے ہی کالُو کی بڑ پہنچے۔ بی بی لاجونتی وگیان پہلے سے ہی پہنچے ہوئے تھے۔

حضُور کا استقبال باجے سے کیا گیا۔ ہوا بہت سرد تھی۔ اور شمال مغرب سے آندھی کی شکل میں چل رہی تھی۔ شمال مغرب کو دھرم سالہ و یول کیمپ کے اُوپر برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑیاں نظر آتی ہیں۔ دن کو دُھوپ میں برف دُور سے سفید سفید چمکتی ہوئی نظر پڑتی ہے۔ مگر جب ہوا اُس برف میں سے جسم کو لگتی ہے تو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ یہ پہاڑ آج کل سویا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ گرمیوں میں تو سامنے والے راستے میں بہت سی آمد و رفت تھی۔ اب نہ تو آمد و رفت ہے۔ نہ کوئی آواز سُنائی دیتی ہے۔ گائے بکریاں بھی نظر نہیں آتیں۔ ست سنگ ۳½ بجے شام کے کل ۱۷ر دسمبر کو شروع ہوا۔ اور ۵ بجے ختم ہو گیا۔ حاضری کم تھی۔ کیونکہ یہاں سردی کافی ہو جاتی ہے۔ غریب لوگ بال بچوں کو لے کر یا اکیلے بغیر بستر ے کے دُور سے نہیں آسکتے۔ تاہم ۲۰ر دسمبر کو حاضری کافی تھی۔ لاؤڈ سپیکر لگایا گیا۔ لوگ نام کے خواہشمند تھے۔ مگر اب کی دفعہ کسی کو نام نہیں دیا گیا۔ ۲۱ر دسمبر کو ۱۲ بجے سے ۲½ بجے دوپہر تک کنوئیں کا موقعہ دیکھتے پھرے۔ ایک کنواں جو پہلے اِس راستے پر لگا ہے۔ جو بیل والے جوہڑ سے ہٹیری کو جاتا ہے۔ اُس کے سامنے اپنی زمین میں کنواں لگانے کی تجویز ہے۔

۲۲ر دسمبر کو ۸ بجے پروفیسر پوری نے ہوشیار پور میں ٹی پارٹی کے لئے ضلع کے ڈپٹی کمشنر۔ سپرنٹنڈنٹ

پولیس و دیگر افسران اور وکلا وغیرہ کو مدعو کیا ہوا تھا۔ اِس واسطے حضور ۱۲ بجے چل کر ۳ بجے کے قریب ہوشیار پور پہنچ گئے۔ راستے میں مبارک پور۔ گگریٹ۔ منگووال۔ مکھالہ۔ آدم .... میں ست سنگیوں کو درشن ۵۔ ۵ منٹ دیتے آئے۔ ٹی پارٹی کا انتظام پروفیسر صاحب کی کوٹھی کی چھت پر تھا۔ جہاں کہ دھوپ خوب تھی۔ کوئی ۳۰ مہمان جمع ہوئے۔ پہلے مہمانوں کی عمدہ مٹھائیوں، سموسوں اور پکوڑوں و چائے سے خاطر مدارات کی گئی۔ پھر حضور نے گورو گرنتھ صاحب میں سے " کایا کا من ات سوالیو پرو سے جس نالے "۔ شبد لے کر خوب دیا کھیان کیا۔ اور فارسی کے شعر بھی تائید میں مسلمان فقرا کے کلاموں سے پڑھ کر سنائے کہ خدا انسان کے اندر ہے۔ من سانپ بن کر روح کو اندر جانے سے روک رہا ہے۔ من کو کھڑا کرو۔ اور شبد سناؤ۔ جس سے من بس آجاوے گا اور روح اپنے گھر کو روانہ ہوگی۔ ہوشیار پور سے ۷ بجے رات کو چل کر ۹ بجے رات نئے ڈیرے آپہنچے۔

قیام ڈیرہ

۲۳ دسمبر کو ۱۲ بجے دوپہر چل کر پہلے سردار جگت سنگھ صاحب کی کوٹھی پر گئے۔ پھر وہاں سے محلہ بکرم پورہ شہر میں ست سنگ ہوا۔ گورو گرنتھ میں سے " کایا کا من ات سوالیو" اور " نالے ہی تے سب کچھ ہوا بن ست گورو نام نہ جاپے "۔ لئے گئے۔ اُس کے بعد ۵ بجے پھر سردار صاحب کی کوٹھی آئے۔ سردار صاحب کی حالت مایوس کُن ہے۔ جب سے اُن کو نمونیہ کا حملہ گزشتہ ماہ میں ہوا تھا۔ تب سے نہ تو لیٹ سکتے ہیں۔ نہ ہی بیٹھ کے سہارے تکیہ رکھ کر بیٹھ سکتے ہیں۔ بیراگن کی شکل کی لکڑی، پلنگ کے آر پار گدی دار اُن کے آگے رکھی ہے۔ جس پر سر یا بازو رکھ کر سارا دن رات بیٹھے رہتے ہیں۔ مگر حوصلہ قائم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۔ ۱۹ پوہ تک اُن کو یہ تکلیف بدستور رہے گی۔ اُن کی تکلیف کو دیکھ کر روح کانپتی ہے۔

۲۵ دسمبر ۱۹۴۵ء کل شام کے ست سنگ میں حضور نے فرمایا کہ جو سیوا کرے اُس کو چاہیئے۔ کہ سیوا کر کے جتائے نہ۔ یا سیوا کرنے کا مان نہ کرے۔ آج دو وقت ست سنگ ہوا۔ ست سنگ کے بعد دفتر میں تشریف لائے۔ وہاں کام کرتے رہے پھر جا کر ایک شخص کو نام دیا۔ پھر لوگ ملاقات کے لئے آ گئے۔ شام کو ست سنگ کے بعد بہت ساری ڈاک سُنی۔ جب میں نے ایک دو امریکہ کے خط پڑھنے چاہے۔ تو فرمایا کہ میرا دماغ کام نہیں کرتا۔ کیونکہ میں نے صبح سے ایک منٹ بھی آرام نہیں کیا۔ میں نے کام بند کر دیا۔ عرض کی کہ اب آپ بالکل آرام کریں۔ کسی کو وقت نہ دیں۔ حضور نے فرمایا کہ اگر یہ بی بیاں آرام لینے دیں گی۔ اِس پر ایک بی بی گھبرا کر بولی۔ کہ میں تو حضور کو بے آرام نہیں کرتی۔ اِس پر حضور نے یہ لطیفہ سنایا کہ ایک بھلا مانس مسافر کسی گاؤں کے پاس سے گذرا تو ایک شخص سے پوچھا کہ آیا اِس کا نام کنجروں کا گاؤں ہے۔

اِس پر وہ شخص بولا۔ کون سُسرا ایسا کہتا ہے۔ اُس بھلے مانس نے جواب دیا کہ یہیں یہی دریافت کرتا تھا۔

۲۶ دسمبر کو صبح شام دو دفعہ ست سنگ ہوا۔ اور شام کو حضور کی بانی میں سے ہاڑ اور ساون کے مہینے لئے گئے۔ جو حال نرکوں یعنی دوزخ کا ہندوؤں کے پرانوں میں درج ہے۔ وہی سوامی جی مہاراج نے مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ ست سنگ کے بعد حضور سردار بھگت سنگھ کی خبر لینے جالندھر تشریف لے گئے۔ کیونکہ خبر آئی ہے کہ وہ زیادہ بیمار ہیں۔

۲۷ دسمبر کو پھر دو دفعہ صبح شام ست سنگ ہوا۔ اب کے حاضری پچھلے سال کے بھنڈارے کی نسبت کچھ کم ہے۔ کیونکہ حضور ابھی دورہ سے واپس آ رہے ہیں۔ صبح کو بھادوں کا مہینہ وشام کو اسوج کا مہینہ سار بچن نظم سے لئے گئے۔ رات کو ڈاک سُنی۔

۲۹ دسمبر کو کھانا کھانے کے بعد دوپہر کے ڈیڑھ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ اتنے لوگ جمع تھے کہ ست سنگ کے میدان میں تل بھر دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ بلکہ بہت سے لوگ باہر پھر رہے تھے۔ مگر باوجود اس کے سب نے خاموشی سے ست سنگ سُنا۔ "جگ میں گھور اندھیرا بھاری" اور گرنتھ صاحب میں سے "بکھ یو بھتا لادیا" لیا گیا۔ اُس سے پہلے مسٹر بھوپال لاہوری نے اپنی نظم پڑھی۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے۔ کہ اُس دن صبح کو بھائی لشنداس جی ریٹائرڈ پرنسپل کا حرکت قلب بند ہو جانے سے رات کے ۲ بجے دیہانت ہو گیا۔ ماسٹر جی گورمکھی۔ ہندی سنسکرت۔ فارسی۔ انگریزی کے عالم تھے۔ اور کئی بڑے بڑے امتحانوں کے مُمتحن بھی رہ چکے تھے۔ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی میں کبھی مرتے دم تک کام کرتے رہے۔ گویا ساری عمر اُن کی تصنیف وتالیف میں ہی گذری اور طبیعت نہایت سادہ۔ کم خور۔ کم گو۔ کم آزار تھی۔ اگر کسی نے اُن کو کچھ کہا بھی تو انھوں نے اُلٹ کر جواب نہیں دیا۔ اور باوجود ۷۰ سال سے زیادہ عمر ہونے کے سرسے سے سکندر پور تک ۴-۵ میل کا فاصلہ دونوں طرف پیدل چل لیتے تھے۔ جاڑے میں جب حضور سکندر پور تشریف رکھتے تو یہ سرسے میں ست سنگ گھر میں قیام کرتے۔ اور وہاں سے ہر روز پیدل درشنوں کو آتے اور جاتے۔ اُن کی جُدائی کا سب کو صدمہ ہوا۔ ست سنگ کے بعد ۴ بجے شام اُن کا داہ سنسکار کیا گیا۔ حضور کچھ دُور تک اُن کی ارتھی کے ساتھ تشریف لے گئے۔

اُس کے بعد جالندھر شام کے ۸ بجے سردار صاحب کی علالت کی خبر لینے گئے۔ سردار صاحب کی طبیعت ویسی ہی ہے۔ نہ افاقہ ہے نہ پہلے سے خراب۔ وہاں سے ۹ بجے واپس آ گئے۔ دُوسرے دن ۲ بجے تک لوگوں کو نام دیا۔ پھر سیوا میں شام کے ۵ بجے تک بیٹھے رہے۔ کھانا بھی نہیں کھایا۔

یکم جنوری ۱۹۴۶ء حضور سارا دن لوگوں کو داغ کرنے و پرشاد دینے میں مصروف رہے۔ کئی

دال سے ڈاک بھی نہیں دیکھی۔ شام کے ست سنگ میں ایک بوڑھے سکھ نے عرض کی کہ جب میں ابھی لڑکا ہی تھا۔ میں نے حضور باباجی سے نام مانگا۔ اُنھوں نے بی بی رلّو کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ لاؤ اس میں چنے کا بیج بوئیں۔ چنانچہ نام لینے کے بعد میں کئی سال تو بھجن سمرن کرتا رہا۔ پھر چھوڑ دیا۔ جب میرا والد مرنے لگا۔ تو اُس نے کہا۔ بیٹا مجھے اشنان کراؤ۔ میں نے اشنان کرا دیا۔ پھر بولا کہ افسوس تم نے مجھے باباجی مہاراج کے درشن نہ کرائے۔ اب مجھے جم دوت دُکھ دیں گے۔ میں نے کہا نہیں تم اُن کے سیوک کے باپ ہو۔ اگرچہ میں نے اُن کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ تو بھی تمہارے پاس جم دوت نہیں آئے گا۔ وہ بولا یہ لو وہ تو آ گیا۔ میری چھاتی پر ہاتھ رکھو۔ میں نے ہاتھ رکھا۔ بولا۔ تمھارے ہاتھ میں چوٹ آئی یا نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہنے لگا۔ جم دوت میری چھاتی پر مار رہا ہے۔ اِس پر میں نے بڑی عاجزی سے حضور باباجی کے آگے عرض کی کہ اگرچہ میں پاپی ہوں۔ مگر میرے باپ کو بچاؤ۔ میں نے باپ سے کہا کہ حوصلہ رکھو۔ باباجی ضرور آئیں گے۔ چنانچہ باباجی تشریف لائے اور جم دوت غائب ہو گیا۔ اب حضور آپ میرے سر پر ہاتھ رکھیں۔ کہ میرا چنے کا نام گیہوں کا ہو جاوے۔ حضور نے سر پر ہاتھ رکھا کہ باباجی پر بھروسہ رکھو اور ہر روز ۲-۲ گھنٹے بھجن سمرن کرو۔

مندرجہ ذیل اقتباسات ایک ست سنگی کے خط سے قابل ملاحظہ ہیں

"عرض یہ ہے کہ چڑھائی میں چاند۔ سورج۔ ستارے بہت دفعہ کراس کئے۔ حضور کے چرن کنول آئے۔ اور کئی دفعہ چڑھائی کے راستہ میں حضور آئے۔ لیکن آپ اتنا تیز جاتے تھے کہ روح ساتھ نہیں چل سکتی تھی۔ اور سروپ اتنا خوبصورت تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ تو حضور کے سر پر پگڑی نہ تھی۔ بلکہ اُس کی جگہ میں مُکٹ سا تاج جیسا بہت سُندر تھا۔ سمرن کرنے سے و شبد کو پکڑنے سے چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن دھیان مکمل نہ ہونے کی وجہ سے حضور نہیں ٹھہرتے۔ اور روح بھی بہت دیر اُوپر نہیں ٹھہرتی۔ آنکھوں کے درمیان اکٹھی ہو کر رہ جاتی ہے۔ حضور کی دیالتا سے دونوں دفعہ ہی تین تین گھنٹے یا زیادہ کبھی بھجن سمرن میں وقت دیتا ہوں۔ پہلے ولش کی روشنی سفید اور دوسرے کی لال اور تیسرے کی بہت سفید۔ اور وہاں پر سرور میں اشنان کیے۔ وہاں پر حضور بہت درشن دیتے ہیں۔ اِس کے بعد پھر بہت اندھیرا شروع ہو جاتا ہے۔ بہت دیر روح آگے نہیں گئی۔ حضور وہاں پھر ایک دفعہ آئے۔ اُس کو بھی پار کیا۔ اُس کے بعد جب روح اُڑتی ہے۔ تو بڑے بڑے سورج کی شکل کے لیکن سفید روشنی کے ہزاروں کی تعداد میں اوپر نظر آتے ہیں۔ اب اُن کے آگے نہیں جا سکتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب تھوڑی دور رہ گئے ہیں۔ روح پھر نیچے آ جاتی ہے۔ اور آنکھوں کے درمیان ٹھہر جاتی ہے۔ کتنا دھیان دینے سے بھی حضور نہیں آتے دھیان بھی مکمل نہیں ہوتا۔

ایک اور قیدی ست سنگی کو جواب دیا گیا کہ جتنی دیر بھجن کرنا ہو۔ اُس کا ⅓ حصہ تو سمرن کو دو۔ جب سمرن کرو۔ تو نہ شبد سُنو نہ دھیان کرو۔ ساری توجہ سمرن میں لگاؤ۔ پھر ⅓ حصہ وقت کا آواز سُننے میں لگاؤ۔ اُس وقت نہ تو سمرن کرو نہ دھیان۔ جب سُورنج پاند سے پرے جاؤ۔ تو دھیان خود بخود آجاوے گا۔

۲ر جنوری کو سردار صاحب کا پیغام آیا کہ حالت خراب ہے تشریف لائیے۔ چنانچہ کل شام کا ست سنگ بند رہا۔ اور حضور ۴ بجے شام کے یہاں سے جالندھر کو چل دیئے۔ جالندھر جا کر سردار صاحب کی حالت دیکھی تو ساری زبان وگلا دنالی پکی ہوئی تھی۔ بولا نہیں جاتا۔ کمزوری از حد ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے گولی دی اور دُودھ دیا۔ پھر سردار صاحب نے ایکانت میں حضور سے ۵ منٹ گفتگو کی۔

سردار صاحب ایک مہینے سے یوگیوں کی طرح بیراگن لکڑی پر سر ٹیک کر بیٹھے ہیں۔ لیٹ نہیں سکتے۔ دِن رات بیٹھے رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ پہلے جنموں کے کرموں کا بھوگ ہے۔ سچ ہے تلسی صاحب نے فرمایا ہے "کرم بھوت سب جگ کو لاگا ؛ اس سے بچ نہیں کوئی جاگا"

۳ر جنوری کو صبح کے ۹ بجے جنڈیالہ کی نہر کی پٹڑی کے راستے ترن تارن تشریف لے گئے وہاں حضور کے استقبال کے لئے کئی لوگ پھولوں کے ہار لے کر آئے۔ کہ حضور کی موٹر کار کو سجا دیں۔ حضور نے منع کر دیا پھر شہر کے قریب باجہ بجنے لگا۔ تو حضور نے بند کر کے کار آگے نکالی۔ وہاں جاتے ہی ست سنگ شروع ہو گیا۔

ترن تارن میں سڑک پر ریلوے پھاٹک آتا ہے۔ اماوس کا دِن تھا۔ جاٹ سکھ دُور دُور سے ترن تارن کے تالاب پر اماوس کے دن اشنان کے لئے آتے ہیں۔ صبح کے ساڑھے دس بجے کی مُسافر گاڑی ترن تارن کی طرف پرے سے آتی ہوئی ملی۔ دیکھا کہ بے شمار لوگ تو گاڑیوں کی چھتوں پر براجمان ہیں۔ اور بہت سے گاڑیوں کی سیخوں کو پکڑ کر لٹک رہے ہیں۔ جاٹ قدرتی طور پر ADVENTURE کا شوقین ہے۔ اگر میلے جاتے وقت ایسی ایسی دِقتیں پیش نہ آئیں تو اُس کو میلے کا مزہ کیا۔ گُورو گرنتھ صاحب میں سے گُورو نانک جی کا شبد "ہرسا میت نہیں ین گوئی۔ جن تن من دیا سُرت سمویٔ" اور گُورو ارجن صاحب کا شبد "درشن بھیٹت پاپ سب ناسے ہر سیوں دیت ملائی" بولے گئے۔ ہمارے پہنچنے سے تھوڑی دیر بعد ہی مانگو متصل آدم پور دوآبہ سے لاری واسطے لے جانے شامیانہ، برتن، لاؤڈ سپیکر وغیرہ آ پہنچی۔ اور دوسرے دن ۱-۱ ابجے یہاں سے اسباب ۔ لاد کر اور پاٹھیوں وغیرہ کو بٹھا کر چلدی۔ ہم ۱۲ بجے کے بعد یہاں سے چل کر پہلے جالندھر شہر پہنچے۔ اور وہاں سردار صاحب کو آگے سے زیادہ چین پایا۔ خوشی ہوئی۔ اور پھر وہاں سے چل کر جہاؤنی جالندھر سے ہوتے ہوئے شام کے ۴ بجے مانگو آ گئے۔ چونکہ ابھی تک لاؤڈ سپیکر نہ لگے تھے۔ اس واسطے اپنی جگہ پر انتظار کرتے رہے۔

اس گاؤں میں رامداسیہ آدھرمی لوگ زیادہ تر ست سنگی ہیں۔ اور آسودہ حال ہیں۔ یہ لوگ زمیندارہ زبانفرنگی اور فوج میں نوکریاں کرتے ہیں۔ جن کے ہاں ہم ٹھہرے تھے انھوں نے آٹے کی چکی آئل انجن کی لگا رکھی ہے۔ یہاں کی زمین میں آبپاشی کی ضرورت نہیں۔ نہ یہاں کوئی چاہ آبپاشی کا نظر آیا۔ کیونکہ برسات میں نصرالا کی طرف سے بہت سا پانی ان زمینوں میں سے ہوکر بیئیں سفید میں جا گرتا ہے۔ زمین میں نمی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ کماد بغیر آبپاشی کئے وگیہوں سبز کے کھیت چاروں طرف نظر آئے۔ اُن کو پانی دینے کی ضرورت نہیں۔ جاٹ سکھوں کے گھر تو ہیں۔ مگر وہ ست سنگی نہیں ہیں۔ ان ست سنگیوں کے گھر پختہ و دو منزلے ہیں۔ یہ گاؤں آدم پور سے ۴ - ۵ کوس واقعہ ہے۔ اور جو پختہ سڑک جالندھر سے ہوشیارپور کو جاتی ہے۔ اُس کے قریب ہی ہے۔ شام چوراسی کا سٹیشن یہاں سے کوئی دو میل ہوگا۔ یہاں دیہات بہت نزدیک نزدیک آباد ہیں۔ کدولا۔ دمنڈہ۔ ڈروعی بھدانہ۔ مانکو۔ گڑھیال سب ایک دوسرے کے قریب قریب آباد ہیں۔ شام کو ست سنگ میں حاضری زیادہ نہ تھی۔ کیونکہ لوگوں کو کل ۵ رجنوری کی آمد کا خیال تھا۔

دوسرے دن دوپہر کے ۱½ بجے سے ۳½ بجے تک ست سنگ ہوا۔ ۵۰ - ۶۰ ہزار لوگ موجود تھے۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے تین شبد" پرکھے ہیٹھ سب جنت اکٹھے" پاٹھ پڑھیو۔ اور وید وچار لیو" جگ سیّن جیون چار ایکو انا۔" اور اس کے بعد ملار کی وار کا ۲۶ واں شلوک لیا گیا۔" گھر میں گھر دکھائے دے سو ستگورو پرکھ سُجان۔" ست سنگ سے فوراً بعد وہاں سے چل کر جالندھر شہر سردار صاحب کی کوٹھی پر آکر ہی دم لیا۔ سردار صاحب کو کہا جاتا ہے کہ رات بے چینی رہی۔ اُس وقت حالت اچھی تھی۔ مگر بول نہیں سکتے تھے۔ حافظہ بھی کمزور کہا جاتا ہے۔ وہاں نصف گھنٹہ ٹھہر کر شام کے ۵½ بجے ڈیرے آپہنچے۔ آج کل سڑک پر گرد و غبار بہت ہے۔ کیونکہ بارش اس سرما میں ابھی تک نہیں ہوئی۔

آج ۶ رجنوری ۱۹۴۶ء

وفات سردار بھگت سنگھ ایڈووکیٹ جالندھر

بروز اتوار کو حضور دفتر میں ڈاک سننے کے لئے تشریف لائے۔ اور ڈاک سن ۱۱½ بجے سنکر فرمایا کہ کھانا کھا کر تیار ہو جاؤ۔ آج پھلر جلدی جانا ہے۔ وہاں ست سنگ کے لئے بہت سی خلقت آئی ہوئی ہے۔ چنانچہ جب میں کھانا کھا کر واپس آیا تو ایک کار کھڑی تھی۔ معلوم ہوا کہ مسٹر آہلووالیہ ایجنٹ امپیریل بنیک جالندھر حضور کو بلانے آئے ہیں۔ کہ سردار صاحب کی حالت نازک ہے۔ چنانچہ حضور نے ۱۲ بجے کے قریب ۱۱ ایک کار میں سردار گوکل سنگھ و گلاب سنگھ کو سوار کرا کر پھلر کو روانہ کر دیا۔ کہ جا کر اُن کو ست سنگ سناؤ اور خود جالندھر کو چل دیئے۔ پیچھے پیچھے آہلووالیہ کی کار میں۔ صاحبزادہ بلند اقبال سردار جگجیت سنگھ صاحب بھی نکلے۔ بمعہ سردار

گوپال سنگھ تھا۔ جب کوٹھی پر پہنچے تو لوگ خلافِ معمول سردار صاحب کی کوٹھی کے بیرونی برآمدے میں سفید سفید کفن لئے بیٹھے تھے۔ سردار بہادر جگت سنگھ ودھنا سنگھ نے بتایا کہ سردار صاحب پونے گیارہ بجے چولہ چھوڑ گئے۔ راستے میں حضور نے مجھے بتایا کہ اُن کو کل جانا تھا۔ آج چلے گئے۔ سردار صاحب کا شریر اُن کے اندر کے کمرے میں جو دفتر کے ساتھ ہی ہے، رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سوئے ہوئے ہیں۔ چارپائی پر پڑے ہوئے اُوپر کمبل دیا ہوا۔ ایسے لاغر و نحیف تھے کہ کوئی یہ نہیں محسوس کر سکتا تھا کہ یہاں کوئی آدمی لیٹا ہوا ہے۔ حضور نے بتایا کہ یہ تکلیف اُن کو اس جنم کے کرموں کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ پچھلے جنموں کے کرم تھے۔ چونکہ ستگورو نے اُن کو دوبارہ جنم اس دُنیا میں نہیں دینا تھا۔ اس واسطے سب کرم صاف کر کے لے گئے ہیں۔ ۳ بجے کا وقت اُن کے داہ سنسکار کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔ اُن کو نہلانے کے وقت میں بھی اندر موجود تھا جسم پر گوشت نہیں تھا۔ ۳ بجے اُن کو شمشان لے گئے وہاں آگ دے کر اور دو تین آدمی کھڑے کر کے کوٹھی پر آئے وہاں حضور نے سردار صاحب کے پس ماندگان کو تسلی دی کہ چنتا نہ کریں۔ اُن کے پرالبدھ کرم اتنے ہی تھے۔ اتنی ہی عمر وہ لکھا کر لائے تھے۔ اور سب کو تاکید کی کہ صبح سے تم لوگوں نے کچھ نہیں کھایا۔ کھانا پکنے کا حکم دیا۔ راستے میں فرمایا کہ جو بی بی سنتی کچھ کھاتی پیتی نہیں ہے۔ اُس سے ہم نے پوچھا تھا کہ سردار صاحب کا کیا حال ہوگا۔ تو اُس نے کہا تھا کہ سردار کشن سنگھ کھالوں والے اُن کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا۔ اری کم بخت! تم اُن کو پہلے ہی مارے بیٹھی ہو۔

سردار صاحب سے میری محبت ۴۵ سال سے تھی۔ جبکہ وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ۱۹۰۱ء میں پڑھتے تھے۔ میرے کلاس فیلو تھے۔ انھوں نے ہی مجھے نام دلوایا۔ سب کے ساتھ نیکی کرتے اور کسی کو نا اُمید نہ کرتے۔ ست سنگ کی بڑی سیوا کی۔ سب ست سنگیوں کا کام غور سے مُفت کرتے۔ حضور نے راستے میں بتایا۔ کہ اُن کی زندگی پوتر تھی۔ اور انھوں نے کافی بھگتی کی۔ جس پر گورو خوش ہو۔ اُس سے زیادہ بھاگ والا کون ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے:۔

کس در زندگی قدرِ چناں دوست ؛ نداند کس چنیں قدرش نداند

یہی حال میرا ہے۔ زندگی میں تو اُن کی قدر نہ کی۔ اب اُن کے جانے کے بعد اُن کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے۔ اور حضور بھی اُن کی جُدائی کو محسوس کرتے ہیں۔ گذشتہ ۲ دو سال میں ست سنگ کی تین چار بڑی بڑی ہستیاں اس دُنیا سے چل بسیں۔ سردار جودھ سنگھ راولپنڈی والے۔ لالہ ہرنرائن (رائے صاحب) بھائی رلیشن داس پوری۔ اور سردار بھگت سنگھ۔

آج کل حضور ایک دن آرام سے ڈیرے میں بسر نہیں کرتے۔ گذشتہ ۲-۲½ ماہ سے لگاتار سخت محنت

وسفر برداشت کر رہے ہیں۔ سوموار ۷/ جنوری کو دن کے دس بجے روانہ ہوئے۔ اور سیدھے ترن تارن گئے۔ ست سنگ گھر میں اُترتے ہی کوئی آرام نہیں کیا۔ ست سنگ ۱۱ بجے شروع کر دیا۔ ست سنگ دے کر صرف ۱۵-۲۰ منٹ ٹھہرے ہوں گے کہ ڈیرے کو واپس چل پڑے۔ ڈیرے آ کر چونکہ انگلش لیڈیاں مس رُگ، مس سِڈنی اور مس کالِنز آئی ہوئی تھیں۔ اُن کو شام کا ست سنگ دیا۔ اور میں انگریزی میں ترجمہ کر کے اُن کو سمجھاتا رہا۔

دوسرے دن کوٹلی میں ست سنگ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ کوٹلی ترن تارن سے ۴-۵ میل پرے امرتسر کی طرف ہے۔ اس گاؤں کی تقریباً ساری ہندو اور مسلم آبادی ست سنگی ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ گئے یا سکھ اپنا دھرم چھوڑ بیٹھے۔ یہ گاؤں ترن تارن سے امرتسر جانے والی سڑک سے دائیں ہاتھ کو تین چار میل نہر کے سُوئے پر جا کر آتا ہے۔ راستہ کچا اور خراب تھا۔ گرو بے حد ڈیرے سے بارہ بجے چل کر پہلے تو کوٹھی بیاس میں ٹرڈر دیکھے پھر راستے میں موضع کھیلچیاں میں پٹواری اس ضلع کے جدید بندوبست کے مطابق ڈھال باچھہ تیار کر رہے تھے۔ وہاں گرداور اور نائب تحصیلدار کو ملے۔ پھر ترن تارن کے ست سنگ گھر کے باہر بابا دیوا سنگھ جی سے ملے۔ بعد میں ۲½ بجے کے قریب کوٹلی جا پہنچے۔ گرد و غبار سے سب کے کپڑے و سر منہ بھرا ہوا تھا۔ میں تو کپڑوں سے گرد و غبار کو ہی جھاڑتا رہا۔ مگر حضور نے کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ اور موٹر کار سے اُترتے ہی ست سنگ شروع کر دیا۔ ست سنگ میں "صورت دیکھ نہ بھُل گنوارا" لیا گیا۔ پھر وہاں سے چل کر سیدھے امرتسر پہنچے۔ اور وہاں شام کو ست سنگ ہوا۔ چنانچہ گرد و غبار کی وجہ سے حضور کو رات گلے میں تکلیف ہوگئی۔ صبح کو پھر ۹ بجے ست سنگ شروع کیا۔

میں اورنٹیل کارپٹ فیکٹری چھہرٹہ میں دیکھنے چلا گیا۔ اس کمپنی کی شاخیں ایران، کینیڈا اور U.S.A میں ہیں۔ ۳-۴ انگریز اعلیٰ تنخواہ پاتے ہیں۔ کمپنی کے مالک انگلینڈ میں ہیں۔ خیال ہے کہ لڑائی کی وجہ سے بہت منافع ہوا ہوگا۔ ایک انجن ۲۰۰-۲۵۰ ہارس پاور کا ہے۔ اور ڈاک گاڑی کے انجن کی طرح فلائی وہیل کے ذریعے ایک بہت بڑے چکر کو جو کہ سارے کا سارا ٹھوس ہے، حرکت دیتا ہے۔ اس چکر سے ساری مشین چلتی ہے۔ روشنی دن رات بجلی کی رہتی ہے۔ اپنی بجلی ڈائی نیمو سے تیار کرتے ہیں۔ لاکھوں من اون کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ کمبل۔ فلالین تو مشین کے ذریعہ تیار ہوتے ہیں۔ اور اون کا دھاگہ بھی مشین ہی کاتتی ہے۔ مگر غالیچے کاریگر لوگ ہاتھ سے بڑی احتیاط سے بناتے ہیں۔ وہ مشین سے نہیں بن سکتے۔ یہ غالیچے ٹارنٹو (ملک کینیڈا) وغیرہ میں جاتے ہیں۔ اور دو سال پہلے سے آرڈر بک ہو جاتے ہیں۔

دوپہر کے ۲½ بجے امرتسر سے چل کر ماڈل ٹاؤن کوٹھی نمبر ۵ میں بھائی کشن داس جی کے مکان پر بھوگ کی رسم ادا کرنے کے لئے گئے۔ بھوگ کوئی ۴ بجے شام شروع ہوا۔ بہت سے تعلیم یافتہ لوگ موجود تھے۔ بہت سے لاہور شہر سے آ گئے تھے پہلے تو بھوگ بانی پڑھی گئی۔ پھر حضور نے گورو گرنتھ صاحب میں سے "دکھ بو سنبھالا دیا" شبد پر دیا کھیان کیا۔ اس کے بعد ارداس ہوئی۔ ارداس کے بعد آنند بانی پڑھی گئی۔ اور پھر پرشاد تقسیم کیا گیا۔ اور رشتہ داروں نے مرحوم کے پس ماندگان کو پگڑیاں وغیرہ پیش کیں۔

وہاں سے نپٹ کر لاہور راوی روڈ پر ست سنگت کو درشن دیئے گئے۔ اس میں ۱۵-۱۶ میل کا فاصلہ اور طے کرنا پڑا۔ وہاں سے سیدھے امرتسر آ کر موٹر کار کا ٹائر لیا۔ کچھ مول لے کر کھایا۔ یہاں موٹر لاری کے اڈہ متصل گول باغ پر ایک دوکاندار بہت عمدہ پکوڑے بناتا ہے۔ ہم کو لالچ آ گیا۔ ہم نے تو وہ خریدے۔ جٹ پٹی چیز سے تنفران کے لئے کھوئے کی چیز لی گئی۔ وہاں سے چل کر پونے ۹ بجے ڈیرے آ پہنچے۔

آج ۱۰ر جنوری کو صبح کو ۸ بجے کے قریب ست سنگ شروع ہوا۔ مس رگ جو ابھیاسی لیڈی ہے۔ اس کے خیال سے سوامی جی کی بانی میں سے "گورمتا الوکھا درسا ؛ من سرت شبد جائے پرسا ۔" لیا گیا۔ مطلب یہ کہ پورے گورو کی تعلیم اشچرج اور انوکھی ہے۔ جب من نے شبد کو پکڑا۔ تو اندرونی دلیشوں میں عجیب عجیب نظارے دیکھے۔ وہاں آب حیات کے کٹورے بھر بھر پیئے۔ جن کے پینے سے پانچوں بری علتیں یعنی لالچ۔ غصہ۔ شہوت۔ تعلقات۔ اہنکار بھاگ گئیں۔ حضور نے بتایا کہ جب یہ باہر نکلتے ہیں تو لڑکوں کی شکل میں جاتے ہیں۔ اسی واسطے کبیر صاحب نے فرمایا ہے "پانچوں لڑکا مار کر۔ ہو رام لولائے۔" ان پانچ معیوب چوروں کی جگہ شیل۔ سنتوش۔ وویک۔ ویراگ نے لی۔ اور وہ اندر پہرہ دینے لگے کہ اب کہیں پھر ان چوروں میں سے کوئی نہ آ گھسے۔

اندر ہزاروں گلشن، نہریں دکھائی دیں۔ کہ جن کا نمونہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ روح سہنس دل کنول جا پہنچی۔ جہاں مایا نے ردھی سدھی مایا کا جال پھیلا رکھا ہے۔ اور من لبھانے والی نوری عورتیں آ کر مردوں کو پھسلاتی ہیں۔ کہ ہمیں قبول کرو۔ ہم تم کو دنیا میں شاہ۔ بادشاہ۔ عالم۔ فاضل۔ گنی۔ گیانی مشہور کر دیں گے۔ آگے نہ جاؤ۔ ان کے مارے ہوئے رشی منی اندر اس جگہ رکے بیٹھے ہیں۔ اس کے آگے بنک نال ہے۔ جس میں بھی بہت سے رشی منی اٹکے ہوئے ہیں۔ اور جس کا راستہ جوت میں سے ہے۔ آگے ترکٹی میں گئی جس کے تین حصے ہیں گگن۔ ترکٹی اور گورو پد۔ ان میں سے گورو پد سب سے اوپر ہے۔ اور اس کی رچنا ایسی دلکش ہے۔ کہ روح وہاں سے واپس آنے کو نہیں چاہتی۔ اور بار بار وہاں جانا چاہتی ہے۔ ترکٹی میں جنموں جنموں کے ریزرو (RESERVE) کرموں کا بھنڈار رہتا ہے۔ یہاں مدتوں روح کو رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ جب تک سارے کرم ناش نہ ہو جاوینگے

آگے نہیں جا سکتے۔ جیسے تنبولی صبح کے وقت رات کے گلے سڑے پان پھیر پھیر کر قینچی سے کاٹ کاٹ کر گلے ہوئے حصّے کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ ویسے ہی شبد رُوح کے کرموں کو ہر گھٹی میں ناش کرتا ہے۔ رشی، مُنی، دیوی۔ دیوتا گورو بدکی مہماں کو نہیں جانتے۔ اُس کے پرے سیت سُن میں کنگری کی آواز پکڑلی۔ اور مان سرور میں اشنان کرکے گورُو کی مدد سے مہاسُن کے پردۂ ظلمات کو عبور کیا۔ اور مقامِ اناہُو میں جا پہنچی۔ اور وہاں سے آگے جا کر ست لوک میں جا پہنچی جس کو ستگورُو کا دیش کہتے ہیں۔ اصلی ستگورُو ست پرُش ست نام ہیں۔ جو ست لوک میں اپنی طاقت دے کر رُوحوں کو اُوپر کے دلشبوں میں بھیجتے ہیں۔ اُن سے طاقت لے کر الکھ اگم کے پردوں کو پھاڑ کر رادھا سوامی یا انامی دھام میں جا پہونچی۔ جہاں کہ درلے سنت گئے ہیں۔

حضُور نے فرمایا کہ آج کل لوگ ویدانت کی چار پانچ کتابیں پڑھ کر کہنے لگتے ہیں "اہم برہم اسمی" میں برہم ہوں۔ سنت وُھر دھام پہنچ کر بھی نِمرتا اور آدِ ھینتگی نہیں چھوڑتے۔

رسم بھوگ سردار صاحب سردار بھگت سنگھ جی مرحُوم

۱۰ر جنوری ۱۹۴۶ء کو ست سنگ کے بعد ڈاک دیکھ کر ۱۲ بجے ڈیرے سے چل کر جالندھر شہر پہنچے۔ وہاں بہت سی خلقت لاہور۔ امرتسر۔ ڈیرہ وغیرہ مقامات سے آئی ہوئی تھی۔ اور چونکہ سردار صاحب مرحوم ہر دلعزیز تھے۔ بہت سے لوگ جالندھر کے موجود تھے۔ ۳ بجے بھوگ بانی پڑھنی شروع ہوئی۔ حضُور نے خوب زور سے دیا کھیان کیا۔ کہ سب دُنیا پرایا بوجھ ڈھو رہی ہے۔ یا تو بال بچوں کی پرورش میں لگی ہوئی ہے یا اپنے شریر کی پرورش میں۔ اور لُطف یہ ہے کہ یہ دونوں موت کے وقت ہم سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ عقلمند وہی ہے۔ جو اپنا کام دُنیا میں آ کر کرے یعنی اپنی رُوح کو آواگون سے بچانے کے لئے اندر شبد کا ابھیاس کرے۔ بھوگ کے بعد رسم دستار بندی برخوردار گورد یال سنگھ خلف سردار صاحب مرحُوم عمل میں آئی۔ رشتہ داروں نے پگڑیاں پیش کیں۔ اُس کے بعد ڈیرے میں آ گئے۔

پدم پُوران دیکھا اُس میں یگوں وغیرہ کا حساب دیا ہوا ہے۔ جس سے وقت یعنی سمے کے غیر محدُود ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ حساب یُوں ہے۔ ۱۵ نمیش کی ایک کاشٹھا۔ تیس کاشٹھاؤں کی ایک کلا۔ تیس کلا کا ایک مہُورت۔ تیس مہُورت کا دِن رات۔

گویا ۴۸ منٹ کا ایک مہُورت اور نمیش $\frac{60 \times 48}{15 \times 30 \times 30}$ سیکنڈ کا ہوا یعنی نمیش ایک سیکنڈ کے $\frac{48}{15 \times 15}$ یعنی $\frac{16}{75}$ حصّے کو کہتے ہیں۔ اب اِس ہماری دُنیا کے چھ مہینے گذر جاویں تو دیولوک کا ایک دن۔ اور پھر چھ مہینے گُذر جاویں تو دیولوک کی ایک رات ہوتی ہے۔ اور دیوتاؤں کے ۱۲ ہزار ورش کے

چار یُگ ہوتے ہیں۔ ست یُگ کا پیمانہ۔ چار ہزار ورش دیولوک کا ہے۔ اُس یگ سے پہلے چار سو ورش کی سندھیا (DAWN) اور چار سو ورش کی سندھیا انشی یعنی (TWILIGHT) گویا ست یُگ کا دَور دیولوک کے حساب سے ۴۸۰۰ سال کا ہوا۔ اسی طرح تریتا کا حساب ۳ ہزار ورش و ۶ سو ورش۔ کُل ۳۶ سو دیو ورشوں کا ہوا۔ دواپر کا دو ہزار ورش و ۴ سو ورش یعنی ۲۴ سو دیو ورش و کل یُگ کا ایک ہزار سال و ۲ سو سال کل ۱۲ صد سال ہوا۔ یہ دیولوک کے حساب سے ہے۔ اور اس دُنیا کے حساب سے اِن سب اعداد کو ۳۶۰ میں ضرب دینی ہوگی۔ اِس طرح اِس ہماری دُنیا کے حساب سے

کل یُگ کی میعاد	۴۳۲,۰۰۰ سال
دواپر "	۸۶۴,۰۰۰ "
تریتا "	۱۲۹۶,۰۰۰ "
ست یُگ "	۱۷۲۸,۰۰۰ "
کل ٹوٹل	۴۳۲۰,۰۰۰ "

ایسے چار یگوں کے ایک ہزار چکر گذرے تو برہما کا ایک دن ہوتا ہے۔ گویا برہما کا ایکدن چار ارب ۳۲ کروڑ سال کا ہوا۔ اُس دن کو کلپ کہتے ہیں۔ اُس کلپ کے $\frac{1}{14}$ حصہ کو منونتر کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک حصہ میں جُدا جُدا منو ہوتے ہیں۔ اِس طرح سے برہما کی عمر سو سال کی ہوتی ہے۔ اُتنی ہی اُس کی رات ہوتی ہے۔ اس حساب کو دیکھ کر آدمی کو حیرانی آتی ہے۔ کہ اِنسانی عُمر کی کیا حقیقت ہے۔ تاہم۔ برہما۔ وشنو۔ شیو یہ سب جیوکوٹی یعنی کرموں کے دائرے میں ہیں۔ اِن کا شریر بھی ناش ہو جاتا ہے۔ خواہ لمبے عرصے کے بعد۔ اور پھر اپنے کرموں کے مُطابق آواگون میں جانا پڑتا ہے۔ حضُور فرمایا کرتے ہیں کہ اوتاروں تک کو اپنے کرموں کا حساب دینے کے لئے دہرم رائے کے جانا پڑتا ہے۔ جیسے تلسی صاحب نے فرمایا ہے "برہما وید نسائے وشن شیو نہ بچے بچے نہیں ویراٹ کہنی کہو کو بچے۔" کال بھگوان کی طاقت بڑی زبردست ہے۔ صرف سنتوں یعنی فُقرائے کامل کی خدمت کرنے سے ہی اِس چکر سے نکل سکتے ہیں۔ جیسے وقت لا اِنتہا ہے ویسے ہی SPACE یعنی آکاش بھی لا اِنتہا ہے۔ ہمارے سائنس والوں نے صرف سولر سسٹم کا حساب لگایا ہے۔ یہ اُن کو پتہ نہیں کہ سولر سسٹم سے آگے کیا ہے۔ اِس کا پتہ سنت دیتے ہیں جس نے پتہ لیا ہوا ہے تلسی داس کی رامائین کے اُتر کانڈ میں دیکھیئے۔ کہ کتنی دنیائیں اور ہیں۔ جیسے سوامی جی نے فرمایا "در وجُود عجب تماشائے ؛ آسمان زیر وارض بالائے۔" اور مولوی رُوم نے مثنوی میں کہا ہے "ایں بیاباں در بیاباں ہائے اُو ؛ ہم چو اندر بحر یک تار مُو۔"

باب اٹھارہواں

حالات دورہ سکندر پور و دہلی وغیرہ

۱۴ر جنوری ۱۹۴۶ء سرسہ۔ سکندر پور میں ڈیوڑھی اور اس کے دونوں طرف لوگوں کے لئے کمرے و کمروں کے آگے جانب غرب برآمدہ تیار ہونے لگا ہے۔ ۲۲ر جنوری تک بنیادیں کھود کر بھر دی گئی ہیں۔ اور گنوں کی چھلائی و بیڑائی کا کام بھی جاری ہے۔ اگرچہ اب کی دفعہ ابھی تک اس کام کے لئے لوگ کم نظر آ رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جب وہ ملازمت میں تھے تو رشی کیش سے پرے تک تشریف لے گئے۔ وہاں مہاتما شیوانند جی سے ملے۔ جن کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے کئی انگریزی کتابیں یوگ پر بھی لکھی ہیں۔ وہ ان کے بیان کے مطابق بڑے ہنس مکھ ہیں۔ غصے کبھی ہونا ہو تو بھی ہنستے ہی رہتے ہیں۔ اُن سے پتہ لے کر سوامی پتوہن جی اور ایک اور مہاتما جو کہ صرف لنگوٹ ہی رکھتے ہیں کو ملے۔ یہ آخرالذکر بولتے بہت کم ہیں۔ صبح کو جنگل کو نکل جاتے ہیں۔ اور شام کو آتے ہیں۔ صرف ایک چیلا سیوا کرتا ہے۔ یہ دونوں مہاتما باوجود بے سروسامانی کی زندگی کے، نہایت خوش و خرم نظر آئے۔

پھر کیمبل پور میں جب وہ سول سرجن تھے تو ایک مریضہ کو دیکھنے گئے۔ جب اُن کا گلا دیکھا تو پوچھا۔ کیا آپ سکول میں پڑھاتی ہو یا کہیں لیکچر دیتی ہو۔ جواب ملا کہ ست سنگ کیا کرتی ہوں۔ چنانچہ اُس لیڈی نے اُن کے گھر آ کر کئی دفعہ بہت اچھا ست سنگ و یا کھیان کیا۔ وہ ابھیاس کرنے والی تھی۔ بتایا کہ میں حضرو میں رہتی ہوں۔ وہاں ایک تیاگی مہاتما میرے گھر رہتے ہیں۔ اُن کی روٹی پکاتی اور سیوا کرتی۔ میرا پتی خفا ہوتا۔ ایک دن بھیا دوج کے دن جب وہ مہاتما رخصت ہونے لگے تو بولے بہن جی آج حسب دستور قوم ہنود میرے ٹیکہ کرو۔ میں نے ٹیکہ کیا تو انھوں نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا۔ اور ہاتھ رکھتے ہی پانچ چٹے چٹے روپے انگلیوں میں پکڑے ہوئے مجھے دیئے اور رخصت ہو گئے۔ میں نے پتی کو بتایا تو وہ اور بھی شبہ کرنے لگے۔ دوسرے دن کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا مہاتما ہے تو آج تم کو آ کر میرے غصے سے بچائے۔ یہ کہنا تھا کہ وہ مہاتما آ موجود ہوئے۔ اور اُس کو خوب ہی جھاڑ پلائی۔ تب وہ بھی اُن کا قائل ہو گیا۔ پھر وہ لیڈی اُن کو حضرو کے قریب

باہر ایک یوگی کے پاس لے گئی۔ جو کہ عمر میں تقریباً ۴۰ سال مگر رنگ سرخ تھا۔ باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ ہٹھ یوگ کرتا ہے۔ اور اُس نے اُن کو ایسا دکھایا کہ اُس کی پیٹ کی انتڑیاں چکر کی مانند گھومنے لگیں۔ پھر مونڈھوں کے پاس کی دونوں ہڈیاں چکر کی طرح گھوما کر دکھائیں۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جب وہ جہلم میں تھے۔ تو ایک بڑے شریف ذات انسان میجر چوپڑہ آئی۔ ایم۔ ایس سے ملاقات ہوئی۔ اُن کے ہاں ایک بڑی رسیدہ لڑکی عمر ۱۱ سال کی تھی۔ جو کہ عام طور پر لوگوں سے ملنے میں شرم کرتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر میجر صاحب اُس کو گود میں بٹھا کر لائے اور کہنے لگے کہ یہ میری گورو ہیں۔ جب یہ میرے سر پہ ہاتھ رکھ دیتی ہیں۔ تو میری سمادھی لگ جاتی ہے۔ اور میں اس کو ہندی کا حروف تہجی پڑھا رہا ہوں۔ اُس لڑکی نے بہت سے اُپائے من کو روکنے کے بتائے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے سب کو رد کر دیا۔ تو کہنے لگی کہ پریم پہلی پوڑی۔ وشواس دُوسری پوڑی ہے۔ اور پھر جب زیادہ منت کی تو بولی کہ اگر تم کہو گے کہ من تمہارا ہے تب تو من کو قابو کر سکو گے۔ اگر خیال کرو گے کہ تم من کے ہو تو من کو قابو نہ کر سکو گے۔ اُس لڑکی نے تعجب کیا۔ کہ عورت ہو اور اُس میں پریم نہ ہو (عشقِ الٰہی) عورتیں تو پریم سے بھری ہوتی ہیں۔

۲۲ جنوری سنہ ۱۹۴۶ء سردار لال سنگھ کالے وال نے بتایا۔ کہ مُولی کو جُوں جُوں سردی لگے میٹھی ہوتی ہے برعکس اِس کے پیاز سردی سے کڑوا اور گرمی سے میٹھا ہوتا جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو گندم باراں میں پیدا ہوئی۔ اُس کا بیج نہری یا چاہی میں اچھا نہ پھلے گا۔ اور ہر قسم کا بیج اور ہر ایک قسم کی زمین کا بیج اُسی قسم میں خوب پھل دے گا۔

۲۴ جنوری۔ آج حضور نے ایک ست سنگی کو جواب میں لکھوایا کہ دُھن آتمک نام تو رشیوں مُنیوں کو نہ ملا۔ اور تین دیو برہما۔ وشنو۔ شِو۔ اُس کو ترستے مر گئے۔ جس کو کل جگ میں ایسا نام پورے گورو سے مل جاوے۔ اُس کو اپنے مہا بھاگ سمجھنے چاہئیں اور خوب نام کی کمائی کرنی چاہیئے۔

امریکہ۔ انگلینڈ۔ یورپ کے ممالک سے وہاں کے ست سنگیوں کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ اُن میں بے شک رُوحانی ترقی کی خواہش پائی جاتی ہے۔ بعض ماس اور شراب، انڈے، مچھلی سے پرہیز کرنا بہت مشکل سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ شادی اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ تاہم اِن کی گرہست کی زندگی بہت حالتوں میں ہندوستانیوں سے زیادہ خوش نہیں۔ اُن کے پاس روپیہ بھی ہے۔ تاہم بہت حالتوں میں دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ باوجود روپیہ۔ حکومت۔ علم۔ ہونے کے اُن کی بیویاں اُن کی پرواہ نہیں کرتیں۔ امریکہ سے اکثر طلاق وغیرہ دینے لینے اور شادی کرنے یا نہ کرنے کے خط آتے رہتے ہیں۔ اب ایک اور بات لڑائی کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے

کہ مرد تو اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہتے ہیں۔ مگر بیویاں اُن کو چھوڑنا نہیں چاہتیں۔ اُن کے لئے خاوندوں کا ملنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔

یکم فروری ۱۹۴۶ء۔ آج امریکہ سے ایک شخص نے لکھا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر نئی شادی کرانا چاہتا ہوں۔ جواب دیا گیا کہ یہی اچھا ہو۔ اگر دوسری شادی نہ کرو۔ بلکہ رُوحانی ترقی اور من کو کھڑا کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ اندر کی لذت ہزاروں بیویوں کی لذت سے زیادہ ہے۔ دُنیا کی کوئی لذت، باطن کی لذت۔ آنند اور شانتی سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۳ فروری کو سرسے میں ست سنگ شام کے ۴ بجے ہوا۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے " جہاں دیکھاں تہاں دین دیالا ٭ آئے نہ جائی پربھ کرپالا " اور سوامی جی کی بانی میں سے " دھن دھن دھن دھن پیارے۔ کیا کہوں مہماں شبد کی " لیا گیا۔ اور گورو چھڑے کی پہچان ملار کی وار ۲۶ شلوک پڑھی گئی۔

حضور یہ شلوک اکثر سنایا کرتے ہیں:۔

گورو کیرت ابر وکش رر سے[۵۱] لش باند ھو میت پروکھ کرے[۵۲]

بھرت داس جسے کرانت کہے[۵۳] ابلا مُست اُوپ کبھی نہ کہے[۵۴]

۷ فروری ۱۹۴۶ء۔ آج کل ایک مُسلمان بابُو ست سنگی آئے ہوئے ہیں جن کی برادری اس وجہ سے اُن سے ناراض ہے کہ وہ ہندو کے مرید ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان نہ سکھ۔ تم اُن سے کہدو کہ وہ میرے پاس آ کر میرے سے بات چیت کریں۔ میں نے تم کو سچا مسلمان بنایا ہے۔ کیونکہ اُن کے پاس ظاہری کلمہ ہے۔ تمہارے پاس باطنی کلمہ ہے۔ اِس لحاظ سے ہندو لوگ بڑے فراخ دل ہیں۔ خواہ کوئی وام مارگی ہو۔ خواہ ناستک ہو۔ خواہ رادھا سوامی ہو۔ خواہ سکھ ہو۔ خواہ سناتنی ہو۔ یا آریہ سماجی ہو۔ ہندو سوسائٹی مذہبی اعتقاد کی وجہ سے کسی ہندو کو خارج نہیں کرتی۔

پھر حضور نے فرمایا کہ سنتوں کی دیا پشو پنکھی درختوں تک پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آگرہ میں ایک زرگر کا اکلوتا بیٹا جو سوامی جی مہاراج کا ست سنگی تھا مرنے لگا۔ اس کا باپ رویا۔ مگر وہ لڑکا ہنسا۔ اور کہنے لگا کہ میں تو جینے لگا ہوں۔ میں مرنے نہیں لگا۔ میں پچھلے جنم میں کیکر تھا۔ میری ڈاتن کسی سادھو نے کاٹ کر حضور سوامی جی کی سیوا میں لگا دی۔ اُس کے پرتاپ سے مجھے مانش دیہہ اور نام ملا۔ مگر چونکہ

---

۵۱ گورو کی تعریف اُن کے منہ پر کرے ۵۲ رشتہ داروں اور دوستوں کی تعریف اُن کی غیر حاضری میں کرے۔

۵۳ نوکروں کی تعریف یا دھکی جو کام وہ کریں اُس کے آخر میں فوراً کہدے ۵۴ مگر بیوی اور بیٹے کی تعریف کبھی نہ کرے۔

تک جڑ جوُنی سے آیا تھا۔ میری بُدھی جڑ رہی۔ اب مجھے بڑا اچھا جنم ملے گا۔ اور میری بھگتی پوُری ہوگی۔ اسی طرح جب حضوُر باباجی مہاراج خیراگلی تشریف لے گئے۔ تو ایک دن دوپہر کے وقت نوکر سے دریافت کیا۔ کوئی باسی روٹی ہے۔ اور روٹی لیکر ایک زخمی ٹٹو کو جس کے زخموں سے بُو آتی تھی۔ خود اپنے ہاتھ سے کھلانے لگے۔ بھائی موہن سنگھ ہیڈ کلرک چلایا کہ باباجی اِس کے نزدیک نہ جاؤ۔ اِس سے بُو آتی ہے۔ باباجی مہاراج نے فرمایا۔ تم کو پتہ نہیں یہ کون ہے۔ حضوُر کہنے لگے۔ اِس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اس ٹٹو کو اگلا جنم اِنسان کا ملے گا۔ اور مہاتما ہوگا۔ اِسی طرح جب باباجی مہاراج بُوجیہ ماتاجی کے پھُول بہ داہ کرنے گئے۔ تو اُنھوں نے انتری درشٹی سے دیکھا کہ ایک اُن کی برادری کا پیپل بنا کھڑا ہے۔ باباجی نے ازراہِ کرم اُس کے چند پتے کھائے تاکہ اُس کی مُکتی ہو جاوے۔ مَیں نے عرض کی۔ حضوُر یہ جو بیسیوں بیل۔ گائے۔ گھوڑے وغیرہ حضوُر کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ حضوُر کی زراعت کا کام کرتے ہیں۔ یہ تو بڑے خوش قسمت ہیں۔ حضوُر نے جواب دیا۔ بے شک۔

گرہستی سنتوں سے بہت ساری دُنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر حضوُر تیاگی ہوتے تو اِن بے شُمار جانوروں کا کیسے فائدہ کر سکتے۔ اور یہ جو تین سو آدمی کما دھیل رہا ہے۔ اِن کا کیسے فائدہ ہوتا۔ اور بے شمار لوگ حضوُر کی مشینوں میں کام کرتے ہیں۔ اور مشین کے پُرزے وغیرہ دُور دراز شہروں سے لاتے ہیں۔ اِن سب کو فائدہ پہنچانے کے لئے حضوُر نے بہانہ گرہست و عمارتوں کا دکھیتی باڑی و شوگر فیکٹری کا بنا رکھا ہے۔ گویا مالک کُل کی اتینت دَیا اِس دُنیا پر آج کل ہو رہی ہے۔ کہ گرہستی سنت بھیجکر سب طرح سے ہم کل جُگ کے کمزور نربل جیوؤں کا فائدہ کر رہا ہے۔ جو لوگ باہر کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اور سنت مت سے بے خبر ہیں۔ وہ بے شک حضوُر کو ایک بڑا دُنیادار اور مُمکن ہے مطلب پرست۔ خود غرض سمجھیں۔ لیکن یہ اُن کی سخت بھول ہے۔ وہ سنتوں کی دَیا سے محرُوم رہیں گے۔ مولوی رُوم نے کہا ہے

" اے کور از حق دیدہ خواہ "

اور حافظ نے کہا ہے۔

" زاہدِ ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست ؎ درحقِ ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست "

یہ لوگ کوئی دن سنتوں کا ست سنگ کریں۔ اور بانی پڑھیں تو شاید اِن کو حقیقتِ حال کا پتہ لگے۔

" ۸ر فروری ۱۹۴۶ء جارج برنارڈ شا کی بابت مَیں نے ٹربیون لاہور میں پڑھا ہے۔ کہ وہ بالکل ماس شراب۔ سگریٹ۔ چائے یا کافی کا اِستعمال نہیں کرتے۔ اور اُن کی عمر ۹۰ سال بتائی جاتی ہے۔ اور سرد ملک میں رہتے ہیں۔ گویا اُن کی زندگی اِس بات کی تردید ہے۔ کہ جو لوگ گوشت نہیں کھاتے وہ دُنیا

میں کم عمر پاتے ہیں یا نکمے و کمزور ہوتے ہیں۔

۱۲ فروری کی رات کو شانتی آشرم سکندر پور میں ست سنگ۔ دس بجے کے بعد بارہ ماہا گورو گرنتھ صاحب کا کیا گیا۔ ست سنگ کے بعد ایک ست سنگی نے کہا۔ کہ میرا بھائی بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ یہ کیوں؟ وہ تو بہت اچھا آدمی تھا حضور نے جواب دیا پہلے جنم کے ادلے بدلے تھے۔ یہ کرموں کا قانون ہے۔ بدلہ دیئے بغیر نہیں چھوٹ سکتے۔ چنانچہ بھائی لال سنگھ میاں ونڈ والے کا قصہ سنایا گیا۔ کہ کس طرح اُس کو اُس کے بھائی کے سنڈھے نے پیٹ میں سینگ مار کر آنتیں باہر نکال دیں۔ اور وہ دو تین دن تڑپ کر مرا حالانکہ بڑا ساد ھو آدمی تھا۔ یہ کیوں ہوا؟ بھائی لال سنگھ نے بتایا کہ یہ سنڈھا پہلے جنم میں سُنیارا تھا میں نے اُس کو چھُوی سے پیٹ میں مار کر ہلاک کیا تھا اب میں اُس کا بدلہ دیئے بغیر میں کال کی حد سے پرے نہیں جا سکتا تھا۔

دُوسرے نے پوچھا کہ پرشادی میں کیا بھید ہے۔؟ حضور نے فرمایا کہ پرشادی کی قدر اندر جانے والے مہاتما سمجھتے ہیں۔ پنڈت پریمانند جی نے خوش ہو کر اپنا دوشالہ ایک عورت کو دیدیا تھا۔ قیمت میں ۷۰۔۸۰ روپے سے زیادہ کا نہ تھا۔ مگر ست سنگی اُس کا چار ہزار روپیہ دے رہے۔ اُس عورت نے نہ دیا۔

۱۴ اور ۱۵ فروری کو حضور گھر میں ہی رہے۔ باہر شوگر ملز یا کھیتوں میں نہیں گئے۔ ۱۴ فروری کو نو برآمدے کی پہلی منزل کو لنٹر لگتا رہا۔ ۲ بجے تک وہاں موجود رہے۔ پھر وہیں کھانا کھایا۔ تو طبیعت علیل ہو گئی۔ دائیں پسلی میں کچھ درد محسوس ہوا۔ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئے۔ اور دوسرے دن بھی اسی وجہ سے کہیں نہ گئے۔ شام کو باہر چبوترے پر براجمان ہوئے۔ لوگ باہر کھیتوں سے آ کر جمع ہوتے گئے۔

اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ ہم لوگ من کو بیکار رکھتے ہیں۔ چاہیئے کہ جب سیر کو جاویں یا ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوں۔ یا موٹر کار وغیرہ میں سفر ہو تو من کو سمرن میں لگائے رکھیں۔ اِس سے ایک تو نیند اچھی آوے گی۔ دُوسرے من صاف رہے گا۔ جب ۲۔۳ مہینے محنت سے سمرن پک جاوے تو گھڑی کی طرح ہر وقت خود بخود ہوتا رہے گا۔ من کو آوارہ پھرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ جب کام بھی کرتا ہے تو بھی آوارہ پھرتا ہے لیکن جب وقت حساب میں لگا ہوتا ہے۔ اُس وقت من کی کچھ انش آ کر کام میں شامل ہوتی ہے۔ ورنہ من تو آزادی پھرتا رہتا ہے۔ اِس پھرنے سے اُس کو روکنا چاہیئے۔ اور سمرن میں لگانا چاہیئے۔

۱۶ر فروری کی صبح کو حضور میرے کمرے کے آگے کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ اور کئی بی بی اور مرد ارد گرد درشن کر رہے تھے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ یہ جو کہا ہے "گورمکھ کوٹ اُدھار دا وے نانویں اک کنی"۔ اور سوامی جی کی بانی میں بھی آیا۔ کہ "گورمکھ کی گت سب سے بھاری : گورمکھو کوٹن جیوا اُبھاری"۔ اُس کا کیا مطلب ہے۔ جبکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ بننا ہے تمہاری محنت سے بننا ہے۔ حضور نے فرمایا گرنتھ صاحب میں جگہ جگہ گورو سیوا پر زور دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی گورو کو یہ حکم دیا گیا ہے "گور پیر سدائے منگن جائے : تا کے مول نہ لاگو پائے۔" اِس واسطے سکھ کا فرض ہے کہ محنت کرکے اِندریوں کو روک کر من اور سُرت کو، اندر لے جاوے۔ تیسرے تِل پر جہاں کہ ستگورو سوکشم سُروپ میں سیوک کی انتظار کر رہے ہیں۔ اُس کے بعد ستگورو کا سبق اور فرض شروع ہو جاتا ہے۔ جب تک سیوک یہ کام پورا نہیں کرتا۔ گورو بھی خاموش رہتا ہے گورمکھ مثل اُستاد کے ہے۔ کہ باہر سے نام دا اُس کی جگتی بتا کر جب اندر سیوک سوکشم دلیش میں جاتا ہے۔ تو اُس کی مدد کرتے ہیں۔

اِس پر کسی نے پوچھا کہ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ جب حضور بابا جی نے آپ کو ایک دفعہ بھجن کرتے دیکھا۔ تو فرمایا کہ کیوں دُکھ اُٹھا رہے ہو۔ ہم نے تمہارے واسطے بہت کچھ کر رکھا ہے۔ اس پر حضور نے جواب دیا۔ کہ اُنھوں نے مجھ سے پربار بھی سیوا لینی تھی۔ اِس واسطے اگر ایک امیر اپنی آدھی دولت دے کر کسی غریب کو امیر بنالے۔ اُس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ عام قاعدہ ہو گیا۔ عام قاعدہ یہی ہے کہ محنت کرکے اندر جاؤ۔ اگرچہ ستگورو کو طاقت ہے کہ رُوح کو کھینچ کر اندر لے جاوے۔ مگر یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کو جو کہ بہت سی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہو۔ اُوپر اٹھانا۔ اگر آہستہ آہستہ اُس کی زنجیریں ایک ایک کرکے کھول دی جاویں۔ اور اُس کو آزاد کرکے اُوپر اٹھایا جاوے تو اُس میں اگرچہ وقت لگے گا۔ مگر آرام سے جاوے گا۔ اور جب جاویگا۔ زنجیریں اُس کو نیچے نہیں گرا سکیں گی۔

مفصلہ ذیل خط قابلِ نقل ہے

حضور کے چرنوں کا سیوک ...... سنگھ

۲۷ر نومبر ۱۹۴۵ء کو حضور نے مجھ غریب مسکین کو نام کی بخشش کی تھی۔ بندہ نے حضور کے حکم کے مطابق بستر پر ہی سیمرن کرنا شروع کیا تین چار روز کے بعد مجھے روشنی نظر آئی۔ اور میری روح بڑی خوش ہوئی۔ پھر حضور کی کرپا سے تین چار روز کے بعد میری رُوح نے چڑھائی کرنی شروع کردی۔ اور مجھے پہلے ستارے نظر آئے۔ اُس کے بعد مجھے ستارے اور چاند نظر آیا۔ ایک بڑا میدان ہے۔ اور آسمان بھی ہے۔ اور آسمان میں ستارے اور چاند نظر آرہا ہے۔ پھر حضور کی کرپا سے مجھے بڑی تصویریں نظر آئیں۔ مگر حضور کا

دیدار اُن میں نہیں آیا۔ لیکن میرا پُتلا اکیلا بیٹھا ہاتھ جوڑ کر بھجن کرتا نظر آتا تھا۔ بعد میں حضور سچے پادشاہ جی مجھے آپ جی کے درشن ہوئے۔ اور بڑے زور کی گھنٹوں کی آواز آئی۔ پھر حضور میری رُوح نے چڑھائی کی۔ ایک دروازہ بند نظر آیا۔ اور میں جب پاس گیا تو کُھل گیا۔ قفل بھی کُھل گیا۔ میری رُوح جب چڑھائی کرتی تھی۔ کبھی لاری میں سواری کبھی ٹانگہ میں۔ وہاں ایک مکان نظر آیا۔ اُس کے بعد حضور میری رُوح کو ایک شہر میں لے گئے۔ میں نے وہاں کے لوگوں سے پُوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے۔ انھوں نے کہا۔ ست گورُو کا شہر ہے۔ اُس کے بعد مجھے سُورج کی کرنیں نظر آئیں۔ وہاں صبح کا وقت یعنی سُورج چڑھنے والا تھا۔ میری دُوسرے دِن پھر چڑھائی ہوئی۔ تو پوچھا تو صبح کا وقت معلوم ہوا۔ اُس کے بعد حضور نے اور بھی نظارے دکھلائے۔ ایک دفعہ میری رُوح کو حضور کی تلاش کرتے کرتے اندھیری بادل بہت نظر آرہا تھا۔ اور بڑی گلیاں گذرنا پڑتا تھا۔ چلی گئی۔ جہاں کہ ایک کنواں تھا اور اُس میں ایک نلکہ لگا تھا۔ میں نے نلکے سے اپنے جسم کو دھویا اور اسی طرح دو دفعہ حضور نے میرے جسم کو خوب نچوڑا۔ اور پھر میں نے اپنے جسم کو نلکے والے پانی سے دھویا۔ اُس کے بعد ایک شہر میں چار پانچ دِن میں جاتا رہا۔ ہر روز میری حاضری وہاں لولنے لگ پڑی۔ وہاں پہلے دن میں نے ایک ہدیہ دیا تھا۔ اُس کے بعد پھر حضور نے میری رُوح کو بہت ساری گلیوں سے گذارا۔ اور ایک شہر میں چھوڑا۔ وہاں جب میں پہنچا۔ تو ست نام، ست نام کی آواز سب آدمیوں کے مُنہ سے نِکل رہی تھی۔ میں نے پُوچھا تو ایک طرف مکان تھا۔ اُس میں ایک لڑکا تھا۔ اُس نے مجھے کہا کہ ست نام بہت اُونچا ہے۔ پھر میں پھرتے پھرتے ایک بازار میں گیا۔ وہاں سے کچھ پتہ نہیں ملا۔ اُس کے بعد مجھے چاندنی نظر آئی۔ اور بہت سے بلب ستاروں جیسے نظر آئے۔ اور بڑے گھنٹوں کی آواز آتی رہی۔ اور میں دیکھتا اور سُنتا رہا۔ اُس کے بعد اور بڑے نظارے نظر آئے۔ ایک دن بین کی آواز آتی رہی۔ اور میری رُوح بین کی آواز سُن کر مست ہوگئی۔ اور اُس کے بعد مجھے سورج نظر آیا۔ بڑی اچھی طرح سے اور اُس کے بعد ستارے چاند اور سُورج تینوں چیزیں نظر آئیں۔ اور بعد میں بہت سی تصویریں نظر آئیں۔ لیکن آپ کا .... تو .... دیدار نہیں ہوا۔ میرا دل بہت اُداس ہوگیا۔ اُس کے بعد میری رُوح چڑھائی میں آئی۔ تو میں صبح ۲½ بجے یا ۲ بجے سے لیکر ۵ بجے تک بھجن میں لگا رہتا ہوں۔ اور پرہیز بھی بہت کیا ہے۔ کسی کے گھر کا کھانا و عورت سے بھی پرہیز۔

۲۰ رفروری۔ ایک جرمن ست سنگی کے سوال کے جواب میں کہا گیا۔ کہ یوگی و یوگیشور لوگ جو ہنس دل کنول یا ترکُٹی تک جاتے ہیں۔ اُن کو نام لینے کے لئے پھر اِس سنسار میں جنم لینا پڑتا ہے۔ مگر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی سنت ست گورُو اُن کو وہیں اندر نام دے کر اوپر لے جاتا ہے۔ مگر وہ وہی سنت کر سکتا ہے۔

جو دیہہ دھاری ہو۔ شریر چھوڑنے کے بعد نہیں کر سکتا۔

۲۲ فروری کی رات حضور نے ٹھیہڑی رسولپور میں بڑے بھائی کے ہاں گذاری۔ صبح کے ۹ بجے کے قریب دوسرے دن وہاں سے ہودیاں کے کماد کے وڈھہ میں آ گئے۔ اور وہاں سے بلنہ میں ہو کر سکندر پور تشریف لائے۔ کیونکہ معماروں کا کام دیکھنا ضروری تھا۔

کبھی کبھی ست سنگوں میں حضور مندرجہ ذیل شلوک پڑھا کرتے ہیں۔ من کے رنگ بدلنے کا نقشہ۔

" کبھی من رنگ ترنگ چڑھے کبھی چت چاہتا ہے دھن کو
کبھی ہریا سنگ لبھاوت ہے کبھی سب چھوڑ چلیو بن کو "

اور " جننی جنے تو بھگت جن یا داتا یا سور
نہیں تو جننی بانجھ رہے کاہے گوائے نور "

مورخہ ۲۸ فروری کی رات کو دس بجے ست سنگ شروع ہوا۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے " ساچا آپ سنوارن ہارا :- اور نہ سوجھس بجی کارا " وسوامی جی کی سار بچن نظم میں سے " ستگورد کا نام پکار لیا گیا۔

آج ڈیوڑھی کی چھت مکمل ہو چکی ہے۔ اور اس کے جوانب کی طرف کمروں کی چھت بھی مکمل ہو گئی۔

۲ مارچ شنبہ کو بلنہ سے ہو کر بک بوٹ کے ذریعہ ٹھیہڑی رسولپور دولت خانہ صاحبزادہ کلاں پر تشریف لے گئے۔ وہاں صاحبزادہ موصوف نے عرض کی کہ حضور میرے مکان کے عقب میں جو کھنڈر ہیں وہاں ست سنگ گھر بنایا جاوے۔ ان کھنڈرات کو بھی ٹھیہڑی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اونچی جگہ ہے۔ حضور نے جواب دیا۔ کہ وہاں کے باشندوں سے دریافت کریں گے۔ یہ جواب تعجب انگیز تھا کیونکہ ٹھیہڑی تو صاف میدان سا ہے۔ وہاں تو کوئی باشندہ نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ پہلے بھی ایک دفعہ جب ہم کپاس ولیوال نے کر ٹھیہڑی کو ہموار کرانے گئے تو ایک مسلمان فقیر کہنے لگا کہ یہاں کیا کرو گے۔ تو میں نے جواب دیا۔ کہ یہاں رہائشی مکان بنا دیں گے۔ اس پر وہ بولا کہ اچھا میں بھی ایک طرف کو رہ پڑوں گا۔ اور کہتے کہتے غائب ہو گیا۔ لوگ تلاش کرنے لگے مگر میں نے کہا کہ وہ تم کو نہیں ملے گا۔ گویا ٹھیہڑی کے اوپر سوکشم طبقہ کی روحیں جن کو بھوت بھی کہہ سکتے ہیں۔ اب تک مقیم ہیں۔

پھر کہا کہ یہ کھنڈر ہزار سال قبل ازیں بڑا شہر تھا۔ اور ایک دفعہ ایک مٹی کا سانچہ ملا۔ جب اس کو گیلی مٹی سے بھرا تو بدھ دیوتا کی تصویر بن گئی۔ گویا بدھ مت کے زمانے میں یہ بڑا شہر ہو گا۔ اور اس وقت یہاں ایک بڑا دریا جس کو سرسوتی کہا ہے۔ بہتا تھا۔ اس کے کنارے دونوں طرف بڑی آبادی تھی۔ چنانچہ

جو بڑے بڑے پتھر یہاں سے ایک دو میل پر ٹھیکری کا بن پر دیکھے جاتے ہیں۔ وہ اُس دریا میں لائے گئے تھے۔ اور اُس ٹھیکری پر بڑا بھاری قلعہ ہندوؤں کے راجوں کا تھا۔ اور یہ ۴ میل سے ۶ میل تک چوڑا قطعہ سُورت گڑھ ریاست بیکانیر تک چلا گیا ہے۔ یہ دریا کی تہہ تھی۔ ایک سُرنگ قلعے سے شہر کو آتی تھی۔ جس کے اب تک حصے موجود ہیں۔ اور اُس میں ایک ایک اینٹ ۲-۲ فٹ مُربعہ ہے۔ اور اب بھی ٹھیکری رسُولپور پر سے بارش کے بعد پرانے وقتوں کے سکّے دھات کے مل جاتے ہیں۔

۳ر مارچ اتوار کو سرسے ست سنگ گھر میں سرت سنگ ہوا۔ چونکہ دوسرے دن نام دیا جانا تھا اس واسطے سوامی جی کی بانی میں سے "نام بنا کرموں بھائی" شبد لیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر سیوک تن من دھن گورُو کو دیوے تو فوراً نرکٹی میں رُوح چلی جاوے گی۔ دوسرے روز سوموار کو شام کے ۲ بجے نام دینا شروع ہوا۔ ست سنگیوں کی تعداد اس بار گڑھ میں بڑھتی جارہی ہے۔ کل ۵ر مارچ کو پھر رات کے دس بجے شانتی آشرم میں ست سنگ ہوا۔ گورُو گرنتھ صاحب میں سے گورُو رامداس کا شبد "ہر کی کتھا کہانیاں گورُو میت سُنائیاں" لیا گیا۔ کل شام تک مل کا کام ختم ہوگیا تھا آج کل گڑ لگی کی قیمت ۱۷/- روپے فی من تک پہنچ گئی ہے۔ جو پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اب کماد کا بونا شروع ہے۔

۹ر مارچ سنیچروار کی رات کو ۹½ بجے شانتی آشرم کے اندرونی صحن میں گورُو گرنتھ صاحب میں سے "جہاں دیکھاں تہاں دین دیالا ؛ آئے نہ جائی پربھ کرپالا" پڑھا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ گورُو گرنتھ صاحب کسی مذہب کی تعلیم نہیں دیتا۔ یہ تو قدرتی اور بڑی اُونچی رُوحانی فلاسفی ہے۔ لوگوں نے اِس کو مذہب بنا لیا ہے۔ گورُو گوبند سنگھ جی نے بھی کہا ہے۔ کہ "جاگت جوت جگے گھٹ میں تب خالص تاہے نخالص جانے"

ایک ست سنگی امریکن کے خط کے جواب میں کہا گیا کہ گورُو کبھی نہیں مرتا۔ جن کی رُوحیں اندر جاتی ہیں۔ اُن کو تو وہ گورُو ہمیشہ انتر میں ویسے مدد کرتا رہتا ہے۔ جیسے اپنی زندگی میں کرتا تھا۔ باہر کا ست سنگ سُنانا اور نصیحت کرنا اُس کا جانشین کرتا ہے۔ مگر دھیان پہلے ہی گورُو کا جس سے نام لیا تھا، کرنا چاہئیے۔ وہی انت سمے درشن دے گا۔ اور جانشین سے نام از سرِ نو لینے کی ضرورت نہیں۔ جب تک گورُو سیوک کو ست لوک نہیں پہنچا لیتا اُس کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔

۱۳ر مارچ کو شام کے وقت ہودیاں ہوتے ہوئے ٹھیکری تشریف لے گئے۔ راستے میں ہودیاں کی زمین کماد کی کاشت کے واسطے انگریزی ہلوں سے تیار کی جارہی تھی۔

حضور نے فرمایا کہ گورُو نانک اور اُن کے ۹ جانشینوں نے باطنی بھید بڑی مُبہم بانی میں بیان کیا۔

کیونکہ اُس وقت مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اور مذہبی آزادی نہ تھی۔ اور گورو صاحبان بھی جلدی جلدی نام نہیں دیا کرتے تھے۔ کئی کئی سال تک سیوا لوگ کرتے تو نام دیا جاتا۔ اور سنبھال کا بھی یہی حال تھا۔ کہ جس نے پریم پیار سے محنت سے ابھیاس کیا اُس کو انت سمے گورو لینے کے لئے آ گئے۔ مگر اب سوامی جی کے وقت یہ حال ہے کہ جو پریم پیار سے نام مانگے۔ اُس کو دے دیا جاتا ہے۔ اور سنبھال کا حال تم ہر روز لوگوں سے سُنتے ہی ہو۔ بہری ست سنگیوں کے رشتہ داروں تک کی انت سمے رکشا ہوتی ہے۔

رات بڑے بھائی صاحب کے دولت خانہ پر بسر کی۔ دوسرے دن سنکرانت چیت کی تھی۔ وہاں صحن میں ۸۔۹ بجے کے درمیان گورو گرنتھ صاحب میں سے بارہ ماسا لیا گیا۔ اُس کے بعد حضور اور سیوادار موضع دڑپی میں گئے۔ جہاں نو ہرہ گر گیا تھا۔ کیونکہ ستمبر میں بڑی بھاری بارشیں ہوئی تھیں۔ نوہرہ کی دیوار کچی از سر نو تعمیر کرنی تھی۔ محکم ہونا تھا۔ کہ بقول میر ؎

سان کر خاک لگ گئے دو چار ؛ بارے جلد دُرست کی دیوار"

صرف اتنا فرق تھا کہ جہاں بیسیوں آدمی کام کر رہے تھے۔ شام کے ۴۔۵ بجے تک ساری دیوار ختم کر کے رکھ دی۔ حضور سارا دن وہاں خود موجود رہے۔ پھر وہاں سے گھوڑا گاڑی میں ہی پہلے ہودیاں آئے۔ جہاں کہ اندھیرا ہو چلا تھا۔ زمین جس میں کماد بونے کے لئے سوہاگہ انگریزی چل رہا تھا ملاحظہ کی۔ پھر وہاں سے ۴۔۵ میل پیدل میں ہوتے ہوئے ۸۔۹ بجے رات کے گھر پہنچے۔ لوگوں کو کھانا تقسیم کیا۔ رات کو ست سنگ شانتی آشرم میں سنکرانت کا ہوا۔ سوامی جی مہاراج کی بانی میں سے بارہ ماسا میں سے چیت کا مہینہ پڑھا گیا۔ "چیت مہینہ آیا چیت ؛ باندھا ستگورو بھو میں سیت" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے جیو تمہیں اب انسان کا جامہ مل گیا ہے۔ آ جاگ۔ مرشد کامل نے بھوساگر میں پُل باندھ دیا ہے۔ بھوساگر کے معنی ہیں خوف کا سمندر۔ یہ دُنیا خوف کا سمندر اس واسطے ہے کہ یہاں من اور مایا کے بس میں آ کر لوگ جو جو نیک یا بد کام کرتے ہیں اُن کے عوض میں نرک اور چوراسی لاکھ جُون بھوگتے ہیں۔ اگر ایک ایک جُون میں اوسط نکالیں تو بھی کم سے کم ۸۴ لاکھ سال بعد انسانی جسم کے دوبارہ ملنے کی باری آتی ہے اور نرکوں میں تو کروڑوں سال گذر جاتے ہیں۔ ہندو مت کے پُران پڑھ کر دیکھ لو۔ پھر اسی سمندر کی مثال کو پورا کر کے فرمایا۔

جیو چتائے جو تھے دار۔ بھوساگر سے کینے پار
تن من دھن کی لئی جگات[۱] شیشیہ اتارے گھیہ کر پا دھار

بھوساگر آئی گہر گنبھیر۔ ستگورو نے باندھی دھیر
سُرت بھے کنتی لوکی دھار۔ تا ہی چڑھایا گگن[۲] منجھار

[۱] زکوٰۃ۔ [۲] آکاش۔

جو لوگ اس خوفناک سمندر کے اِس طرف تھے۔ اُن کو ہشیار کر کے دوسرے کنارے پر لگا دیا۔
فرمایا کہ مُرشد ملاح ہے۔ اور شبد کا جہاز ہے۔ جس پر بٹھا کر اس سمندر سے پار کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ سمندر نہایت گہرا تھا۔ تاہم مُرشد کامل نے حوصلہ دیا لیکن مُرشد مانند ملاح کے محصول مانگتے ہیں۔ جب تک اُن کو محصول نہ دے۔ پار نہیں کرتے۔ وہ محصول کیا ہے۔ تن من دھن اُن کو دیدینا۔ جیسے بعض انگریزی کتابوں میں بھی آیا ہے SURRENDER ALL AND HAVE ALL یہی مشکل بات ہے۔ ہم تن من نہیں دیتے۔ اس واسطے رُوح اندر نہیں جاتی۔ باہر بیٹھے بیٹھے ہائے ہائے کرتے ہیں۔ جب تک تن من اپنا سمجھ رکھا ہے۔ رُوح اندر نہیں جاوے گی۔ اور رُوح نو سوراخوں یعنی حواسِ خمسہ میں ہی پھرتی رہے گی۔ جب زکات دیدی۔ تو پہلے آسمان میں جوت کی روشنی دیکھی۔ جس کا اُجالا جبرائیلؑ فرشتے کے پر جلاتا تھا۔ اُس کے بعد مقامِ الٰہی سے گذر کر پھر سہالی چکر آ گیا۔ گویا رُوح جب جوت سے پرے جاتی ہے تو نیچے بھی تارے چاند، سُورج دکھائی دیتا ہے۔ اور اُوپر بھی۔ دونوں طرف۔ سوامی جی نے اور جگہ بھی کہا ہے "سورج چاند دُو دو دِس دیکھے ۔ سُکھمن نیناں تارے پیکھے۔ گویا نیچے دیکھا تو سُورج اور چاند دیکھے اور اُوپر دیکھا تو سُورج اور چاند دیکھے۔ تلسی صاحب نے بھی اپنی شبداولی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اُس کے پرے ترکٹی میں گُورو کا نج روپ یعنی شبد گُورو مِل گیا۔ اور من کو وہاں ہی چھوڑ کر رُوح پار برہم میں گئی۔ اور ہنسوں سے ملی۔ مہاسُن کی رچنا خوفناک بھی ہے۔ اور دِلکش بھی۔ یہ میدان بڑا وسیع ہے۔ جس کی بابت مولوی رُوم نے کہا ہے۔ ؎

"این بیابان در بیابان ہائے اُو تا ہم چو اندر جر پڑ یک تارِ مُو

وہاں چار مقاموں سے چار بہت باریک شبد اُٹھتے ہیں۔ پھر آگے جانے کا راستہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اِچنت دِیپ دائیں رہتا ہے۔ اور سہج دِیپ بائیں۔ یہ بڑے بڑے گُرے ہیں۔ سہج دیپ دس پالنگ کا ہے۔ یہ ترلوکی ایک پالنگ ہے۔ اِس سے آگے سنتوکھ دیپ ہے۔ جس میں جھرنا ہے۔ گُورو صاحبان نے اِس دیپ کی تالاب کی نقل سنتوکھ سر بنائی۔ جھرنا کے پاس سے گذرنا ہوتا ہے۔ اُس سے آگے اناھو سے ہوتی ہوئی مقامِ حق پر جا پہنچی۔ پھر آگے اناہی دیس میں گئی۔ جہاں کہ نہ شبد ہے نہ آواز۔ سب سنت اُس دیس سے اِس ترلوکی میں آ کر یہاں کے بندوں کو نام دے کر اُدھر لے جاتے ہیں۔

جو چیتے تس لے پہنچاویں۔ سُرت شبد مارگ بتلا دیں

جیو چیت جو مانے کہنا۔ تا کو پھر دُکھ سنگ نہیں سہنا"

پھر فرماتے ہیں :-

بھَو ساگر دھارا اگم کھیوٹیا گوُرو پوُر
ناوَ بنائی شبد کی چڑھ بیٹھے کوئی سوُر[۱]

بہادر وہی ہیں جو سنتوں کی ہدایت کے بموُجب سُرت شبد کی کمائی میں محنت کرکے پار چلے گئے۔

۱۵ مارچ کو ڈربی میں کچھ کام تھا۔ وہاں سے واپسی پر رات کو تھیہڑی شب باش ہوئے۔ ۱۶ مارچ کو شام کو سکندر پور آگئے۔ ۱۷ مارچ کو شام کو ۵ بجے سرسہ میں ست سنگ ہوا سوامی جی کی بانی میں سے۔ "ست سنگ کرت بہت دن بیتے اب تو چھوڑ پرانی بان :: کب لگ کرو گٹلتا گوُرو سے اب تو گوُرو کو لو پہچان" لیا گیا۔ رُوحانی ترقی محض پُورے گوُرو سے نام لینے پر ہی مُنحصر نہیں۔ ست سنگی کو چاہیئے محنت سے اُس کی کمائی کرے۔ اور گوُرو کو یہ سمجھ کر حقیقت لباسِ مجازی میں ظہور پذیر ہے۔ اُن کی ہدایت کے بموجب طریق زندگی اختیار کرے۔ محض کتابوں کے پڑھنے سے یا دھار مک راگ کا کیرتن گانے سے رُوحانی ترقی نہ ہوگی۔ جیسے کہ بعض لوگ ساری عُمر گیتا کے یا گوُرو گرنتھ صاحب کے یا قرآن شریف کے پڑھنے کو ہی عبادت خیال کرتے ہیں۔ جب تک رُوح اندر نہ جاوے اِنسانی زندگی کا مقصد پوُرا نہیں ہوا۔

اس کے بعد گرنتھ صاحب میں سے " رامارم رامو سُن من بھیجے " لیا گیا۔ یہ شبد سِنگوُرو رام داس جی کا ہے۔ اِس میں گوُرو صاحب نے من کے بھیجنے کے یعنی من کے قابو آنے کے دو سادھن بیان کیئے ہیں۔ ایک تو رامارم دوسرے رامو سُن۔ رام کے عام معنی خُدا یا پرمیشور کے ہیں۔ گوُرو صاحب فرماتے ہیں۔ کہ پرمیشور میں رم جا اور پرمیشور کو سُن تب من قابو میں آوے گا۔ پرمیشور میں رم جانا تو سمجھ میں آسکتا ہے۔ مگر پرمیشور کو سُننا کیا معنی۔ ہم آواز کو خواہ اِنسان کی ہو یا حیوان کی یا دو چیزوں کے ٹکرانے کی۔ سُنتے ہیں۔ کیا پرمیشور آواز ہے جس کو سُنا جاوے تاکہ من قابو میں آجاوے۔ سنت کہتے ہیں۔ ہاں۔ پرمیشور شبد یعنی آواز رُوپ سے تمہارے اندر محسُوس کیا جاسکتا ہے۔ اُس کو محسُوس کرو یہی سنتوں کا بڑا بھید ہے جس کو سمجھنے کے لئے گوُرو کے پاس جانے کی ضرورت ہے۔ اِسی طرح انجیل میں بھی خُدا کو شبد رُوپ لکھا ہے۔ بیان کیا ہے کہ کلام ہی خُدا ہے۔ شبد۔ کلام یا نام۔ تینوں پرمیشور کے اِس دُھن آتمک سروُپ کا ورنن ہیں۔ تُلسی داس جی نے رامائن میں لکھا ہے۔

ویاپک ایک برہم ادِ ناسی   ست چیتن گھن آنند راسی
اُس پربھو ہردے اچھت اوِکاری   سکل جیو جگ دین دُکھاری

کہ حالانکہ خُدا یا برہم سب دُنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ تاہم اُس کے سرو ویاپک ہوتے ہوئے سب لوگ

---
[۱] بہادر۔

دُنیا کے دُکھی اور عاجز ہیں۔ یہ کیوں ہے؟ اِس کیوں کا جواب نہ پا کر بہت سے یورپین مُصنف وعالم اور دیگر فلاسفر خُدا کی ہستی سے منکر ہو گئے۔ مگر تُلسی داس جی جواب دیتے ہیں۔ کہ یہ لوگ اِس واسطے دُکھی ہیں کہ اُنھوں نے برہم کے شبد سروپ کو اپنے انتر میں نہیں پکڑا۔ اور اُس کی پناہ نہیں لی۔ یہی گُورو رام داس جی بتا رہے ہیں۔

حالات دورۂ دہلی

مورخہ ۱۸ر مارچ ۱۹۴۶ء کو اپنی کار میں صبح ۸ بجے سکندر پور سے چل کر حضُور پہلے حصار پہنچے۔ وہاں لالہ کنج لال جی ایڈوکیٹ کی کوٹھی واقعہ ریلوے روڈ پر چند منٹ ٹھیر کر قبل دوپہر روہتک محلہ کلالاں بر مکان لالہ دوارکا پرشاد وکیل مرحُوم آئے۔ وہاں کھانا کھا کر دوپہر کو آرام کیا۔ کھانے سے پہلے سنگت کو جو کہ جمع ہو گئی تھی درشن دیئے۔ پھر اُسی محلہ میں جین گرل سکول کے صحن میں شام کے ۶ بجے کے قریب ست سنگ ہوا۔ دُوسرے دن صبح کو ۸ بجے پھر وہیں ست سنگ ہوا۔ شام کو نام تقریباً ۵۰-۶۰ عورت ومردوں کو دیئے گئے۔ دہلی سے ایک دو بی بیاں اور ڈاکٹر ہانڈہ صاحب اور سردار گوردیال سنگھ انسپکٹر پولیس بھی تشریف لائے۔ اثنائے گفتگو میں اُنھوں نے فرمایا کہ رُوحانی ترقی کے لئے تو یہاں تک ضرُورت ہے کہ اپنی گھر کی اِستری سے بھی بھوگ بِلاس سے پرہیز کرے۔

روہتک کے مکانات کُھلے اور محلہ جات بڑے بڑے وکُوچے چوڑے ہیں۔ مگر بازار اگرچہ کُشادہ ہیں۔ تاہم اُن میں بھیڑ بھاڑ زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ دہلی سے صرف ۴۲ میل پر ہونے کی وجہ سے یہاں دوکانداری زیادہ فائدہ مند معلوم نہیں ہوتی۔ جس کسی کو کوئی ضرُورت کی چیز قیمتی خریدنی ہو دہلی سے لے آتا ہے۔ روہتک میں کچھ گرمی محسوس ہوئی۔ تاہم کمروں کے اندر زیرا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

دُوسرے دن صبح کے ۷-۸ بجے کے درمیان دہلی کو روانہ ہو گئے۔ اور وہاں ۹-۱۰ بجے کے درمیان قرول باغ نئی دلّی ہوتے ہوئے دریا گنج نمبر ۲ پر پہنچ گئے۔ وہاں کچھ سنگت موجود تھی۔ اور کچھ آرہی تھی۔ ایک شبد لیا گیا۔ پھر شام کو ۶ بجے ست سنگ ہوا۔ ہر روز صبح کے ۸ بجے اور شام کو ۶ بجے ست سنگ شروع ہوتا رہا۔ سوامی جی کی بانی میں سے "گُورو کہیں جگت سب اندھا" و "سُن رے من انحد بین" گرنتھ صاحب میں سے "تیریاں کھانیں تیریاں بانیں" و کبیر صاحب کی بانی میں سے "کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے" اور سہجو بائی کی بانی میں سے "رام تجوں پَے گُورو نہ بِساروں" لیئے گئے۔ ست سنگ میں حاضری شام کو صبح کی نِسبت زیادہ ہوتی تھی۔ کیونکہ مُلازمت پیشہ لوگ دفتروں کی وجہ سے شام کو ہی آ سکتے تھے۔ یہ حاضری دِن بدن بڑھتی گئی۔ اور وہ صحن جس میں ست سنگ ہوتا تھا اِس قدر بھرا کہ لوگ باہر سٹرک تک کھڑے تھے۔ بڑی بھیڑ تھی۔

۲۳ر مارچ کی صبح کا ست سنگ دیکر حضُور نئی دہلی کے ایک بابُو کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور

وہاں ۵ - ۷ منٹ درشن دے کر قرول باغ ہوتے ہوئے ۲۰ راجپور روڈ دہلی - دولت خانہ سردار بچتر سنگھ صاحب ٹرانسپورٹ آفیسر ۱۲ بجے سے پہلے پہنچ گئے - وہاں جاکر کئی مردوں وعورتوں کو نام دیا جس میں دہلی وکٹوریہ زنانہ ہسپتال کی ڈاکٹر صاحبہ کی ہمشیرہ بھی تھی - اِس سے پہلے نئی دہلی سے مس رُگ مسٹر سیکسن اور ڈاکٹر شراف واُن کی لیڈی پرنسپل وکٹوریہ زنانہ ہسپتال واُن کی ہمشیرہ حضُور کے دیدار کے واسطے دریا گنج میں ۲۲ مارچ کو شام کے ۴ بجے کے قریب تشریف لائے تھے۔

مسٹر سیکسن نے پوچھا کہ ہم لوگ جو انگلستان میں رہتے ہیں - ہم کو راشن میں گوشت - انڈے - مچھلی وغیرہ ممنوع چیزیں مل سکتی ہیں - اگر انکار کریں تو اُن کے بدلے یا تو کچھ نہیں ملے گا - یا سبزیات جن کو کھاکر ہمارا جسم کیسے قائم رہے گا - حضُور نے جواب دیا کہ یہ ہمیشہ کو نہیں ہوگا - اور آج کل ولایت میں کئی انگریز اور لیڈیاں ست سنگی ہیں - جو گزارہ کر رہے ہیں - اور امریکہ میں بہت سے امریکن مرد اور عورتیں ست سنگی ماس اور شراب انڈہ مچھلی - چربی وغیرہ سے قطعی پرہیز کرتے ہیں - یہاں تک کہ جن بسکٹوں یا ڈبل روٹیوں میں کسٹرڈ ملا ہوتا ہے وہ بھی نہیں استعمال کرتے - حالانکہ کسٹرڈ میں انڈہ کی مقدار بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے - وہاں DR. PIETRO ROTONDI D.C. نے ایک سبزیات کے کھانوں کی کتاب موسُومہ VEGETARIAN COOKERY لکھی ہے - جس کی قیمت پانچ روپے کے قریب ہے - اور WILLING PUBLISHING COMPANY 3318, PUEBLO AVENUE LOS ANGELES کیلی فورنیا میں یہ کتاب چھپی ہے - اِس میں بہت سے عُمدہ عُمدہ نُسخے صرف سبزیات واناج وگھی سے کھانے پکانے کے درج ہیں -

۲۳ مارچ کی دوپہر اور رات کا کھانا ساری سنگت نے سردار صاحب موصُوف کے ہاں کھایا سردار صاحب نے سنگت کی بڑے پریم سے سیوا کی اور لاریاں اور کاریں اُن کی کوٹھی پر دریا گنج سے سنگت کو سوار کراکر سارا دن لاتی رہیں - وہ خود بھی وقت بے وقت دریا گنج میں تشریف لاتے رہے - وہاں سے شام کا ست سنگ کرکے جس میں کئی ہزار لوگ جمع ہو گئے تھے - رات کے دس بجے کے بعد حضُور دریا گنج تشریف لائے - ۲۴ مارچ صبح کو بہت سی بھیڑ نام لینے والوں کی ہو گئی تھی - دھکا پیل ہو گیا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ نام سے محرُوم رہ گئے - اِس واسطے شام کا ست سنگ کرکے رات کو ۹ بجے کے بعد پھر باقی ماندہ اشخاص کو نام دیا گیا - جس میں کثرت بلند شہر کے ضلع کے دیہاتیوں کی تھی - حضُور گویا صبح کے ۸ بجے سے لے کر رات کے ۱۲ بجے تک کام کرتے رہے -

۲۵ مارچ ۷ بجے کار میں چل کر پہلے ۸½ بجے روہتک محلہ کلالاں میں تشریف لائے - صرف ۵ منٹ

سنگت کو درشن دے کر حصار ۱۱ بجے کے قریب بابو کنج لال جی کی کوٹھی پر درشن دے کر گریوال ہلز سکندر پور میں ۱۲ ½ بجے پہنچ گئے۔ اور دس منٹ وہاں کے سیواداران سے باتیں کر کے شانتی آشرم میں تشریف لائے۔

۲۸ / مارچ ویروار کو سکندر پور سے ½ ۷ بجے صبح مَیں و مستری شادی و گوپال سنگھ لٹھا حضور کے ہمراہ کار میں روانہ ہو کر پہلے سرسے آئے وہاں حضور نے سب سنگت کو اتر کر درشن دیئے اور وہاں سے چل کر سیدھے مکتسر آ کر دم لیا۔ وہاں چودھری دھیان سنگھ انسپکٹر کوآپریٹو و چودھری بُدھ رام میونسپل کمشنر بمعہ دیگر ست سنگی اور ست سنگنوں کے درشنوں کو موجود تھے۔ جگہ جگہ حسب خواہش سنگتوں کے راستے کے مقامات کو تاریں دے دی گئی تھیں۔ وہاں سے سرائے نانگا۔ پنج گرائیں۔ کوٹ کپورہ کی سنگتوں کو اتر اتر کر حضور نے درشن دیئے۔ اور موگہ میں کپتان سردار بہادر لال سنگھ کے گھر آئے۔ وہاں پر بھی لوگ منتظر تھے۔ وہاں چند منٹ ٹھہر کر ڈاکٹر پریم ناتھ صاحب کے ہسپتال موگہ میں آئے۔ وہاں سردار دریائی لعل کے داماد کپتان ڈاکٹر بیج ناتھ جو ایبٹ آباد میں ہمارے میزبان گزشتہ سرما میں ہوئے تھے۔ وہ بھی مل گئے۔ وہاں سے جگراؤں اور لدھیانہ لالہ شانتی ساگر کے دولت خانہ پر ٹھہر کر لدھیانہ سول لائن میں بابو بلونت رائے وکیل کے مکان پر آئے۔ وہاں بہت سی سنگت شہر کی جمع تھی۔ سارا صحن بھرا ہوا تھا۔ وہاں سب نے کھانا کھایا۔ اور وہاں سے تین بجے چل کر راستے میں گورایا۔ پُھلور۔ پھگواڑہ۔ چھاؤنی کی سنگتوں کو درشن دیتے ہوئے۔ جالندھر شہر سردار جگت سنگھ کے پاس آ کر اترے۔ اہلووالیہ صاحب بھی مل گئے۔ لیکن صرف ۵ منٹ ٹھہر کر لوہا منڈی میں ہو کر کپور تھلے پروفیسر جگ موہن لال جی کے مکان پر گئے۔ وہاں ایک شبد کا ست سنگ ہوا۔ اور وہاں سے سردار مدن گوپال سنگھ کو درشن دے کر ڈھلواں کی سنگت کو درشن دیتے ہوئے بیاس کچھ منٹ سٹیشن ماسٹر صاحب سے مل کر ڈیرے اندھیرا ہوتے پہنچے۔

باب اُنیسواں

حالات قیام ڈیرہ و دورہ امرتسر۔ لاہور و پھگواڑہ

۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء - یہاں ماہواری ست سنگ کے لئے بے شُمار سنگت موجود تھی۔ حالانکہ ست سنگ میں تین دن باقی تھے لیکن لوگ آئے ہوئے تھے۔ اب کے ۳۱ مارچ کے ماہواری ست سنگ پر اِس قدر بھیڑ تھی کہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ بعض لوگوں کا اندازہ ۸۰ ہزار کا ہے۔ اتنی بڑی بھیڑ بڑے سے بڑے میلے میں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ پہلے کبھی کسی سنت نے اِس قدر ہجُوم کو ست سنگ کے انمول بچن نہیں سُنائے ہوں گے۔ اور پھر طرہ یہ کہ آج کل قحط ہے۔ گندم و کھانڈ و دالیں۔ حد سے زیادہ مہنگی ہیں۔ دھن ہیں سنت جو اِس قدر ہجُوم کو دیکھ کر نہیں گھبراتے۔ دھن ہیں وہ لنگر کے سیوادار جو اِس قدر لوگوں کو کھانا خود پکا کر کھلاتے ہیں۔

۳۱ مارچ کو صبح کے ۸ بجے کے بعد ست سنگ شروع ہوا۔ اور گُورو گرنتھ صاحب میں سے "پاٹھ پڑھیو اور وید بچار یو" لیا گیا۔ پھر "دھن دھن دھن دھن پیارے کیا کہوں مہماں شبد کی" سوامی جی کی بانی میں سے لیا گیا۔ ست سنگ کے خاتمہ پر لوگوں نے جانا شروع کر دیا۔ لاریاں تین ڈیرے سے ریلوے سٹیشن بیاس تک اور بہت سے ٹانگے ہجُوم کو ریلوے سٹیشن پر پہنچاتے رہے۔ مگر آج ۲ اپریل کو بھی کافی بھیڑ ہے۔ لوگ نام لینے کی خاطر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یکم اپریل کو عام دستُورالعمل کے مُطابق لوگوں کو نام ملنا چاہیئے تھا۔ مگر نام لینے والوں کا اِس قدر ہجوم تھا کہ یہ مُناسب سمجھا گیا کہ اب کی دفعہ نام نہ دیا جاوے۔ بہت سے تو چلے گئے۔ بعض جو زیادہ ہٹیلے ہیں۔ ابھی تک اڑ کر بیٹھے ہیں۔

راجہ صاحب سانگلی بمعہ رانی صاحبہ (رانی لکشمی بائی جی) پُونے کی طرف سے تشریف لائے۔ اور ۸-۱۰ روز یہاں ہی براجمان رہیں گے۔ آپ میں حکُومت کا غرُور نام کو نہیں۔ عام ست سنگیوں کی طرح سب سے ملتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی ریاست مہاراجہ کپورتھلہ جتنی ہے۔ مگر جب بیاس سٹیشن پر اُترے تو بجائے اِس کے کہ ڈیرے میں ڈیرے کی کار کے لئے پیغام بھیجتے، کرایہ کے معمُولی ٹانگہ میں تشریف لے آئے۔ راستے میں بڑی گرد و غبار و مٹی آتی ہے۔ عام لوگ ٹانگوں میں بیٹھنے سے گھبراتے ہیں۔ مگر اُنھوں نے پروانہ کی۔ یکم اپریل کو ست سنگ

نہیں ہوا نہ نام دیا گیا۔

۲ اپریل صبح کو ۸ بجے حضور کار میں جالندھر تشریف لے گئے۔ وہاں جالندھر ست سنگ گھر کے لئے جو زمین حال ہی میں خریدی گئی ہے، اُس کو دیکھنا تھا۔ اور کچھ آہنی چادریں کاٹو کی بڑ روانہ کرنی تھیں۔ وہاں سے ۱۲½ بجے لوٹ کر آئے۔ اور شام کو ۵½ بجے ست سنگ ہوا۔ کبیر صاحب کی بانی "محرم ہوئے سو جانے رے سادھو لیا دلشیں ہمارا" لیا گیا۔ اور اُس کے بعد "ستگورد کا نام پکار دستگورد کو ہردے دھار و" حضور نے فرمایا کہ یُوں تو سب انسانوں کے دلوں میں عاجزی، فروتنی اور خدمتِ خلق کا خیال ہونا چاہیئے مگر حاکموں اور امیروں کے لئے یہ ضروری ہے۔ جیسے کہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے۔ ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست ؎ گدا اگر تواضع کُند خوئے اوست

۳ اپریل کو صبح کو سیوا کے بعد نام دیا گیا اُس کے بعد پھر شام کو ۵ بجے کے قریب ست سنگ ہوا۔ حضور کی طبیعت بہت تھکی ہوئی تھی۔ اس واسطے بابو گلاب سنگھ جی نے دیا کھیان دیا۔ حضور خاموش سُنتے رہے۔

۴ اپریل۔ حضور کو ابھی تک گلے میں خراش اور زکام کی شکایت چلی آتی ہے۔ کل دوپہر کو دو بجے سید پور ایک بیمار کی خبر گیری کے واسطے دھوپ میں تشریف لے گئے۔ جو کہ پکی سڑک سے ۱۲ میل پر کہا جاتا ہے۔ اور پھر ۶ بجے کے قریب واپس آئے۔ ساری دوپہر کی دھوپ سر پر لی۔ اور پھر آکر ست سنگ کیا اور ست سنگ کے بعد فصل دردشدہ کو اٹھوانے چلے گئے۔ آپ پر یہ مقولہ بالکل راست آتا ہے "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" لوگ دلشیں بھگتوں کی مہماں کرتے ہیں۔ دلشیں بھگتی کا پھل کہا ہے۔ ملک کی آزادی جو کہ بہت مُبہم چیز ہے۔ کیونکہ امریکہ والوں اور اہلِ انگلستان کے خطوں سے جو کہ میں قریباً ہر روز پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ واضح ہو گیا ہے۔ کہ یہ لوگ باوجود آزاد ہونے کے سُکھی نہیں ہیں۔ اِن میں سے بہت سے لوگ بڑے بیکس غریب و لاچار ہیں۔ اور امریکہ سے مسٹر ٹل لکھتے ہیں:۔ کہ تم کہو گے کہ ہم آزاد ہیں۔ مگر ہم کو مذہبی مظالم سے بچنے کے لئے یہاں اِس آزاد ملک میں بھی کسی زبردست گروہ کی شرن لینی پڑتی ہے۔ اندریں حالات مجھے آج کل کے دلشیں بھگتوں، مہاتما گاندھی، نہرو اور جناح کی سخت، محنت اور قربانی کے نتیجے پر بعض دفعہ بہت شبہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اپنے اعتقاد کے بموجب درست کر رہے ہیں۔ حضور کے پر اُپکار میں شبہ نہیں۔ پر اُپکار اُن کا رُوح پر ہے۔ نہ کہ جسم پر۔ نہ یہاں کی کسی فانی چیز کے متعلق۔

۱۰ اپریل کو تلسی صاحب کے گھر سے لئے گئے جو کہ دلکش بانی ہے جس میں اِس سرشٹی کی رچنا کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک ویدانتی صاحب زور زور سے دعویٰ کر رہے تھے کہ ویدانت شیر ہے۔ اُس کے مقابلے میں کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا۔ مگر جب وہ کئی دفعہ گرج گرج کر یہی رٹ لگانے لگا۔

تو میں نے کہا کہ ویدانت ایک بے ایمان ایجنٹ ہے جو کہ اپنے مالک کو چھپا کر خود کو مالک کہتا ہے۔ ویدانت ایک تھکا ہوا بیل ہے۔ جو کہ ایک منزل حد دو منزل چل کر تھک کر کہتا ہے کہ اب آگے کچھ نہیں۔

۶ ، ۷ راپریل۔ دونوں دن شام کو ست سنگ۔ تو بابو گلاب سنگھ نے کیا۔ مگر حضور درمیان میں کچھ نہ کچھ ارشاد فرماتے رہے۔ چونکہ تلسی صاحب عرف صاحب جی کے گھر سے پڑھے جا رہے تھے۔ اس واسطے حضور نے بنایا کہ تلسی صاحب کے سامنے کئی ست سنگیوں نے شکایت کی کہ جناب بعض لوگ آپ کے ست سنگ میں بھی آتے ہیں۔ اور مندروں میں بھی جا کر رام۔ کرشن کی مورتیاں بھی پوجتے ہیں۔ تلسی صاحب کی رگوں میں مرہٹہ شاہی خون دوڑ رہا تھا۔ فرمایا کہ کرشن کی مورتی کو اُلٹا لٹکا دو۔ جو مورتی پوجے گا وہ ہمارے ست سنگ میں نہ آوے گا۔ جب شہر ہاتھرس کے لوگوں کو دکھنی بابا کی اس حرکت کا پتہ لگا۔ تو سب در پئے آزار ہو گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ صاحب جی بمعہ اپنے سیوکوں گردھاری لال وغیرہ کے اپنے استھان سے کسی دوسری جگہ پیدل جا رہے تھے۔ شہر کے ہندوؤں نے اُن کو دیکھ کر اُن پر اینٹ پتھر برسانے شروع کئے۔ مگر صاحب جی مہاراج ہیں کہ بلا خوف و خطر چلے جا رہے ہیں۔ گردھاری لال بولا حضور حکم دیں تو میں اِن سب کو بھسم کر دوں۔ صاحب جی نے جواب دیا ہم اِن کو گرانے نہیں آئے ہیں اُٹھانے آئے ہیں گردھاری لال نے اصرار کیا کہ نہیں حضور اُن کو سزا ملنی چاہیئے۔ صاحب جی نے کہا کہ آیا کسی کے چوٹ آئی؟ سب نے کہا نہیں۔ پھر کہا ذرا آگے چلو۔ جب آگے کھیتوں میں گئے تو صاحب جی کے جاٹ سیوکوں کا گاؤں آگیا۔ انھوں نے جب اپنے گورو اور ست سنگیوں کی توہین دیکھی تو پکڑ لئے ڈنڈے اور اُن لوگوں کو مارتے مارتے شہر تک بھگا دیا۔

صاحب جی کی سیوا میں دو بی بیاں رہا کرتی تھیں۔ ایک کا نام بی بی پھولاں تھا۔ یہ مالدار بیوہ تھی۔ ایک دن تلسی صاحب نے کہا چل سُسری مایا کی غلام۔ اُس کو گورو کا طعنہ دل میں لگا۔ گھر جا کر لگی اپنے روپوں کو مٹھیوں میں بھر بھر باہر پھینکنے۔ لوگ لوٹنے والے جمع ہو گئے۔ کسی نے بھاگ کر صاحب جی سے یہ بات کہدی۔ صاحب جی نے کہا۔ اُس کو کہو کہ اس طرح دولت کو برباد نہ کرے۔ ست سنگ کی سیوا میں خرچ کرے۔ اُس کے بعد تلسی صاحب نے ایک دفعہ شبد پڑھا۔ "رہوں ری بدیہہ دیہہ درساؤں"۔ اس پر پھولاں بولی۔ سوامی جی۔ آپ چنگے بھلے ہٹے کٹے بیٹھے ہو۔ کس طرح بدیہہ ہو۔ صاحب جی بولے۔ اچھا سُسری۔ پکڑ تو۔ اب پھولاں بھاگ بھاگ کر صاحب جی کو دونوں ہاتھوں میں پکڑنا چاہتی ہے۔ مگر صاحب جی ایسے تھر کے بنے ہیں۔ کہ اُس کی گرفت میں نہیں آتے۔ تھک ہار کر کہنے لگی۔ کہ مَیں سنتوں کی گتی کو نہیں سمجھ سکی۔

۸ر اپریل - آج پھر تلسی صاحب کے گگھروں کا ہی ست سنگ شام کو ہوا سنت دلواسنگھ جی ترن تارن والے بھی ۳-۴ روز سے بمعہ اپنی سنگت کے ڈیرے میں آج کل تشریف رکھتے ہیں - اور ہر روز ست سنگ میں حضور اُن کو اپنے برابر جگہ دیتے ہیں - آج حضور نے فرمایا کہ جب انسان مرتا ہے - تو جم دُوت اُس کو داڑھ میں پیس ڈالتے ہیں - جیسے کہ چکی اناج کو پیستی ہے - اُس وقت آنکھوں سے پانی یا پاخانہ مارے خوف کے مرنے والے کا نکل جاتا ہے - آگے جاکر جب پرانی کو بھوک پیاس لگتی ہے - کیونکہ اُس وقت سُوکشم شریر تو ہوتا ہے - تو جم دُوت لوگ کہتے ہیں - کہ فلاں یگ یا تپ یا شبھ کرم کا پھل ہمیں دیدو - تو ہم تم کو پانی یا روٹی لا دیتے ہیں - اِسی طرح دھرم رائے کے دربار تک پہنچتے پہنچتے وہ مفلس ہو جاتا ہے - بجنسہ جیسے کہ مُجرم لوگوں کو پولیس والے اہلکار لوگ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے پہلے ہی لُوٹ لیتے ہیں - یہی حال موت کے بعد ہوتا ہے - مگر کن کا ، جنہوں نے پرمیشور بھگتی و گُورو بھگتی نہیں کی - اور دُنیا کا بہت بڑا حصہ اِن صفتوں سے خالی ہے - ہر مذہب کے پیشوا دان پُن وغیرہ اچھے کاموں کی ترغیب لوگوں کو دیتے ہیں - جن کا حشر موت کے بعد وہ ہوتا ہے جو اُوپر بیان ہو چکا ہے - یہ لوگ بھگتی مارگ کی تعلیم نہیں دیتے - جو لوگوں کو آداگون کے چکر سے و دھرم رائے کے دربار میں لے جائے جانے سے بچاتی ہے -

کل ۱۳ر اپریل شنکروار کی لِسا لکھی ہے - آج گُورو گرنتھ صاحب میں سے "پکھو ہتھا لادیا" پڑھا گیا - حضور نے خود ویاکھیان کیا - کہ ہر ایک اِنسان من کی کشتی میں بیٹھکر اِس سنسار ساگر میں وِشے وِکاروں کا مال کشتی میں بھر کر بہا جارہا ہے - اور یہ سنسار کا سمندر کیا ہے - جس کا نہ اِدہر کا کنارہ معلوم ہے نہ اُودھر کا - آخر کار گُورو صاحب بڑے افسوس سے فرماتے ہیں " بابا جگ پھاتھا مہا جال - بابا جگ پھاتھا مہا جال " کیونکہ ہر موت کے بعد دھرم رائے کے جاکر حساب اپنے اپنے اعمالوں کا دینا پڑتا ہے - اور اعمالوں کے بموجب پھر اسی دُنیا میں آکر جنم لینا پڑتا ہے - اِنسان ہو کر - حیوان - پرندہ - پھر گھاس ، پھُونس ہو کر سب کو مرنے پر دھرم رائے کے ہاں جاکر حساب دینا ، اور پھر نیا قالب دھارنا پڑتا ہے یہی مہا جال ہے - اب اِس جال سے چھوٹے کیسے ؟ کوئی پُورا گُورو مل جاوے اور وہ دُھن آتمک نام دے ویوے - تو البتہ اِس جال سے رہائی ممکن ہے - ہر ایک مذہب اپنے اپنے نام کو سچا نام کہتا ہے - واہگُورو - اللہ - رام - کرشن - برہم وغیرہ - مگر سچا نام شبد یعنی ندائے آسمانی ہے - جس کو پکڑ کر اِس بھوساگر سے پار ہو سکتے ہیں - اصل میں یہ آتما تو کُل مالک کی انس ہے - مگر من اندریوں میں پھنس کر اپنی ہستی و قدر و قیمت کو بھُول گیا ہے - جیسے کہا ہے :-

" ایک سمے بن میں بستے ہرگ راج کی نار نے کیہر جائیو

گئے کارن بالی کے ہاتھ پڑیو اُن لائے کے بھیڈی کے سنگ لائیو
بھُول گیو کل کے پراکرم کو ہنڈ وبھیو ہری دُوب چرائیو
ایسے ہی سُندر ناتما آپ کو بھُول کے سنگ شریر کے جیو کہایو

۱۴ر اپریل کو شام کو نام ۵۰ کے قریب مردوں اور عورتوں کو دیا گیا۔ ۱۵ر اپریل کو بابو گلاب سنگھ جی نے ست سنگ میں من کی فریب بازی کے متعلق ایک لطیفہ سُنایا۔ کہ ایک پنڈت جی کہیں باہر شہر میں مُلازم تھے۔ اُن کی بیوی پیچھے وطن میں رہتی تھی۔ ایک دن پنڈتانی جی غُسل کر رہی تھیں۔ اور اس مطلب کے لئے ناک کی ناتھ اُتار کر رکھ دی تھی۔ کہ پڑوس کی ایک نائن اندر آئی۔ اور پنڈتانی کی ناک سے ناتھ کو غائب دیکھ کر دل ہی دل میں سمجھ لیا کہ بس پنڈتانی جی بیوہ ہوگئیں۔ ورنہ سوہاگن عورت کبھی ناک سے ناتھ نہ اُتاریگی۔ چنانچہ اُس نے خاوند کو پنڈت جی کی خدمت میں پیغام دیکر بھیجا کہ آپ کی اہلیہ تو بیوہ ہوگئی۔ جب پنڈت جی دفتر سے واپس اپنے ڈیرے آئے تو نائی نے یہ پیغام حسرت ناک اُن کے گوش گُذار کیا۔ اس پر پنڈت جی زار زار رونے لگے۔ کہ ہائے میری بیوی بیوہ ہوگئی۔ محلے کے لوگ جمع ہوگئے۔ اور انھوں نے بہت سمجھایا کہ جب آپ ماشاءاللہ بقید حیات ہیں۔ تو آپ کی دھرم پتنی رانڈ نہیں ہوسکتی۔ تو پنڈت جی نے فرمایا کہ "مَیں آپ کی مانوں یا اپنے گھر کے مُعتبر نائی کی۔" من کو ہم مُعتبر نائی خیال کرتے ہیں۔ اور عقلمندوں کی نصیحت کو نہیں سُنتے۔

دورۂ امرتسر

۱۶ر اپریل کو صبح ۱/۲ ۷ بجے کار میں امرتسر کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہلے سنگت کو چند منٹ درشن دیئے۔ پھر ۱۰ بجے وہاں سے کچہری واسطے تصدیق کرانے پنشن بل تشریف لے گئے۔ وہاں پنشن بل تصدیق کرا کے حضُور کو واپس اپنی آرام گاہ میں چھوڑ کر مَیں کار لیکر ہال دروازے کے باہر تیل والوں کا حساب چُکانے گیا۔ وہاں جا کر حساب بے باق کیا۔ اور پھر سردار بلونت سنگھ امرتسری ٹرک والے آگئے۔ اُن کی معرفت دو ٹائر اور دو ٹیوب نئے بڑے سستے داموں مل گئے۔ وہاں سے واپس آئے کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ شام کو ۵ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ "پاٹھ پڑھیو اور دید وچار لیو۔" گوروگرنتھ صاحب میں سے لیا گیا۔

۱۷ر اپریل کو ۱/۲ ۷ بجے صبح سے لیکر ۹ بجے تک ست سنگ ہوا۔ جس میں گوروگرنتھ صاحب اور سار بچن نظم میں سے ایک ہی مضمون کے دو جُدا جُدا شبد پڑھے گئے۔ کہ کس طرح من اور رُوح رُوحانی منڈلوں کی طرف سے سوگئے۔ اور اس دُنیاوی منڈل میں جاگ پڑے۔ "نینوں نیند پر درشٹ وکار: سرون سوئے سُن نِند دیچار۔" "رسنا سوئی لوبھ میٹھے سواد: من سویا مایا بسماد۔" "سگل سہیلی اپنے رس ماتی:

گرہ اپنے کی خبر نہ جاتی ۔" موسن ہار پانچ بٹوارے ۔ سُونے نگر پڑے ٹھگ ہارے ۔" گویا حواسِ خمسہ دنیاوی نظارے ۔ دُنیاوی لذات ۔ لے کر اُن رُوحانی منڈلوں سے بے خبر ہو گئے ۔ اور اِس دنیا میں جاگ پڑے ۔ من مایا میں گرفتار ہو کر رہ گیا ۔ اِنسان کی ہر ایک اِندری اپنے اپنے مزے میں پھنس کر اُس طرف سے بھُول گئی ۔ اور پانچ ڈاکوؤں یعنی کام کرودھ وغیرہ نے شریر رُوپی شہر کو لوٹنا شروع کر دیا ۔ کیونکہ اس شہر کے محافظ یعنی من اور رُوح اور اِندریاں غفلت میں سو گئے ۔ اور ڈاکوؤں کو خُوب دِل کھول کر لُوٹنے کا موقع مل گیا ۔ اِس کا علاج گُورو صاحب فرماتے ہیں ۔" اِس گرہ میں کوئی جاگت رہے ۔ ثابت لبست اوہ اپنی لہے ۔" اِس گورتن میں اگر کوئی جاگ اُٹھے تو وہ اپنی پونجی ڈاکوؤں سے بچا لے ۔ جاگتا وہی ہے جس پر خُدا تعالےٰ کی مہربانی ہو اور جس کو پُورے گُورو نے شبد کا ابھیاس دیا ہو ۔ اور وہ ابھیاس کر کے من اور رُوح کو جگا لے ۔ ویسے ہی سوامی جی نے بھی فرمایا ہے ۔" سوتا من کس جاگے بھائی ۔ سواد پائے میں کروں بکھان ۔" سوامی جی من کے جگانے کے طریقے بتاتے ہیں ۔ کہ یہ من تیرتھ ۔ برت ۔ سندھیا ۔ ترپن ۔ دان ۔ پن ۔ پڑھنے پڑھانے سے نہیں جاگے گا ۔ صرف شبد کے شغل سے جاگے گا ۔

ست سنگ کے بعد ۱۱ بجے حضُور اور لالہ ترلوک چند اگزیکٹیو انجنیئر مرلائے گُورودوارہ اس واقعہ چوک بابا صاحب اِس خیال سے دیکھنے گئے کہ ڈیرے میں بھی ایک سرائے لوگوں کے آرام کرنے کے لئے تعمیر کی جاوے ۔ سرائے کے منتظمان کو پہلے سے آگاہ کر دیا گیا تھا ۔ وہ بڑی مہربانی اور خلُوص سے پیش آئے ۔ اور سرائے کی ہر ایک منزل ۔ غُسل خانے ۔ جائے ضرُورت وغیرہ سب کچھ دکھا دیا ۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے پبلک پر بڑا احسان کیا ہے ۔ کہ ایسی وسیع آرام گاہ مُسافروں کے واسطے مُہیا کر دی ہے ۔ اِس میں نہ صرف سِکھ لوگ ہی ٹھہر سکتے ہیں ۔ بلکہ ہندو بھی ٹھہرے ہوئے تھے ۔ دو منزلہ کمرے ہیں ۔ نچلی منزل کے صحن میں ایک بڑا چھتا ہوا ہوا پُختہ غُسل خانہ ہے ۔ جس میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ نہانے کا انتظام ہے ۔ اور کمروں کے آگے برآمدہ ہے ۔ دونوں منزلوں میں ۔ اور سب سے اُوپر کی چھت پر لوگوں کے موسم گرما میں سونے کے لئے بڑے بڑے میدان ہیں ۔ مگر گرمی کے موسم میں پہلی منزل والوں کو تیسری منزل پر جا کر سونا ۔ چارپائیاں اُٹھا کر لے جانا مُشکل ہوتا ہوگا ۔ نچلی منزل میں غُسل خانہ نے بہت سی جگہ گھیر رکھی ہے ۔ اِس کے اِرد گرد سونے والوں کو ہوا کم لگتی ہوگی ۔ اور گرمی زیادہ ۔ جاڑے میں تو کوئی دِقّت نہیں ۔ اِسی طرح اُوپر کے چوباروں میں رہنے والوں کو بھی چھت پر چارپائیاں لے جانا مُشکل ہی ہوتا ہوگا ۔ ورنہ گرمی کے موسم میں برآمدے میں سونا بہت تکلیف دہ ہوتا ہوگا ۔ اور اگر بارش آ جاوے تو اُوپر کی چھت سے نیچے چارپائیاں لانا بھی خالی از دِقّت نہیں ۔ کمروں میں نہانے کے لئے یا پانی گرانے کے لئے باہر کو موریاں نہیں ہیں ۔ اور سب کو چارپائیاں

اور بستر ہ بل جاتا ہے۔ کھانے کو لنگر میں روٹی ملتی ہے۔ یہ بڑا پر اُپکار ہے۔ مگر داخل ہوتے ہی مجھے لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال آیا۔ کہ یہاں ٹھہرنے والوں کی تعداد جگہ کی نسبت زیادہ ہو گی۔ کیونکہ مسافر لوگ زیادہ تر نچلی منزل اور اُس کے برآمدوں میں چارپائیاں ڈال کر پڑے رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ اُوپر کی منزل میں ایک طرف کے کمرے سب کے سب خالی تھے۔ ایک اور بات دیکھنے میں آئی۔ کہ ہر ایک کمرے کے باہر گورمکھی میں پنجاب کے کسی ایک ضلع کا نام لکھا تھا۔ گویا وہ کمرہ اُس خاص ضلع کے باشندوں کے آرام کے لئے مخصوص تھا۔ یہ ترکیب بھی اچھی ہے۔ ٹٹیوں کا انتظام ایسی آرام گاہوں میں نہایت غور طلب ہوتا ہے۔ چونکہ مَیں نے ٹٹیاں خود نہیں دیکھیں۔ اس واسطے اُن کی بابت کوئی رائے نہیں دے سکتا۔

اِس سرائے کا نقشہ کافی پیچیدہ ہے۔ مَیں سادہ ترتیب عمارت کو پسند کرتا ہوں۔ اور نچلی منزل کا صحن اِس سے دوگنا ہوتا تو شان اور پبلک کا آرام دوگنا ہو جاتا ہے۔ مگر شہروں میں اتنی جگہ کہاں۔ یہ بھی کمیٹی کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اِس سرائے سے جانب مشرق کمیٹی کا عالی شان دفتر ہے۔ جس کی نچلی منزل میں ایک GALLARY ہے۔ اُس میں دو لو طرف کمروں کے دروازے کھلتے ہیں۔ کمرے بڑے صاف کُشادہ و ہوادار تھے۔ اور ہر ایک کی چھت میں بجلی کا پنکھا لگا تھا۔ جس کے نیچے میز اور کرسیاں لگی تھیں۔ جن میں بیٹھ کر اہلکار لوگ کام کرتے ہیں۔ بالائی منزل میں کمیٹی رُوم ہے۔ جو کہ قابلِ دید ہے۔ صاحب پریذیڈنٹ کے لئے بڑا کشادہ چبوترہ بنا ہے۔ جس کے گرد جنگلہ بھی بہت خوشنما ہے۔ اور صاحب موصوف کے دائیں ہاتھ کو چبوترے کے نیچے کلرک لوگ اپنے اپنے رجسٹرد کاغذلے کر تیار رہتے ہیں کہ اگر کمیٹی میں کوئی کاغذ یا تحریر یا رجسٹر دکھانا ہو تو فوراً دکھا سکیں اور ان اہلکاروں کو بھی باقی ہال سے ایک خوبصورت جنگلہ بنا کر الگ کیا ہوا ہے۔ یہ کمرہ صرف کمیٹی کے اجلاس کے ایام میں استعمال ہوتا ہے۔ اِس ہال کا فرش بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور اِس چبوترے پر کبھی کبھی گورد گرنتھ صاحب کا بھی پرکاش کیا جاتا ہے۔ اِس ہال کے اُوپر مہمانوں کے لئے کمرے ہیں۔ جن میں باہر سے آئے ہوئے ممبر آرام کر سکتے ہیں۔ دفتر کے افسر بڑے خلیق ہیں۔ اور ہمارے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئے اور بڑے پریم سے ہر ایک کمرہ وعمارت کا ہر ایک حصہ دکھایا۔

وہاں سے چل کر حضور دربار صاحب میں پیدل ہی تشریف لے گئے۔ جُوتے ہر ایک پیچھے چھوڑ گیا۔ ہر مندر میں گرنتھی لوگ وراگی لوگ موجود تھے۔ حضور نے سوا سو روپیہ بھینٹ کیا۔ اور ایک گرنتھی نے کھڑے ہو کر ارداسا کیا۔ یہ گرنتھی بڑے خوش وضع جوان خوبصورت داڑھی والے ہیں۔ اور سکھی کا نمونہ ہیں۔ اِن کی آواز سُریلی ہے۔ مگر زبان میں بے حد لکنت ہے۔ جس کی وجہ سے اِن کیلئے CONSONANTS ادا کرنا بڑا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مَیں نے بہت سے ارداسے سُنے۔ مگر اِس ارداسے میں بہت سے لفظ

میں نہیں سن سکا۔ ایسے پبلک مقدس مندر میں ہر ایک گرنتھی اور راگی بہت ہی اعلیٰ فن کا ہونا ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ اِن لوگوں کو معقول ماہانہ ملتا ہوگا۔ دربار صاحب کی طرف سے حضور کو ایک سروپا زرد رنگ بیل کا و ایک صافہ کھدر عنایت ہوا۔ حضور کو ہار پہنائے گئے۔ حضور نے خود دستِ مبارک سے ایک ہار میرے گلے میں بھی ڈالا۔

شام کو چار بجے کے بعد نام دیئے گئے۔ نام دے کر شام کے ۷ بجے کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر ۸ بجے کے بعد ڈیرے پہنچ گئے۔

کل ۱۰ اپریل کی شام کو حضور نے گورو گرنتھ صاحب میں سے بھیکھ دھاری سادھوؤں کے خلاف شبد لیا: "من مکھ لہر گھر تج بگچے"۔ "ہاتھ کمنڈل کاپڑیا من ترشنا اُوچی بھاری"۔ گویا باہر سے تو اس قدر تیاگ ہے کہ ہاتھ میں صرف کرمنڈل لے رکھا ہے۔ اور بدن پر سوائے لنگوٹی کے اور کچھ نہیں۔ مگر دل میں خواہشات کا سمندر موجزن ہے۔ یہ کیسی فقیری ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے "درویش صفت باش وکلاہِ تتری دار"۔ یعنی دل سے خواہشات کو نکال دے۔ اور پھر خواہ شاہانہ لباس پہن۔

آخر کار گورو صاحب فرماتے ہیں: "دھن گرہی سنیاسی جوگی جو اکیس سیوں لو لائے"۔ قابلِ ستائش ہے۔ وہ شخص جس کی لو مالک سے لگ گئی۔ خواہ وہ گرہستی ہو یا سادھو یا بھیکھی ہو۔ آج صبح کے ۷ بجے والو ننگل نہرڈت جی کے ہاں گورو گرنتھ صاحب کا ست سنگ ہوا۔ "کایا کا من ات سوالیو" اور "سر مندا بہ شریر ہے"۔ لئے گئے۔ دس بجے کے قریب وہاں سے واپس آ گئے۔

۱۲ اپریل اتوار کو حضور نے سردار بدن گوپال سنگھ صاحب کی کوٹھی پر شام کے ۵-۶ بجے کے درمیان کپور تھلہ میں ست سنگ کیا۔ یہاں سے ۳ بجے بعد دوپہر چل کر پہلے پروفیسر صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے سردار صاحب کی کوٹھی پر تشریف لائے۔ حضور کو کوٹھی میں چھوڑ کر میں اور مستری شادی کار پر پٹرول وغیرہ لینے گئے۔ پٹرول تو ملا یا نہیں مگر ہم دونوں نے لیمونیڈ کی بوتلوں سے بازار میں جا کر پیاس بجھائی۔ اور ایک دو چیزیں خریدیں۔ اور بھی کئی ست سنگی بازار میں مل گئے۔ وہاں سے ست سنگ شروع ہونے سے پہلے سردار صاحب کی کوٹھی پر آ گئے۔ کوٹھی بہت عمدہ ہے۔ اور اس کے احاطہ میں بڑے بڑے گھاس کے میدان ہیں۔ جہاں کہ ست سنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور لاؤڈ سپیکر بھی لگایا گیا تھا۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے ست سنگ ہوا۔ وزیر صاحب بھی تشریف لائے۔ اور ست سنگ کے خاتمہ پر واپس گئے۔ ست سنگ کے بعد حضور ٹکا راجہ صاحب کی کوٹھی پر اُن کی خواہش کے بموجب تشریف لے گئے۔ وہاں ٹکا راجہ صاحب و رانی صاحبان نے حضور کے درشن کئے اور ۱۰-۱۵ منٹ تک بات

چیت کرتے رہے۔ ہم کار سمیت کوٹھی کی عمارت کے باہر احاطہ میں رہے۔ حضور مہاراج صاحب راج دواروں تک جانے سے سخت پرہیز کرتے ہیں۔ کئی دفعہ ٹالتے رہے۔ مگر سردار مدن گوپال سنگھ جی کے پتا جو ٹکا راجہ صاحب کے ہاں کام کرتے ہیں۔ ان کی عرض کو نامنظور نہ کر سکے۔ فقیروں کو چونکہ دنیاوی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اس واسطے اُن کا راجاؤں کے ہاں کیا کام؟ کبیر صاحب نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ سادھو راج دربار میں صرف دو وجوہات سے ہی جا سکتا ہے۔ یا تو اس کو مان بڑائی کی بھوک ہوتی ہے۔ یا اچھے اچھے کھانوں کی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ٹکا راجہ صاحب یا اُن کے ہاں کی رانی صاحبان نے حضور کی مناسب آؤ بھگت نہیں کی۔ سب نے جھک کر متھا ٹیکا۔ اور اُن کی گفتگو سے فیض یاب ہوئے۔ راجہ صاحب اس سے چند روز پہلے باہر تشریف لے جا چکے تھے۔

دورہ لاہور

۲۱ر اپریل کی رات کو واپس آ کر دوسرے دن ۲۲ر اپریل کی صبح کو ہی، بجے کے قریب لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ حضور نے جو مصنوعی دانت لگوائے تھے۔ اُن میں کچھ خرابی واقع ہو گئی تھی۔ اور یہ خرابی مارچ کے درمیان سے چلی آتی تھی۔ حضور روٹی وغیرہ سخت کھانا جو چبانا پڑے نہیں تناول فرما سکتے تھے۔ مَیں نے سرسے میں بھی عرض کی تھی۔ کہ حضور یہاں سے سیدھے لاہور چلیں۔ اور وہاں ڈاکٹر جلال الدین صاحب کو دانت دکھلا کر لاہور سے ڈیرے تشریف لا دیں۔ مگر ۳۱ر مارچ کا ست سنگ قریب تھا۔ اس واسطے حضور نے ذاتی تکلیف کی پرواہ نہ کر کے لاہور جانا ست سنگ کے بعد تک ملتوی کر دیا۔ اُس کے بعد راجہ صاحب سانگلی و دیگر معززین آ گئے۔ اس واسطے بساکھی تک بھی لاہور نہ جا سکے۔ حالانکہ مجھے علم ہے کہ اُن کو سخت تکلیف تھی۔ اس کے بعد بھی ایک ہفتہ تک کئی وجوہات سے ڈیرے میں ہی رُکنا پڑا۔ پہلے امرتسر ست سنگ گھر پہنچے۔ وہاں دس منٹ دیکر لاہور سیدھے مال روڈ پر ڈاکٹر جلال الدین صاحب کے مطب میں ۹ ½ بجے صبح پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب ابھی تشریف ہی لائے تھے وہ بڑی محبت اور خلوص سے پیش آئے۔ اور حضور کے دانتوں کا ملاحظہ کر کے فرمایا۔ کہ ایک دانت سے کا چونکہ اُوپر سے موٹا اور جڑ سے پتلا ہے۔ اس واسطے پلیٹ ٹھیک نہیں آوے گی، ہلتی رہے گی اس کو نکالنا پڑے گا۔ چنانچہ تین چار INJECTIONS مسوڑے میں اُس دانت کے اِردگرد کر دیئے۔ حضور نے فرمایا کہ نچلے لب تک سُن ہو گیا ہے۔ اُس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بڑی آسانی کے ساتھ دانت نکال دیا۔ درد کی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس کے بعد نئی پلیٹ کے واسطے پیچ لیتے رہے۔ اور دوسرے دن اسی وقت دوبارہ آنے کو کہا۔ وہاں بھی کئی ست سنگی اور سردار کرپال سنگھ آ چکے تھے۔ چنانچہ وہاں سے چل کر سیدھے راوی کنارے ڈیرہ ست سنگ گھر میں پہنچے۔ حضور کو کچھ کچھ نئے زخم میں سے خون آتا رہا۔ مگر زیادہ

تکلیف نہ ہوئی ۔ راستے سے DENFIX خریدی جس سے پُرانی پلیٹ جم کر درست آگئی ۔
شام کو ست سنگ ۵ بجے ہر روز ہوتا رہا ۔ چونکہ لاہور کے ست سنگ میں مسلمان اصحاب بھی تشریف فرما تھے ۔ حضور نے مثنوی مولوی رُومؒ ۔ شمس تبریز و دیگر فقرا و صوفیائے کرام کی تصنیفات سے گورو گرنتھ صاحب و سوامی جی کے کلام کو ثابت کیا ۔ کہ سب قوموں کے اندر ایک ہی رُوحانی راستہ ہے ۔ جب انسانوں کی بناوٹ ایک سی ہے تو ان کے اندر جو خُدا کو ملنے کا راستہ ہے وہ بھی ایک ہی ہے ۔ ہاں شریعت ہر ایک مذہب کی الگ الگ ہے ۔ کیونکہ شریعت ہر ایک ملک کی آب و ہوا و باشندوں کی عادات و خصلتوں کے مُطابق اِس دُنیا میں زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتی ہے ۔ مگر معرفت و حقیقت سب مذہبوں کی ایک ہی ہے ۔ لوگ اپنے مذہب کی شریعت کی آڑ لے کر ایک دوسرے سے لڑتے ہیں ۔ مگر معرفت و حقیقت میں آکر کوئی تفرقہ نہیں رہتا ۔
۲۲ راپریل کی شام کو چونکہ حضُور کو دانتوں کی تکلیف تھی اُنھوں نے خود ست سنگ کرنا نہیں چاہا ۔ اور سردار کرپال سنگھ جی کو حُکم دیا کہ وہ ست سنگ کریں ۔ حضُور خود پاس تشریف رکھتے تھے ۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے " کایا کامن ات سوالیو پرو سے جس نالے " لیا گیا ۔ اور سردار کرپال سنگھ نے ویاکھیان شروع کیا ۔ مگر حضُور سے نہ رہا گیا ۔ خود ہی شروع کر دیا ۔ اور بڑے زور سے ست سنگ کیا ۔ اپنی تکلیف بھول گئے ۔ لوگوں کا ہجوم بڑھتا گیا ۔ ہر ایک ست سنگ میں پہلے دن کے ست سنگ کی نسبت بھیڑ بھاڑ زیادہ ہوتی چلی گئی ۔ آخر کار ۲۴ راپریل کو دس ہزار کے قریب لوگ جمع ہو گئے ۔
۲۳ راپریل کو حضُور یتیم خانہ دار الفرقان نزد میکلگن انجنیئرنگ کالج دیکھنے تشریف لے گئے کیونکہ وہاں کے مہتمم چوہدری افتخار الدین احمد کی خواہش تھی کہ حضُور وہاں قدم رنجہ فرماویں ۔ یتیم خانہ دو منزلہ ہے کوئی ۵۰ ۔ ۵۱ یتیم بچے ۸ ۔ ۹ سال کی عمر سے لیکر ۱۵ ۔ ۱۶ سال کی عمر تک کے ہندوستان کے مختلف حصوں سے یہاں آئے ہوئے ہیں ۔ کوئی ضلع پشاور کا کوئی ضلع ہزارہ کا کوئی ملایا کا وغیرہ وغیرہ ۔ ان سب کو قرآن شریف کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ بچوں کی حالت اچھی ہے اور صحت بھی اچھی ہے ۔ مکانات سب ہوا دار اور پختہ بنے ہوئے ہیں ۔ منتظم صاحب نے بتایا کہ آج کل لوگوں نے یتیم خانہ کو روزگار چلانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے ایک ٹوٹا پھوٹا مکان شہر کی تنگ گلیوں میں لے لیا ۔ اور یتیم خانہ کے بہانہ سے چندہ جمع کرنا شروع کیا ۔ اور یتیموں کو لوگوں کے گھروں میں مانگنے بھیجا ۔ بے شک یہ خیال اُن کا ٹھیک ہے کہ وہ اپنے یتیموں کو مانگنے کے لئے یا باہر لوگوں کے ہاں خیرات کا کھانا کھانے کے لئے نہیں بھیجتے ۔ اُن کے پاس کافی زمین مزروعہ ہے جس میں سے یہ ثواب کا کام سرانجام دیتے ہیں ۔ اگر مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی پیشہ بھی اُن لڑکوں کو

سکھایا جاوے۔ جس سے اس مدرسہ سے نکل کر روزگار کی صورت کر سکیں تو اور بھی بہتر ہو۔ حضور نے
پچاس روپے واسطے مٹھائی عنایت کئے۔

۲۲ر اپریل کی شام کو مسٹر گوتھڑا و لالہ ویربھان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور ۲۳ر اپریل کی دوپہر کو
پاگل خانہ میں بی بی راج ڈاکٹر کو دیکھنے گئے۔ اور اس کے لئے کچھ پھل لے گئے۔ اس کی صحت تو اچھی ہے مگر
ابھی تک دماغ پورے طور پر درست نہیں ہوا۔ حضور مہاراج اور مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت
افسوس ہوا۔ میری آنکھوں سے تو آنسو نکل آئے۔ اور حضور نے بھی باہر آکر رومال سے ناک صاف کیا۔
ایسی لائق لڑکی اس حالت کو پہنچی۔ یہ کرموں کا پھل ہے۔ تلسی داس جی نے رامائن میں فرمایا ہے۔

"سیا رگھو بیر کی کاون جو گوں ٭ کرم پردھان ستیہ کہیں لوگوں"

پاگل خانے میں عام طور پر ۲ سے لیکر ۵ بجے شام تک رشتہ داروں کو ملنے کی اجازت ہوتی ہے۔
ہم کو خاص طور پر درخواست تحریری دے کر صاحب سپرنٹنڈنٹ سے ۱۲ بجے دوپہر ملنے کی اجازت حاصل
کرنی پڑی۔ مستورات کے پاگل خانہ میں عورتیں کام کرتی ہیں۔ دو لیڈی ڈاکٹر جس کمرے میں کام کرتی تھیں،
وہاں بی بی کو لائے۔ اور وہاں اُن کے سامنے مُلاقات ہوئی۔

۲۵ر اپریل کی صبح کو تقریباً ۲۲۳۴ مرد و زن کو نام دیا گیا۔ آج کل آریہ سماج کا سالانہ جلسہ ہو رہا
ہے۔ اخبار سے پتہ لگا ہے۔ کہ وہ لوگ بھی ہماری دیکھا دیکھی اس بات کا انتظام کرنے کی تجویز کر رہے ہیں۔
کہ لوگوں کو دیکشا دینے کا یتن کیا جاوے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ آریہ سماج گورو ڈم کو نہیں مانتا۔ پھر
کیسے یہ انتظام ہوگا۔ رادھا سوامی کوئی مذہب نہیں ہے۔ جیسے کہ سکھ، آریہ سماج یا مسلمان یا عیسائی۔
ہر ایک مذہب کے لوگ اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ صرف ابھیاس کا طریقہ ہے۔ اور کسی مذہب کے
خلاف نہیں ہے۔ نہ کسی مذہب کی نندا کرتا ہے۔

نام دینے کے بعد ڈاکٹر صاحب کے ہاں مال روڈ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک گھنٹہ دانتوں
کی نئی پلیٹ کو فٹ کرنے میں لگا۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت اور ہوشیاری سے ذرا ذرا اس چبھنے والی
دھار کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا۔ بعد ازاں شام کے ۴ بجے لاہور سے چل کر پہلے امرتسر آئے۔ وہاں ۱۵-۲۰
منٹ سنگت کو ست سنگ گھر مجیٹھہ روڈ میں درشن دے کر ڈیرہ ۷-کوئی ۸ بجے پہنچے۔

قیام ڈیرہ

اپریل کا ماہواری ست سنگ ۲۸ر اپریل صبح کے آٹھ بجے شروع ہوا۔ اس سے
پہلے سنیچروار ۲۷ر اپریل کی شام کو بھی ست سنگ ہوا۔ حاضری اب کی دفعہ بہت
زیادہ نہ تھی۔ کیونکہ لوگ بساکھی کے موقعہ پر یہاں آئے تھے۔ اور لاہور ست سنگ میں بھی مختلف

علاقوں سے آ گئے تھے۔ سنیچروار شام کے ست سنگ میں گورو نانک صاحب کا شبد "مار محلہ پہلا" نہ بھیناں بھر جائیاں نہ سے سسڑیاں ؛ سچا ساک نہ ٹوٹئی گور میلے سیاں" لیا گیا۔ یہ سارا شبد بڑا شاعرانہ ہے۔ اور ستگورو کو ملاح سے تشبیہہ دی ہے۔ اور دنیا کو دریا سے اور ست سنگ کو پتن سے۔ گورو صاحب نے کہا ہے کہ دنیا کے سب رشتے جھوٹے ہیں۔ اور ان کا انجام فراق ہی ہے۔ "بھیڑ گھنی دریاؤ" جیسے دریا پر پار جانے والے مسافروں کی بھیڑ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح گرہست میں بھی ہوتی ہے۔ جب دریا کو پار کیا تو سب اپنا اپنا راستہ لیتے ہیں۔ پھر سچا رشتہ کس کا ہے۔ فرماتے ہیں: "ساچو رنگ رنگاولا سکھی ہمارو کنت ؛ سچ دچھوڑا نہ تھیئے سو شوہ رنگ رونت" (ہمارا مالک اے سکھی سچا رشتہ دار ہے جس سے فراق نہیں ہوتا) جیسے جب کشتی پر لوگ سوار ہو جاتے ہیں۔ تو ملاح کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے۔ کہ آؤ۔ دوڑو۔ کشتی جا رہی ہے۔ اسی طرح گورو صاحب پکارتے ہیں۔ ؎

پتن کوکے پاتنی۔ ونجھو۔ دھرک۔ رلاڑ ؛ پار پوندڑے ڈٹھ میں ستگور بوہتھ چاہڑ

یعنی ملاح پتن پر کھڑا ہو کر آواز دے رہا ہے۔ کہ بھاگو دوڑ کر آؤ۔ جو مرشد کامل کی کشتی میں سوار ہو جاتے ہیں وہ پار اترتے دیکھے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا شبد نقلی سادھوؤں اور اصلی سادھوؤں کا مقابلہ کرنے کا لیا گیا۔

ستگورو بیرچے[1] من مدرا پائی گور کا شبد تن بھسم درڑیا
امر[2] پنڈ بھئے سادھو سنگا جنم مرن دوؤ مٹ گئیا
میرے من سادھ سنگت مل رہیا
کرپا[3] کرو مدھو سودن مادھو میں کھن کھن سادھو چرن پکھیا
تجے[4] گرہست بھیا بن باسی اک کھن منوا ٹکے نہ ٹکیا
دھاوت دھائے تدے گھر آوے ہر ہر سادھو سرن پڑئیا

---

[1] یوگی لوگ کانوں میں مدرا پہنتے ہیں۔ اور بدن پر بھبھوت لگاتے ہیں۔ مگر اصلی مدرا ستگورو کی صحبت اور اصلی بھبھوت شبد کی کمائی ہے۔ [2] پورے گورو کی صحبت سے ہم لافانی ہو گئے۔ جنم مرن سے نجات پائی۔ [3] اے خدائے دو جہاں! میرے پر یہ دیا کر کہ میں پل پل سادھوؤں کے چرن دھوتا رہوں۔ [4] اگر دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں میں بھی چلا جاوے تو بھی یہ من نہیں ٹھہرتا۔ جب تک کہ کسی مہاتما کی شرن میں نہ آوے۔

دھیاں پُوت چھوڑ سنیاسی	آسا آس من بہت کرئیا
آسا آس کرے نہیں بُوجھے	گور کے شبد نِراس سُکھ لیہا
اُپجی ترک دگمبر ہوا	من دھہ دِس چل چل گون کرئیا
پربھون کرے بُوجھے نہیں ترشنا	مِل سنگ ساودھ دیا گھر لیہا
آسن سِدھ سِکھے بہتیرے	من مانگے رِدّھ سِدّھ چیٹک چیٹکیا
ترپت سنتوکھ من سانت نہ آوے	مل سادھو ترپت ہر نام سِدھ پیئیا
اندج جیرج سیتج اُتبھج سب	برن رُوپ جیا جنت اُپیئیا
سادھو سرن پڑے سو اُبرے	کھتری برہمن سُود ویس چنڈال چنڈئیا
سنت جناں کی ہر بیج رکھائی	بھگت وچھل اُنکی کار کرئیا
نانک سرن پڑے جگسا جیون	ہر ہر کرپا دھار رکھیا

۲۸ اپریل اِتوار کو سوامی جی کی بانی میں سے "رادھا سوامی دھر انر رُوپ جگت میں" اور گُورو گرنتھ صاحب میں سے "اُسر سنگھار ن رام ہمارو" لیا گیا۔ یہ محلہ پہلا کا شبد ہے۔ یہاں رام سے مُراد نام یا شبد ہے۔ جو ہر ایک انسان مرد و عورت کے اندر ہو رہا ہے۔

"من مُکھ اندھلے سوجھی ناہیں	آویں جاہیں مریں مرجاہیں
پُورب لِکھیا لیکھ نہ مِٹئی	جم در اندھ خوارا ہے
اِک آویں جاویں گھر باس نہ پاویں	کِرت کے باندھے پاپ کماویں
اندھلے سُوجھی بُوجھ نہ کائی	لوبھ بُرا اہنکارا ہے

ﮧ سنیاسی وہ ہے جس کی آسا منسا مر جاوے۔ مگر جب تک شبد نہ پکڑے تب تک دُنیا سے نراشا نہ ہوگی۔ ﮧ کبھی کسی وجہ سے دُنیا سے نفرت ہوئی تو دِگمبر بن بیٹھا (یعنی ننگ پھرنے لگا) مگر خواہش کی آگ اِس طرح نہیں بُجھتی جب تک کسی سادھو کی صُحبت میں دیا حاصل نہ کرے۔ ﮧ سِدّھوں کے آسن سیکھنے سے کبھی صرف معجزے وکرامات حاصل ہو گئیں۔ مگر دل کو شانتی حاصل نہ ہوئی۔ جب تک کہ کسی سادھو سے مل کر ہری نام نہ لیا۔ ﮧ جتنی کائنات ہے۔ چاروں کھان۔ چاروں ذات سادھو کی شرن میں آ کر نجات پاتے ہیں۔ ﮧ وہ مالک جس کو بھگت پیارے ہیں اپنے سنتوں کی عزت رکھتا ہے۔

پربن کیا تس دھن[1] سینگارا   پر پر[2] راتی کھسم[3] وسارا
جیوں ولیسیا پوت باپ کو کہیئے   تیوں بھوکٹ کار دِکارا ہے
پریت پنجر[4] بیں دُوکھ گھنیرے   نرک پیچے اگیان اندھیرے
دھرم[5] رائے کی باقی لیجے   جن ہر کا نام وسارا ہے"

اب اُس کشٹ کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

" شورج نپے اگن رکھو جھالا   اپت پسو[6] من مکھ بے تالا
آسا منسا کوڑ کماوے   روگ بُرا بُریارا ہے
مستک[8] بھار کلر سر بھارا   کیونکر بھوجل لنگھسی پارا
ستگور و بوہتھ آد جُگادی   رام نام نستارا ہے

سوموار ۲۹ر اپریل کو مردوں۔ عورتوں اور مُسلمانوں کو ایک ہی کمرے میں نام دیدیا گیا۔ کیونکہ اُن کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی۔ اور دوپہر تک فرصت ہوگئی۔ کل کو جالندہر اور پرسوں کو پھگواڑ کا دورہ ہے

۳۰ر اپریل کی صبح کو بلوچستان کی سنگت کو رخصت کرکے ½۸ بجے جالندہر کو روانہ ہوئے۔ وہاں ایک مختارنامہ رجسٹری کرانا تھا۔ اور بنک میں کام تھا۔ مختارنامہ لکھ کر کاتب تو گواہی دینے کسی عدالت میں چلا گیا۔ ہم اُس کا انتظار کرتے رہے۔ کیونکہ اُس نے اپنے رجسٹر میں مختارنامہ درج نہیں کیا تھا۔ سب رجسٹرار صاحب خود ہی خبر ملنے پر سردار بھگت سنگھ مرحوم کی کوٹھی پر تشریف لے آئے۔ اور وہیں دستاویز رجسٹری کرنے کا حکم دیدیا۔ اُس کے بعد عرضی نویس بھی آگیا۔ وہاں سے بنک میں گئے۔ بنک میں گھنٹہ بھر لگ گیا۔ غرضیکہ جالندہر سے ½۱ بجے چل کر ۲ بجے کے بعد یہاں ڈیرے پہنچے۔ دھوپ بڑی کڑی تھی۔ موٹر کار تپ رہی تھی۔ اور گرمی کا زور تھا۔ ہوا کا نام نہ تھا۔ ڈھلواں کے پھاٹک پر عین دوپہر کی دھوپ میں مال گاڑی کا انتظار کرنا پڑا۔ جو بڑا ناگوار گذرا۔

---

[1] دُلہن [2] من [3] دیال [4] مرنے کے بعد جو جسم ملتا ہے۔ اُس کو بہت کشٹ ہوتا ہے۔
[5] کیونکہ جن لوگوں نے ہری کا نام بھلا دیا۔ اُن کے ذمے دھرم رائے کی باقی رہ جاتی ہے۔
[6] بے عزت [7] حیوان [8] جمدوت سر پر بھاری۔ بوجھ نیک و بد اعمالوں کی گٹھڑی رکھ دیتے ہیں۔ اور اندھیرا ہے اور پہاڑ ہے۔ کیسے چلے۔
(کلر کے بھی معنی ہیں۔ اچھے و بُرے کرموں کا بوجھ)

دورہ پھگواڑہ

یکم مئی کو، بجے سے پہلے ہی کار میں پھگواڑے کو روانہ ہوئے۔ پہلے وہاں سے سیدھے چماروں کے گھروں کی طرف گئے۔ موٹر کار وہاں نہیں جا سکتی تھی۔ اِس واسطے میں اور شادی تو کار میں ہی رہے۔ حضورؐ پیدل اُدھر تشریف لے گئے۔ اُن کے ہمراہ حسب معمول ایک بڑا اژدھام تھا۔ چماروں کے گھروں سے پھر پھرا کر آدھ گھنٹہ کے بھی بعد آئے۔ کیونکہ کئی گھروں میں جانا تھا۔ دھوپ بھی تھی۔ حضورؐ نے راستے میں فرمایا کہ یہ لوگ غریب ہیں۔ مالک غریب نواز ہے۔ اور اُن کا پریم بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ جب حضورؐ کار سے اُترے تو ایک بینڈ باجہ بج رہا تھا۔ جب لوگوں کے گھروں میں گئے تو ہر ایک پریم کے بس میں ہو کر باجے والوں کو انعام دینے لگا۔ اور حضورؐ نے خود فرمایا کہ اُن لوگوں کو اپنے تن بدن کی خبر نہ تھی۔ ایسے پریم میں محو تھے۔ وہاں سے ہو کر کربلا کے پاس میدان میں شامیانے لگے تھے۔ وہاں گرنتھ صاحب کا بھوگ ڈالنا تھا۔ بہت سے لوگ جمع تھے۔ گرنتھ صاحب کا بھوگ ۱۲ بجے کے قریب ختم ہوا۔ وہاں سے کار میں سردار صاحب منیجر سٹارچ فیکٹری کے دولت خانہ میں آ کر دوپہر کو آرام کیا۔ کمرے ٹھنڈے تھے۔ اور بجلی کے پنکھے لگے تھے۔ خس کی ٹٹیوں کا بھی انتظام تھا۔ دوپہر آرام سے گذری۔ ہم لوگ اپنا کھانا ہمراہ لائے تھے۔ وہ کھایا۔ اور پھر ۵ بجے کے بعد کار میں سنت رام رادھاسیہ کے گھر کی طرف گئے۔ جو دیگر رادھاسیوں سے دوسری طرف پرے واقعہ تھا۔ وہاں بھی نصف گھنٹہ لگ گیا۔

وہاں سے پھر صبح والی جگہ ست سنگ کے لئے آ گئے۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے مارو محلہ پہلا کا شبد "کام کرود مہ پر ہر پر نندا" لیا گیا۔ حضورؐ نے خوب تشریح کی۔ فارسی کے شعروں میں سے حوالے دے دے کر سمجھایا کہ سب فقرائے کامل کا راستہ ایک ہی ہے۔ یعنی سُرت شبد ابھیاس کا۔ ست سنگ ختم کر کے پھر سردار صاحب کے مکان پر ۵ منٹ ٹھہرے۔ وہاں سے بیاس کو روانہ ہوئے۔ ڈھلواں کے سٹیشن کے قریب پھاٹک بند پایا کیونکہ ایک بڑی لمبی مال گاڑی وہاں پھاٹک روک کر آ کھڑی ہوئی۔ اِس کے کھڑنے کے بعد کلکتہ میل ڈیرہ دون ایکسپریس۔ دو ریل گاڑیاں یکے بعد دیگرے اور ایک مال گاڑی آ گئیں۔ اس مال گاڑی کو آگے پیچھے کر کے پھاٹک خالی کرنے کی جگہ نہ تھی۔ اِس واسطے ہم کو وہاں ½ گھنٹہ رُکنا پڑا۔ وہاں سے ½ ۹ بجے رات کے بعد چلے۔ اور دس بجے ڈیرے آ پہنچے۔

۴ مئی۔ سنتوں کا پریم اور عاجزی اور انکساری جو غائیت درجہ پر ہوتی ہے۔ دُنیا داروں کو نصیب نہیں ہیں۔ گورو نانک صاحب کا پریم و فروتنی مندرجہ ذیل شبد سے عیاں ہے جو کہ آج ست سنگ میں پڑھا گیا۔

راگ سوہی محلہ پہلا (کچجی)

منجھ کو چجی ‌ اما دن ‌ ڈوسرے ‌ ‌ ہوؤں کیوں شوہ راون جاؤں جیو

مجھ میں کوئی سلیقہ نہیں، میں عیبوں سے بھرپور ہوں تو پتی سے کیسے ملوں۔

اِکدو اِک چڑھندڑیاں ÷ کون جانے میرا ناؤں جیو
جنی سکھی شوہ راویا ÷ سوانہی چھاوڑی ایہہ جیو

جن سہیلیوں نے مالک کو خوش کر لیا وہ تو آموں کی چھاؤں میں ہیں

سو گُن مجھ نہ آوتی ہوؤں ÷ کین جی دوس دھریوؤں جیو

میں کن کو دوس دُوں وہ صفات میرے میں نہیں ہیں۔

کیا گُن تیرے وکھرا[۱] ÷ کیا کیا گھناں[۲] تیرا ناوَن[۳] جیو
اکت ٹول[۴] نہ انبھڑا[۵] ہوؤں ÷ صد قربانے تیرے جاؤں جیو
سوئینا روپا رنگلا ÷ موتی تے مانک جیو
سبھو وستو شوہ دِتیاں ÷ مَیں تن سے لایو چِت جیو

خدا نے مجھ کو دُنیا کے پدارتھ دیئے ہیں۔ مَیں نے اُن سے دل لگا لیا۔

مندر مِٹی سندھڑے[۶] ÷ پتھر کیتے راس[۷] جیو
ہوئن ایہیں[۸] ٹولی[۹] بھولی اس ÷ رِتس کنت نہ بیٹھی پاس جیو
ابنر کو نجان کرلیاں ÷ بگ بیٹھے آئے جیو

آسمان میں کونجیں بول رہی ہیں (یعنی شبد) مگر بگلے بھی یعنی پانچ وکار پاس آکر بیٹھ گئے۔

پھر کہتے ہیں۔

سادھن[۱۰] چلی ساہورڑے[۱۱] ÷ کیا[۱۲] موہہ دلیسی آگے جائے جیو
ستی ستی[۱۳] جھالُو تھیا ÷ بھلی[۱۴] واسٹر پاس[۱۵] جیو
نئے شوہ نالے مُتی[۱۶] اس ÷ دُکھاں کون دھریاس[۱۷] جیو

---

[۱] بیان کروں [۲] القاب [۳] تُون [۴] زیبائش کا سامان [۵] نہیں پہنچ سکتی [۶] بنے ہوئے
[۷] بنے ہوئے [۸] سامان [۹] مَیں بھول گئی [۱۰] دُلہن [۱۱] سُسرال۔
[۱۲] کس موہہ سے جائے گی (مرنے کے بعد) [۱۳] سوئی پڑی کو صبح ہوگئی [۱۴] واٹ (راستہ)
[۱۵] وِچھڑ گئی [۱۶] [۱۷] دھارن کیا۔

تدھ گن میں سب اوگناں ॰ اِک نانک کی ارداس جیو
سبھ راتی سوہاگنی ॰ میں دوہاگن کائی رات جیو

(سب راتیں تم نے سوہاگنوں کو دی ۔ مجھ دوہاگن کو بھی کوئی رات دو)۔

اس کے بعد شبد سوامی جی کی بانی میں سے شرن کے مضمون پر لیا گیا "ستگور شرن گہو میرے پیارے کرم جگات چھٹکائے"۔ اگر شرن میں آجاویں۔ تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا۔ بھجن سمرن کرنا آسان ہے شرن لینی مشکل ہے ۔
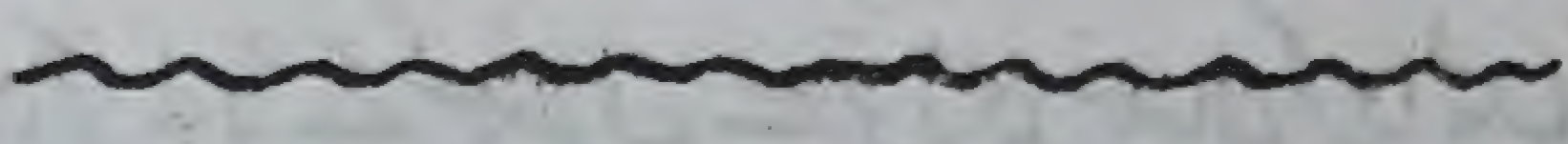
باب بیسواں

حالات دورۂ پرور، پٹھونڈ و راولپنڈی

۶ رمئی سنہ ۱۹۴۶ء کو میرا خیال تھا کہ حضور زیادہ سے زیادہ ۶ بجے صبح ڈیرے سے براستہ نہر پٹھان کوٹ کو روانہ ہوں گے۔ مگر جب رات کو ½ ۹ بجے کھیتوں سے ٹوٹی سنبھال کر واپس آئے۔ تو فرمایا کہ سورج پونے چھ نکلتا ہے۔ مَیں پانچ بجے صبح ہی روانہ ہوں گا۔ چنانچہ مَیں صبح ۳ بجے اپنا منہ ہاتھ دھو بسترہ باندھ ۴ بجے تیار ہو بیٹھا۔ حضور ۵ بجے نیچے اُترے اور کار میں سوار ہو براستہ بیاس۔ رعیہ۔ وڈالہ۔ گھومان ٹپری نہر کے راستے ست سنگتوں کو درشن دیتے ہوئے پٹھانکوٹ ½ ۸ بجے پہنچ گئے۔ وہاں پر کچھ اور ست سنگی اکٹھے ہو گئے تھے۔ اُن کو واپسی پر وقت دینے کا یقین دلایا اور چل نکلے۔ راستے میں نور پور۔ نور پور سے آگے ۱۲ میل پر کوٹلہ۔ کوٹلہ سے دس میل آگے شاہ پور کا تھانہ آیا۔ شاہ پور سے ہوا میں خوشگوار خنکی پیدا ہو گئی۔ اور شاہ پور سے کانگڑہ ویلی کا نظارہ آنے لگا۔ پہاڑ دُور ہٹ گئے۔ درمیان میں بڑا وسیع میدان، اور میدان میں پانی کی چھوٹی چھوٹی ندیاں، گاہے بگاہے بڑی کھڈ۔ جس پر پُل، اِس وادی میں پانی کی خوب کثرت ہے۔ اور مئی کے مہینے میں جبکہ ابھی برسات شروع نہیں ہوئی۔ اِرد گِرد سبزہ زار کا نظارہ ہے ہے۔ شاہ پور سے دھرم سالہ ۲۴ میل ہے۔ دھرم سالہ جاتی دفعہ بائیں ہاتھ کو سڑک جاتی ہے۔ گگل کے پڑاؤ سے دو تین میل ورے سے دھرم سالہ کو سڑک گئی ہے۔ گگل سے کانگڑہ دو میل ہوگا۔ وہاں سے پختہ سڑک کانگڑہ کو گئی ہے۔ گگل میں پٹرول کا پمپ اور پہاڑی بساطی چیزوں کی تین چار دُوکانیں اور دائیں بائیں سوڈا واٹر والوں کی دیکھیں۔ یہاں بھی موٹر کار میں ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی بہت اچھی لگتی رہی۔ گگل سے دو میل آگے جا کر ٹھاکر دیال سنگھ نائب تحصیلدار صاحب کو ملنے کے لئے حضور کار سے اُتر کر درخت کے نیچے انتظار کرنے لگے۔ ست سنگی جمع ہو گئے۔ وہاں بھی ایک ست سنگی کا مکان ہے۔ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ نائب تحصیلدار صاحب آ گئے باتیں ہوتی رہیں۔ کیونکہ ابھی تک کوٹھی بَرَدر کا جھگڑا ختم نہیں ہوا نہ ہی داخل خارج ہوا ہے۔ کاغذات میں گڑبڑ ہے۔ وہاں کانگڑہ کے تحصیلدار صاحب سردار صاحب بھی تشریف لائے۔ جو کہ کسی وقت لُدھیانہ میں تحصیلدار رہے تھے۔ وہاں سے چل کر نگروٹہ ہوتے ہوئے پرور دوپہر کے ½ ۱۱ بجے آ پہنچے۔ سفر

معلوم نہیں ہوا۔ کیونکہ موسم خوشگوار تھا۔ پردر میں کچھ سنگت تھی۔ مگر ایسی بھیڑ بھاڑ نہ تھی۔ کھانا ہمراہ لائے تھے۔ سب نے کھایا۔ اور ایک بجے کے قریب مجھے تو ایسی نیند آئی کہ ۴½ بجے تک آنکھ نہ کھلی کیونکہ کھڑکی میں سے ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔ اور جسم میدانوں کی گرمی سے جھلسا ہوا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو نیچے ست سنگ کے واسطے لوگ جمع تھے۔ درباری لال شبد گا رہا تھا۔ اور حضور مسند پر براجمان تھے۔ جلدی جلدی ہاتھ منہ دھو کر ست سنگ میں حاضر ہوا۔ وہاں سوامی جی کی بانی میں سے "یہ تن دُرلبھ تم نے پایا کوٹ جنم بھٹکا جب کھایا۔" لیا گیا۔ ۶ بجے ست سنگ ختم ہوا۔ اس کے بعد سیر کو گئے۔ پردر سے جو پکی سڑک پالم پور کو جاتی ہے۔ اس کے دونوں طرف ہرڑ کے درخت ہیں۔ اور یہ درخت اِرد گرد کی پہاڑیوں پر بھی بکثرت ہیں۔ ہرڑ کا درخت بڑے پھیلاؤ میں ہوتا ہے۔ ایک یا دو تنوں میں سے چاروں طرف ہرے پتوں سے بھری ہوئی ٹہنیاں بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ پردر کی آبادی مشرق کو نزدیک ہی ہے۔ کمرے کی کھڑکیوں سے ٹین کی چھتیں دکھائی دیتی ہیں۔ گھرت لوگ جن کو ضلع ہوشیار پور میں چاہنگ یا باہتی کہتے ہیں۔ اِس میں مالکسا ہیں۔ کھتری۔ براہمن۔ راجپوت کچھ مسلمان تیلی بھی رہتے ہیں۔ کھتری آسودہ حال بتاتے ہیں۔ آج کل بالاخانہ کی کھڑکیوں میں سے جو ہوا آتی ہے وہ ٹھنڈک دیتی ہے۔ لُو کا نام نہیں۔ مگر دھوپ برداشت سے باہر ہے۔ یہاں سبزی پھل وغیرہ سب نگروٹے سے جو ۲ میل پرے ہے آتے ہیں۔ چونکہ پہاڑی لوگ مورتی پوجا۔ تیرتھ۔ برت۔ وغیرہ کرم کانڈ کے بہ نسبت میدانی لوگوں کے زیادہ پابند ہیں۔ اِس واسطے کبیر صاحب کا شبد مورتی پوجا کے متعلق لیا گیا۔

"پاہن کیری پُوتری کر پُوجے کرتار ؛ یا ہی بھروسے مت رہو بُوڑو کالی دھار"

اِس کے بعد گھٹ رامائن میں سے لومس رشی کا سمباد لیا گیا۔ پھر گورو گرنتھ صاحب میں سے۔ "پاٹھ پڑھیو اور بید بچار یو۔" جو کہ کرم کانڈ کا کھنڈن کرتا ہے۔ لیا گیا۔

حضور نے فرمایا کہ میرا جنم کانگڑے کے ضلع میں ہونا تھا۔ مگر چونکہ سب سمبندھی جن سے لینا دینا بھگتنا تھا۔ لدھیانے کے ضلع میں تھے۔ اِس واسطے وہاں جنم ہوا۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے ۸ رمئی کی صبح و شام کو شبد لئے گئے۔ "کایا کامن ات سوالیو پر وسے جس نالے" ۹ رمئی کی صبح کو سوامی جی کی بانی میں سے "سنگورو کا نام پکارو ستگورو کو ہردے دھارو۔" لیا گیا۔ اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "درشن بھیٹت پاپ سب ناسے ہر سیوں لین ملائی ؛ میرا گورو پرمیشر سدا سکھدائی۔" لیا گیا۔ ۸ رمئی کی شام کو بہت دُور تک پالم پور کی سڑک پر سیر کو گئے۔ پالم پور جب ۸ میل رہ جاتا ہے تو ایک سادُوکان عین ۸ میل پر آتی ہے۔ وہاں سے آگے ایک پُل بڑے نالے کا ہے۔ اور یہاں سے برف کا پہاڑ دکھائی دیتا ہے۔ اور خوب ٹھنڈی ہوا چلتی رہتی ہے۔ پردر کی کوٹھی پر ایسی ہوا نہیں ملتی کیونکہ وہ کوٹھی تینوں طرف سے اُونچے اُونچے پہاڑوں سے

گھری ہوئی ہے۔ کل صبح ۸ بجے سے پہلے پہلے بھوٹے کو روانگی ہے۔ پردر میں سنگت کی تعداد ۷۵۔ سو سے زیادہ نہ تھی۔ یہاں کے لوگ تو ہمات پرست اور برہمن دھرم کے سخت پابند ہیں۔ یہ لوگ برہما۔ وشنو اور شیو کی مورتیوں کو پوجتے ہیں۔ جو سب سے نکرشٹ دھرم ہے۔ اگر برہما۔ وشنو۔ شیو کو ہی پوجنا تھا۔ تو چاہیئے تھا کہ یوگ ابھیاس کر کے جسم انسانی ہیں اُن کو تلاش کرتے۔ برہما اندری چکر۔ وشنو ناکھی چکر اور شیو ہردے چکر میں مقیم ہیں۔ مگر جتنے بھی دیوی دیوتا ہیں۔ وہ سب جیو کوٹی میں ہیں یعنی سب دیوتاؤں کا شمار بھی ہم انسانوں کی طرح جیووں کی فہرست میں ہے۔ جیو کیا ہے؟ کرم بدھ آتما جیو ہے یعنی جو رُوح کرموں سے جکڑی ہوئی ہے۔ وہی جیو ہے۔ جو رُوح پار برہم میں جا کر امرتسر یا حوضِ کوثر میں اشنان کرتی ہے۔ وہ کرموں کے جال سے نکل کر آتما کوٹی میں شمار ہوتی ہے۔ اُس کو ہنس کہتے ہیں۔ دیوتا۔ دیویاں اور انسان گُنہگاروں کی فہرست میں شامل ہیں۔ پھر اُن کو پُوجنا کیسا۔ اُن کو بھی اپنے اعمالوں کے مطابق نرک سُرگ اور چوراسی جانا پڑتا ہے۔ اِس واسطے کرشن جی مہاراج نے اُودھو سے کہا۔ کہ اے اُودھو یہ جگ کیڑا چلا جا رہا ہے۔ کئی دفعہ اندر کئی دفعہ برہما کئی دفعہ شیو ہو چکا ہے۔ بلکہ سنت تو کہتے ہیں۔ کہ اوتاروں تک کو بھی دھرم راجا کے دربار میں کبھی کبھی اپنے کرموں کا حساب دینے کے لئے جانا پڑتا ہے۔

آج کل میں THE VOICE OF THE SILENCE مُصنفہ میڈیم ایچ۔ پی۔ بلے واٹسکی مشہور تھیوسوف پڑھ رہا ہوں۔ اُنھوں نے زیادہ تر بُدھ دھرم کی اصلی تعلیم کی بنا پر یہ کتاب تحریر کی ہے اور برہم تک سات شبد بیان کئے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:۔ آوازِ بلبل۔ آوازِ جھانجھ۔ آوازِ ناقوس۔ وینا۔ بانسری۔ نقارہ۔ بادل کی گرج۔ یہ تفصیل اصل میں صاف نہیں ہے کیونکہ ہنس دل کنول سے دس قسم کی آوازیں اُٹھتی ہیں۔ اُن کو گڈمڈ کر کے بیان کر دیا گیا ہے۔ سنت زیادہ سادہ طریقہ سے بیان کرتے ہیں۔ اِس کتاب کا بہت سا حصہ عام آدمیوں کی فہم سے بالاتر ہے۔ اور اصطلاحوں سے بھرا ہوا ہے۔ جن کا سمجھنا آسان نہیں۔ بہت تھوڑے آدمی اس کتاب کو سمجھ کر اس سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔

پردر میں تقریباً دو صد مرد و زن کو نام دیا گیا۔ ۹ رمئی کی شام کو دو میل پرے موضع ورنگ میں لالہ کرتار چند کی کوٹھی دیکھنے گئے۔ اُن کا اپنا چائے کا باغ ہے۔ یہ چھوٹی سی کوٹھی ہوادار ہے۔ اُنھوں نے بتایا کہ یہاں کی چائے گھٹیا قسم کی ہوتی ہے۔ جو کہ سرحدی علاقہ میں فروخت ہوتی ہے۔ جب حضور رخصت ہونے کو تھے۔ تو وہاں کے بابو لوگوں نے حضور کو عرض کی کہ ہم کو کوئی اُپدیش دیجئے۔ اس واسطے حضور نے فرمایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ سب انسانوں کی بناوٹ یکساں ہے۔ اِس واسطے ان کا بنانے والا بھی ایک ہی ہے۔ اور خُدا انسان کے اندر ہے۔ اُس کو ملنے کا راستہ بھی ایک سا ہی ہے جو

کہ انسان کے اندر ہے۔ چاہیئے کہ کسی کمائی والے مہاتما سے اندر جانے کا راستہ لیکر اندر جاؤ۔ تاکہ مرن جنم کی تکلیفات سے نجات پاؤ۔

۱۰ رمئی کی صبح کو ۸ بجے چل کر پرور سے ۱۰ میل پرے پالم پور اور پالم پور سے ۹ میل پرے بیج ناتھ پہنچے۔ پالم پور میں اب کافی آبادی معلوم ہوتی ہے۔ چائے کے باغ جوگندر نگر تک چلے جاتے ہیں۔ یہ سب مقام ٹھنڈے ہیں۔ اور اِن میں پانی کی بھی کثرت ہے۔ اور سب چیزیں مل سکتی ہیں۔ مگر لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ پانی بادی ہے۔ بیج ناتھ سے ۴۔ ۵ میل پرے ریاست منڈی کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے وہاں سے ۵۔ ۶ میل پر ایک مقام پر جس کو وہاں کے لوگ سوکھا باغ کہتے ہیں۔ واقعہ ریاست منڈی میں۔ کئی ست سنگی مرد و عورت جمع تھے۔ وہاں حضور موٹر کار سے اُترے اور اُن دُور اُفتادہ لوگوں سے پرمارتھ کا ذکر کرتے رہے۔ پوچھا کہ ست سنگ کیا کرتے ہو تاکید کی کہ ست سنگ ضرور کیا کرو، اور بھجن سمرن بھی کیا کرو۔ مرنے کے وقت سوائے بھجن سمرن کے کچھ بھی ساتھ نہیں جاتا۔ یہ سب میدان جوگیندر نگر تک بہت ہی سرسبز اور خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مفلسی کا زور ہے کیونکہ یہاں اناج نہیں ہوتا۔ یہ جگہ سطح سمندر سے ۲۷۹۴ فٹ بلند ہے۔ اور یہاں سے جوگیندر نگر ۸ میل پر ہوگا۔

یہاں سے چل کر جوگیندر نگر پہنچے تو پولیس والوں نے روک لیا۔ کیونکہ راجہ صاحب منڈی کے ٹکا صاحب کی شادی کے واسطے برات شملہ کی طرف جانے والی تھی۔ اُن کی موٹر کاروں اور لاریوں کو راستہ دینے کے لئے سب آمد و رفت بند کردی گئی تھی۔ حکم حاکم مرگِ مفاجات۔ جگہ جگہ WELCOME کی سبز محرابیں بنی ہوئی نظر آئیں۔ اور لوگ جمع تھے۔ ہم سڑک سے ایک طرف ریاست کے ایک REST HOUSE میں جو کہ سڑک کے پاس ہی ہے ٹھہر گئے۔ اُس کے برآمدے میں ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ وہاں ہی پلنگ ڈال کر حضور نے تشریف رکھی۔ اور لگے برات کا انتظار کرنے۔ کیونکہ کہا گیا تھا کہ برات ۱۱ بجے تک یہاں آ پہونچے گی۔ اور یہاں کھانا کھانے کے لئے قیام کرے گی۔ اُس کے آتے ہی سڑک آمد و رفت کے لئے کھل جاوے گی۔ مگر پتہ لگا کہ ابھی تو برات منڈی سے بھی نہیں چلی۔

ایک ست سنگی بجلی گھر سے پولیس کا حوالدار حضور کی آمد کی خبر سُن کر آ پہنچا۔ اور ہم سب کو بجلی گھر دکھانے لے گیا۔ ۳۔ ۴ میل اُوپر پہاڑ پر سے پانی دو بڑے بڑے مضبوط آہنی نلکوں کے ذریعہ لا کر نیچے گرایا جاتا ہے۔ اِس سے بجلی کے DYNAMO چلتے ہیں۔ جہاں پانی گرتا ہے۔ اور سب جگہ چھت کر اس پر دو منزلہ سہ منزلہ عمارت بہت پختہ بنائی ہوئی ہے۔ اِس عمارت میں بجلی کو پیدا کرنے۔ جمع کرنے اور باہر بھیجنے کا انتظام ہے۔ سب سے اُوپر کی منزل میں SWITCH بہت سے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی

منڈی کی طرف بجلی بھیجتا ہے۔ کوئی کدھر کوئی کدھر، اور پیمانے لگے ہیں۔ حسب ضرورت سب جگہ طاقت برقی بھیجی جاتی ہے۔ سب کا حساب رکھا جاتا ہے۔ جوگیندر نگر میں آبادی صرف بابو لوگوں و بجلی کے محکمہ کے افسروں کی ہے۔ جگہ ٹھنڈی ہے۔ اور سرسبز۔ اگرچہ دھوپ سخت ہے۔ مگر اندر کمروں میں ہوا اگر چلتی ہو تو ٹھنڈی اور خوشگوار لگتی ہے۔

بجلی گھر سے واپس آکر ہم سب نے کھانا کھایا۔ پھر لیٹ گئے۔ رات ۲ بجے کے قریب آئی۔ تو ہم کو آگے جانے کی چھٹی ملی۔ چنانچہ ہماری کار اور ایک کار مرنالی کلّو کو جانے والی اور ایک لاری آگے روانہ ہوئے۔ وہاں سے ۹ میل پہ پولیس کا پھاٹک آتا ہے۔ جہاں کہ ڈلہوزی کی سروس کی مانند دونوں طرف کی ٹریفک جمع ہو جاتی ہے۔ وہاں سے آگے منڈی شہر تک بغیر روک اوٹ کے چلے گئے۔ اردگرد کے پہاڑ کچے اور ننگے، گرمی کا زور۔ سڑک نیچے ہی اترتی چلی گئی۔ کہیں کہیں لُو کے جھونکے بھی محسوس ہوئے۔ اگرچہ پانی کے چشمے راستے میں کہیں کہیں نظر پڑے۔ اور کہیں کہیں سوکھی ہوئی گیہوں کے پودے جن کے اوپر سے گیہوں کی دانہ والی بالیں کُتر لی گئی تھیں۔ مگر سارا علاقہ سوختہ اور بنجر اور آبادی سے مبرّا نظر آیا۔ یہ جگہ کوئی سیر گاہ نہیں ہے۔ ہاں جو لوگ کلّو یا مرنالی کو جانا چاہتے ہیں۔ اُن کو ضرور اس خطۂ خاک سے گذرنا پڑتا ہے۔ منڈی سے چھ میل ورے دریائے بیاس ایک تنگ سی سطح میں سے دو پہاڑوں میں سے گذرتا نظر آیا۔ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پتھر پھینک سکتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ دریا یہاں بڑا گہرا ہے۔ دریا کے کنارے کنارے ہماری سڑک منڈی شہر تک پہونچ گئی۔ منڈی شہر دریائے بیاس کے دوسری طرف ہے۔ جیسے کہ شہر چمبہ ہے۔ دریا پر لوہے کے رسّوں کا پل ہے۔ پولیس والے دروازے پر بیٹھے ہیں۔ اور ایک روپیہ محصول لیتے ہیں۔ شہر منڈی بھی تنگ افلاس زدہ اور بے رونق سا دکھائی دیا۔ مکان دو منزلے لکڑی کے ہیں۔ آگے جا کر کچہریوں کے پاس میدان میں نظارہ اچھا ہے۔ وہاں کافی گرمی تھی۔ وہاں سے پٹرول لے کر ہم سیدھے جانب جاہو یا کمبلا جو کہ یہاں سے ۳۰ میل پر ہے روانہ ہوئے۔ منڈی سے ۹ میل پر دو سڑکیں پھٹتی ہیں۔ ایک سڑک بائیں ہاتھ کی سکیت کو جاتی ہے۔ دوسری دائیں ہاتھ کی اونہ کو۔ یہ سب سڑکیں کچی ہیں۔ یہاں سے آگے بہت چڑھائی اُترائی ننگے ننگے ڈراؤنے سے پہاڑ گذرنے پڑتے ہیں۔ وہاں بھی چند خچروں والے حضور کے ست سنگی حضور کو پہچان کر کھڑے ہو گئے۔ ایسی جگہ اُن لوگوں کی موجودگی سے مجھے یہ خیال ہوا۔ کہ حضور نے کتنی محنت اور تکلیفیں اٹھا کر ست سنگ کا اتنا پرچار کیا۔ کہ ایسی دشوار گذار اور اُجاڑ جگہوں میں بھی اُن کے پیرو مل جاتے ہیں۔ راستے میں بھوٹہ سے ۷ میل ورے اور جاہو سے ۸ میل پر لدرور کا قصبہ آیا۔ جہاں کے ست سنگی بڑے پریمی ہیں۔ جنہوں نے بھوٹہ کے ست سنگ گھر کے بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ وہاں بہت سی

خلقت جمع تھی۔ کار سے اُتر کر حضور اُن سے باتیں کرنے لگے۔ ۵ منٹ ٹھہر کر بھوٹے کو روانہ ہوئے۔ اندھیرا ہونے سے پہلے بھوٹے آپہنچے۔ یہاں ہزاروں مرد و زن حضور کے استقبال کو جمع تھے۔ باجہ بج رہا تھا۔ ست سنگ گھر کی عمارت ابھی نامکمل ہے۔ مغرب کا برآمدہ ابھی نہیں بنا۔ اگرچہ حضور کے و میرے ہالا خانے تیار ہو چکے ہیں۔ سٹور رُوم اور نچلے لمبے برآمدے بھی تیار ہو چکے ہیں۔ اُس وقت سنگت کو دس منٹ درشن دے کر حضور اپنے کمروں میں آ گئے۔ یہاں رات کو خوشگوار خنکی ہوتی ہے۔ مگر دوپہر کو اگر ہوا بند ہو جاوے تو بہت گرمی لگتی ہے۔ اگرچہ ہوا عموماً چلتی رہتی ہے۔ دن کو دھوپ بھی خوب تیز ہوتی ہے۔ مگر پانی صحت بخش اور ٹھنڈا ہے۔ میرے چوبارے کے سامنے مغرب کے دروازے میں سے ہمیرپور کو جانے والی پختہ سڑک کے پار پاس ہی باولی ہے۔ جہاں سے لوگ لنگر کے لئے پانی لاتے ہیں۔ اِس کے علاوہ نہانے دھونے کے لئے کھڈ میں پانی بہہ رہا ہے۔

۱۱ مئی کی شام کو درباری داس نے تلسی صاحب کی بانی میں سے شبد پڑھے۔ حضور سُنتے رہے۔ فرمایا کہ تلسی صاحب نے اپنی گھٹ رامائن میں لکھا ہے۔ کہ ہم دو جنموں میں آئے۔ اور دونوں جنموں میں تلسی کے نام سے مشہور ہوئے۔ پہلے جنم گھٹ رامائن لکھی۔ مگر چونکہ پنڈتوں کا زور تھا۔ جو کہ اوتاروں کے اُپاسک تھے۔ اُس کو شائع نہ کیا۔ اِس واسطے اُس کی بجائے سات کانڈ رامائن شائع کی۔ اُن کا مطلب رام چندر اور راون کی لڑائی بیان کرنے کا نہ تھا۔ بلکہ سنت مت کے اصولوں کو پرگٹ کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ سنت مت کے اصول جگہ جگہ رامائن میں لکھے ہیں۔ پہلے دیباچہ میں ہی نام کو برہم اور رام سے افضل تر بتایا ہے۔ تلسی صاحب نے کہا کہ پنڈت لوگ اندھے اور بیں چور۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں رام اور اوتاروں کی بھگتی گاتا ہوں۔ میرا مطلب نام کی مہمان تھا یعنی انحد شبد سے۔ مُورکھ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ رام سے مُراد رام نام سے ہے یعنی رام رام کا جپ کرتے ہیں۔ مگر تلسی داس جی کا مطلب دُھن آتمک شبد سے ہے۔ جو کہ گھٹ گھٹ میں گونج رہا ہے۔ اور بھَو ساگر سے پار کرنے والا ہے۔ دیباچہ میں فرماتے ہیں:۔

برہم رام تے نام بڑ ور دایک ور دان ؛ رام چرت ست کوٹ ہیں لئے مہیش جیہ جان"

پھر رام کا مقابلہ نام سے کر کے آخر میں کہتے ہیں:۔

کہوں کہاں لگ نام بڑائی ؛ رام نہ سکیہہ نام گن گائی"

اگر رام سے مُراد رام نام سے ہوتی تو رام رام کا لفظ رام سے لمبا ہوتا۔

پھر ایک جگہ فرمایا ہے:۔

سری گورو پد نکھ منی گن جیوتی ؛ سمرن دِبیہ درشٹی ہیہ ہوتی

یعنی گھٹ میں ستگورو کے چرنوں کے ناخنوں کی روشنی - انیک ہیرے لعلوں سے زیادہ مُنور ہے - جس کو یاد کر کے اندر کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں - اُس کے بعد تلسی داس جی کے دوہے لئے گئے -

سرت سیل اسمان کی لکھ پاوے کوئی سنت ⁂ تُلسی جگ جانے نہیں اتی اُتنگ[1] پپانتھ[2]
تُلسی یا سنسار میں پانچ رتن ہیں سار ⁂ سنت سنگت[3] ست گورو شرن[4] دیا[5] دین[6] اوپکار[7]

فرمایا کہ دُنیا کے لوگوں میں سچی دینتا نہیں ہے - وہ بھی سنتوں میں ہی ہے - جو کہ دُھردھام پہنچ کر بھی اپنے آپ کو عاجز اور حقیر خیال کرتے ہیں "کہہ نانک ہم نیچے کرما ⁂ شرن پڑے کی راکھو شرما" یہ ہر ایک آدمی اپنے اپنے دل میں نظر مار کر دیکھ سکتا ہے کہ ہم باوجود بُرے کام کرنے کے اِنکساری نہیں رکھتے - ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے بالاتر اور اپنی عقل کو دوسرے کی عقل سے اُونچی خیال کرتا ہے -

پرو پکار - اصلی اور دائمی پراُپکار بھی سنت ہی کرتے ہیں - جو کہ کرموں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو صاف کر کر ست لوک میں لے جاتے ہیں - جہاں کہ ان کو دائمی آنند اور سُکھ ملتا ہے - باقی سب اپکار مثلاً دلش اُپکار - ودیا اُپکار وغیرہ اِس سے نیچے ہیں - اور وہ اُپکار ہیں بھی ناشمان - یہ وہی حال ہے کہ جیل کے قیدیوں کو اچھے کپڑے - اچھی رہائش - اچھی خوراک دینا - سنت تو جیل کا دروازہ کھول کر کہتے ہیں - کہ جاؤ تم آزاد ہو - باقی سب پراُپکاری مثل مہاتما گاندھی نہرو وغیرہ وغیرہ بمثل اُن لوگوں کے ہیں - جو قیدیوں کو جیل میں آرام دیتے ہیں - مگر قید سے آزاد نہیں کرتے -

۱۳ مئی کا دن حضور کے لئے بہت مصروفیت میں گذرا - پہلے صبح ۷ بجے بھی ایک جوڑے کا آنند کاریہ کروایا - اُس کے بعد ۷۰۰ استری پرشوں کو نام دیا گیا - پہلے مردوں کو پھر عورتوں کو جس میں ۱۲ بج گئے - اس کے بعد ۵ بجے ست سنگ شروع ہوا "کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے" کبیر صاحب کی شبداولی میں سے لیا گیا - تاکہ نئے نام لینے والوں کو شریر اور کائنات کی ایکتا کا علم ہو - اور جسم انسانی میں جو جو راز خدائے مطلق نے رکھے ہیں - اُن کا پتہ لگے - اس کے بعد ذرا فاصلے پر کھڈ میں سے پتھروں کو ڈھونے کی سیوا شروع ہو گئی - جو اندھیرا ہونے تک رہی - سارا دن حضور نے کھانا نہیں کھایا - صرف دودھ یا پانی پر گذارہ کیا - رات کو کھانا کھایا -

۱۴ مئی کو جیٹھ کی سنکرانت پر گورو ارجن صاحب کا بارہ ماسا پڑھا گیا - حاضری زیادہ نہ تھی - کیونکہ

---

[1] اونچا [2] خدا کا راستہ [3] مرشدِ کامل کی صحبت [4] مرشد کامل کی پناہ [5] دوسروں پر رحم کرنا - [6] انکساری [7] اور لوگوں کا بھلا کرنا -

پہاڑی زمیندار لوگ نام لینے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ تاکہ اپنے باقی رشتہ داروں کو جا کر ست سنگ میں بھیجیں۔ اور خود اپنے اپنے ڈھوروں اور گھروں کی حفاظت کریں۔

آج کسی نے پُوچھا کہ مجھے بھجن میں نیند بہت آتی ہے۔ اُس کو جواب دیا گیا کہ شوق اور پریم ہو تو نیند غلبہ نہیں پا سکتی۔ جب من اور رُوح سمرن کر کے آنکھوں کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ تو نیند مفقود ہو جاتی ہے کیونکہ نیند تو من اور رُوح کے آنکھوں سے نیچے جانے کی حالت ہے۔ تاہم تم کو چاہیئے۔ کہ رات کو کھانا کم کھاؤ۔ ابھیاس میں کمر کو سیدھا کر کے بیٹھو۔ اگرچہ پھر بھی نیند آوے تو دو زانو ہو کر بیٹھ جاؤ۔

۱۴ رمئی کی دوپہر کے ۳ بجے بہوٹہ سے ۲ میل کے فاصلہ پر لدرور ماسٹر سرون سنگھ ست سنگی کی ماتا کو جو کہ بہت پردھ ہیں۔ درشن دینے گئے۔ لدرور بہوٹہ سے شمال کو منڈی کی سڑک پر ہے۔ اور بہوٹہ سے کچھ اونچائی پر واقع ہے۔ اور بہوٹہ کی نسبت ٹھنڈا بھی ہے۔ ماسٹر سرون سنگھ نے بہوٹہ کے ست سنگ گھرانے میں نمایاں حصّہ لیا۔ اور ست سنگت کی خوب سیوا کی۔ اُن کی ماتا نے کچھ سال ڈیرے رہ کر ڈیرے کی سیوا کی۔ ماتا جی نے حضور سے کہا کہ اُن کو شبد خوب آتا ہے۔ حضور نے اُن کو ہدایت کی۔ کہ جینے کی آس اور کھونہ مرنے کی چنتا کرو۔ اپنے آپ کو ستگورو کے حوالے کر دو۔ خواہ رکھیں خواہ لے جاویں۔ اور بال بچوں، کٹمب کا موہ چھوڑ کر ہر وقت نام میں لگے رہو۔ وہاں تقریباً نصف گھنٹہ ٹھہر کر ۵ بجے بہوٹے واپس آ گئے۔

۱۵ رمئی کی صبح کو لالہ راجہ رام صراف کی تار پہنچی کہ وہ بہت سخت بیمار ہیں (اُن کو قلب کا عارضہ ہے) اور کہ ایک دن کے واسطے درشن دے جاویں۔ اِس پر حضور نے کالو کی بٹر کا پروگرام منسوخ کر دیا۔ اب کل صبح کو یہاں سے چل کر ہمیر پور، نادون کے راستے کانگڑے ہوتے ہوئے پرور پہنچیں گے۔ اور پرور سے کانگڑے صبح کا ست سنگ دیکر سیدھے امرتسر جاویں گے سامرتسر رات رہ کر دوسرے دن صبح ہی کار میں راولپنڈی تشریف لے جاویں گے۔

۱۵ رمئی کو پھر دوپہر تک ۲ صد مرد و زن کو نام دیا گیا۔ کل تعداد نام لینے والوں کی ۴ صد سے زائد ہو گی اِس علاقے کے لوگ غریب، سیدھے سادے اور پریمی ہیں۔ شام کے ست سنگ میں سوامی جی کی بانی میں سے "دھن دھن کرے۔ دھن دھن دھن دھن پیارے ٭ کیا کہوں مہماں شبد کی۔" لئے گئے۔ اُس کے بعد پتہ لگا۔ کہ نادون کے راستے میں دریا کے کنارے دلدل بہت ہے۔ وہاں سے کار نہیں گذر سکے گی۔ اِس واسطے دوسرا راستہ منڈی کا ہی پسند کیا گیا۔ چنانچہ ۱۵ رمئی کی صبح کو ۵ بجے چل کر لدرور سے ہوتے ہوئے ۱۵ میل پر جاہو آئے۔ جو کہ تحصیل ہمیر پور میں ہے۔ مگر اُس کے دو میل پرے سے بھانبلہ سے علاقہ ریاست منڈی کا شروع ہو جاتا ہے۔ ہوشیارپور سے لاریاں جاہو تک جاتی ہیں۔ جاہو سے منڈی کی لاریاں چلتی ہیں۔

ریاست منڈی کے شروع میں سڑک پر سنگل لگا ہے۔ وہاں پانچ روپیہ محصول لگتا ہے۔ اور ۹ بجے وہاں سے سروس چلتی ہے۔ مگر ہم کو پونے ۸ بجے ہی جانے دیا۔ آگے بہت اُونچے اُونچے پہاڑ ہیں۔ اور سڑک تنگ اور کچّی اور خطرناک۔ چڑھائی سخت ہے۔ کل رات یہاں بارش ہوئی۔ اور جُوں جُوں منڈی نزدیک آتی گئی۔ بارش کا زور دکھائی دیا۔ مگر صبح بارش نہ تھی۔ کھیتوں میں پانی تھا۔ نالے زور سے چل رہے تھے۔ انہی پہاڑوں میں روال سر واقعہ ہے۔ جہاں کہ نام دھاری لوگ جنگ گذشتہ کے دوران میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ یہ جگہ بڑی دُشوار گذار معلوم ہوتی ہے۔ پہلے ہمارا ارادہ روال سر دیکھنے کا تھا۔ اور کہا گیا تھا۔ کہ ایک لاری ہر روز روال سر کو جاتی ہے۔ مگر سڑک کی حالت کو دیکھکر نہ جانا ہی مناسب سمجھا۔ یہ سفر سارے کا سارا خوب خوشگوار خُنکی میں کٹا۔ منڈی میں کہتے ہیں۔ کل رات بڑے زور کی بارش ہوئی۔ جب ہم منڈی شہر کو گُذر کر دریائے بیاس کو عبُور کر کے سڑک کے پھاٹک پر پہونچے تو سنتری نے کہا کہ میرے افسر کا حکم ہے۔ کہ ۸ بجے کی سپیشل سروس میں کوئی گاڑی نہ گذرے۔ اس واسطے حضور کو وہیں چھوڑ کر میں کار لے کر سپرنٹنڈنٹ پولیس کی کوٹھی پر گیا۔ وہ بڑے خلیق افسر ہیں۔ فرمانے لگے مجھے تو اس بندش کا علم نہیں۔ چنانچہ وہاں سے تھانے آئے۔ تھانیدار سے پوچھا کہ کیوں پھاٹک بند ہے۔ اُس نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ گویا ہیڈ کانسٹیبل نے اپنی ہی ذمہ داری پر یہ پھاٹک بند کرایا تھا۔ اِس لئے اُنھوں نے ہم کو تحریری حُکم بنام سنتری پھاٹک دیدیا اور ہم پھاٹک کو کھُلوا کر آگے چل پڑے۔ پتہ لگا کہ منڈی کی ریاست پہلے تو ۶ لاکھ کی تھی اب ۲۶ لاکھ کے قریب آمدنی ہے۔ کیونکہ جنگلات میں سے لکڑی کٹوا کر دربار خود فروخت کرتا ہے۔ اور یہاں دوکانیں سیاہ نمک کی بھی ہیں۔ ایک کان منڈی سے جوگیندر نگر کے سڑک کے اُوپر ہی واقعہ معلوم ہوتی ہے۔ جہاں سے سیاہ نمک خچروں پر منڈی کی ریاست میں بکتا ہے اور باہر بھی جاتا ہوگا۔ اس ساری سڑک پر جو منڈی سے کلو یا اُدنہ کو جاتی ہے۔ خچریں ٹین کے خالی پیپے اور جگہ جگہ بڑی بڑی دکانیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ ٹین کے پیپے بوسیدہ حالت میں ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ اُن میں گندہ بیروزہ باہر بھی جاتا ہے۔ منڈی سے ۴۴ میل جوگیندر نگر ہے۔ ہم جوگیندر نگر ۱۲ بجے سے کچھ پہلے پہنچ گئے۔ اُس وقت جوگندر نگر سے منڈی کو سروس جا رہی تھی۔ وہاں سے پالم پور میں ایک دو منٹ ست سنگیوں کو مِلکر پیپر ولے میں ست سنگتوں کو درشن دیکر حضور ۱½ بجے پرَدر آپہنچے۔ ذرا آرام پاکر کھانا کھا کر ایسے سوئے کہ ۵ بجے ہی جاگے۔ آسمان بادلوں سے مُحیط ہے اور موسم سرد ہے۔

۱۷ مئی کو صبح ۷ بجے چل کر ۱۵-۱۶ میل پر کانگڑہ پہنچے۔ وہاں کلب کے باہر میدان میں ست سنگ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ حاضری زیادہ نہ تھی۔ شہر کے افسر و اہلکار سوائے تحصیلدار صاحب و سب جج صاحب کے سب حاضر تھے۔ ارد گرد کے ست سنگی مرد و زن تھے۔ پھر بھی ایک ہزار سے زیادہ لوگ جمع ہوں گے۔ حضور نے گرنتھ صاحب میں سے دو شبد لئے۔ جن سے ظاہر ہوا کہ سب کچھ انسان کے وجُود کے اندر ہی ہے۔ اور

خُدا کے ملنے کا راستہ بھی جسم انسانی میں سے ہی ہے۔ دیوی دیوتے انسان سے نیچے ہیں۔ اس کے بعد" دل کا حجرہ صاف کر جاناں کے آنے کے لئے " پڑھا گیا۔ دس بجے وہاں سے چل کر سیدھے امرت سر آ کر دم لیا۔ دو بجے امرت سر آ کر پہنچ گئے۔ جو کہ وہاں سے ۱۲۰ میل کا فاصلہ ہے۔ وہاں آ کے تو ترن تارن سے کار اور قاصد حضور کو بلانے کے لئے موجود تھے کہ آج بابا بگا سنگھ کا جنم دن ہے۔ خلقت جمع ہے آ کر درشن دیں۔ اور ست سنگ کیجئے۔ میں تو ذاتی طور پر اس کے خلاف تھا کیونکہ حضور اس قدر لمبا سفر کر کے سردی سے گرمی میں آئے تھے۔ مگر حضور نے منظور کر لیا۔

۴½ بجے ڈیرے کی ہری کار میں ترن تارن روانہ ہو گئے۔ گرمی کافی تھی۔ وہاں بہت سی سنگت تھی۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے "جہاں دیکھاں تہاں دین دیالا " لیا گیا۔ کیونکہ یہ علاقہ سب جٹ سکھوں کا ہے۔ اور سنگت میں زیادہ تعداد انہی لوگوں کی تھی۔ اس کے بعد سوامی جی کی بانی میں سے ایک شبد پڑھا گیا۔ اور حضور سیدھے وہاں سے اُٹھ کر کار میں تشریف لے آئے اور وہاں سے ۷ بجے شام چل کر امرت سر ۸ بجے آ پہنچے۔ اُس روز شام کو آندھی و بارش رہی۔

حالاتِ سفر راولپنڈی

دوسرے دن صبح کو ۵ بجے ابھی اندھیرا تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ کہ راولپنڈی کو لالہ راجہ رام صراف کی مزاج پرسی کو چل دیئے۔ جہلم کے پاس اس قدر زور سے آندھی آئی اور بارش کہ موٹر کار کا چلنا مشکل ہو گیا۔ کار وہاں ہی ٹھہر گئی۔ جب ذرا صاف ہوا تو آگے چلے۔ راستے میں چھ بجے لاہور ست سنگ گھر راوی روڈ پر بہت سے ست سنگی جمع تھے۔ اُن کے پاس منٹ ٹھہر کر سیدھے راولپنڈی ۱۲ بجے پہنچے۔ وہاں پہنچکر پہلے لالہ راجہ رام کی مزاج پرسی کو گئے۔ اُن کی حالت نازک تھی۔ پتہ نہیں تھا کہ کب اُن کا چلانا ہو جائے اُن کو دُنیا کے تفکرات بھی تھے۔ حضور نے فرمایا کہ سب تفکرات کو دُور کر دو۔ میں خود تمہاری مدد کروں گا صرف ستگورو کی طرف توجہ دو۔ اِس کے بعد شام کو ست سنگ ہوا۔ ۷ بجے سے ۸ بجے تک۔

۱۸ تاریخ کا سارا دن و ساری رات حضور راولپنڈی ست سنگ گھر متصل خانہ راجہ رام میں ہی رہے۔ تاکہ بیمار کے نزدیک ہی رہیں۔ ۱۹ مئی کی صبح تڑکے ۵ بجے اُن کی پُتری گھبرائی ہوئی آئی۔ کہ اُن کی حالت خراب ہے۔ حضور نے تسلی دی۔ ۷ بجے خود تشریف لے گئے اور اس کو پوچھا کہ آیا شبد آتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ بڑے دُور سے آ رہا ہے۔ اُن کی حالت اس وقت یہ تھی کہ اُن کو سانس مشکل سے آ رہا تھا۔ اور پسینے چھوٹ رہے تھے۔ حضور نے فرمایا اندر ستگورو سے پوچھو کہ اُن کا کیا ارادہ ہے راجہ رام خاموش رہے۔ حضور نے اُن کی دھرم پتنی و دُختر اور اُن کو کہا کہ دُنیا کے سب خیال

چھوڑ کر اپنے آپ کو ستگورو کے حوالے کر دو۔ اور ستگورو کے دھیان و شبد میں سُرت لگاؤ۔ یہ کہہ کر حضور واپس اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اور لالہ راجہ رام کے صاحبزادگان و دیگر لوگوں کو ۱۱ بجے تک وقت دیتے رہے۔

۱۱ بجے حضور مہتہ رام ناتھ فوٹو گرافر کی جائے رہائش پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر ٹھہرے ۱۲ بجے کھانا کھایا۔ بعد میں خبر آئی کہ لالہ راجہ رام ۱۲ بجے کے کچھ دیر بعد ۱۹ رمئی کو چولا چھوڑ گئے۔ حضور کو علم تھا۔ اسی واسطے ارادتاً وہاں سے ہٹ کر مہتہ صاحب کے مکان پر آگئے تھے۔ تاکہ انت سمے اگر وہ باہر گورو کے درشن کے لئے اصرار کریں گے تو روح باہر آجاوے گی۔ ۴ بجے تک وہیں آرام کیا۔ پھر ۵ بجے کے قریب وہاں سے ست سنگ گھر میں تشریف لائے۔ اس اثنا میں مرحوم کے پس ماندگان نے اُن کے جسم کو نہلا دھلا کر اور لپیٹ کر ارتھی پر ست سنگ ہال راولپنڈی میں رکھ دیا تھا۔ صرف چہرہ ننگا تھا۔ باقی جسم کپڑے اور پھولوں کے ہاروں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ست سنگ ہال میں بہت سے مرد و زن جمع تھے۔ اور شبد کیرتن ہو رہا تھا۔ میں نے مرحوم کا چہرہ دوسری منزل کی گیلری سے دیکھا۔ تو نمایاں طور پر سُرخی جھلک رہی تھی۔ ایسا رنگ مرحوم کے چہرے کا اُن کی زندگی میں کبھی نہ ہوا ہوگا۔ اور بیماری میں تو چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ اور چہرے میں جھریاں پہلے سے ہی تھیں۔ مگر اب چہرہ خوشنما معلوم پڑتا تھا۔ اس کے بعد مرحوم کو مرگھٹ کی طرف لے کر روانہ ہوئے۔ حضور مکان کے باہر بازار تک چند قدم ہمراہ تشریف لے گئے۔ مگر چونکہ دھوپ تیز تھی۔ اور فاصلہ ۱½ میل کے قریب تھا۔ اس واسطے چند منٹ ٹھہر کر اپنی کار میں شہر کے باہر باہر مری روڈ پر ہو کر شمشان بھومی میں لاش سے پہلے ہی پہنچ گئے۔ مرگھٹ میں اونچے اونچے پختہ چبوترے لوگوں کے بیٹھنے کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ اور شبد کیرتن کے لئے پانچ راگی سنگھ موجود تھے۔ مرحوم کے قریبی رشتہ دار تو لاش کے داہ سنسکار کا انتظام کرنے لگے اور باقی سب لوگ چبوترے پر بیٹھ کر شبد کیرتن سُننے لگے۔ حضور داہ سے پہلے ایک منٹ کے واسطے لاش کو دیکھنے گئے۔ اور وہاں مختصر سا بچن فرمایا کہ یہ تو کپڑا ہے جیسے پورانہ کپڑا اُتار کر پھینک دیتے ہیں۔ اور کوئی اس کی پروا نہیں کرتا۔ ایسے ہی لالہ راجہ رام کی روح یہ کپڑا پھینک کر چلی گئی۔ اُس کا کوئی تعلق اِس دُنیا سے یا دُنیا کے رشتہ داروں سے نہیں رہا۔ بے شک دُنیا کے رشتہ دار اپنی اپنی غرض کے مارے اُن کو روتے ہیں۔ مگر وہ اِس دُنیا اور اِس کے تعلقات سے پرے چلے گئے ہیں۔ اور سُکھ میں ہیں۔ اِس کے بعد حضور چبوترے پر آئے۔ اور وہاں شبد کیرتن ہوتا رہا۔ یہ راگی پارٹی میرے خیال میں جتنی راگی سکھوں کی پارٹیاں میں نے دیکھی ہیں سب سے بڑھ کر ہے۔ سارے راگی اچھی سُر سے اور دلکش طور پر گاتے ہیں۔ پہلے تو بابا فرید صاحب کا شبد "کندی دھن نہ ڈھاہ تیں بھی لیکھا دیونا" میں سے تیں بھی لیکھا دیونا کو بنیاد رکھ کر بہت سے شبد اسی دھرم رائے اور لیکھا دیتے کے مضمون پر گرنتھ صاحب میں سے گائے۔ اُس کے بعد "جگت میں

جھوٹی دیکھی پریت " گایا۔ اور اُس میں بھائی گوردداس کی داروں میں سے " چند چکوہ پریت ہے نااعتبار پریت ہے "۔ " پیر مُریداں پرہٹری لیا۔" وغیرہ وغیرہ سب کے سب بہت متاثر ہوئے۔ اور حضور نے دس روپیہ بھینٹا کیا۔ باقی لوگوں نے بھی اُن کو بھینٹ دی۔ اور وہاں سے کار پر ست سنگ گھر میں آئے۔ اور اپنے کمرے میں بلا کر مرحوم کی بیوہ و صاحبزادوں کو تسلی و تشفی دی۔ اور تلقین کی کہ مرحوم کی عزت کا خیال کرکے آپس کے جھگڑے اگر کوئی ہوں تو آپس میں ہی نپٹ لیا کریں۔ باہر لوٹک نہ نکلے۔ رات بھر وہیں رہے۔

دوسرے دن صبح ہی ۵ بجے وہاں سے لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جہلم و گوجرانوالہ کی سنگتوں کو ست سنگ دیتے ہوئے ۱۲ بجے لاہور راوی روڈ پر پہنچ گئے۔ لوگوں کو پتہ تھا۔ اس واسطے بہت سے لوگ موجود تھے۔ شام کو ۵ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ جب ختم ہوا تو سارا ست سنگ کا میدان مردوں اور عورتوں سے بھرا پڑا معلوم ہوتا تھا۔ کوٹھے پر چڑھ کر نیچے دیکھا تو بڑا بھاری ہجوم دکھائی دیتا تھا۔

دوسرے دن صبح کے ۷ بجے پھر ست سنگ شروع ہوا۔ بہت سے مسلمان صاحبان ان ہر دو صحبتوں میں موجود تھے۔ حضور نے شمس تبریز و مولوی روم کے حوالوں سے ثابت کیا کہ جو تعلیم گورو گرنتھ صاحب کی ہے۔ وہی اُن مہاتماؤں کی ہے۔ اُس سے پہلے روز شام کے چار بجے مال روڈ پر جو ٹرک ڈیرے نے خریدا ہے۔ اور جس کی مرمت ہو رہی ہے۔ اُس کا ملاحظہ کرنے پنڈت لکھمی چند دھرمانی کے ہمراہ چلے گئے۔ ٹرک کو پسند کیا۔ صرف ٹائر نئے درکار ہیں۔

۲۱ مئی کی شام کو ½۲ بجے لاہور سے چل کر امرتسر آ گئے۔ وہاں شام کا ست سنگ ۶ بجے ہوا۔ پھر دوسرے روز ۲۲ مئی کی صبح کو ½۷ بجے سوامی جی کی بانی میں سے ہاڑ کا مہینہ پڑھا گیا۔ جس میں لوگوں کے اس دنیا کے دُوں کے تعلقات میں پھنس کر دُکھ سُکھ برداشت کرنے اور مرنے پر نارِ جہنم کے عذابوں کا ذکر کرتے ہوئے اِن سب تکلیفات سے چھٹکارے کا علاج دُھن آتمک نام یعنی الخذ بتایا گیا ہے۔ آساڑھ سے مراد ہے۔ آسا + اَڑ۔ ہر ایک انسان اِس دُنیا میں آسا کی آڑ سے کر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جو حسرتیں و آرزوئیں سابقہ جنم میں باقی رہ گئی تھیں۔ اُن کو اُس جنم کے اعمالوں کے مُطابق پورا کرنے کے واسطے۔ گویا یہ آسا ہی ہے۔ جو کہ انسان کو بار بار اِس دُکھوں کی دُنیا میں لاتی ہے۔ اِس واسطے کہا ہے۔ آسا مار کھو آنی۔ کبیر صاحب نے بھی کہا ہے۔

" مایا مری نہ من مرا مر مر گئے شریر ÷ آشا ترشنا نہ مری کہہ گئے داس کبیر "

سو جب تک ابھیاس کر کے من اور رُوح اندر نہ جاویں۔ آسا ترشنا کا مرنا مشکل ہے۔ لاہور سے ۲۱ مئی کو چل کر رات امرتسر رہے۔ شام کو اور صبح کو ست سنگ ہوا۔ وہاں سے شام کے ۵ بجے چل کر ڈیرے آ گئے۔

باب اکیسواں

حالات قیام ڈیرہ و دورہ کالوکی ٹبر

آج ۲۴ مئی کی شام کو ڈیرے میں ۵ بجے شام کے بعد ست سنگ ہوا۔ صبح کو ایک بھوگ کی رسم ادا ہوئی۔ شام کے ست سنگ میں سوامی جی کی بانی میں سے "دھام اپنے چلو بھائی ۔ پرائے دیش کیوں رہنا ۔ کام اپنا کرو جائی پرائے کام نہیں پھنسنا۔" شبد لیا گیا۔ بہت سے لوگ یہ سن کر حیران ہوں گے۔ کہ اس دُنیا میں ہزاروں میں سے کوئی اِنسان اپنا کام کرتا ہے۔ باقی سب پرایا بوجھ ڈھو رہے ہیں۔ کیونکہ ساری دُنیا اپنا سارا وقت یا تو اپنا شریر یا بال بچوں وغیرہ کا شریر پالنے کے لئے سامان اکٹھا کرتے میں لگ رہی ہے۔ یا شریر کے پالن اور بھوگوں میں لگی ہے۔ شریر اپنا نہیں اپنی رُوح ہے۔ سو رُوح کا کام کوئی مہاتما ہی کرتا ہے۔ اُس کے بعد گورو گرنتھ صاحب میں سے "گھر رہ رے من مُگد ایانے" لیا گیا۔ مطلب یہ کہ جب تک من کے خیالات کو روک کر من کو ٹھہرایا نہ کیا جاوے۔ خدا کا ملنا ناممکن ہے۔

۲۶ مئی کو ماہواری ست سنگ صبح ۷۔۸ بجے کے درمیان شروع ہوا۔ پہلے سوامی جی کی بانی میں سے "گورو میں گنہگار اتی بھاری ۔ کام کرودھ اور چھل چترائی ۔ ان سنگ ہے میری یاری۔" لیا گیا۔ جس میں سوامی جی نے خلقتِ خُدا کی عادات و طبائع میں جو نقص ہیں۔ اور جو کہ اُن کو خُدا کے وصال سے روکتے ہیں۔ بیان کئے ہیں۔ سچے متلاشیٔ حق کو چاہیئے۔ کہ اُن کو دُور کرے۔ اِس کے بعد گورو گرنتھ صاحب میں سے آسا محلہ پہلا میں سے شبد لیا گیا۔ "سبھ جپ سبھ تپ سبھ چترائی ۔ اُوجھڑ بھرمے راہ نہ پائی ۔ بن بوجھے کو تھائی نہ پائی ۔ نام بہونے ماتھے چھائی۔" مطلب یہ کہ جب تک لوگوں کے پاس دُھن آتمک نام یعنی انحد شبد نہیں ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی جپ تپ کریں یا کتنی عقلمندی کریں۔ اُن کے سر پر خاک ہے۔ "ساچ دھنی جگ آئے بناسا ۔ چھوٹس پرانی گور مکھ داسا۔" وہی نجات پاوے گا جو گورمکھ کا سیوک ہے) "جگ موہ باد ھا بہتی آسا ۔ گورو متی اِک بھئے اُداسا ۔ انتر نام کنول پرگاسا ۔ تن کو ناہیں جم کی ترا سا۔" یعنی جم دُوت اور دھرم رائے کی سزا اُن کے واسطے نہیں ہے جن کے اندر دُھن آتمک نام پرگٹ ہے۔ اور جن کا ہردے کنول کھل گیا ہے۔ حضُور نے فرمایا کہ سائیں ستھرا نے ایک مکان بنوایا۔ اور لوگوں

سے پوچھا۔ کہ یہ مکان کیسے مضبوط ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ چھت کے نیچے تھمی دینے سے۔ چنانچہ میاں سُتھرا نے سب کمرے میں لکڑی کی تھمیاں دے دے کر سارا کمرہ بھر دیا۔ اور خود باہر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے تعجب کیا۔ تو بولا کہ گھر میں کوئی جگہ نہیں رہی۔ گھر کو مضبوط کر لیا ہے۔ اسی طرح ہمارا حال ہے۔ کہ دل میں اُمید و بیم بھرا ہے۔ خدا کے لئے جگہ نہیں رہی۔

"جگت تر باجت کامنی ہتکاری۔ پتر کلتر لگ نام وساری ؛ برتھا جنم گنوایا بازی ہاری۔ ستگورو سیوے کرنی ساری"

عورت کی محبت میں عبادتِ الٰہی سے غافل ہوگیا۔ اور ساری عمر ضائع کر دی۔ اصلی عبادت کیا ہے۔ گورو (مرشد) کی خدمت۔

"باہر ہومے سبھ کہسائے ؛ اندروں کلت لیپ کدے نہ لائے
مایا موہ گور شبدی جلائے ؛ نرمل نام سد ہردے دھیائے۔
دھاوت راکھے ٹھاک[1] رہائے ؛ سُکھ سنگت کرم ملائے"

پھر فرماتے ہیں :۔

"رُوڑھو کہیو نہ کہیا[2] جائی ؛ اکتھ کتھو نہ قیمت پائی"
سب دُکھ تیرے سُکھ رجائی ؛ سب دُکھ میٹے ساچے نائیں
کر بن باجہ پگ بن تالا ؛ جے شبد بوجھے تاں سچ نہالا
انتر ساچ سبھے سُکھ نالا ؛ ندر کرے راکھے رکھوالا

بنا ہاتھوں کے باجہ اور بنا پاؤں کے تال بجتی ہے۔ اگر شبد کو پہچان لے تو خوش ہو جائے ساچ سے مراد بھی شبد ہی ہے۔

ترِبھون سُوجھے آپ گنوا وے ؛ بانی بوجھے سچ سماوے
شبد وِچارے اِک لِو تارا ؛ نانک دھن سنوارن ہارا

وہ شبد دھن ہے۔ کیونکہ وہ ہم سب کو درست کرتا ہے۔

ایک لڑکی کی عمر ۱۱-۱۲ سال کی نہایت معصوم بھولی بھالی ڈیرے میں لائی گئی۔ وہ مظفر پور مُلک بہار کی رہنے والی ہے۔ ایک پڑوسی مسلمان اغواء کر کے لے آیا۔ رات کو سینما دیکھنے کے بہانے۔

---

[1] من کو خیالات اُٹھانے سے روکے۔ [2] میں اُس کو کیسا بلند کیوں نہ بیان کروں وہ بیان میں نہیں آسکتا۔

سٹیشن پر لڑکی ریل پر چڑھنے کو آمادہ نہ ہوتی تھی۔ مگر کسی ریلوے بابو کا ہاتھ گرم کر دیا گیا اُس نے دھمکیاں دے کر چڑھا دی اور سیدھی امرتسر لائی گئی۔ وہاں ایک رات شہر میں رکھی گئی۔ دوسرے دن دو سکھ اور دو مسلمان اُس کو امرتسر سے ریلوے ٹرین پر سوار کرا کر لے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں مانانوالہ ریلوے سٹیشن پر وہ اُتارنا چاہتے تھے۔ مگر لڑکی اُترنا نہیں چاہتی تھی۔ پاس ایک بہادر سردار سنگھن بیٹھی تھی۔ اُس نے اُن سکھوں کو دھمکایا تو وہ بھاگ گئے۔ اور لڑکی کو بیاس سٹیشن پر اُتار کر ڈیرے لے آئی۔ لڑکی کے والدین کو تار و خط لکھے گئے ہیں کہ آ کر اُسے لے جاویں۔

آج ۲۹ مئی کو حضور مہاراج کے صاحبزادہ کلاں کی پوتی کی سگائی ہمراہ برخوردار گوردیال سنگھ صاحبزادہ سردار بھگت سنگھ مرحوم شام کے چھ بجے عمل میں آئی۔ حضور خود کار میں جالندھر تشریف لے گئے۔ لڑکے کی والدہ گورو گھر کی لڑکی لینے کو مشکل سے تیار کی گئی۔ ہم سب خوش ہیں کہ سردار صاحب مرحوم کو تو اپنے صاحبزادے کی شادی کا دن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ مگر اُن کی دھرم پتنی اور اُن کے برخوردار کو یہ شبھ اوسر دیکھنے کا موقع مل گیا۔ بہت سے سب جج۔ معزز آفیسر اور دیگر معززز وکلا و زمیندار صاحبان کی موجودگی میں لڑکے کے پلّے شگن ڈالا گیا۔ لڑکی والوں کی طرف سے ۱۰۱ روپیہ شگن کا پیش کیا گیا۔ مگر صرف ایک روپیہ رکھا گیا۔ اور سب خوشی خوشی رخصت ہوئے۔ لڑکے والوں کی طرف سے لڈو حاضرین کو تقسیم کئے گئے۔

دورہ کالو کی بڑ

ست سنگ سے تیسرے دن منگلوار کی صبح کو گورکھا قوم کے دولہا دلہن کی شادی آنند ریتی سے کی گئی۔ یہ رسم بہت سادہ۔ کم خرچ اور بالانشین ہے۔ اور بہت سے لوگ اِس کو پسند کرتے ہیں۔ اِس میں نہ تو راگی شکھوں کا راگ کرایا جاتا ہے اور نہ اُن کو شکرانہ ادا کرنے کی دقت ہوتی ہے نہ کسی بھائی کو کچھ دینا پڑتا ہے۔ ست سنگ کے پاٹھی دولہا دلہن کو اپنے سامنے فرش پر بٹھا کر گورو گرنتھ صاحب میں سے لانووں کا شبد رچلی لالو پرورتی مارگ ور ڈھایا) پڑھ کر۔ "آنند بھیا میری مائے ستگورو میں پایا" پڑھ دیتے ہیں۔ اور ارداسا سو دیتے ہیں۔ پھر حسب توفیق فریقین کڑاہ پرشاد تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ بس شادی ہو گئی۔ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔ ایسی شادیاں غربا کے طبقہ میں۔ بیٹ کے علاقہ میں اور اب بہوتہ تحصیل ہمیرپور و کالو کی بڑ ڈوگروں و پہاڑی لوگوں میں۔ اور اب گورکھا لوگوں میں بھی اپنی سادگی و کم خرچ کی وجہ سے رواج پاتی جا رہی ہیں۔ برہمن لوگوں کو چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پراچین رسم و رواج کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اپنی منگنی و شادی کے اخراجات کم کر دیں۔

مورخہ یکم جون کو ڈیرے سے ایک بجے دوپہر کو گرمی اور دھوپ میں روانہ ہو کر جالندھر شہر آ کر نیو پارک کو تار دیا۔ جس پر ۲۸-۲۹ روپے خرچ ہو گئے۔ صرف ۱۷ الفاظ تھے۔ اُس وقت بڑی گرمی تھی۔ وہاں سے چل کر مانکو پہنچے تو وہاں سنگت کو درشن دینے کے لئے دس منٹ ٹھہرے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ شب تڑکے جو بادل آئے تھے وہ اس طرف برسے۔ اِس واسطے مانکو سے آگے ہوا میں خنکی محسوس ہونے لگی۔ ہوشیار پور میں پروفیسر صاحب کے ۱۰-۱۵ منٹ ٹھہرے کیونکہ وہاں سارا صحن اور برآمدہ سنگت سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں سے گگریٹ آئے۔ وہاں بھی سنگت گگریٹ سے پرے اور جنگل سے درے میدان میں کافی جمع ہو چکی تھی۔ وہاں تک سب پہاڑ خشک، سوکھے، مٹی کے تودے سے نظر آتے ہیں۔ مگر وہاں سے آگے جھبڑی سے پرے سواں کو گذر کر جب چنت پورنی کے پہاڑوں کی چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ تو سب پہاڑ سرسبز اور ہوا میں خنکی بڑھتی جاتی ہے جب ہم ۶ بجے کالو کی بڑ پہنچے۔ تو کافی ہوا تھی۔ اور ٹھنڈی تھی۔ کوٹ پہننا پڑا۔ رات کو اندر سونا ہو گا۔

کالو کی بڑ کی عمارتوں میں کافی ترقی ہو گئی ہے۔ ہمارے کمروں کی جانب مشرق پختہ ڈنگا لگا کر بڑا چوڑا میدان کر دیا گیا ہے۔ اور لنگر پکانے کے لئے چھتا ہوا برآمدہ بنا دیا گیا ہے۔ رادھاسیوں کے کوارٹر آگے سے دو دو گنے ملبے کر دیئے گئے ہیں۔ اور اُن کے آگے برآمدہ کر دیا گیا ہے۔ ۱۱ر جون کی شام کو سوامی جی کی بانی میں سے کاتک کا مہینہ کنولوں یعنی جو جسم انسانی میں رُوحانی مرکز ۱۲ ہیں۔ اُن کا حال پڑھا گیا۔ اس کے بعد تلسی صاحب کی گھٹ رامائن میں سے "پرتھم بندوں ستگورُو سوامی"۔ لیا گیا۔

جو کچھ کریں کریں سوئی سنتا ٭ سنت بناں نہیں یاد سے بنیتا

وغیرہ وغیرہ لیا گیا۔ جو آرتی سناتن دھرم میں پنڈت شردھا رام پھلوری نے بنائی ہے۔ اُس میں بھی یہی آتا ہے "شردھا بھگتی بڑھاو وسنتن کی سیوا"۔ مگر لوگ کپڑے رنگے ہوئے بھیکھی سادھوؤں کو سنت خیال کرتے ہیں۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔ سنت وہ ہے جو جیتے جی اپنی رُوح کو اکٹھی کر کے مقام حق یعنی ست لوک میں لے گیا۔

۲ر جون کی صبح کو ۷ بجے کے قریب ہم اپنی جائے رہائش کی جانبِ شمال و مشرق جو دو پیپل کے درخت ہیں۔ اُدھر گئے۔ اُدھر ست سنگ کی زمین ہے اور وہاں حضور آبادی کرنا چاہتے ہیں۔ اور ساری رونق اُس طرف کرنا چاہتے ہیں۔

دھرم سال مہنتاں کا ایک بوڑھا کورلشت ست رادھاسیہ اسی آشنا میں لڑکھڑاتا ہوا آنکھیں بند کئے اس جگہ جہاں پیپلوں کے پاس حضور کرسی پر براجمان تھے آیا۔ آنکھیں بند اور جسم کانپتا ہوا۔ حضور کو

بار بار زمین پر سر رکھ کر متھا ٹیکتا رہا۔ اُس کو دو سال قبل ازیں نام ملا تھا۔ کہنے لگا میری رُوح باہر آنا نہیں چاہتی۔ ہر وقت ستگُورو کے درشن اور اندر گھنٹے کی آواز سنائی دیتی رہتی ہے۔ اگر میرے جسم کو کاٹ ڈالیں تو مجھے پتہ نہیں لگتا۔

حضُور نے فرمایا۔ اندر ستگُورو شرُوپ سے دریافت کرو۔ کہ تُم کو اُوپر کیوں نہیں لے جاتے۔ اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور چند منٹ بعد جواب دیا۔ کہ فرماتے ہیں۔ ابھی کسر ہے۔ پھر فرمایا کہ اب پُوچھو کہ کالُو کی بڑ آباد ہوگی یا نہیں۔ پھر چند منٹ کے بعد بوُڑھا رامداسیہ کہنے لگا۔ کہ کہتے ہیں۔ یہاں ڈیرہ بابا جیمل سنگھ سے ۲-۳ مکان زیادہ ہی بنیں گے۔ پھر کہا پانی تو یہاں کمیاب ہے۔ آبادی کیسے ہوگی۔ کہنے لگا کہ فرماتے ہیں کہ پانی بہت، اُس طرف کنُواں بنے گا جس میں پانی کبھی ختم نہ ہوگا۔ اگر ستگُورو چاہیں تو پہاڑ کی چوٹی پر چٹان میں سے پانی نکال سکتے ہیں۔

جس دن یکم جون کو ہم آئے تھے اُس روز چونکہ صبح کو بارش ہوئی تھی۔ اُس دن کافی خُنکی تھی۔ مگر آج دوپہر کو کافی گرمی ہے۔ جب ہوا بند ہوجاتی ہے تو میدانوں جیسی گرمی معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے کمروں کے آگے برآمدے کی چھت بہت نیچی ہے۔ اِس واسطے ہوا کم آتی ہے۔ خاصکر جبکہ ہمارے کمروں کے پیچھے پہاڑی ہے۔ اس واسطے گرمی زیادہ ہے۔ رات کو اِس قدر گرمی تھی کہ ہم اور رشادی آرام کرسیاں نیچے میدان میں لے جاکر اُن میں لیٹے رہے۔ آخری ست سنگ تلسی داس کی رامائن میں سے

" ایک بار ہری مندر میں جپت رہیو شیو نام
گُورُو آیو ابھیمان سے اُٹھ نہیں کین پرنام "

کا پرسنگ لیا گیا۔ یہ پرسنگ قابلِ مُطالعہ ہے۔

کالُو کی بڑ آنے کا مقصد موجُودہ آبادی کو بیلیوں کی نچلی اراضی سے جو کہ ہم نے خریدلی ہے۔ راستہ حاصل کرکے ملا دینے کا تھا۔ بڑی کوشش سے راستہ کے واسطے بھیڑ کے برہمنوں سے زمین بیع لی گئی۔ اور ۴ رجون ۱۹۴۶ء کو سخت دھوپ میں شام کے ۴ بجے حضُور مہاراج خود دھوپ میں چھ بجے تک کھڑے رہ کر اسی راستہ میں سے مہندرو کے پودے اُکھڑوا کر راستہ بنواتے رہے۔ اس کے بعد ست سنگ شروع ہوا۔

۵ رجون کی صبح کو ۶ بجے چل کر پہلے ہوشیار پور آئے۔ راستہ میں گگریٹ وغیرہ کئی جگہ سنگت جمع تھی۔ اُن کو درشن دیتے رہے۔ جب موٹر تیز جارہی تھی۔ تو سوال سے ورے ایک بوڑھیا کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے ست سنگن خیال کرکے کار ٹھہرادی تو معلوم ہوا کہ وہ بھیک مانگنے کو کھڑی تھی۔ اُس کو کچھ دے کر

جب آگے روانہ ہوئے تو حضور نے یہ شلوک پڑھا۔

میں جانا کوئی ہنس ہے اس وچار کیو سنگ
جے جاناں بگ بپڑا کبھی نہ دیتا انگ

بھائی شادی نے کہا کہ ایک دفعہ داؤد جی جنگل میں جا رہے تھے۔ کہ چرسا چلانے والے کی آواز آئی (ربی رب) اس پر داؤد جی نے یہ شلوک پڑھا۔

"داؤد دنیا باوری کہے چام کو رام
پونچھ مروڑے بیل کی کاڑھے اپنا کام

ہوشیار پور میں ۵۔۷ منٹ دے کر راستے میں شیخو پورہ گاؤں کے نزدیک کار ٹھہرائی۔ کیونکہ میں اور شادی سڑک کے کنارے پر بیٹھے ہوئے سبزی فروش سے خربوزے خریدنا چاہتے تھے۔ سُنا تھا کہ وہاں کے خربوزے میٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں ہم نے کافی خربوزے خرید کر کار میں رکھ لئے اور جالندھر سردار بھگت سنگھ کی کوٹھی پہرا۔ ۲ منٹ ٹھہر کر ڈیرے دوپہر کے بارہ بجے سے پہلے ہی آ گئے۔ گرمی کافی تھی۔ دھوپ تیز تھی۔ راستہ میں ڈلہوزی کا پروگرام بنتا رہا۔ میرا اور شادی کا ارادہ تھا کہ ڈیرے میں دو رات ۵۔۶ ؍ جون ٹھہر کر ۷ ؍ جون کی صبح ڈلہوزی کو روانہ ہوں۔ مگر مہاراج جی نے نہ مانا۔ ۵ ؍ جون کو بہت سخت گرمی تھی۔ کیونکہ آسمان پر پُروا ہوا چلنے کی وجہ سے مٹی چھائی ہوئی تھی جس سے کافی گرمی ہو گئی تھی۔ آتے ہی اس قدر کام تھا کہ رات کے گیارہ بج گئے۔ حضور بھی کام سے تھک گئے۔ مگر ارادہ ڈلہوزی جانے کا نہ چھوڑا۔

حضور کی کامیابی کا راز سخت محنت ہے۔ اپنے شریر کے لئے نہ دھوپ دیکھتے ہیں نہ گرمی اور نہ آرام۔ رات کے بارہ بجے سوتے ہیں اور صبح کو ۶ بجے پھر تیار ہو جاتے ہیں۔

باب بائیسواں

حالات دورۂ ڈلہوزی

۶ر جون کی صبح کو ۶ بجے کے تھوڑی دیر بعد کار میں براستہ رعیہ و ٹپڑی نہر روانہ ہوئے۔ گرمی بہت زیادہ تھی ہوا بالکل بند اور آسمان پر گرد و غبار۔ چونکہ پٹھان کوٹ سے ۶ میل آگے چکی پر پھاٹک ۹ بجے تک گذرنا تھا۔ اِس واسطے راستہ میں وڈالہ اور گھومان کی سنگتوں کو درشن اور تھوڑا تھوڑا وقت دیکر آگے چلے۔ ایک نیم پاگل سا لڑکا جو کہ ست سنگی ہے وہ رات کو ۲ بجے اِن دیہات میں خبر کرنے گیا تھا۔ کہ فلاں وقت حضور کی کار نہر کی پٹڑی پر سے گذرے گی۔ حضور کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو فرمایا۔ پوت کپوت اور کھوٹا پیسہ کبھی نہ کبھی کام آ ہی جاتا ہے۔

ٹپڑی نزد گورداسپور پہنچتے پہنچتے بارش شروع ہو گئی۔ اور موسم خنک ہو گیا۔ چونکہ بارش میں نہر کی کچی پٹڑی کار کے سفر کے لئے خطرناک ہوتی ہے۔ اس واسطے ٹپڑی سے گورداسپور کو چلے گئے۔ کہ پکی سڑک کے راستے چکی پٹھانکوٹ تک پہنچ جاویں۔ بارش کچھ دیر تھوڑی سی رہی۔ مگر موسم اچھا ہو گیا۔ پٹھانکوٹ میں جاکر سب نے پانی پیا۔ اور مَیں نے و شادی نے بھاگ کر خربوزے خرید ے۔ پھر سب سے وہاں سے چل کر چکی پہنچے تو پھاٹک کھلا تھا۔ ڈنیرے میں کافی دیر تک ٹھہرے رہے۔ کیونکہ ایک ٹرک اوپر سے نہیں آیا تھا۔ ڈنیرے سے پرے ہماری کار کا انجن گرم ہو گیا۔ اور اس کو ٹھنڈا کرکے راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنا پڑا۔ آخر کار جب ڈلہوزی ایک میل رہ گئی تو بالکل رُک گئے۔ اِس واسطے میں اور شادی ایجنسی میں جاکر ایک واقف کار ڈرائیور کو لائے۔ اور اُس نے ڈیڑھ گھنٹہ لگا کر کار کو درست کیا تو چار بجے شام کے بعد اپنی کوٹھی پر پہنچے۔ سب نے چائے پی۔ موسم خوشگوار تھا۔ حضور کا ارادہ ڈلہوزی میں ست سنگ کرنے کا نہیں۔ نہ کسی پاٹھی کو ساتھ لائے ہیں۔ چونکہ اپریل مئی میں دَوروں میں کام بہت کرنا پڑا۔ صرف یہاں آرام اور بھجن کو وقت دیں گے۔

جب ہم کالو کی بڑ سے ڈیرے کو کار میں آرہے تھے تو گاگریٹ میں ایک چمار لڑکی نے جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے۔ بہت سے مستانی حالت میں حضور کو گلدستہ پیش کیا۔ اور پریم میں کار کے ساتھ ساتھ

دوڑتی چلی حضور نے وہ گلدستہ منظور کرکے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور اس کی دلجوئی کرکے اس کو رخصت کیا۔ اور فرمایا تلسی صاحب ہاتھرس والے عام طور پر سوامی جی کی ماتاجی کے ہاں آگرے آیا جایا کرتے تھے۔ کیونکہ حضور سوامی جی کی ماتاجی اُن کی سرت سنگن تھی۔ اور گردھاری لال اُن کا سیوک ساتھ اُن کے ہمراہ آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ صاحب جی مہاراج تشریف لائے تو محلے کی عورتیں اور لڑکیاں بھاگتی ہوئیں اُن کے درشن کو آئیں "صاحب جی آگئے۔ صاحب جی آگئے" گردھاری نے اُن سے کہا کہ تم پیچھے ہٹو۔ تمہارے کپڑوں میں سے صاحب جی کو بُو آوے گی۔ اس پر صاحب جی بہت برانگیختہ ہوگئے اور بولے۔ گردھاری تم کو ان کے پریم کا پتہ نہیں کہ یہ کس پریم سے آئی ہیں۔ گردھاری پھر بولا کہ نہیں مہاراج! ان کے کپڑوں سے بدبُو آتی ہے۔ اِس پر تلسی صاحب نے فرمایا کہ جا تو زنانی کا لہنگا سر پر رکھ کر میرے پاس آوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُس کی ایک عورت سے محبت ہوگئی۔ کئی سال تک غائب رہا۔ کئی سال کے بعد گُورو یاد آیا تو زنانی کو ساتھ لے کر گُورو کے درشن کو چلا۔ اور گُورو کا بچن پُورا کرنے کے لئے عورت کا گھاگرا سر پر رکھ لیا۔ سنت پریم کے بھُوکے ہیں۔ اِس واسطے کہا ہے کہ۔

جن پریم کیو تن ہی پر بھ پائیو
بھیلنی کے بیر سُدا ماں کے تندُل۔ رچ رچ بھوگ لگائیو"

ڈلہوزی کا پروگرام یہ ہے کہ صبح کو ۷، ۸ بجے باہر گھُومنے جاتے ہیں اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد واپس آکر برآمدے میں کچھ دیر باتیں کرکے اندر چلے جاتے ہیں۔ اور پھر شام کے چھ بجے باہر نکلتے ہیں، اُس وقت ست سنگی لوگ آکر درشن کرتے ہیں۔ مگر ست سنگ کوئی نہیں ہوتا یعنی پوتھی نہیں پڑھی جاتی۔

۸ر جون کی دوپہر کو گیارہ بجے کے قریب (RAVI VIEW) راوی وِیُو کوٹھی پر دیوان سوہن لعل صاحب سابق سب جج چمبہ کی دُختر کی شادی کی تقریب کی وجہ سے تشریف لے گئے۔ وہاں دُولہا و دُلہن نے حضور کو ماتھا ٹیکا۔ حضور نے اُن کو علاوہ مٹھائی وغیرہ کے کچھ نقدی بھی دی اور سب کو مل کر ۱۲ بجے واپس آگئے۔

۹ر جون کی شام کو حضور کوزی نک (COSY NOOK) کے سامنے میدان میں کُرسی پر رونق افروز ہوکر نیچے چوک اور پہاڑوں کا نظارہ دیکھتے رہے۔ یہاں سے نظارہ قابلِ دید ہے۔ نیچے چوک میں تو مردوں اور عورتوں کا جمگھٹا سا لگا رہتا ہے۔ اور اوپر پہاڑوں پر ہریاول ہی ہریاول دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ بارش ابھی ہوکر چکی ہے۔ بائیں ہاتھ کو کئی قطاریں پہاڑوں کی نظر آتی ہیں۔ اور اُن میں سے بعض پر برف بھی دکھائی دیتی ہے۔

باتوں باتوں میں حضور نے فرمایا۔ کہ گورپائی کا کام بڑا مشکل ہے۔ لوگوں کے پاپوں کا بوجھ بلا معاوضہ اُٹھانا و اُن کی رُوحوں کی ذمہ داری لینا آسان نہیں ہے۔ مَیں نے کہا یہاں تو بہت سے لوگ گُورُو بن کر نام دیتے پھرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ذمہ داری کا احساس اور چیز ہے۔ اور خود غرضی کے لئے گُورُو بن جانا بڑی بات نہیں۔ حالانکہ باباجی مہاراج مجھے نام دینے کے لئے حکم دے گئے تھے۔ تاہم مَیں نے اُن کے جوتی جوت سمانے کے ایک سال بعد تک کسی کو نام نہیں دیا۔ آخر کار جب چاچاجی مہاراج نے مجبور کیا۔ تو یہ کام کرنا پڑا۔ چنانچہ سردار صاحب کے دیہانت ہونے پر اندر بہت دیر رُولا پڑا رہا۔ اُن کو واپس کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کی خواہش یہ کام کرنے کی تھی۔ مَیں نے دریافت کیا کہ کیا کوئی اور بھی کوئی پوشیدہ خواہش تھی۔ تو حضور خاموش رہے۔

اثنائے سیر میں حضور نے فرمایا کہ ہر ایک مذہب کی مقدس کتابوں میں آفرنیش عالم کا جو بیان دیا گیا ہے۔ وہ سب ایک کتاب میں جمع کر لیا جاوے۔ سردار کرپال سنگھ جی لاہور والوں کو یہ کام سپرد کیا جاوے مَیں نے عرض کی کہ ہندوؤں کی کتابوں اور انجیل میں لکھا ہے۔ کہ شروع میں خدا کی رُوح پانیوں پر تیرتی تھی۔ اور لفظ نارائن کا یہی ارتھ ہے۔ FLOATING ON WATER حضور نے فرمایا۔ کہ گورو گرنتھ صاحب میں بھی مارو راگ میں اس بارے میں شبد آیا ہے۔

"ارید نربد دُھندو کارا ۔ دھرن نہ گگن حُکم اپارا"

یعنی شروع میں سوائے خدا کی ذات کے کچھ نہیں تھا۔ اربوں بلکہ اُس سے بھی زیادہ سالوں تک دُھندوکار رہا۔ نہ زمین تھی نہ آسمان تھا۔ نہ شبد ہی تھا۔

سنتوں اور انجیل کے نئے معاہدے کے مطابق آفرینش کی ابتدا شبد سے ہوئی۔ ایسے ہی مسلمان لوگ کہتے ہیں۔ کہ "کُن" کے کہنے سے عالم پیدا ہو گیا۔ کسی نے پوچھا کہ کیوں یہ کائنات پیدا کی گئی ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ یہ تو ست لوک ہی پہنچ کر سمجھ میں آوے گا۔ مگر اتنا ہے کہ فُقرائے کامل کے پاس یہ خفیہ راز ہے جو کہ کسی کتاب میں نہیں آیا کہ ابتدائے آفرنیش میں سب رُوحوں کو یہ ساری دُنیا دکھائی گئی۔ ۹/۱ حصے نے کہا کہ اِس مادی دنیا میں ہمیشہ رہنا پسند کریں گے۔ مگر باقی نویں حصے نے کہا کہ ہم کو تو تیرے سوا کچھ نہیں چاہیئے۔ اس پر خدائے عالم نے فرمایا کہ تم سب مادی دُنیا میں جاؤ۔ جنہوں نے صرف مجھ کو مانگا ہے۔ اُن کو لینے کے لئے مَیں سنت یعنی فقیر کامل بن کر آؤں گا۔ مَیں نے دریافت کیا۔ کہ تعجب ہے کہ ست لوک کے سکھ کو چھوڑ کر اُن رُوحوں نے اِس مادی دُنیا میں رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضور نے جواب دیا کہ اُس وقت یہ رُوحیں ست لوک میں نہ تھیں۔ بلکہ اچیت اوستھا میں تھیں۔ اُن کو یہ مادی دیش ہی اچھا لگا۔ کیوں کہ

انھوں نے اس کے سوائے کوئی اور گرنتھ نہیں دیکھا تھا۔

۱۱ر جون ۱۹۴۶ء شام کو سیر میں ایک نے کہا کہ سُنا ہے کہ سوامی دیانند جی نے سوامی جی مہاراج سے آگرے جا کر نام لے کر اپنا اُدھار کرایا۔ اور سوامی جی کے چھوٹے بھائی سیٹھ پرتاب سنگھ جی نے پہلے پہل حضور سوامی جی مہاراج کی سوانح عمری میں اِس بات کا ذکر کیا تھا۔ مگر آریہ لوگوں نے اُن کے پاس جا کر شکایت کی کہ اِس سے ہماری اور ہمارے گورو کی توہین ہوتی ہے۔ اِس پر چاچا جی مہاراج نے فرمایا کہ اِس کو کتاب سے خارج کر دیا جائے گا۔ ہم کو کسی کا دِل دُکھانا مقصود نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ایک سُور داس بھی دیانند سوامی جی کے ہمراہ آگرے میں رادھا سوامی جی مہاراج سے نام لے گیا تھا۔

۱۲ر جون ۱۹۴۶ء کی شام کو دو سادھو گیرو ے کپڑے والے ہٹے کٹے آ گئے۔ اور برآمدہ کے باہر بنچوں پر بیٹھ گئے۔ حضور نے فرمایا۔ مہاتما جی اندر آ جاؤ۔ مگر انھوں نے کہا کہ ہم یہاں ہی بیٹھیں گے۔ آپ ہمیں کچھ سُنائیں۔ اِس پر اگرچہ آج کل ست سنگ سب بند ہے۔ حضور مہاراج جی نے سوامی جی کی پوتھی میں سے "بلی نردیہہ یہ تُم کو :: بناؤ کاج کچھ اپنا" پڑھ کر سنایا۔ مگر زیادہ لمبی تشریح نہیں کی۔ اِس بانی میں کوئی قابلِ اعتراض بات کسی مت کے لئے نہیں لکھی۔ تاہم مہاتما جی نے کہا کہ ہم وِچار کرنا چاہتے ہیں۔ حضور نے اُن کا بڑا مان کیا کہ تم سادھو ہم گرہستی گرہستیوں کا فرض ہے کہ سادھوؤں کی سیوا کریں۔ آپ کل دس بجے آ جاویں تو وِچار کریں گے۔ سادھو نے کہا۔ مَیں نے ۱۹۳۸ء میں بھی آپ سے سری نگر کشمیر میں وقت لیا تھا۔ اڑھائی گھنٹے۔ اِس پر مَیں نے دِل میں سوچا کہ جب ۲½ گھنٹے وقت وِچار کا لینے کے بعد اب پھر ضرورت ہے تو تم نے کیا فائدہ اُٹھایا۔ یہ لوگ کوئی سادھن من کے کھڑا کرنے اور رُوح کو اندر شیو نیتر میں لے جانے کا نہیں کرتے۔ اِس واسطے اپنا وقت بے ارتھ کھو رہے ہیں۔

اِس کے بعد جب سیر کو گئے لالہ گلونت رائے نے کہا کہ دیار کا درخت ۶ ہزار فٹ سے ۸ ہزار فٹ کی بلندی تک پھیلتا پھلتا ہے۔ اِس سے اُوپر نیچے بلندی پر لگا تو دیتے ہیں۔ مگر ایسا سرسبز نہیں ہوتا۔ ۸ ہزار سے ۱۰ ہزار کی بلندی پر چھوٹے چھوٹے پودے اور گھاس ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مری کے پہاڑوں میں سیرال جانی کی بلندی دس ہزار فٹ ہے۔ وہاں کوئی آبادی یا درخت نہیں۔ صرف گھاس وغیرہ ہے۔ وہاں گرمیوں میں گوجر لوگ اپنے مویشی چرانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ پھر رائے بہادر نے کہا کہ مَیں نے بمبئی سے کبیر صاحب کی شبداولی آٹھ سو صفحات کی خریدی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ کہ کبیر صاحب کی بانی میں اُن کے بعد بہت سی ملاوٹ لوگوں نے کر دی ہے بیجک اور انُوراگ ساگر میں ملاوٹ نہیں ہے۔ ہاں سکھوں نے اپنے گوروؤں کی بانی میں کوئی ملاوٹ نہیں ہونے

دی۔ رادھا سوامی کی بانی میں کبھی ابھی تک ملاوٹ نہیں۔ پہلے سوامی جی مہاراج گورو گرنتھ صاحب میں سے ہی ست سنگ کیا کرتے تھے۔ اور پہلے پہل اُن کی سار بچن نظم گورمکھی میں لکھوائی گئی تھی۔ اور اب تک پہلی گورمکھی کی سار بچن سوامی جی کے گھرانے میں موجود ہے۔ ہندی میں رائے بہادر سالگ رام جی نے اِس کو لکھوایا تھا۔ ایک دفعہ کسی سکھ صاحب نے کہا کہ سوامی جی کی بانی میں سے یہ شبد نکال دینا چاہیئے "پیک دان سے پیک کرادے۔ جواب دیا گیا۔ کہ جب گورو انگد صاحب کا انگوٹھا گورو امرداس جی مہاراج منہ میں لے کر چوستے تھے تو وہ کیا تھا اور جو گورو گرنتھ صاحب میں آیا ہے۔

"گیاں کا کر بیجنا سنت جنور ڈھلا لیو۔"

تو اِس کا مطلب کیا ہے۔ یہ صرف پریمی کی اوستھا کو ظاہر کرنے کی باتیں ہیں۔

۱۵ر جون ۱۹۴۶ء۔ ایک پریمی ست سنگی نے اپنے بھجن سمرن کے بارے میں یوں لکھا۔

"میں نے اپنے وقت کو یوں بانٹ دیا ہے۔ کہ جس سے ۷۔۸ گھنٹے روز بھجن ہو سکے۔ اب میں اپنے بھجن کی کچھ مشکلات کو حل کرنا چاہتا ہوں۔ میں سمرن کو پختہ کرنے کے واسطے چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے پانچ نام کے سمرن کی مشق کو پورا کرنے کا جتن کر رہا ہوں۔ اور من سے جنگ کر رہا ہوں۔ لیکن جب بھجن پر بیٹھتا ہوں تو شبد کی پرواہ اِس زور کی آتی ہے۔ جو کہ آرتی اور گرجا گھر کے گھنٹے کی آواز سے مشابہت رکھتی ہے اور وہ سمرن کی رٹ کو بند کر دیتی ہے۔ من اُس طرف راغب ہو جاتا ہے اور دونوں کام ایک وقت نہیں کر سکتا۔ ایسے وقت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ آیا سمرن کو جاری رکھنے کے لئے شبد سے لاپرواہی کرنی چاہیئے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ دونوں آنکھوں کے درمیان آتے ہی شبد شروع ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد کچھ عرصہ شبد پر توجہ دینے کے بعد نرت بھی اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔ اور روشنی ہو جاتی ہے۔ اِس روشنی میں ست گورو کا خیال یا سروپ گم ہو جاتا ہے۔ ہاں روشنی کچھ تیز ہو جاتی ہے لیکن سروپ کھڑا نہیں ہوتا۔ حالانکہ میں وہاں بھی روشنی دیکھتا رہتا ہوں۔ ایسی صورت میں آیا اپنی توجہ روشنی کی طرف مرکوز کر دینی چاہیئے۔ یا سروپ کے پیچھے جانا چاہیئے۔ اِن دونوں مشکلات کو حل کرنے کی مہربانی فرما دیں۔

جواب:۔ جب تم سمرن کرو تو شبد کا خیال چھوڑ دو۔ جب شبد سنو تو سمرن کا خیال چھوڑ دو۔ روشنی کی طرف توجہ کرو۔ اگر روشنی نہ آوے تو ست گورو سروپ کو پکڑو۔ ورنہ روشنی کو دیکھتے جاؤ۔ نرت کو آگے رکھو۔ پہلے نرت اندر جاوے گی۔

حضور کا ڈلہوزی کا پروگرام روزانہ یوں ہے:۔ صبح آٹھ بجے کے قریب سیر کو تشریف لے جاتے

ہیں۔ اور عموماً موتی بڈہ کے گرد صفر کا چکر لگاتے ہیں۔ کیونکہ اس چکر میں جگہ جگہ تھک کر آرام لینے کے واسطے بینچ لگے ہوئے ہیں۔ حضور اس سارے چکر میں دو دفعہ بیٹھکر آرام کرتے ہیں۔ اور شام کو کہیں باہر نہیں جاتے۔ کیونکہ اُن کی عمر کے لحاظ سے ایک ہی چکر صبح کا کافی ہوتا ہے۔

آج سیر میں اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ ایک دفعہ بابا کاہن ہمارے دفتر میں دن کے وقت نوشہرہ چھاؤنی میں آگیا اور کہنے لگا۔ ان پوتھیوں میں کیا لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ لکھا ہے۔ کہ بابا کاہن سے چار ہزار روپیہ لینا ہے۔ بولا۔ بھئی میں غریب ہوں۔ کم کردو۔ میں نے کہا اچھا دو ہزار دیدینا۔ کہنے لگا۔ اچھا کچھ عرصہ تک دیدوں گا۔ چنانچہ ۵-۶ مہینہ بعد کالے پہاڑ کی مہم میں مجھے بھیجا گیا۔ وہاں چھ مہینے لگ گئے۔ اور جب واپس آیا تو میرا بھتہ اور تنخواہ وغیرہ کا دو ہزار روپیہ مجھے ملا۔ میں بابا صاحب سے ملنے گیا تو کہنے لگا کہ بیس۲۰ لوں گا اور لوں گا بھی چھٹے چھٹے۔ میں نے کہا۔ بابا تو بھی لوبھی ہوگیا ہے۔ کہنے لگا۔ بھائی مال کے پیچھے ہی زکوٰۃ ہوتی ہے تم دو ہزار لائے ہو۔ میں نے بیس۲۰ مانگ لئے۔ میں نے جیب سے نکال کر بیس۲۰ روپے اُس کے آگے رکھ دیئے۔ منہ پھیر کر کہنے لگا۔ اُٹھالو تمہارا دل دُکھے گا۔ میں نے جواب دیا۔ نہیں اب نہیں لوں گا۔ تو بولا۔ دیکھو میں نے یہ روپے نہ خرچنے ہیں نہ کھانے ہیں۔ ابھی لڑکے آئیں گے مجھ سے چھین کر لے جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری کمائی سپھل ہوجائے۔ میں نے پوچھا حضور کیا یہ مجذوب لوگ اُوپر اُونچے لوکوں سے ایسی حالت میں آتے ہیں یا یہاں آکر مجذوب ہوجاتے ہیں۔ جواب دیا۔ کہ اس نے بارہ سال بھجن کیا تھا۔ اِس واسطے اُدھر رُوحانی لوکوں کی بہار کو دیکھ کر ان لوکوں میں جذب ہوگیا تھا۔ یہ لوگ کسی کا رُوحانی فائدہ نہیں کرتے۔ دُنیاوی فائدہ کر دیتے ہیں۔ ہاں جاتی دفعہ ایک کو اپنے جیسا کرکے چھوڑ جاتے ہیں۔

آج کل تلسی صاحب کے رتن ساگر میں سے "مرنے کے سمے رُوح کس طرح سمٹتی ہے اور سنت اپنی شرناگت رُوح کی کیسے سنبھال کرتے ہیں۔" شام کو پڑھا جارہا ہے۔

۲۰ رجون کی صبح کو سیر میں حضور نے فرمایا۔ کہ سوامی جی کی دادی اور ماتاجی دونوں تلسی صاحب کی سیوک تھیں۔ اور میں نے ایک بوڑھی ست سنگن ۹۰-۱۰۰ سال کی دیکھی ہے۔ جو کہا کرتی تھی۔ کہ تلسی صاحب حضور سوامی جی کے گھر اکثر پنی گلی میں آیا کرتے تھے۔ میں نے اُن کو دیکھا ہے۔ جب تلسی صاحب کا انت سمے آیا تو انھوں نے سوامی جی کو (جن کو وہ منشی جی کہتے تھے) بُلا بھیجا۔ جب سوامی جی کے پاس یہ پیغام پہنچا۔ تو جوتا بھی نہ پہنا۔ ننگے پاؤں اُٹھ کر چل دیئے۔ ایسا پریم سنگورو کا ہوتا ہے۔ جب وہاں ہاتھرس جو کہ آگرے سے ۳۰ میل ہے پہنچے۔ تو تلسی صاحب سنی میں آنکھیں بند کئے

ہوئے تھے۔ لوگوں نے کہا۔ حضور! منشی جی آگئے۔ اس پر انکھوں نے آنکھیں کھولیں۔ اور نظر بھر کر سوامی جی کی طرف دیکھا اور چولہ چھوڑ دیا۔

۲۶ر جون ۱۹۴۶ء کی صبح کو، بے سویرے ہی الیسمیر سے روانہ ہو کر ڈاکخانہ کو کاریں گئے۔ اور وہاں ست سنگت ڈلہوزی کو مل کر پہلے تبی کھیت کے پولیس پھاٹک پر آئے۔ اور وہاں تقریباً ایک گھنٹہ ٹھہرے۔ حضور کار سے اتر کر پھاٹک کے پاس دائیں ہاتھ کا پیدل کا پُل پار کر کے سیر کرنے لگے۔ وہاں سے چل کر بکلوہ کے نیچے گورکھا سنگت کو وقت دیا۔ اور پھر پٹھان کوٹ میں آکر سنگت کو درشن دیکر گورداسپور پہنچے۔ وہاں بھی سردار کرم سنگھ رٹیائرڈ سٹیشن ماسٹر کے مکان پر سنگت جمع تھی۔ اگرچہ گرمی کا اُس دن سخت زور تھا۔ جیسے کہ لاہور کے اردو اخباروں میں چھپا ہے کہ اُس دن کئی آدمی اور جانور شدّتِ گرمی سے مر گئے۔ تاہم اُس گرمی میں حضور موٹر کار سے اُتر کر لوگوں کی بھیڑ بھاڑ میں بیٹھے رہے اور اس کے بعد بٹالہ میں مستریوں سے ملے۔ بٹالے میں لوہے کے بے شُمار کارخانے لوگوں نے شاہراہ کے دونوں طرف قائم کرئے ہیں۔ گویا جیسے سیالکوٹ میں کھیلوں کے سامان کی منڈی ہے۔ ویسے ہی بٹالہ لوہے کے بیلنوں۔ چارہ کاٹنے کی مشینوں وغیرہ کے لئے مشہور ہے۔ وہاں سے سیدھے امرت سر ست سنگ گھر آئے۔ ہم سب نے ۲ بجے کے قریب کھانا کھایا۔ اور گرمی اِس قدر محسوس ہوئی کہ بجلی کا پنکھا لگا کر چارپائی پر لیٹا تو اُٹھنے کو جی نہیں چاہا۔

حضور نے چھ بجے کے قریب ست سنگ شروع کر دیا۔ رات وہیں رہے۔ اِس رات کو خبر آئی۔ ڈیرے سے کہ لالہ تھورام ملتانی پریمی ست سنگی چل بسے۔ چنانچہ حضور دوسرے دِن صبح ہی ست سنگ دے کر امرتسر سے ڈیرے دس بجے کے قریب آپہنچے۔

باب تیسواں

حالات قیام ڈیرہ و دورہ کراچی و کوئٹہ

اب کے ۳۰ جون کے ماہواری ست سنگ پر اگرچہ کافی جمع تھا۔ تاہم اس قدر ہجوم نہ تھا۔ جیسے پہلے ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ گرمی کا اس سال اس قدر زور تھا۔ کہ اخباروں میں خبریں کئی موتوں کی بسبب گرمی کے واقع ہونی درج ہوئی ہیں۔

ایک دفعہ صبح کے وقت حضور ۱/۲ ۸ بجے سے ۹ بجے تک عرض معروض لوگوں کی باہر ست سنگ میں بیٹھ کر سنتے رہے اور شام کو ست سنگ ہوتا رہا۔ آج یکم جولائی کو دو صد کے قریب مرد و زن کو نام دیا گیا۔ ۳ جولائی کی صبح کو ۱/۲ ۵ بجے یہاں سے کار میں لاہور کے راستے کراچی جانیکی تیاری ہے

حالات دورہ کراچی

مورخہ ۳ جولائی کی صبح کے ۵ بجے جب ہم کار میں سوار ہو کر ڈیرے سے چل کر ریلوے لائن کا پھاٹک عبور کر کے .G. T روڈ پر امرتسر کی طرف چلے تو سڑک کے آر پار شمال مشرق اور مغرب کو سیاہ گہرے بادل چھا رہے تھے۔ جو کہ ظاہر کرتے تھے کہ لاہور اور منٹگمری کی طرف نیز ڈلہوزی اور دھرمسالہ کے پہاڑوں میں سخت بارش ہو رہی ہے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ وہاں سے امرتسر مجیٹھہ روڈ ست سنگ گھر پر آئے۔ بڑا اچھا ٹھنڈا سماں تھا۔ وہاں ۵ منٹ سنگت کو درشن دے کر آگے روانہ ہوئے تو معلوم ہوتا تھا کہ بارش ہو چکی ہے۔ باغبان پورہ۔ شالامار پر سنگت جمع تھی سڑک پر کیچڑ اور بارش ہو رہی تھی۔ وہاں سے آگے سیدھے راوی روڈ ست سنگ گھر پہنچے تو بہت سی خلقت موجود تھی۔ چونکہ ابھی ۱/۲ ۶ ہی بجے تھے۔ اس واسطے یہ بہتر خیال کیا گیا کہ بجائے ریلوے سٹیشن پر جا کے انتظار کرنے کے حضور اپنے بالائی کمرے میں آدھ گھنٹہ چالیس منٹ آرام فرماویں چنانچہ سنگت کو درشن دے کر حضور اپنے کمرے میں لیٹ گئے۔ اور میں حسب معمول اپنے لئے دودھ لسی وغیرہ مہیا کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ وہاں باہر آم بک رہے تھے۔ مگر کسی نے کہا کہ ریلوے سٹیشن لاہور سے اچھے آم کسی واقف سے لے دیں گے۔ خیر وہاں سے ۳/۴ ۸ بجے کے قریب رخصت ہو کر ریلوے سٹیشن پر آئے۔ تو یہاں بھی لالہ برجان۔ بھگت میگھراج وغیرہ اور دیوان تیجو ل کھوٹانی جو کہ کراچی میں ہمارے

میزبان تھے۔ اور جن کی دختر کی تقریب شادی پر حضور کراچی تشریف لے جارہے تھے۔ موجود پائے۔ چاروں ٹکٹیں میری جیب میں تھیں۔ مگر ان میں سے ایک ٹکٹ گم ہوگیا۔ ہر چند تلاش کیا۔ سب جیبیں اندر و باہر کی اُوپر نیچے کر ڈالیں۔ مگر ٹکٹ غائب تھا۔ بالآخر نیا خریدا گیا۔ اور فسٹ کلاس AIR CONDITIONED میں صرف چاروں سیٹیں تھیں۔ ان پر ہم چاروں یعنی حضور۔ بھائی شادی۔ دیوان صاحب و بندہ نے قبضہ کرلیا۔ موسم ابرآلود اور خنک تھا اور سفر کے لئے اس سے زیادہ موزوں موسم نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر سنگت کا ہجوم اس قدر تھا کہ سارا پلیٹ فارم بھرا تھا۔ اور لوگ ہماری گاڑی کے اندر گھس گھس آتے تھے۔ ہمارے ساتھ والے سیکنڈ اور تھرڈ کلاس میں کئی مرد و بیبیاں ست سنگی کراچی جارہے تھے۔ ہمارے کمرے میں بالکل خوشگوار حرارت تھی۔ نہ گرمی نہ سردی۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ کمرے کے اندر کچھ دیر بیٹھ کر باہر جاویں تو گرمی سی محسوس ہوتی تھی۔ بیٹھنے کے گدے صاف ستھرے تھے۔ اور جیسے کہ ریل کاروں میں کھڑکیوں میں لمبے لمبے شیشے لگے ہوتے ہیں۔ ہمارے کمرے میں دونوں طرف ایک ایک لمبا شیشہ لگا تھا۔ جس کو ہم ہٹا نہیں سکتے تھے۔ اس میں سے ہوا یا باہر کی آواز نہ اندر آسکتی تھی نہ اندر سے باہر جاسکتی تھی۔ باہر سے لوگ شیشے کے سامنے کھڑے اور بولتے دکھائی دیتے تھے۔ مگر اُن کی آواز اندر نہ آتی تھی۔ جیسے کہ پہلے پہلے سینما میں TALKIES سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ سب ہلتے دکھائی دیتے تھے۔ مگر آواز ندارد۔ اسی طرح دونوں طرف ایک ایک دروازہ اندر باہر آنے جانے کو تھا۔ مگر دروازہ بند ہونے پر ہوا کی آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔ نہ باہر کی گرم ہوا اندر آتی تھی نہ اندر کی ٹھنڈی ہوا باہر جاسکتی تھی۔ کمرے کے نیچے برف کے مربعہ بڑے بڑے ڈھیلے رکھے تھے۔ جو کہ دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اور اُن میں سے سرد پانی بذریعہ تانبے کی نلکیوں کے کمرے کے نیچے اُوپر سب طرف پھر کر کمرے کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔ اور سانس لینے سے جو گرم ہوا پیدا ہوتی تھی اس کے باہر نکلنے کے لئے کمرے کی چھت میں ایک دھات کا مستطیل ٹکڑہ چھلنی دار لٹکا تھا۔ کمرہ کا کوئی دروازہ زیادہ دیر تک کھلا نہیں چھوڑا جاسکتا تھا۔ تاکہ باہر سے گرم ہوا اندر آکر کمرے کو گرم نہ کرے۔

لاہور چھاؤنی کے سٹیشن پر سب لوگ ہم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور میں تو ایک مقدمہ کی لمبی مثل جس کا فیصلہ میرے ذمہ ڈالا گیا تھا۔ پڑھتا رہا۔ حضور اخبار دیکھتے رہے۔ وہاں سے رائے ونڈ میں بہت سی بی بیاں اور کچھ مرد پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ بی بیوں نے بہت پریم ظاہر کیا۔ اور حضور نے کمرے کے دروازے کو کھول کر کھڑے ہو کر سب کو درشن دیئے۔ وہاں سے آگے جوں جوں جاتے رہے بارش زیادہ ہوتی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ چاروں طرف کھیتوں میں پانی بھرا تھا۔ پھر چونکی میں درشن دیئے۔ اکاڑہ میں سردار بختاور سنگھ زمیندار و اُن کی دھرم پتنی و دیگر بہت سے درشنوں کو آئے۔ سردار صاحب نے بہت اصرار کیا۔ کہ حضور

واپسی پر میرے گاؤں میں ایک رات ٹھہریں۔ یہ خیال نہ کیا کہ کوئٹہ کی سردی سے واپس آتے ہوئے گرم جگہ ٹھہرنا باعث کلفتِ طبع ہوگا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ہم کاتک یا اسوج میں تم کو وقت دیں گے۔ مگر وہ ایک ہی ضد کو پکڑے رہے۔ بار بار حضور کے آگے اِلتجا کرتے تھے۔ وہاں سے آگے منٹگمری کے قریب بارش کم تھی۔ منٹگمری میں پلیٹ فارم پر سنگت نے شامیانہ لگا رکھا تھا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں سنگت جمع تھی۔ حضور نے نیچے اُتر کر شامیانے کے نیچے کرسی پر براجمان ہو کر سنگت سے بات چیت کی۔ سنگت کے پریم کی وجہ سے گاڑی کا انجن چلنے میں نہ آیا۔ حضور نے آخر کار تنگ آ کر سب کو چلنے کی آگیا دی۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ مگر لوگ شیشے میں سے جو کھڑکی میں لگا تھا۔ دیکھتے تھے۔ اور باری باری آتے تھے۔ یہاں گاڑی نصف گھنٹہ سے زیادہ ٹھہری ہوگی۔ وہاں سے ہڑپہ روڈ پر منٹگمری کے چند ست سنگی بھائی بہنیں جو کہ گاڑی میں ہمراہ آئے تھے اُتر گئے۔ پھر چیچا وطنی میں بھی ایسا ہی ہوا۔ پھر میاں چنوں و خانیوال میں بھی سنگت جمع تھی۔ خانیوال میں سنگت کا بڑا ہجوم تھا۔ چند بی بیاں اور بچے بڑے پریم سے شبد پڑھنے لگے۔

"تیرا در چھوڑ کے کس در جاؤں میں ⁝ میری سُنتا ہی کون ہے کس کو سناؤں میں"

بہت خلقت جمع ہوئی۔ اور گاڑی چلنے کا نام نہ لیتی تھی۔ شاید پھر انجن بگڑا ہوگا۔ آخر کار حضور نے دروازہ بند کر لیا۔ اور اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ مگر چند بیبیاں جن میں دو ایک کی شکل تو مجھے ابھی تک یاد آتی ہے۔ شیشے کے سامنے کھڑی زار و زار رو رہی تھیں۔ اگرچہ رونے کی آواز مجھے سنائی نہ دیتی تھی تاہم اُن کے آنسو اور چہرے سے رونا صاف عیاں تھا۔ حضور بڑے متاثر ہوئے۔ ایسے پریمیوں کو ہی خدا ملتا ہے نہ کہ میرے جیسے شکی قلب والوں کو۔ وہاں سے گاڑی چلنا دشوار ہو گیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج گاڑی خانیوال ہی رہے گی۔ یہ ہے پریمی ہردوں کی کشش۔

وہاں سے چل کر ملتان شہر پر چند آدمی موجود تھے۔ مگر ملتان چھاؤنی میں خلقت کا ہجوم تھا۔ سارا پلیٹ فارم آدمیوں اور عورتوں سے بھرا پڑا تھا۔ چلنے پھرنے کو کوئی راستہ نہ تھا۔ حضور نے سب کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ تاکہ سب لوگ درشن کر سکیں۔ خلقت گاڑی کے دروازے سے پلیٹ فارم کے پرے برآمدوں تک بیٹھی تھی۔ وہاں سے ملک رادھا کشن ایڈووکیٹ اور اُن کے بال بچے و دیگر لوگ کراچی جانے کے لئے سوار ہوئے۔ منٹگمری سے نکل کر ہم سب نے کھانا کھایا جو کہ حضور اپنے ہمراہ لائے تھے۔ میں لاہور سے آم لایا تھا۔ دیوان صاحب بہت سے پھل لائے تھے۔ مگر حضور کی خوراک بہت تھوڑی ہے۔ دوپہر کو ایک یا زیادہ سے زیادہ دو پھلکے لے لئے۔ رات کو صرف ایک آدھ آم اور دودھ۔ درمیان میں کچھ نہیں کھاتے۔ پھر بھی اس عمر میں اس قدر کام کرنے کا خیال کیا جاوے تو صحت اچھی ہے۔

پانی ہم تو کھانا کھانے کے بعد کئی دفعہ پیتے ہیں۔ وہ بہت کم پیتے ہیں اور کھانے کے بعد لیٹ جاتے ہیں۔ اور دو تین گھنٹے تک دھیان میں پڑے رہتے ہیں۔ یوں تو اُن کا خیال ہر وقت تیل کی دھار کی طرح اُدھر ہی رہتا ہے۔ اِس واسطے گرمی سردی بھوک پیاس اُن کو محسوس ہی نہیں ہوتی۔

ملتان سے بہاولپور پہنچے تو چشتی عبدالسلام۔ حکیم روشن داس۔ روشن چراغ سُرمہ والے۔ اور مکھی پرمیشور لال و دیگر بہت سے ست سنگی اور ست سنگنیں درشن کے لئے موجود تھے۔ چشتی صاحب وہاں سے سمہ سٹہ تک گئے سمہ سٹہ میں اُن کے بال بچوں نے حضور کے درشن اندر گاڑی میں آکر کئے حضور نے اُن کو روپے دیئے۔ حضور اُن سے بہت خوش ہیں۔ کیونکہ اُن کو اُن کی برادری کے رشتہ دار مسلمانوں نے بہت ہی تکلیفیں دیں حتیٰ کہ بیوی بچوں کو بھی علیحدہ کر دیا یہ کہہ کر کہ اُن کا ایمان خطرے میں ہے۔ مگر یہ اپنے اصول سے نہ ہلے۔ آخر کار وہی ہوا جو میرا خیال تھا کہ بیوی بچے کب تک دُنیا کے غرض مند رشتہ دار سنبھال سکتے تھے وہ پھر آ گئے۔ والد صاحب نے نام لے لیا۔ رشتہ دار دیرادری جھک مار کر رہ گئے۔ سچ کی فتح ہے۔ گویا حضور مہاراج جی نے اُن کے سارے خاندان پر بہت ہی رحمت کی۔

جب ہم کھانا کھا کر لیٹ گئے اور گاڑی رحیم یار خاں ریلوے سٹیشن پر پہنچی۔ تو ہمارے نوکروں نے ہم کو جگا کر اطلاع دی کہ یہاں سے دو میل پرے مال گاڑی کے ساتھ حادثہ ہو گیا ہے۔ لائن ٹوٹ گئی ہے۔ اب ہم کو غالباً ساری رات یہاں ہی رہنا پڑے گا۔ ہم تو رات کو سوئے رہے صبح کو ۶ بجے اُٹھے۔ تو باہر بہت گرمی تھی۔ پتہ لگا کہ ہم مرنے سے بال بال بچ گئے۔ واقعہ یوں ہوا کہ سندھ کے حُر لوگ ہماری کراچی میل کو تباہ کر کے لُوٹنا چاہتے تھے۔ اُن کو پتہ تھا کہ کراچی میل فلاں وقت رحیم یار خاں سے روانہ ہوتی ہے۔ اُس سے ذرا پہلے اُنھوں نے رحیم یار خاں سے دو میل پرے صادق آباد کی طرف ریل کی پٹڑیاں اُکھاڑ کر پھینک دیں اور اُن کی جگہ مٹی کھود کر پولی کر دی۔ ہماری گاڑی بوجہ ست سنگیوں کے روکا وٹ کے رحیم یار خاں پر ایک گھنٹہ لیٹ تھی۔ اب کرنا خدا کا یُوں ہوا کہ ہماری گاڑی کے انتظار میں ایک مال گاڑی رحیم یار خاں کے سٹیشن پر دیر سے آئی کھڑی تھی۔ اس کا ڈرائیور سٹیشن ماسٹر سے کہنے لگا۔ کہ سُنتا ہے پنجاب سے کوئی سنت مہاتما کراچی میل میں آ رہے ہیں۔ اور اُن کے درشنوں کو ہر ایک سٹیشن پر لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور گاڑی کو لیٹ کر دیتے ہیں۔ تم مجھے جانے دو۔ میں جلدی ہی گاڑی اگلے سٹیشن پر لے جاؤں گا۔ اگر میل آ گئی تو اگلے سٹیشن پر اُس کو پاس کر دوں گا۔ سٹیشن ماسٹر نے یہ بات مان لی۔ چنانچہ ڈرائیور جب گاڑی کو لے کر موقعہ واردات پر پہنچا تو اندھیری رات تھی۔ اور بارہ بجے کے قریب کا وقت تھا۔ اُس نے گڑھا نہیں دیکھا۔ اُس کے اِنجن کے پہیئے اُس کھوکھلی

مٹی میں دھنس گئے اور انجن یکا یک ٹھہر گیا۔ جو مال گاڑیاں کوئلوں سے لدی ہوئی انجن کے پیچھے آرہی تھیں وہ بڑے زور سے ایک دوسرے پر گریں۔ اور انجن کے ٹینڈر سے ٹکرائیں۔ ٹینڈر تو ٹوٹ کر لائن سے باہر جا پڑا۔ گاڑیاں ٹوٹ کر عمودا کھڑی ہوگئیں۔ اور اُن کی دیواریں پاش پاش ہوگئیں۔ شکر ہے کہ ڈرائیور اور فائر مین اور گارڈ سب کے سب بچ گئے۔ اگر مال گاڑی کی بجائے کراچی میل آتی تو بے شمار مسافر کچل کر چور چور ہو جاتے اور اُن کا مال حرام لوگ لوٹ کر لے جاتے۔ سنا ہے کہ حرام لوگ سٹرک پر کام کرنے والے بیلداروں وغیرہ کو پکڑ کر لے گئے جن کو انہوں نے بعد میں چھوڑ دیا۔ کراچی میل کے مسافر حضور کا دھنیواد کرتے تھے کہ حضور کی بدولت خدا تعالےٰ نے اُن کی جان بخشی کی۔

رحیم یار خاں کی سیوا سمتی نے مسافروں کی بڑی مدد کی۔ اُن کو چار پائیاں سونے کے لئے دیں کیونکہ گاڑی کھڑی میں سخت گرمی کی وجہ سے سو نہیں سکتے تھے۔ سب مسافر باہر پلیٹ فارم پر چار پائیوں پر سوئے اور اُن کے لئے دودھ۔ دہی۔ لسی۔ شربت۔ برف کا انتظام کیا اور ان کے لئے روٹی بنوائی گئی۔

رحیم یار خاں کے بہت سے لوگ ہندو مسلمان۔ صبح کو سات بجے حضور کے درشن کو آئے اور بہت لوگوں نے التجا کی کہ حضور گوردوارے میں چل کر آرام کریں اور ست سنگ کریں۔ مگر چونکہ کراچی میل کے روانہ ہونے کا صحیح وقت معلوم نہ تھا اِس واسطے حضور نے صرف پلیٹ فارم پر کرسی پر بیٹھ کر ان سب لوگوں سے بات چیت کی۔ اور آپ اپنی گاڑی میں جب آگئے تو بہت سے معززین شہر کے آپ کے درشنوں کو آتے رہے۔ حضور دروازہ کھول کر اُن سے بات چیت کرتے اور فرماتے میں تو ساری عمر سرکار کی نوکری کرتا رہا ہوں کوئی فقیر نہیں۔ نہ سادھو ہوں نہ سنت بلکہ جیسے تم ہو ویسے ہی میں ہوں۔ خدا کا گنہگار پاپی بندہ ہوں۔ نہ خدا جیسے مجھ میں ہے، ویسے ہی تم میں ہے۔ میرے اور تمہارے میں کچھ فرق نہیں۔ اِس پر ایک پریمی ست سنگی نے ایکانت میں اعتراض کیا کہ حضور لوگوں کو بھول میں ڈالیں پردہ نہ رکھیں۔ اپنی حقیقت کھول کر کہیں۔ مگر حضور نے نہ مانا کیونکہ مہاتما کبھی بھی اپنے آپکو مہاتما یا گرو یا صاحب کرامت نہیں کہتے وہ تو اپنے آپ کو خدا کا گنہگار بندہ خیال کرتے ہیں سنت تو خدا کی موج اور مرضی میں رہتے ہیں۔ ہاں اُن کا مالک اُن کی رکشا کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ لوگ یہ واقعہ میری کرامات سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک دفعہ کبیر صاحب کے ساتھ ہوا۔ کاشی کے ودوان۔ پنڈت و دیگر بھیکھی لوگ کبیر صاحب کے دشمن تھے وہ بیچارے غریب تانا بُن کر گزارہ کرتے تھے انہوں نے لوگوں کو جگہ جگہ کہلا بھیجا کہ کبیر صاحب کے ہاں فلاں تاریخ کو بھنڈارا ہے سب سادھو لوگ حاضر ہو کر کھانا نوش فرما دیں کبیر صاحب کو ایک دن پہلے شام کو اس چالاکی کا

علم ہوا۔ وہ کہاں سے اتنے لوگوں کو پُر تکلف کھانا کھلاتے۔ سر شام گھر چھوڑ کر جنگل میں جھاڑیوں میں جا چھپے اور دوسرے دن شام تک وہیں پڑے رہے۔ شام کو لوگوں کو جاتے دیکھا۔ سب یہ کہتے تھے۔ "دھن کبیر"۔ سادھوؤں کو بڑا اُوتم بھوجن کھلایا۔ کبیر صاحب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ڈرتے ڈرتے گھر پہنچے۔ تو گھر والوں نے کہا۔ کہ تم خود یہاں تھے اور سب کو تم نے خود ہی کھانا کھلایا۔ وہ مالک کی دَیا سمجھ گئے۔ اور یہی حال اب ہے۔ سنت مالک کی موج میں رہتے ہیں۔ وہ کرامات نہیں کرتے۔ ہاں اُن کا مالک اُن کو بچانے کیلئے اور عزّت افزائی کے لئے سب کچھ کرتا ہے۔

رحیم یار خاں کی سیوا سمتی کو حضور نے پچاس روپے دیئے اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ کہ اُن لوگوں نے خلقِ خدا کی بڑی سیوا کی۔ اور پھر یہ کہا وہ حُر لوگ جنہوں نے یہ فعل کیا اُن کو خدا کیوں نہ سخت سزا دے گا۔ مَیں نے عرض کی حضور وہ تو اِس کو ثواب سمجھتے ہیں کہ اپنے پیر کا بدلہ لیں۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کو بدلہ کس سے لینا چاہیئے۔ پبلک نے اُن کے پیر کا یا اُن کا کچھ نہیں بگاڑا۔

وہاں ۹۔ ۱۰ بجے سخت دھوپ اور گرمی میں سب لوگوں کو کراچی میل سے اسباب نکال کر جائے وقوعہ سے پرے دوسری گاڑی میں جو کراچی سے آئی تھی اسباب رکھنا پڑا۔ اور اُس میں سفر کرنا پڑا۔ اور اُس گاڑی کے مسافروں کو کراچی میل میں بٹھایا گیا۔ اس کام میں رحیم یار خاں کی سیوا سمتی نے بڑی مدد کی۔ ریلوے والوں یا پولیس نے کوئی نمایاں مدد نہ کی۔ ہم اِس گاڑی میں فرسٹ کلاس میں بیٹھے۔ مگر وہ ٹھنڈی نہ تھی۔ اُس میں سخت گرمی تھی اور گرمی میں وہ گاڑی ۲½ بجے تک کھڑی رہی۔ راستہ میں روہڑی تک جگہ جگہ ہر ایک سٹیشن پر ٹھہرتی گئی۔ کئی جگہ لوگوں کو پانی پینے کو نہ ملتا تھا۔ پھر بھی سیوا سمتی کے لوگوں نے وہاں بھی اُن کو پانی وغیرہ دیا۔ سب کو روٹیاں تقسیم کیں۔ آخر کار رات کے ۷ بجے روہڑی پہنچے۔ وہاں سکھر اور دیگر جگہوں کے ست سنگی بڑی بھاری تعداد میں جمع تھے۔ کوئی راستہ ہماری گاڑی سے باہر پلیٹ فارم پر جانے کا نہ تھا۔ دیوان صاحب بیچارے لیمونیڈ وغیرہ ہجوم کو چیر کر لائے۔ کیونکہ ہمارا پیاس سے بُرا حال تھا اور لسّی لائے۔ برف کا ملنا مشکل تھا۔ مشکل سے کچھ برف ہاتھ لگی اور وہاں سخت گرمی میں نصف گھنٹہ ٹھہر کر آگے جا کر منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھایا اور سو رہے۔ ۶ بجے چھاؤنی کے سٹیشن پر سنگت جمع تھی۔ کاروں میں ہم دیوان صاحب کے درِ دولت پر بندر روڈ ایکسٹینشن پر آ پہنچے۔ یہاں کی آبادی و مکانات بہشت کا نمونہ ہیں۔ نہ زیادہ گرمی نہ سردی۔ مکان ہوادار ہیں اور صاف۔ سب قسم کا آرام ہے۔

آتے ہی یہاں سے پہلے تین میل پر ڈی۔ اے۔ وی۔ ہائی سکول میں سنگت کی رہائشیں دکھانا بنانے کا انتظام دیکھنے گئے۔ اور اُس کے پاس ہی شردھا نند ہائی سکول کے میدان میں ست سنگ کا پنڈال

سجا ہوا تھا۔ یہ دونوں عمارتیں بندر روڈ کے پاس ہی واقع ہیں۔ اور دونوں میں کھلے کھلے کمرے اور میدان ہیں شردھا مندر کی عمارت و بیرونی دروازہ کے درمیان بہت خوبصورت راستہ ہے۔ جس کے دونوں طرف درخت ہیں۔ وہاں کے پرنسپل صاحب دیسی لباس پہنے ہوئے دوپٹہ کندھوں کے گرد تانے سر پر گاندھی ٹوپی سجی ہوئی حضور مہاراج جی کو شام کے وقت ملے۔ یہ سارا انتظام دیکھ کر واپس جمشید پور کوارٹر میں آ گئے۔ اور یہاں سب نے نہا دھو کر کھانا کھا کر آرام کیا۔ راستے میں مسٹر نوری کا مکان بھی دیکھتے آئے۔ یہ مکان بھی بہت خوبصورت اور وضع دار تھا۔ اس میں خوب ہوا لگتی ہے۔ یہاں مکانوں کی یہی خوبی ہے کہ ہوا آتی رہے کیونکہ یہاں مغرب کے سمندر سے ہر وقت ٹھنڈی ہوا چلتی رہتی ہے۔ اگر یہ ہوا نہ لگے تو دم گھٹنے لگتا ہے۔ سب مکانات اسی خیال سے بنائے جاتے ہیں۔ حکم کمیٹی کا یہ ہے کہ ½ رقبہ سے زیادہ زیرِ عمارت نہ لایا جائے اور ½ حصہ کھلا رکھا جائے۔ اور دو منزلہ سے زیادہ اونچائی میں نہ بنایا جاوے۔ رات کو جب ست سنگ سے واپس آ کر حضور اوپر کی منزل میں شامیانے کے نیچے بیٹھے تھے تو بی بیوں نے سندھی زبان میں یہ شبد پڑھا۔ شبد تو لمبا ہے مگر مجھے صرف اتنا ہی یاد رہا۔

"پتا بھی توں ماتا بھی توں۔ پورن گورو من جو بھی توں ہی توں
مہر کریں منجھ مسکین تے۔ ادئیں دو سب توں ہی توں
مہر ڈسا چرن دسا۔ منجھ بنانی دا توں ہی توں"

اور بھی شبد پڑھے۔ یہاں کا پروگرام یہ ہے کہ صبح کو ۸ بجے ست سنگ دیوان صاحب کے مکان کے نزدیک ایک پرائیویٹ میدان میں شامیانوں کے نیچے ہوتا ہے۔ اور شام کو ست سنگ ۷ بجے شردھا مندر کے پلاٹ میں ہوتا ہے۔ جو کہ ڈی۔ اے۔ وی ہائی سکول کے سامنے بندر روڈ کے نزدیک ہی ہے۔ وہاں حاضری زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ شہر کے نزدیک ہونے کی وجہ سے لوگ یہاں آ جاتے ہیں۔ دیوان صاحب کا مکان وہاں سے ۳-۴ میل پر ہے۔ وہاں صبح کے آٹھ بجے شہر کے لوگوں کو اور ست سنگیوں کو بھی آنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ شہر سے یہاں تک بس آتی ہے۔ اور صرف ۶ پیسے لگتے ہیں۔ مگر بس ½ ۷ بجے سے پہلے چلنی شروع نہیں ہوتی۔

صبح کا ست سنگ کر کے حضور یہاں کی عمارتوں کی تعمیر ہوتے دیکھنے تشریف لے گئے۔ یہاں دیواریں اینٹوں کی کم بناتے ہیں۔ مکان کی دیواریں ۸ فٹ بجری ۲ فٹ ریت اور ایک فٹ سیمنٹ ملا کر بناتے ہیں۔ درمیان میں لوہے کی سلاخیں دیتے ہیں۔ بیرونی دیواروں کا آثار ½ ۱ - ½ ۱ فٹ ہوتا ہے۔ اور جوں جوں اوپر کی منزلیں بنتی ہیں۔ یہ آثار کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اندرونی دیواریں ۸ - ۸ - ۷ - ۷ انچ کی موٹائی کی رکھتے ہیں۔ یا ستون سیمنٹ کے بنا کر دو منزلہ ستون سے جاتے ہیں اور اوپر پینٹل کی چھت ڈالتے ہیں۔

لاگت کم آتی ہے مگر پختگی میں فرق نہیں آتا۔ حضور کا ارادہ کالوگی بڑھ میں اس طرح کے مکانات بنانے کا ہے وہاں بجری عام مل جاتی ہے۔ صرف کراچی جیسا سمندری ریت جو کہ خالص ہوتا ہے کہیں نہیں مل سکتا۔ اس کی بجائے بجری کو چھان کر اس کی باریک باریک ریت کر کے ڈالنے کا خیال ہے۔ بعض دفعہ ۴-۲-۱ کی نسبت سے بھی سیمنٹ ملا کر استعمال کرتے ہیں۔ کراچی میں سال بھر میں صرف پانچ انچ بارش ہوتی ہے جس میں سے ۲ انچ گرمی میں ہوتی ہے اور ۳ انچ سردی میں۔

۶ر جولائی کی شام کو کافی سنگت تھی اور حضور نے فرمایا کہ سنتوں کا اس دنیا اور اس کے لوگوں کی بابت جو خیال ہے وہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ "جگ میں گھور اندھیر انجھاری" اور "کچھ بوجھ سمجھا لا دیا" بیا گیا۔ لوگوں نے نہایت خاموشی سے سنا۔ اور کافی وقت لگا۔ حالانکہ سندھ میں یہ عام مشہور ہے کہ یہ لوگ ۲۰-۲۵ منٹ سے زیادہ لیکچر وغیرہ نہیں سن سکتے۔ ست سنگ کے بعد حضور جیل کی طرف ایکانت پیدل سیر کو موٹر کار میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے اتر کر پیدل چلے۔ ہوا خوب چلتی رہی اور ٹھنڈی تھی۔

۷ر جولائی کی شام کو رسم شادی سپتری دیوان صاحب بوقت ۸ بجے قرار پائی تھی۔ مگر نوشہ صاحب ابھی تک کراچی نہیں پہنچے تھے۔ سنا ہے کہ وہ اپنا PILOT کا I.A.F. کا امتحان لاہور میں دے رہے تھے۔ سب کو فکر تھا کہ وقت پر پہنچ جاویں۔ چنانچہ ۷ر جولائی کی شام کو کراچی میل میں وہ اپنے پریوار میں کراچی پہنچ گئے۔ سندھی لوگوں کے ہاں شادی کی رسم بہت سادہ ہوتی ہے۔ یہاں برات کا جھمیلہ و ضیافتوں کی بھرمار نہیں ہوتی۔ ہاں جیسا عام طور پر مشہور ہے کہ شادی سے پہلے دولہا میاں کے والد صاحب کا ہاتھ ۱۰-۱۵-۲۰ ہزار روپیہ دے کر گرمانا پڑتا ہے۔ ورنہ وہ لڑکی لینے کو رضامند نہیں ہوتا۔ غرضیکہ شام کے ۸ بجے دیوان صاحب موٹر کار لے کر اپنے سمبندھی خانے میں گئے۔ اور ۸-۹ بجے شب کے درمیان نوشہ۔ ان کے والد صاحب و والدہ صاحبہ اور دیگر کنبے کے لوگ پنڈال میں پہنچے۔ لڑکی والے کے گھر نہیں آئے۔ وہاں سب لوگ جمع تھے۔ لڑکی لڑکا دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے محفل میں آ کر گورو گرنتھ صاحب و حضور کے سامنے دو جدا جدا گدیوں پر براجمان ہوئے۔ نوشہ نے چونکہ وہ بحری فوج میں افسر ہیں۔ بحری فوج کی نیلی وردی پہن رکھی تھی۔ دلہن بھی اچھے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ دونوں نے بیٹھنے سے پہلے حضور کو متھا ٹیکا۔ حضور نے دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد گورو گرنتھ صاحب محلہ ۴ میں سے چار لاماں پڑھی گئیں۔ لاماں کے بعد "آنند بھیا میری مائے ستگورو میں پایا" لیا گیا۔ اس کے بعد "آنند سنو وڈ بھاگیو" لیا گیا۔ بس بیاہ ختم ہوا۔ ہاں حضور نے درباری داس کو حکم دیا۔ کہ دولہا دلہن کو گرہست آشرم کی زندگی پر کچھ ہدایات کرے۔ جو کہ اس نے اپنی پنجابی زبان میں ادا کر دیں۔ جس کو میرے خیال

یں بہت کم سندھی مردوں اور عورتوں نے سمجھا ہوگا۔ سندھ میں کڑاہ حلوہ تقسیم کرنے کی ممانعت ہے۔ اس واسطے پھلوں کا پرشاد بانٹا گیا۔ اس کے بعد ایک اور شبد گورو گرنتھ صاحب میں سے لیا گیا کیونکہ سندھی لوگوں میں گورو گرنتھ صاحب سے بڑی عقیدت ہے۔ شادی کے بعد لڑکا لڑکی صرف دس منٹ کے لئے لڑکی کے والدین کے گھر آئے۔ وہاں کھانا کھا کر رخصت ہو گئے۔ لڑکی تو دوسرے ہی دن صبح کو کار میں واپس آگئی۔ آج رات کو ۹ بجے دولہا کو لانے کے لئے کار بھیجی گئی ہے۔ وہ غالباً لڑکی کو آکر لے جاویں گے۔

۸ جولائی کو ست سنگ شاردا مندر کے پلاٹ میں بندر روڈ کے پاس ہوا۔ بہت سی خلقت جمع تھی سکھ لوگ بھی تھے۔ سب نے خاموشی سے ست سنگ سنا۔ نام کا نرنے "اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "نامے ہی تے سب کچھ ہوا۔ بن ستگورو نام نہ جاپئے" لئے گئے۔ حضور نے فرمایا میں کسی کا مذہب نہیں توڑتا نہ کوئی نیا مذہب بناتا ہوں۔ آپ اپنے اپنے مذہبوں میں رہ کر نام کی کمائی کرو۔ یہی میری تعلیم ہے۔

۱۴ جولائی دوپہر کو کوئٹہ جانے کا پروگرام بنایا گیا۔ اور سیکنڈ کلاس میں ۱۴ سیٹیں ریزرو کرائی گئیں۔

۹ جولائی کی صبح کو ست سنگ کرنے کے بعد حضور مسٹر پوری کی کوٹھی پر جو کہ ہمارے راستے میں ہی آتی ہے تشریف لے گئے۔ پوری صاحب اور ان کی دھرم پتنی نے ہماری سب کی پانی مٹھائی وغیرہ سے خاطر کی۔ ان کا ایک بچہ مڈل میں پڑھتا ہے۔ حضور سے نام مانگنے لگا۔ حضور نے فرمایا کہ دس جماعتیں پاس کر لو تو دیں گے۔ اس پر وہ رونے لگ گیا۔ تو حضور نے کہا کہ "اچھا دے دیں گے۔ تم رو ومت" ست سنگیوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی سنسکاری جیو ہوتے ہیں۔ پوری صاحب کے صاحبزادہ نے حضور کا OIL COLOUR PAINTING بنایا تھا جو کہ سامنے لٹک رہا تھا۔ وہ حضور کے سروپ کے بالکل مشابہ تھا اور بہت بڑا تھا۔ بہت سے فوٹو کی تصویروں سے اس میں مشابہت زیادہ تھی۔ وہاں سے اگر ڈاک دیکھی۔ پھر کھانا کھایا۔ شام کے ۵ بجے لالہ رامہاتے ہیڈ ماسٹر ڈی۔ اے۔ وی۔ ہائی سکول تشریف لے آئے۔ ان کو حضور نے طالب علموں کی مٹھائی کے واسطے پچاس روپے عطا فرمائے۔ اسی طرح شاردا اسکول کو بھی پچاس روپے دیئے۔ شام کو ست سنگ سے پہلے ایک شادی سندھی ست سنگیوں کی آنند ریتی سے کی گئی۔ ایسی شادی میں کوئی خرچ بالکل نہیں آتا اور نصف گھنٹہ سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔ بعد ازاں وہاں سے کار میں کلفٹن یعنی ہوا بندر کی طرف گئے۔ وہاں ہوا کا اس قدر زور تھا کہ آندھی سی معلوم ہوتی تھی۔ اگرچہ ٹھنڈی تھی۔ ہوا بندر پہلے کی نسبت زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ سنہ ۱۹۳۴ء میں ROUND نہ تھی۔ اب باغ بھی بہت خوبصورت ہے

مورخہ ۱۰ جولائی کو ست سنگ کر کے دس بجے کے بعد نام دینا شروع کیا گیا۔ آج تقریباً ۱۵ مرد و

کو نام دیا گیا۔ کل کو عورتوں کو دیا جاوے گا۔ یہ بستی جس میں ہم لوگ رہتے ہیں۔ عامل کالونی نمبر ۲ کہلاتی ہے۔ عامل لوگ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں۔ اور ملازمت پیشہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو عامل کہتے ہیں۔ دوسری برادری اپنے آپ کو بھائی بند کہتے ہیں۔ یہاں پپیتہ بہت ہوتا ہے۔ اِس کو سندھی میں کاٹھ گیدڑو کہتے ہیں۔ گیدڑو (خربوزہ) و کاٹھ (لکڑی)۔ گویا لکڑی کا خربوزہ۔

۱۱ر جولائی کو ۱۵۰ سے زیادہ مستورات کو نام دیا گیا۔ سندھ میں عورتوں کے لئے مستورات کہنا اور خاص کر سندھ عورتوں کو بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسے بر عکس نہند نام زنگی کافور۔ شام کو کبیر صاحب کی بانی میں سے "کرنیئوں دیدار محل میں پیارا ہے۔" لیا گیا۔ جس کو لوگوں نے خوب غور سے سُنا۔ کہتے ہیں کہ کراچی میں بہت سے سادھو مہارِک اپدیش کرنے آیا کرتے ہیں۔ اور یہاں سے کافی مال لے جاتے ہیں۔ اب حضور مہاراج چونکہ خود کسی سے پائی کے روادار نہیں۔ اور اس کے باوجود اُن کا اپدیش بھی سب دھرموں سے اونچا ہوتا ہے۔ کسی مت متانتر کی نِندا نہیں ہوتی۔ صرف ابھیاس پر زور دیتے ہیں۔ اِس واسطے اب کراچی میں جھوٹے سادھوؤں اور ادھورے گوروؤں کی دال نہیں گلے گی۔

۱۲ر جولائی کی شام کو ست سنگ میں گورو ارجن صاحب کا "صُورت دیکھ نہ بھُول گنوارا" اور گورو رامداس جی کا "ہر کی کتھا کہانیاں گورمیت سُنائیاں" لئے گئے۔ ۱۲ر جولائی کو بھی ۸۰ مرد عورتوں کو نام دیا گیا۔ رات کو پوری صاحب کی سپتری نے دیوان صاحب کے صحن میں جبکہ حضور پلنگ پر آرام کر رہے تھے حضور کی سیوا میں چند شبد گا کر سنائے۔ جو کہ بہت اچھے لگے۔ کچھ تو میراں بائی کے شبد تھے کچھ گرنتھ صاحب میں سے۔ مگر سب کے سب راگ وِدیا کے مُطابق بہت اچھے گیت تھے۔

کبیر صاحب کا:-

"گھونگھٹ کا پٹ کھول ری تو کو پیا ملیں گے
گھٹ گھٹ میں وہ سائیں رمتا
کٹک بچن مت بول ری تو کو پیا ملیں گے
گھٹ گھٹ میں باجت ڈھول ری تو کو پیا ملینگے

اِس کے بعد گرنتھ صاحب میں سے:-

"ٹھاکر تم تو شرنائی آیا۔
اُن بولت میری بیرتھا جانی۔ اپنا نام جپایا۔"

۷ بجے شام کا ست سنگ کر کے حضور جیل خانہ کی سڑک پر پیدل سیر کو تشریف لے جاتے ہیں۔ اس

سڑک پر ایسے زور کی ہوا چلتی ہے جیسے طوفان آیا ہو۔ کراچی میں اگر کسی نے آنا ہو تو جولائی اور اگست کے مہینے میں یہاں رہے۔ اِن مہینوں میں خوب ٹھنڈی ہوا ہر وقت چلتی رہتی ہے۔ اور برسات تو ہوتی نہیں، مگر بادلوں سے آسمان گھرا رہتا ہے۔ بادل یہاں سے شمال مغرب کو بھاگتے جاتے ہیں۔ اور دھوپ کا زور بہت کم ہوتا ہے۔ اِس واسطے ہر وقت باہر سیر کر سکتے ہیں اور نیند بھی ٹھنڈی ہواؤں میں خوب آتی ہے۔ صحت کے لحاظ سے یہ موسم کراچی میں سب سے اچھا ہے۔

۱۳ر جولائی کو صبح کا ست سنگ بند رہا۔ کیونکہ ست سنگ والے پلاٹ کے ملحق ہی شاردا سکول میں ۸ بجکر ۵ منٹ سے ۱۰ منٹ تک پرارتھنا ہوتی ہے۔ یہ سکول مہاتما گاندھی کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ کراچی میں روپیہ میں دو آنہ پنجابی آبادی ہے۔ جن کے لڑکوں کے لئے ڈی۔ اے۔ وی۔ ہائی سکول کام دے رہا ہے۔ مگر روپیہ میں چار آنہ کاٹھیاواڑ اور کچھ کے لوگوں کی آبادی ہے۔ اِس واسطے اُن کے لڑکوں کو گجراتی زبان میں شاردا سکول میں تعلیم دی جاتی ہے۔ کوئی گیارہ سو لڑکا تعلیم پاتا ہے۔ کراچی میں علاوہ اِن سکولوں کے گورنمنٹ سکول اور رومن کیتھولک سکول بھی ہیں۔ تعلیم کا بڑا زور ہے۔ شاردا سکول میں لڑکیاں بھی پڑھتی ہیں۔ اور کچھ لڑکے مسلمانوں کے بھی ہیں۔

ہم پرارتھنا میں شامل ہونے کے لئے ۸ بجے سے ۱ منٹ پہلے ہی وہاں پہنچ گئے۔ پرنسپل صاحب دیوتا سیرت انسان۔ دیسی دھوتی۔ گاڑھے کا کرتہ اور اوپر کندھوں پر دوپٹہ سر پر گاندھی کیپ۔ پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں پہنے حضور کو لینے آئے۔ سکول قابلِ دید ہے۔ سکول کے دروازے سے دو رویہ نیم۔ بڑ وغیرہ کے درخت شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے پرے دونوں طرف دو کمرے سہ منزلہ ہیں۔ اِن کمروں سے پرے پھر درخت اور میدان ہیں۔ اور اس میدان سے پرے ایک برآمدہ ہے جس میں TERRACE ہیں۔ درختوں کی وجہ سے برآمدے کے سامنے کا میدان بالکل ٹھنڈا رہتا ہے۔ ہم اوپر کی منزل میں گئے۔ اُس وقت لڑکے جو کہ سکول کا بینڈ بجاتے ہیں۔ اپنا اپنا باجہ نیچے لے جا رہے تھے۔ لڑکے اچھی صحت والے اور DISCIPLINED ہیں۔ اور خوش دکھائی دیتے ہیں۔ چند منٹ میں باجہ نیچے بجنے لگا۔ لڑکے کلاس چھوڑ چھوڑ کر برآمدے کے آگے میدان میں جمع ہو گئے۔ اُن میں لڑکیاں بھی تھیں۔

ہم پرنسپل صاحب کے ساتھ نیچے برآمدے میں آئے۔ حضور کے لئے ایک بڑا سا گدا اڈالا ہوا تھا۔ مگر حضور نے فرمایا کہ میں اپنے بھائیوں میں بیٹھوں گا۔ تاہم اُن کو گدے پر بیٹھنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ سکول کمیٹی کے بھی چند ممبر وغیرہ آئے ہوئے تھے۔ سیٹی بجی۔ سب نے کانگریس جھنڈے کی طرف منہ کر کے جھنڈے کو سلام کیا۔ پھر سیٹی بجی۔ تو سب نے RIGHT TURN ہو کر اپنا اپنا ہاتھ برآمدے کی طرف کر لیا۔ برآمدے

ہیں، پرنسپل صاحب، ہارمونیم بجانے والے اور دو طاؤس نواز طبلہ والے موجود تھے۔ پہلے بینڈ بجا۔ پھر گجراتی یا سنسکرت میں کچھ پڑھا گیا۔ پھر سب لڑکوں نے اور سب لوگوں نے مل کر گجراتی میں گیت گایا جس میں سے ٹیک میری سمجھ میں آئی:۔ "تیرا منا بڑا لا" اس کے بعد طاؤس والے نے گورو گر نتھ صاحب میں سے دو ٹھاکر میں تم شرنائی آیا۔" گایا اور خوب گایا۔ شانتی کا سماں تھا۔ اس کے بعد پرنسپل صاحب نے کوئی بھجن گجراتی میں لیا جس کو سب لڑکے لڑکیوں نے مل کر پڑھا۔ بعد میں گجراتی زبان میں پرارتھنا ہوئی۔ دو لاؤڈ سپیکر برآمدے کی TERRACE پر لگے تھے۔ جن کی آواز دور تک سنائی دیتی تھی۔ سب لڑکے حسب رواج عام ننگے سر تھے۔ پرنسپل صاحب نے بتلایا کہ اُن کے دفتر میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہر ایک کلاس روم میں بول سکتے ہیں اور صبح کو سکول لگنے سے پہلے ہر ایک کلاس کو پرنسپل صاحب اپنے کمرے سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے کسی دیش بھگت یا مہا پرش کا بچن بطور سندیش بھیجتے ہیں۔

پرارتھنا کے بعد پرنسپل صاحب کی اِلتجا پر حضور نے فرمایا۔ کہ "میں آپ کے سکول سے بہت خوش ہوں آپ بچوں کے دِلوں میں اچھے سنسکار پیدا کر رہے ہیں جو وہ ساری عمر نہیں بھولیں گے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میرے پتا بچپن میں مجھے سادھوؤں کے پاس لے جایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے سادھوؤں کے درشنوں کا شوق ساری عمر رہا"۔ پرارتھنا بڑی شانتی کا سماں معلوم ہوا۔ جیسے انگریزی گرجوں اتوار کو عیسائی لوگ مرد و زن مل کر بھجن گاتے ہیں۔ ایسے یہاں بھی گیت گائے جاتے ہیں۔

ساڑھے دس بجے عابل کالونی سے چل کر حضور مہاراج ڈرگ روڈ ایروڈروم دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مسٹر ہنسراج پوری وہاں کے METEOROLOGIST ہیں۔ وہاں ایک ست سنگی آفیسر بھی مل گئے۔ یہ ایروڈروم ایشیا میں سب سے بڑا کہا جاتا ہے۔ اور قابل دید ہے۔ یہاں سے ہی لوگ جو ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں۔ ٹکٹ خریدتے ہیں۔ ایروڈروم کے احاطہ کے درمیان میں ایک عمارت ہے جس کے وسط میں ایک بڑا گول کمرہ ہے جس میں مسافروں کے لئے بینچ لگے ہوئے ہیں۔ آنے اور جانے والے مسافر یہاں آرام کرتے ہیں۔ اُس کے اِردگرد اُن اہلکاروں کے کمرے ہیں۔ جو مسافروں کو ٹکٹ وغیرہ دیتے ہیں۔ اور اُس سے پرے دائیں ہاتھ کو METEOROLOGIST کا کمرہ ہے اُڑنے والے PILOT اپنے سفر کے رَاستے کی بابت موسم، ہوا، آندھی، طوفان وغیرہ کی بابت سب معلومات آسانی سے حاصل کر لیتے ہیں۔

ایک ابورڈ پر بڑے بڑے شہروں کے نام اور اُن کی اُونچائی سطح سمندر سے لکھی ہے۔ اور ہوا کا رُخ درج ہے۔ یعنی کرّہ ہوائی کی مختلف تہوں میں مختلف سمتوں میں ہوا چلتی ہے۔ سطح سمندر

سے ، ہزار فٹ کی بلندی سے لیکر ۱۰ ہزار فٹ کی بلندی تک جُدا جُدا ہوا کا رُخ ہر ایک شہر کا اِس میں ہر روز درج کیا جاتا ہے - اور ایک دوسرے بورڈ پر لال - نیلی - ہری روشنی کے چھوٹے چھوٹے گول دائروں کے ذریعے ہوائی رُخ اور ہوا کی رفتار ظاہر کی گئی ہے - اگر ایک ہوائی جہاز دُور جا رہا ہے - وہ وہاں سے اِس سٹیشن کے ساتھ بات چیت کر سکتا ہے اور پوچھ سکتا ہے کہ موسم فلاں جگہ کیسا ہوگا مثلاً "کسی PILOT کو جو دھ پور جاتے ہوئے طوفان آندھی آئی - وہ ایروڈروم کراچی سے وائرلیس کے ذریعے بات چیت کر کے پوچھ سکتا ہے - کہ یہ آندھی کب تک رہے گی کس اُونچائی تک ہے - اُس کو کیا کرنا چاہیئے - اور فوراً اُس کو جواب دیا جاتا ہے - اگر کوئی ہوائی جہاز اِس ایروڈروم میں آ رہا ہو - تو وہ آنے کی خبر دیتا ہے جب ایروڈروم پر آ جاتا ہے - تو اُس کی کنٹرول کمپنی سے بات چیت ہوتی ہے - جب تک CONTROLLER حکم نہ دے وہ نیچے اُتر نہیں سکتا - میرے سامنے ایک ہوائی جہاز احمد آباد سے آیا - کنٹرولر نے کہا - کہ تم نمبر ۱ پر اُتر جاؤ -

۵۰ فٹ کا چوڑا سیمنٹ کا ایروے ہوتا ہے جس پر جہاز اُترتا ہے اور PILOT کو ہر وقت خبر رہتی ہے - کہ وہ زمین سے کتنا اُونچا ہے - اگر ایک انچ بھی اونچا ہو تو بھی اس کو پتہ رہتا ہے - کنٹرولر نے کہا - کہ اُڑان پر سے اُتر کر بائیں ہاتھ کو مُڑنا - ایروے جہاز مسافروں کا تھا - اور اُس کے صرف ایک پہیہ ہی نیچے تھا - وہ ایک پہیے پر اُترا - اور موٹر کار کی طرح ایروے پر چلتا ہوا بائیں ہاتھ کو مُڑا - جب وہ زمین پر اُترا - تو ایک آدمی ہری اور لال جھنڈیاں لئے ہوئے اُس کو راستہ لائن کلیر کی طرح دکھانے لگا - جیسے کہ ریلوے انجن کے ڈرائیور کو دکھاتے ہیں - آخر کار وہ جہاز بالکل ٹھہر گیا - تو مسافروں کے لئے سیڑھی لگا دی گئی - سب مسافر اُترے - اُن میں ایک ۷ - ۸ سال کا بچہ بھی تھا پھر CUSTOM والے آ گئے - چونکہ جہاز کے آنے کا پہلے ہی پتہ لگ جاتا ہے - اِس واسطے سب اِنتظام پہلے ہی مکمل کر دیئے جاتے ہیں - چونکہ جہاز نے ایک دو گھنٹہ میں پھر واپس جانا تھا - اِس واسطے پٹرول کے ٹرک اس میں پٹرول بھرنے کے لئے فوراً ہی آ موجود ہوئے -

افسر نے بتایا کہ جب اندھیری رات ہو اور کوئی روشنی نہ دکھائی دیتی ہو تو ۲۵۰ میل سے ہم لوگ آنے والے جہاز کو راستہ دکھاتے ہیں - وہ یہ کہ ایک روشنی کا LIGHT HOUSE اُونچا ہوتا ہے - جس میں سے روشنی کی کرنیں نکل نکل کر چاروں طرف پھیلتی ہیں - اور ایک آواز خاص قسم کی نکلتی ہے - اگر آنے والا جہاز راستے سے باہر ہو تو اُس کو اور قسم کی آواز سُنائی دیتی ہے جس سے اُس کو پتہ لگ جاتا ہے کہ میں اصلی راستے سے پرے ہوں - جب وہ آنے کا پتہ دیتا ہے تو اُس کو اُس کی HEARING سُنائی جاتی ہے - حتیٰ کہ جب

اس کی HEARING خاص درجے کی ہو تو وہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ اب ٹھیک راستے پر آ گیا ہوں۔ وہ آواز اس کو ایئر ڈرم پر پہنچا دیتی ہے۔

دورہ کوئٹہ

کراچی میں تقریباً ۵ صد استری پُرشوں کو نام دے کر ۱۴ر جولائی کو کوئٹہ میل میں سوار ہو کر دوپہر کے سوا بارہ بجے روانہ ہوئے۔ کراچی شہر کے ریلوے سٹیشن پر ہزاروں ست سنگی چھوڑنے آئے۔ اور حضور نے پلیٹ فارم پر جا کر اُن کو درشن دیئے۔ اور بھینٹا کا شدید بڑھ گیا۔ سیکنڈ کلاس میں کافی بھیڑ تھی۔ وہاں سے بعض لوگ ملیر تک ہمارے ساتھ آئے۔ ملیر میں پمپ کے ذریعے کھیتی ہوتی ہے۔ اور کراچی کی بہت سی سبزی وہاں سے آتی ہے۔ حیدر آباد سے پہلے کوٹری آئی۔ جہاں کہ بہت سے ست سنگی درشنوں کو جمع تھے۔ گرمی بھی کافی تھی۔ وہاں سے دریائے سندھ کا پل گذر کر حیدر آباد آئے۔ وہاں بھی تین چار لوگ شہر سے آئے ہوئے تھے۔ شہداد پور ریلوے سٹیشن پر بھی کچھ سنگت تھی۔ روہڑی میں سکھر و روہڑی وغیرہ کی بہت سی خلقت جمع تھی۔ اور سنگت کے لئے جو حضور کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ بہت سا کھانا پھل وغیرہ لائی تھی۔ وہاں سے دریائے سندھ کا پُل عبور کر کے سکھر میں سے گذر کر آخر کار صبح کے چھ بجے جیکب آباد پہنچے۔ یہ جگہ کہتے ہیں۔ سارے ہندوستان میں سب سے زیادہ گرم ہے۔ مگر چونکہ اس دن بارش ہو چکی تھی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ یہاں سے ریگستان کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ جس میں نہ کوئی درخت ہے نہ گھاس۔ نہ کوئی آبادی دُور تک نظر آتی ہے۔ اس سے پرے تو مال کا ۵ سٹیشن ہے جہاں سے ہمارے بلوچستانی ست سنگی ۵۰۔۶۰ میل کا سفر ریگستان کا اونٹوں پر طے کرنے کے بعد پنجاب کے لئے ٹرین پر سوار ہوتے ہیں۔ یہاں اور اس کے اگلے سٹیشن پر سبی سے ریل گاڑی میں پانی کی ٹانچیاں بھری آتی ہیں۔ اور ارد گرد کے لوگ سٹیشن پر آ کر پانی لیتے ہیں۔ اِن سٹیشنوں پر کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔

آخر کار سبی کا جنکشن آتا ہے۔ جہاں کہ کافی گرمی اور دھوپ تھی۔ اور جہاں دُودھ۔ دہی کی لسی۔ انگور وغیرہ بھی مل جاتے ہیں۔ یہاں سے ہی ٹرین کے دونوں طرف انجن لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں سے پہاڑوں کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ سبی میں پانی کی کمی نہیں۔ اس کے پاس پانی کے نالے بہتے ہیں۔ مگر یہاں کے پہاڑ خشک۔ ننگے۔ جلے سے معلوم ہوتے ہیں۔ بجری کے کچے پہاڑ ہیں۔ بعض بعض پکے بھی ہیں مگر ہیں سب کے سب ننگے۔ راستے میں ۵۔۶ ٹنل آتے ہیں۔ مچھ کا سٹیشن ۳ ہزار فٹ بلند ہے۔ اور یہاں پوڑی۔ پکوڑے اور بھنے اور روٹی مل جاتی ہے۔ پانی بکثرت ہے۔ وہاں سے آگے کول پور سب سے اونچی جگہ ہے۔ کوئٹہ اِس کے آگے ۵۵ سو فٹ بلند ہے۔ راستے میں کول پور اور کوئٹہ کے درمیان دائیں ہاتھ

کو ننگے ننگے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ اِن پہاڑوں میں سے پانی کی ندیاں نکل کر زمین کے نیچے نیچے بہتی ہیں۔ زمیندار لوگ اِن ندیوں کا پتہ کر کے جگہ جگہ کھودائی کر کے کھیتوں کو پانی دیتے ہیں۔ آگے بادام کے درخت بکثرت ہیں۔

کوئٹہ کے علاقے میں آلو بہت ہوتا ہے اور نوتال وغیرہ کے تھل میں صرف چری ہوتی ہے۔ اگر ایک دفعہ بارش موقع پر ہو جاوے تو چری کی کافی فصل ہو جاتی ہے۔ کوئٹہ میں دھوپ تیز پڑتی ہے اور ہوا دوپہر کو نہیں چلتی۔ اِس واسطے یہاں دن کو ۱۰ بجے کے بعد دھوپ میں چلنا مشکل ہے اور گرمی ہوتی ہے۔ رات کو دس گیارہ بجے کے بعد کمرے میں آرام سے سو سکتے ہیں۔ صرف ایک چادر سر داوڑھ کر۔ یا زیادہ سے زیادہ ایک گرم چادر لیکر۔ کراچی کا موسم کوئٹہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ وہاں ہر وقت ٹھنڈی ہوا چلتی رہتی ہے۔ اور ہر وقت بادل آسمان پر گھومتے رہتے ہیں۔ اِس واسطے ہر وقت باہر گھوم سکتے ہیں۔ یہاں باہر نکلنا مشکل ہے ہوا خشک۔ بادل کا نام و نشان نہیں۔ یہ جگہ کراچی کی نسبت آج کل کے موسم میں اچھی نہیں۔

کوئٹہ کے ریلوے سٹیشن پر بہت سی سنگت حضور کے استقبال کو موجود تھی۔ وہاں سے اسباب لاری میں لاد کر کاروں میں سوار ہو کر ریلوے انجن شیڈ کے متصل ست سنگ گھر میں تشریف لائے تو وہاں بڑی محرابیں و جھنڈیاں لگا رکھی تھیں۔ باجہ بج رہا تھا۔ حضور نے اِس ساری دھوم دھام پر سخت اعتراض کیا۔ دونوں محرابیں تو دوسرے دن اُکھڑوا کر پھینک دیں۔ ست سنگ شہر میں ٹیمپل روڈ پر ہوتا ہے۔ وہاں ہی ست سنگت کے لئے کھانے پینے و رہائش کا انتظام ہے۔ صرف حضور اور خاص خاص ست سنگی ریلوے انجن شیڈ کے متصل ست سنگ گھر میں مقیم ہیں۔ دو وقت ۷ سے ۹ بجے تک ست سنگ ہوتا ہے۔ زیادہ تر گورو گرنتھ صاحب میں سے بانی پڑھتے ہیں۔ اِس کے بعد سوامی جی کی بانی میں سے شبد کی مہماں " دھن دھن دھن دھن پیارے۔" لیا گیا۔ اور پھر " جگ میں گھور اندھیرا بھاری " اور گورو گرنتھ صاحب میں سے محلہ ۳ کا " دُنیا نہ سالاہے جو مر ونجسی۔ لوکاں نہ سالاہے جو مر خاک تھی " لیا گیا۔ اس کے بعد بیبیوں نے رو یداس کی بانی میں سے " میں دین ہین تیرا جی۔ مینوں نہ دساریں " گایا۔ اُس کے بعد حضور شام کو کار میں ۷½ بجے شام کے ست سنگ سے پہلے پبلک گارڈن میں چند قدم ٹہلنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس باغ میں دونوں طرف انگوروں کی بیلوں کی باڑ تھی جس پر انگور لدے ہوئے تھے۔ اور کہیں کہیں بادام کے درخت بھی تھے۔

حضور نے سیٹھ صاحب کو جن کی کار میں حضور تشریف لے گئے تھے فرمایا کہ آپ کبیر صاحب کا انوراگ ساگر پڑھو۔ اُس کے بغیر کال و دیال مت کی پوری پوری واقفیت نہیں ہوتی۔ سنت مت کی

سمجھ الوُ اگ ساگر پڑھے بغیر پُوری پُوری نہیں آسکتی۔ بعد ازاں ست سنگ میں کبیر صاحب کی بانی "ستے گرننیول دیدار محل میں پیارا ہے"۔ لیا گیا۔ اِس کے بعد سکھ صاحبان کی خواہش کو پُورا کرنے کے لئے گُورو امرداس جی کا شبد "تیریاں کھانیں تیریاں بانیں" لیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنی ورن آتمک بانی ہے اس کو نام کی خبر نہیں۔ گویا نام کسی مذہبی کتاب میں نہیں ہے۔ کیونکہ سب کتابیں ورن آتمک نام میں ہیں۔ دُھن آتمک نام کتابوں میں نہیں بلکہ انسان میں ہے۔ حضُور نے فرمایا کہ اگرچہ گُورو کا اصلی سروپ شبد ہے مگر شبد گُورو اندر رہوتے ہوئے بھی ہم میں سے ہرایک نے بناتات وحیوانات چرند و پرند میں کروڑوں جنم پائے۔ شبد گُورو نے ہم کو چوراسی لاکھ جُونی میں جانے سے نہ روکا۔ نہ نرکوں میں جانے سے روکا۔ جب تک دیہہ دھاری گُورو نہ ملے شبد گُورو نہیں مل سکتا۔ اگر کوئی قوم یا فرقہ کہتا ہے۔ کہ ہم کو دیہہ دھاری گُورو کی ضرورت نہیں ہے تو یہ سمجھو کہ اُن کو شبد گُورو کی بھی ضرورت نہیں۔ اور جب تک اندر شبد گُورو پرگٹ نہ ہو آدمی کا چوراسی لاکھ میں جانا بند نہیں ہوسکتا۔ رات کے دس بجے تک ۱۷ر جولائی کو ست سنگ ہوتا رہا۔

۱۸ر جولائی کو ۹ بجے صبح کا ست سنگ ختم کرکے حضُور مہاراج رائے بہادر لالہ موتی لال ست سنگی دیال باغ کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں بانی کا پاٹھ دیال باغ کے ست سنگیوں نے کیا۔ پہلے منگلاچرن پڑھا گیا۔ پھر "گُورو کا دھیان کر پیارے" لیا گیا۔ بعد میں بینتی پڑھی گئی۔ اس کے بعد مٹھائی کا پرشاد تقسیم کیا گیا۔ حضُور نے رائے بہادر کی لڑکیوں اور لڑکوں کو آشیرباد دی۔ اور کچھ انعام بھی دیا۔ سب کو شربت و چائے پلائی گئی۔ وہاں سے رُخصت ہو کر قندھاری بازار میں دیال باغ سٹورز کا ملاحظہ کرنے تشریف لے گئے۔ وہاں بہت سی ست سنگت پہلے سے جمع تھی۔ ہرایک کو ایک ایک روپیہ کا ایک ایک لفافہ جس میں ۳ ٹکیاں صابن ایک ہولڈر اور بٹن تھے ملا۔ لوگوں نے بڑے شوق سے لیا۔ یہاں تک کہ سب لفافے ختم ہو گئے۔ حضُور نے بھی ایک ٹارچ خرید کی۔

اُس کے بعد شام کے ۵½ بجے SPIN KREZA DAM جہاں سے کہ کوئٹہ شہر کو پینے کا پانی آتا ہے جو کوئٹہ سے ۱۴ میل جنوب کو اُس پختہ سڑک کے پاس ہی ہے۔ جو کہ چمن کو جاتی ہے دیکھنے گئے۔ اس کے تین طرف پہاڑ ہیں۔ اور چوتھی مغرب کی طرف پُشتہ باندھ رکھا ہے۔ یہاں سے LINE PIPES کے ذریعے شہر کو پانی گیا ہے۔ یہ جگہ کوئٹہ سے ۱۵ اصد فٹ کے قریب اونچی ہے۔ اور ٹھنڈی ہے۔ کوئٹہ میں آج کل دن کو سخت گرمی ہوتی ہے۔ ہوا نہیں چلتی۔ رات کو ۱۰-۱۱ بجے ٹھنڈی ہوا خوب چلتی ہے۔ یہ بند اپریل ۱۹۴۵ء میں تیار ہوا۔ اور محکمہ آبپاشی نے تیار کیا۔ ساتھ ہی DAM کے افسر رہتے ہیں۔ حضُور اُس کے مکان پر تشریف لے گئے وہ سندھی ہندو تھے۔ حضُور نے اُن کو کہا کہ ست سنگ میں آنا۔ وہاں سے آکر ست سنگ گھر سٹیل روڈ

پر آئے۔ وہاں رات کے دس بجے تک ست سنگ کیا۔ "نام کا برنہ" سوامی جی کی بانی سے اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "نامے ہی تے سب کچھ ہوا۔ بن ستگور نام نہ جاپے" لئے گئے۔ جو کہ دونوں ایک ہی مضمون پر ہیں۔ وہاں سے آکر بھی ایک گھنٹہ تک حضور لوگوں سے بات چیت کرتے رہے۔

گویا حضور ہر روز رات دس بجے تک تو ست سنگ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد بھی ایک گھنٹہ ہر روز رات کو لوگوں سے پرمارتھی بات چیت کرتے ہیں۔ گویا وہ اتھک ہیں۔ اپنے شریر و صحت کی پرواہ نہیں کرتے۔

کوئٹہ کے بند سے پرے اُڑک کا بند ہے۔ جہاں سے پانی فوجی لوگوں کے واسطے چھاؤنی میں جاتا ہے۔ اُڑک اس سے بھی زیادہ اونچا ہے۔ یہاں کوئلے کی کانیں بھی ہیں۔ مگر کوئلہ گھٹیا قسم کا ہوتا ہے۔ زیارت میں بلوچستان کا ایجنٹ گرمی کا موسم بسر کرتا ہے۔ یہ جگہ یہاں سے ۶۰۔۷۰ میل پر ہے۔ جب سے ۱۹۳۵ء کا بھونچال کوئٹہ میں آیا ہے۔ کوئٹہ میں بارش کی کمی اور گرمی کی زیادتی ہو گئی ہے۔ مکان ایک منزلہ ٹین کی چھت کے بنانے کی اجازت ہے۔

۱۹ر جولائی کو تقریباً ۱۱۵۔۱۲۰ مرد عورتوں کو صبح کے ست سنگ کے بعد ۱۰ بجے سے ایک بجے تک ست سنگ گھر متصل ریلوے شیڈ میں نام دیا گیا۔ ست سنگ سے اُٹھتے ہی حضور سردار نند سنگھ ست سنگی کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر فرمایا کہ ہم کو بے شمار خط فوجی لوگوں کے آتے ہیں کہ کس طرح ستگورو ان کے انگ سنگ رہ کر حفاظت کرتے ہیں۔ اگر ہم ست سنگ میں ان کو بیان کریں تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ اپنی تعریف کر رہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر جانسن نے راولپنڈی کی ایک بی بی کا ہنجیروں کا آپریشن گلے میں کیا تھا۔ جو کہ تین گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ بڑا نازک آپریشن ہوتا ہے۔ جب آپریشن کے بعد بی بی کو ہوش آیا تو کہنے لگی۔ افسوس میں بڑے اچھے دلیش میں تھی۔ مجھے وہاں ہی رہنے دیا ہوتا۔ اسی طرح بی بی ویرو وغیرہ کئی ست سنگنوں و ست سنگیوں کے آپریشن میں کلوروفارم سنگھاتے ہی ستگورو سروپ آ گیا۔ اور ان کو آپریشن معلوم بھی نہیں ہوا۔

۱۹ر جولائی کی شام کو ست سنگ میں میں تو حسب معمول اگلی قطار میں بیٹھا تھا۔ مگر سنا ہے کہ چند اکالی لوگ چند سکھوں کو لے کر فساد کرنے آئے۔ مگر پولیس کا تھانہ دار آگیا اور وہ ڈر گئے۔ ایک سکھ نے کہا۔ واہگورو۔ واہگورو کا جاپ ہی مکمل اصلی گورو منتر ہے۔ اس کے سمرن سے ہی پرماتما کی پراپتی ہو جاتی ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ واہگورو لفظ ۹ گوروؤں میں سے کسی گورو کا مکھ واک نہیں ہے۔ صرف بھٹوں کی بانی میں آیا ہے۔ یہ ورن آتمک شبد ہے۔ اصلی شبد جو مکتی دیتا ہے وہ دھن آتمک ہے۔

۲۰ر جولائی کو جنم دن کوئٹہ میں منایا گیا۔ صبح کو پہلے حضور حکم سنگھ صاحب کے دولت خانہ پر

تشریف لے گئے۔ اُس کے بعد ست سنگ کیا۔ پھر وہاں سے ایک سردار صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ جو کہ اکال گڑھ متصل وزیر آباد کے باشندے یہاں ملازم ہیں۔ اُن کی بیوی بیمار تھی۔ اُن کے پتاجی ۱۸ سال کے تھے۔ اُن سے حضور نے فرمایا۔ کہ میرا یہ آج ۸۹ واں جنم دن ہے۔ اور آپ کے شہرہ کرپال سنگھ میرے ساتھ نوشہرہ چھاؤنی میں مُلازم تھا۔ اُس کے لڑکے شیر سنگھ کو میں نے ڈرائینگ سکھا کر رُڑکی کالج میں بھیجا تھا۔ اب وہ دونوں گذر گئے ہیں۔ اور شیر سنگھ کے لڑکے ڈاکٹر مہر سنگھ وغیرہ زندہ ہیں۔ اِس کے بعد ۳ بجے شام کو باقی ماندہ مرد وعورتوں کو نام دیا گیا۔

۲۱ جولائی ۱۹۴۶ء کو ست سنگ کے بعد حضور لالہ نرائن داس کھنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ جو کہ حضور باباجی مہاراج کے ست سنگی ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ مجھے ہر روز باباجی مہاراج اور حضور دونوں کے درشن ہوتے ہیں۔ حضور نے پوچھا کہ بتاؤ کہ اُن کے کہاں کہاں چہرے پر نشان تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ دائیں رُخسار پر داغ تھا۔ اور دائیں بھوؤں کے اُوپر بڑا تِل تھا۔ اور دونوں بھوؤں کے درمیان دائیں پھوڑے کے پاس چھوٹا سا تِل تھا۔

اس کے بعد حضور وہاں سے ڈیری فارم فوجی میں گئے۔ وہاں کے منیجر صاحب ست سنگی تھے۔ ایک ادھیا پکا کو ابھی نام ملا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ میں سندھیا کرتی ہوں تو میری رُوح گم ہو جاتی ہے۔ اس پر حضور نے کہا۔ کہ میں تم کو سندھیا کرنے سے نہیں روکتا۔ مگر یہ جو طریقہ میں نے بتایا ہے۔ اِس کو روز دو گھنٹے دے کر دیکھو۔ ہر روز دو گھنٹے نام کا سمرن کرو۔ یہ سندھیا سے بہت اُونچا طریقہ ہے۔ کر کے دیکھ لو۔

اِس کے بعد ۳ بجے کوئٹہ سے سیکنڈ کلاس میں سوار ہو گئے۔ سب سنگت الوداع کہنے کو پلیٹ فارم پر موجود تھی۔ رائے بہادر لالہ موتی لال GARRISOM ENGINEER اور سیٹھ واسدیو جنرل مرچنٹ کوئٹہ جو دونوں دیال باغ کے ست سنگی ہیں۔ وہ دونوں بھی تشریف لائے۔ بلکہ سیٹھ صاحب کی موٹر کار حضور کی سیوا کے لئے ہر وقت موجود رہتی تھی۔ وہاں سے چل کر کول پور پہنچے۔ کول پور سے مچھ تک ۳ ہزار فٹ کی اُترائی تھوڑے سے میلوں میں ریلوے ٹرین کو اُترنی پڑتی ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ اُترائی بڑی تیکھی ہے۔ اس واسطے ہر ایک سٹیشن پر کوئٹہ کی طرف سے آنے والی گاڑی کے لئے ایک لائن جو کہ نیچے سے اُوپر کو چڑھتی ہے۔ بنی ہوئی ہے۔ اس UPWARD LINE کا تعلق سیدھا مین لائن سے ہے۔ گویا عام حالت میں گاڑی اُونچے سٹیشن سے روانہ ہو کر نچلے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے اس چڑھائی والی لائن پر چڑھنی چاہیئے۔ یہ اس واسطے ہے کہ بعض دفعہ تیکھی اُترائی کی وجہ سے اِنجن رُک نہیں سکتا۔ تو چڑھائی والی لائن پر چڑھ جاتی ہے۔ وہاں چڑھائی تیکھی ہونے کی وجہ سے خود بخود رُک جاتا ہے۔ اور بچاؤ ہو جاتا ہے

پھر گاڑی کو کانٹا بدل کر دوسری لائن پر سے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر لاتے ہیں۔ اگر یہ چڑھائی والی لائن نہ نہ ہو تو گاڑی کا انجن نہ رک سکنے کے سبب سٹیشن کی لائینوں کو تباہ کرتا ہوا خود بھی نیچے چلا جاوے۔ اور گاڑی کو بھی لے گرے۔ کیونکہ سٹیشن سے آگے بھی اترائی سبی تک آتی ہے۔ اس لائن کو عام لوگ جہنم لائن کہتے ہیں۔ کول پور سے لے کر آبگم تک ہر ایک سٹیشن پر یہ جہنم لائن بنی ہوئی ہے۔

مچھ میں بلوچستان کا سنٹرل جیل ہے۔ کول پور کی بلندی، ہزار فٹ کے قریب ہونے کی وجہ سے وہاں خوش گوار سردی تھی۔ مگر مچھ میں ۳۲۰۰ فٹ بلندی رہ جانے کی وجہ سے گرمی محسوس ہونے لگی۔ اور جوں جوں نیچے گئے یہ گرمی بڑھتی گئی۔ سبی میں گرمی کافی تھی مگر ہم نے ICE CONTAINER رکھا ہوا تھا۔ تاہم ساری رات گرمی میں گزری۔ تھرڈ اور انٹر کلاس میں بہت بھیڑ اور گرمی تھی۔ سو نہیں سکتے تھے۔ نہ سونے کی ان کے پاس جگہ تھی۔ مگر بیٹھنا بھی گرمی میں ایک مصیبت تھا۔ جیکب آباد سے پرے سکھر کی طرف دونوں طرف ہرے ہرے کھیت دھان کے نظر آئے۔ سکھر میں ۷ ½ بجے صبح پہنچ گئے۔ اس سے پہلے ½ ۴ بجے تڑکے شکارپور میں بہت سے لوگ درشنوں کو آئے تھے۔ جن میں سے بہت سے مرد اور استریاں بے ست سنگی تھے۔ سکھر میں دیوان ارجن داس ایڈوکیٹ اور بہت سی خلقت استقبال کو آئی تھی۔ باہر ۴-۵ کاریں موجود تھیں۔ وہاں سے دیوان صاحب کے دردولت پر گئے۔ وہاں نہائے دھوئے۔ اس کے بعد مسٹر ٹھاکرداس ملکھی جانی انجنیر روڈز اینڈ بلڈنگز کی کوٹھی نمبر ۱۷ واقع BARRAGE میں ہم نے جا کر قیام کیا۔

شہر سکھر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔ اور دریا کے کنارے قریباً ۳ میل لمبائی تک ہندو لوگوں نے نہانے کے لئے گھاٹ اور مندر بنا رکھے ہیں۔ جیسے کہ ہردوار، متھرا اور گنگھل میں دیکھا جاتا ہے مگر یہاں سکھر میں دریا کے کنارے بہت دور تک گھاٹ پھیلے ہوئے ہیں۔ شہر میں خوب گرمی پڑتی ہے اس واسطے شام کو مرد وعورت ان گھاٹوں پر بیٹھ کر ٹھنڈی ہوا کا لطف لیتے ہیں۔ مندروں میں گھنٹے بجتے ہیں۔ اور جابجا دیئے جلتے ہیں۔ ایک مندر دریا کے دیوتا کا بھی ہے۔ جس کو زندہ پیر کہتے ہیں۔ اور وہاں دن کے بارہ ۱۲ بجے کے قریب دیکھا کہ عورتیں گول دائرہ بنا کر کچھ گا رہی ہیں اور تالیاں بجا رہی ہیں۔ درمیان میں جوتیں جل رہی ہیں۔ اس گھاٹ پر پبلک کے تیرنے کا حوض اور زنانہ مردانہ نہانے کے گھاٹ اور زنانہ باغ بھی ہے۔ دریا کے بیچ میں سادھ بیلہ ہے۔ جہاں سادھو لوگ رہتے ہیں۔ گرہستی کو وہاں رات کو رہنے کا حکم نہیں ہے۔ ہاں دن کو کشتی سے سادھ بیلہ جا کر دیکھ سکتے ہیں۔

جب ہم پہنچے تو سیٹھ منگھا رام بسکٹ والے جن کی بہت سے شہروں میں بسکٹ وغیرہ کی

ایجنسیاں ہیں۔ اُنھوں نے اپنا نیا مکان رہائش کے واسطے تجویز کیا۔ مگر ہم نے بیرج میں ہی رہنا پسند کیا۔ سیٹھ صاحب شام کو حضور کے درشنوں کو بمعہ بیوی بچوں کے تشریف لائے۔ اور کچھ پھل انگور وغیرہ بھینٹ کیا۔ جو کہ حضور نے چھو کر واپس کر دیا۔ حضور نے پرمارتھ کی باتیں کیں۔ میں نے دُنیاوی سیٹھ صاحب نے بتایا کہ سندھ میں ۵۵ فی صدی زمین کے مالک مسلمان ہیں۔ اور ۴۵ فی صدی کے مالک ہندو ہیں۔ مگر مسلمان لوگ محنتی نہیں ہیں۔ نہ بال بچوں کا فکر کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ مقابلہ دونوں کا تقریباً برابر برابر ہے۔ جو بڑے بڑے زمیندار مسلمان ہیں۔ وہ زراعت کی ترقی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اور ساری تجارت قریباً ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ سکھر شمالی سندھ کا تجارت کا مرکز ہے۔ یہاں کے سب ہندو بیوپاری ہیں۔ کوئی ہندو مزدوری یا حجام یا کمہار یا نانبائی کا کام نہیں کرتا۔ سیٹھ صاحب نے کہا کہ سرکاری نوکری میں کچھ نہیں صرف دال روٹی ملتی ہے۔ مگر سندھ۔ شکارپور۔ سکھر کے لوگ دُور دُور تک تجارت کرکے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

میں نے سکھر میں دریائے سندھ کی BARRAGE بھی دیکھی۔ اس میں دریائے سندھ کے آر پار ۶۶ پکّے ڈاٹ لگائے گئے ہیں۔ جن میں درمیانی فاصلہ ۶۰-۷۰ فٹ کا ہے۔ ان ڈاٹوں کے درمیان فولاد کے تختے لٹک رہے ہیں۔ جن کو نیچے چھوڑ کر یا اُوپر کھینچ کر دریائے سندھ کے پانی کو حسب منشا جتنا دریا میں جانے دینا ہو اتنا نکال دیتے ہیں۔ باقی ۷ نہروں میں جا کر ملک کو سیراب کرتا ہے۔ ان میں سے تین نہریں ان ڈاٹوں کے دائیں طرف اور چار بائیں طرف ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام RICE CANAL ہے۔ اور چار بڑی نہروں میں سے سب سے بڑی کا نام نارہ کنال ہے۔ جو کہ جنوبی سندھ کو آخیر حد تک سیراب کرتی ہے۔ ان ۷ نہروں کے باوجود بھی دریائے سندھ میں کافی پانی ہے۔ چنانچہ ایک BARRAGE اُس سے اُوپر اور دوسری نیچے بنانے کی تجویز ہو رہی ہے۔

دن کو اس شہر میں ہوا بند رہتی ہے۔ اور دھوپ خوب تیز ہوتی ہے۔ مگر شام پڑتے ہی ہوا چلنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور لوگ چھتوں پر سوتے ہیں۔ رات کو خوب نیند آتی ہے۔ دن کو ۷، ۸ بجے دھوپ میں چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

۲۳ر جولائی کو دس بجے حضور نے ۸۰ مرد عورتوں کو نام دیا۔ ست سنگ گرلز سکول میں ہوتا تھا۔ اور حاضری کافی تھی۔ خاص کر نصف سے زیادہ بیبیاں ہوں گی۔ نام میں بھی نصف سے زیادہ بیبیاں تھیں۔ "جگ میں گھور اندھیرا بھاری"۔ "پکھ پوستھا لادیا۔ دیا شمند منجھار"۔ اور "دھن دھن دھن دھن پیارے۔ کیا کہوں مہماں شبد کی"۔ لیے گئے۔

۲۳ رجولائی کی شام کو کبیر صاحب کی بانی میں سے "کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے۔" لئے گئے۔ اس کے بعد حضور لالہ منگھا رام صاحب بسکٹ فیکٹری والے کے گھر تشریف لے گئے۔ جو کہ سول لائن میں واقع ہے۔ سکھر میں گرمی بڑی سخت پڑتی ہے۔ مگر چونکہ یہاں بیوپار اچھا ہے۔ اس واسطے لوگ جوں توں گرمی کاٹ لیتے ہیں۔ شہر کے ایک طرف دریائے سندھ۔ دوسری طرف براج۔ تیسری طرف سٹیشن وچوتھی طرف سول لائن ہیں۔ اس واسطے شہر کی توسیع کی گنجائش نہیں۔ شہر میں جگہ کی قیمت ۶۰ روپیہ فی مربع فٹ کہتے ہیں۔ سول لائن میں ۶۰ روپیہ فی مربع گز ہوگی۔

رات کے ۲ بجے سکھر براج سے چل کر روہڑی آئے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کراچی میل میں سب کو بڑی مشکل سے بیٹھنے کی جگہ ملے گی۔ اور یہ سفر لاہور تک سب کے لئے نہایت گرمی اور تکلیف میں گذرے گا۔ مگر روہڑی پر آکر پتہ لگا۔ کہ فرسٹ کلاس کا سارا کمپارٹمنٹ ہمارے لئے خالی ہے۔ سارا خانہ ریزرو کروالیا۔ اور بڑے آرام سے سفر گذرا۔ حالانکہ صبح کا وقت تھا۔ اور سکھر سے روہڑی ۶-۷ میل کے فاصلے کو طے کرنے کے لئے کوئی سواری نہیں ملتی۔ مگر سینکڑوں بیبیاں اور مرد حضور کو رخصت کرتے آئے۔ وہاں سے چل کر رحیم یار خاں میں بہت سے مسلمان اور ہندو حضور کے درشنوں کو آگئے۔ کیونکہ جاتی دفعہ کے حادثہ کے کارن یہ لوگ حضور کے بہت معتقد ہو گئے تھے۔ وہاں سے آگے سمہ سٹہ میں چشتی عبدالاسلام بمع دیگر مسلمان اصحاب وکئی ہندو ست سنگیوں کے درشنوں کو آئے۔ اور چشتی صاحب تو ملتان تک اسی گاڑی میں گئے۔ بہاولپور میں بھی سنگت کی بھیڑ تھی۔ اور ملتان چھاؤنی ومنٹگمری میں تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے کہ پلیٹ فارم پر کوئی جگہ نہ رہی تھی۔ حضور کو ہر جگہ گاڑی سے اتر کر اس ہجوم کے درمیان جا کر کرسی پر بیٹھنا پڑتا تھا۔ گاڑی کے چلنے کے وقت ہی اپنی گاڑی میں تشریف واپس لاتے تھے۔ خان پور میں پہنچ کر ہم سب نے کھانا جو کہ ہمراہ لائے تھے کھایا۔ ملتان چھاؤنی سے ملک رادھا کشن ایڈووکیٹ ہمارے ہمراہ ہو گئے اور منٹگمری تک گئے۔ منٹگمری سے بھگت کندن لال وسردار گوردیال سنگھ سب انسپکٹر پولیس اوکاڑہ لاہور تک ہمراہ آئے۔

لاہور میں رات کے ۹½ بجے بہت سی خلقت پلیٹ فارم پر جمع تھی۔ چونکہ ہماری اپنی کار ڈیرے سے نہیں پہنچی تھی۔ اس واسطے لالہ دیربھان صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر اینڈ سٹریز لاہور کی کار میں راوی روڈ ...... ست سنگ گھر تک آئے۔ حضور تو ست سنگت کو پنڈال میں درشن دینے تشریف لے گئے۔ حالانکہ سفر کی گرمی سے ہم سب بہت ہی تھکے ہوئے تھے۔ اس کے بعد نہا دھو کر کھانا کھا کر سو گئے۔ صبح کو ۷ بجے .... ست سنگ شروع ہوا۔ "گورو گورو گور کرمن مور : گورو بنا میں نا ہیں ہور۔" اور "گورو گورو میں ہردے دھرتی" لئے گئے۔

جب ہم کوئٹہ میں ۲۴ رجولائی کو سنگت کے ساتھ حضور کا فوٹو کھچوا رہے تھے اور جب سب سنگت بڑے شوق سے تصویر کے لئے اپنی اپنی جگہ لے رہی تھی۔ تو یکایک حضور کو ایک تار آیا۔ جو حضور نے پڑھ کر مجھے دیدیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو حضور نے فرمایا۔ کچھ نہیں۔ میں نے اس کو پڑھا تو اس میں بڑی سخت اندوہناک خبر قتل داماد سردار ہربنس سنگھ صاحب زادہ حضور کی درج تھی۔ میں نے بھی حضور کی مصلحت کو سمجھا۔ اور جب تک سارے فوٹو نہ لئے گئے۔ کسی کو نہیں بتایا۔ تاکہ لوگوں کا شوق یکایک غم میں نہ بدل جائے۔ حضور کے چہرے پر کوئی آثار کسی قسم کے ملال کے نہ تھے۔ بعد میں فرمایا۔ کہ سنت مالک کی موج میں رہتے ہیں۔

۲۷ / ۲۸ رجولائی کے ماہواری ست سنگ پر ڈیرے میں بڑی بھیڑ بھاڑ تھی۔ مسٹر بھوپچال نے نظم پڑھی۔ مگر سنگت میں کوئی خاص خوشی نہ تھی۔ راہداسیہ بینڈ والے باجہ بجانا چاہتے تھے۔ حضور تو ہم کو روکتے رہے۔ ہم باجہ والوں کو منع کرتے رہے۔

باب چوبیسواں

حالات دورہ کالو کی بڑ

۳۱ر جولائی کی صبح کو ایک شادی سرانجام دیکر دن کے ۹ بجے کار میں روانہ ہوکر سیدھے جالندھر آئے۔ وہاں ۴-۵ منٹ سنگت کو کار میں ہی درشن دے کر چھاؤنی کے راستے مانکو وغیرہ مقامات پر سنگت کو درشن دیتے ہوئے ہوشیارپور پروفیسر پوری کی کوٹھی پر آئے۔ وہاں آکر پتہ لگا کہ میلہ ماتا چنت پورنی کی وجہ سے لوگوں کو لاری میں کوئی جگہ نہیں مل رہی۔ بہت سے لوگ پیدل جا رہے ہیں۔ بہت سے چھکڑوں پر۔ ہمارے نوکر بھی بے بس وہاں بیٹھے تھے۔ اُن کا وہاں کالو کی بڑ پہنچنا ہمارے آرام کے لئے نہایت ضروری تھا۔ اِس واسطے شرما و پروفیسر صاحب کو تاکید کرکے ۱۲ بجے کے قریب ہوشیارپور سے روانہ ہو پڑے۔ لگریٹ اور اس کے ورے دو ایک جگہ سنگت جمع تھی۔ اُن کو ۱-۱ و ۲-۲ منٹ دے کر سواں ندی پر پہنچے تو ۵-۶ جگہ پانی کو عبور کرنا پڑا۔ اُسکو عبور کرکے خُدا کا شکر کیا۔ اور پہاڑ کی چڑھائی پھر شروع ہوئی۔ برسات کے موسم میں سب جگہ ہریاول ہی ہریاول نظر آتی تھی۔ میلے کی وجہ سے جا بجا حلوائیوں کی دُکانیں کھُلی ہوئی تھیں اور یاتری لوگ پیدل۔ گھوڑوں پر اور چھکڑوں پر اور لاریوں میں جا رہے تھے۔ کئی چھکڑوں پر ماتا کا لال جھنڈا لگا تھا۔ کئی بھگتوں نے ہاتھوں میں اُونچے اُونچے لال جھنڈے اُٹھائے ہوئے تھے۔ جا بجا پہاڑی لڑکے لڑکیاں بھگتوں سے پیسے مانگ رہے تھے۔ آخرکار ماتا بھون کے نزدیک پہنچے تو ڈاکٹر لوگ اور پولیس والوں نے آگھیرا۔ مگر ہم کو جانے دیا۔ باقی سب لوگوں کو ہیضے کا ٹیکہ بڑی موٹی سوئی سے جس کو سُوا کہنا چاہیئے، کرتے تھے۔ اور بخار ہو جاتا تھا۔ وہاں سے بارش کی وجہ سے چمبی کی دُکانوں سے ورے کیچڑ میں کار دھس گئی۔ کلچ گرم ہو گیا۔ کافی دیر لگ گئی۔ سواریوں کو ایک ڈیڑھ میل پیدل چلنا پڑا۔ چمبی کے بازار میں کار نے ہم کو آپکڑا۔ اور سوار ہوکر کالو کی بڑ میں آگئے۔

یہاں اِس دفعہ بہت سے لوگ امرتسر۔ لاہور۔ ڈیرے وغیرہ جگہوں سے آئے ہیں۔ جگہ تنگ ہے۔ موسم برسات کا ہے۔ ہمارے نوکر رات کے بارہ بجے آپہنچے۔

یکم اگست کو جنم دن منایا گیا۔ سارا دن راندا سیوں کا بینڈ بجتا رہا۔ اور بارش ہوتی رہی۔ بعد

دوپہر ذرا موسم کھلا تو شام کے چار بجے ست سنگ شروع ہوا۔ "رادھا سوامی دھر انو رُوپ جگت میں "
اور "تیریاں کھانیں، تیریاں بانیں " گُورو گرنتھ صاحب میں سے لئے گئے۔ حاضری اِس قدر تھی۔ کہ
سارے پہاڑ کا اُوپر کا میدان مرد عورتوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا۔ مہتہ صاحب راولپنڈی والوں نے
کئی تصویریں لیں۔ حضُور نے پہاڑی پر سے ست سنگ سُنایا۔ سنگت نیچے بیٹھی تھی۔ جیسے کہ حضرت
عیسیٰؑ نے پہاڑی پر سے SERMON ON THE MOUNT دی تھی۔ مگر میرا خیال ہے کہ
حضرت عیسیٰ کے سُننے والے لوگ اِس قدر نہ ہوں گے۔ جس قدر آج ست سنگ میں موجود تھے۔ حضرت عیسیٰ
کو لاؤڈ سپیکر کی ضرورت نہ تھی۔ ست سنگ کے بعد کوی دربار لگا۔ ۵ لوگوں نے اپنی اپنی تصنیف پڑھی۔
ایک نے "آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ" کے وزن پر کلام کہا۔ درباری داس نے ڈیرہ بابا جیل سنگھ
کے ست سنگ ہال و ست سنگ کی تعریف میں نظم کہی۔ "گذارہ ہو تو ایسا ہو : نظارہ ہو تو ایسا ہو۔"

۲ ر اگست کی صبح کو کافی برسات تھی۔ اور سردی و سرد ہوا کافی چل رہی تھی۔ اور سرد ہوا سے
اندر کمروں میں بستر ے اور کپڑے سیلے ہو رہے تھے۔ دوپہر کے بعد سُورج نکلا اور ٹھنڈک دُور ہوئی۔
آج کل کالو کی بڑیں کیلہ۔ آم پکنے آ رہے ہیں۔ آم ایک روپیہ سوا روپیہ سیر تک مہنگا ہو گیا ہے۔ مگر
ہے اچھا۔ اور حلوائی بھی خوب پکوڑے اور گڑ کی مٹھائیاں بنا رہے ہیں۔ حضُور سارا دن اپنی کوٹھی کے آگے
سڑک کی کھدوائی میں مصرُوف رہتے ہیں۔ یعنی ایک سڑک حلوائیوں کی دُکانوں سے اپنی موجودہ کوٹھی تک
نکلوا رہے ہیں۔ جس میں سے موٹر کار گذر سکے۔

۲ ر اگست کی رات کو حضُور مہاراج جی نے افیم چھوڑنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب اُن
کے پتا جی پلٹن میں صُوبیدار تھے۔ تو حکم آیا کہ جو سپاہی افیم کھاتا ہو اُس کی رپورٹ کرو۔ اُس کا نام
خارج کر دیا جائے گا۔ ایک سپاہی بسنت سنگھ افیم کا عادی تھا۔ پتا جی نے کہا۔ بسنت سنگھ اب کیا ہو گا؟ تو اُس
نے کہا۔ کہ جب نوکری سے موقوف کریں گے تو جو تنخواہ دیں گے۔ اُس سے افیم کھاتا رہوں گا۔ جب پیسے ختم
ہو جائیں گے۔ تو مر جاؤں گا۔ پتا جی اُس کو کمان افسر کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ ڈو ماہ کی مُہلت بسنت سنگھ
کو دی جاوے۔ اگر اُس کے بعد وہ افیم نہ چھوڑے تو اُس کا نام خارج کیا جاوے۔ چنانچہ کمان افسر نے مان
لیا۔ پتا جی نے افیم کی ڈبیہ بسنت سنگھ سے لے لی اور بولے جب افیم کھانی ہو تو مجھ سے لیکر کھا لیا کرو۔ انھوں
نے ایسی گولیاں بنا لیں کہ ہر روز ایک رتی بھر افیم کا مادہ کم کر دیا۔ چنانچہ ایک مہینہ کے اندر افیم چھوٹ گئی۔
اور اُس کی نوکری بحال رہی۔ اور وہ بہت عمر تک خُوش و خرم جیتا رہا۔

پھر فرمایا کہ میرے پتا جی کو سادھوؤں سے ملنے کا شوق تھا۔ جب وہ اُن کے درشن کو جاتے

تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ اُن کے دیہانت کے بعد مجھے بھی یہی شوق رہا۔

پھر فرمایا کہ مالوے میں لوگ پوست کاشت کیا کرتے تھے اور پوست پیا کرتے تھے۔ ہمارا گاؤں اور نارنگ وال۔ گوجرداں میں سے نکل کر آباد ہوئے۔ مگر رائے پور کے لوگوں کو پوست کی عادت تھی۔ وہ پوست مَل کر چھلکے کھاد کے ڈھیر پر پھینک دیتے تھے۔ جہاں ہر روز ایک کمہار کے گدھے آکر اُن چھلکوں کو کھا جاتے۔ ایک دفعہ وہ کمہار اپنے گدھے لاد کر گاؤں سے باہر گیا۔ اور گدھوں کو پوست کے چھلکے کھانے کا موقع نہ ملا۔ جب اُن کو برخلاف عادت نشہ کی ٹوٹ لگی تو سب کے سب لیٹ گئے۔ اور مار کھانے پر بھی چلنے سے اِنکار کر دیا۔ اس پر یہ مثل مشہور ہو گئی کہ رائے پور کے گدھے بھی عملی ہیں۔

گوجرانوالہ کے ضلع سے ایک ست سنگی نے خط لکھ کر عرض کی۔ کہ ابھی تک سارا جسم سُن نہیں ہوتا صرف روشنی دکھائی دیتی ہے اور آپ کا سروپ جو آتا ہے وہ چھپ جاتا ہے۔ جواب دیا گیا۔ کہ تم زیادہ تر سمرن پر زور دو۔ اگر دو گھنٹے روز بھجن کو دیتے ہو تو اس اُس میں سے ڈیڑھ گھنٹہ سمرن کو دو۔ اور صرف نصف گھنٹہ شبد کو سُنو۔ چلتے پھرتے کام کرتے بغیر ہونٹ ہلائے سمرن کو کرتے رہو۔ سونے لگے بھی سمرن کرو۔ جب جسم سُن ہو جاوے گا اور رُوح اُوپر جاوے گی۔ تو اندر میں سروپ آ جاوے گا۔ اصلی سروپ تو تارا منڈل۔ سُورج اور چاند کو پار کر کے آوے گا۔ جب تک رُوح اندر نہ جاوے باہر سے ستگورو سروپ کا دھیان سب من کا تصوّر ہی ہے۔ یہ جو سُروپ تم کو آتا ہے۔ یہ من کا کلپت ہے۔ سو یہ بھی اچھا ہے۔

ایک ست سنگی کو نام لئے تقریباً ایک مہینہ ہوا وہ لکھتا ہے۔ جب سے نام لیا۔ اُس وقت سے آپ کے کہنے کے مُطابق سمرن اور دھیان پر بیٹھتا ہوں۔ اور چلتا پھرتا اُٹھتا بیٹھتا سمرن کرتا رہتا ہوں۔ .... باقی جو آپ نے دھیان کے بارے میں بتلایا ہے۔ جس طریقے سے آپ نے کہا ہے۔ میں بیٹھ نہیں سکتا لیکن یہ بات ضرور ہے۔ کہ کان بند کرتے ہی آواز گھنٹوں کی سُنائی دیتی ہے۔ یہ آواز ایسی ہوتی ہے جیسے مندر میں آرتی کرتے وقت زور زور سے گھنٹے بجاتے ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو سیدھی طرح چوکڑی مار کر بیٹھ کر دھیان کروں۔ کیونکہ پاؤں کے بل مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا۔

جواب دیا گیا کہ جو گھنٹے کی آواز آتی ہے وہ مُبارک ہے۔ مگر یہ آواز آپ کو کھینچ نہیں سکتی۔ کیونکہ من اور رُوح سارے بدن کے روم روم میں رچے ہوئے ہیں۔ اُن کو روم روم سے نکالنے کا ذریعہ سمرن ہے۔ تم چوکڑی مار کر ہر روز ۲-۲½ گھنٹے سمرن کرو۔ پہلے پہلے من گھبراتا ہے۔ کیونکہ یہ قید ہونا پسند نہیں کرتا۔ جب پریم پیار سے سمرن کرتے رہو گے۔ تو من اندر کام کرنے لگے گا۔ اور شانتی اور خوشی آ جاوے گی۔ اور رُوح سمٹنے لگے گی۔ جب آنکھوں کے اُوپر جاوے گی۔ تو روشنی و تارا منڈل۔ سُورج۔ چاند نظر آویں گے۔

اُن سے پرے سنگورو کا سروپ آوے گا۔ تو گھنٹے کی آواز تم کو کھینچنے لگے گی۔ یہ سروپ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور تم سے باتیں کرے گا۔

۱۰ اگست۔ کالو کی ٹبر میں صبح تڑکے ۳ بجے سے بارش شروع ہے۔ اور دن کے بارہ بجے تک برس رہی ہے۔ اور ابھی تک کالے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ رات کے کھانے کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ سنگورو اور سیوک میں جو پیار ہوتا ہے اُس کا نمونہ دُنیا میں نہیں ہے۔ حضور بابا جی مہاراج کی حیات میں جب میں ڈیرے میں آتا تو وہ ہمیشہ مجھے اپنے کمرے میں جگہ دیتے۔ ایک دفعہ وہ باہر رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں بھجن میں بیٹھ گیا۔ جب واپس آئے تو ہنس پڑے۔ بولے "کیا پدی کیا پدی کا شوربا" تم کیا بھجن کرو گے۔ تم کو کرا کرایا ملے گا۔ پھر ایک دفعہ میں کوہ مری سے جیٹھ ہاڑ کے مہینے میں ڈیرے آیا۔ تو جب گاڑی سے بیاس سٹیشن پر اُترا تو سخت دھوپ تھی۔ اور میں ٹھنڈے پہاڑ سے آ رہا تھا۔ ۴۔ ۵ منٹ ریلوے سٹیشن پر آرام کرنے کے بعد من نے کہا۔ کہ چلو دیکھو سوہنی ایک آدمی کے عشق میں کچے گھڑے سے دریا کو عبور کرنے سے نہ ڈری تم تو ستگورو کے درشن کو جا رہے ہو۔ اُن دنوں کوئی سواری نہ ہوتی تھی۔ اِس واسطے جب پیدل کانکی پہنچا۔ تو وہاں چند زمیندار بیٹھے تھے۔ کہنے لگے بھائی اِس قدر تیز دھوپ ہے۔ ابھی نہ جاؤ۔ مگر میں نے صرف تین چار منٹ پاؤں ٹھنڈے ہونے تک انتظار کیا۔ کیونکہ بوٹوں میں پاؤں گرم ہو گئے تھے۔ اور چل پڑا۔ اُدھر بابا جی مہاراج جو کبھی دھوپ میں باہر نہیں نکلا کرتے تھے۔ دھوپ میں پھرنے لگے۔ بی بی رُکو اُن کی خدمتگار نے ہر چند کہا۔ کہ مہاراج دھوپ تیز ہے۔ اندر آ جاؤ۔ مگر وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے باہر دھوپ میں گھومتے رہے۔ گویا میری دھوپ کو اپنے سر پر لے لیا۔ اور جب میں ڈیرے سے دو سو قدم پر رہ گیا تو آپ اپنے اندر کمرے میں جا کر بھجن بیٹھ گئے اور کواڑ بند کر لئے۔ نصف گھنٹہ کے بعد باہر نکلے اور فرمایا۔ "کاکا ہٹھ نہ کیا کر۔"

پھر بتایا کہ اُس وقت ۱۸۹۵ء سے پہلے ڈیرے میں کوئی کنواں نہ تھا۔ پانی دریا سے یا دور کنوئیں سے لایا جاتا تھا۔ نہ کوئی مکان تھا۔ صرف بابا جی کی کوٹھڑی اور کچی گپھا ہی تھی۔ جب پھڈال وغیرہ ماجھے سے سنگت آتی تو اُن کو تکلیف ہوتی۔ کچی گپھا میں زیادہ آدمی نہیں سما سکتے تھے۔ امرتسر کے بعض ست سنگیوں نے کئی دفعہ کنوئیں و کوٹھڑیاں بنانے کو کہا۔ مگر بابا جی رضامند نہ ہوئے۔ ست سنگیوں نے مجھے کہا۔ کہ تمہارا کہنا مان لیں گے۔ تم کہو۔ میں نے عرض کی تو بابا جی نے کنوئیں کی منظوری دیدی۔ چنانچہ کنواں تیار کیا گیا۔ ایک لاکھ اینٹ بھٹہ سے تیار کی گئی۔ باقی اینٹ سے چھوٹا ست سنگ گھر بنایا گیا۔ پھر دوبارہ وہ کوٹھڑیاں جو اب دو منزلہ ہیں بنائیں۔ جب عمارت بن رہی تھی۔ تو بابا جی مہاراج فرمانے لگے۔

"بابُو تو ہم کو قرضائی کر کے مارے گا" اور اُن دنوں وڑائچ میں دریائے بیاس گاؤں کو ڈھا رہا تھا۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ کیوں روپیہ عمارتوں میں ضائع کرتے ہو۔ کسی دن دریا آوے گا اور سب کو بہا کرلے جاوے گا۔ مَیں نے کہا کہ اگر عمارتیں بن کر سنگو رو ایک دفعہ بھی اِن میں بیٹھ جاویں تو میری محنت اور میرا خرچ سب سپھل ہو گیا۔ پھر اگر دریا اُن کو بہالے جاوے تو مجھے افسوس نہیں۔

پھر فرمایا کہ مَیں نے ایک ڈولی یعنی JHAMPAN حضور بابا جی کے لئے جب وہ مری پہاڑ پر تشریف لے گئے تھے۔ بنوائی تھی۔ اور وہاں سے ڈیرے بھیجدی۔ حضور بابا جی نے وہی چاچا جی مہاراج کی خدمت میں آگرے بھیجدی۔ چاچا جی مہاراج اُس کو استعمال کرتے رہے۔ اب تک وہ ڈولی سوامی باغ میں ہوگی۔

پھر فرمایا کہ حضور بابا جی تو صرف عبادت کرنے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ ساری عمر بچپن سے ہی عبادت کرنے لگ گئے اور عبادت میں ہی عمر صرف کردی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری کمائی کے جوہر بعد میں کھلیں گے۔ جیسا کہ اب ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ امریکہ۔ بمبئی۔ کراچی۔ بہار وغیرہ سب جگہ ست سنگ پھیل گیا ہے۔

۱۱ر اگست اتوار کو بھی بارش ۱۲ - ۱ بجے دوپہر تک ہوتی رہی۔ حضور ڈنگے پر ملبہ ڈلواتے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ سیوا بھاگوں سے ملتی ہے۔ اور کبھی بے ارتھ نہیں جاتی۔ جو ایک سو روپیہ سیوا میں لگاتا ہے۔ سوامی جی اُسے ہزار دیتے ہیں۔ جب مَیں نے نام نہیں لیا تھا تو مَیں ساری کمائی اپنی والدہ صاحبہ کے آگے لا کر رکھا کرتا تھا۔ کبھی اپنی عورت کو نہیں دی۔ اگر عورت مانگتی تو کہتا والدہ سے لے لو۔ جب نام لے لیا۔ تو گھر والوں کو کہہ دیا۔ کہ اب گُورو کا حق فائق ہے۔ جو میری تنخواہ سے میرے اخراجات کے بعد بچتا بابا جی کے سامنے لا رکھتا۔ وہ جو مُناسب سمجھتے گھر والوں کو دیدیتے۔ اور باقی سادھ سنگت کی سیوا میں خرچ کر دیتے چنانچہ ڈیرے میں کنواں، ست سنگ ہال۔ چھوٹا ست سنگ گھر۔ کوٹھڑیاں۔ رسوئی بجلی سب بابا جی نے میری سیوا میں سے بنوائیں۔ اب دیکھو کہ اُس کے عوض میں لاکھوں روپیہ سالانہ کی آمدنی میرے لڑکوں کو ہے۔

پھر ہنستے ہوئے کہا۔ ایک جولاہا کسی زمیندار کی فصل کاٹنے پر مزدوری کو گیا تو جب شام کو فصل کاٹتے کاٹتے تھک گیا۔ تو زمیندار نے اُس سے کہا۔ اوچھوکرے سُورج کے نیچے ہلنگا دے دے۔ اس پر جولاہہ بہت گھبرایا۔ اور بولا بابا مجھے چھٹی دو۔ میں دیہاڑی نہیں لیتا۔ مجھے جانے دو۔

پھر پٹواری جی کو مخاطب کر کے کہا مَیں نے سب کام زمینوں کا تمہارے سپرد کر رکھا ہے۔ مثل مشہور

ہے۔ کہ ایک دفعہ رات کو ایک بیل گاڑیبان سو گیا۔ تو چوروں نے بیل تو اتار لئے۔ اور آپ گاڑی کو کھینچنے لگ گئے۔ تاکہ کچھ دور جا کر گاڑی چھوڑ کر بھاگ جاویں۔ جو سواریاں اندر بیٹھی تھیں۔ اُن کو گاڑی کی رفتار کے فرق کا پتہ لگا۔ وہ گاڑی بان سے بولے کہ ارے کیا ہوا۔ تو گاڑی بان نے جواب دیا۔ کہ گاڑی کو داڑھی والے کھینچ رہے ہیں۔ اب کیا وہ گاڑی کو درمیان میں چھوڑ کر چلے جاویں گے۔ اِس پر چوروں کو شرم آئی اور بیل جوت دیئے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۶ء۔ ایک ست سنگی کے سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا۔ کہ پہلے سمرن کو تین چوتھائی وقت دو۔ اُس وقت شبد نہ سُنو۔ توجہ دونوں آنکھوں میں رکھو۔ پھر پاؤں کے بل بیٹھ کر شبد سُنو۔ تو سمرن کا خیال چھوڑ دو۔ مگر توجہ کو آنکھوں میں جمائے رکھو۔ کان کے پاس شبد سُننے نہ جاؤ۔ بلکہ جیسا شبد آوے ویسا ہی آنکھوں میں توجہ قائم رکھتے ہوئے سُنتے جاؤ۔

امریکہ کی ایک لیڈی نے لکھا ہے۔ کہ مجھے شبد بڑے زور سے آتا ہے۔ اور شبد سے ہی میری کمر سیدھی ہو جاتی ہے۔ اور گردن تن جاتی ہے۔ جس سے کہ میرا منہ آسمان کی طرف ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ مگر ترقی نہیں ہوتی۔ صرف روشنی دکھائی دیتی ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ سمرن کی کمی ہے۔ شبد روح کو کھینچ نہیں سکتا۔ کیونکہ روح جسم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اُس کو سمرن کے ذریعہ اکٹھی کرو تو شبد کھینچ کر اُوپر لے جاوے گا۔

۱۶ اگست کی صبح ۸ بجے حضور نے کالو کی بڑ سے ہوشیار پور کو روانہ ہونا تھا۔ مگر تڑکے ہی بڑے زور سے بارش شروع ہو گئی۔ اور جب صبح بستروں پر سے اُٹھے تو بادلوں کا سخت اندھیرا تھا۔ اور بُوندا باندی ہو رہی تھی۔ سب کا یہ خیال تھا کہ اب حضور اپنی روانگی مُلتوی فرما دیں گے۔ مگر حضور اپنی دھن کے پکے تھے۔ اُن کا پکا اِرادہ دیکھ کر میں نے بھی بستر بوریا باندھنا شروع کر دیا۔ غرضیکہ ۷ بجے صبح کے بارش بند ہو گئی۔ مگر بادل تھے۔ حضور گھوڑی پر اور ہم دونوں خچروں پر سوار ہو کر اسباب قلیوں کے حوالے کر کے چنت پورنی کو چل پڑے۔ سڑک میں جا بجا ملبہ گرا پڑا تھا۔ سرائے کے پاس تو ساری سڑک نیچے بہہ گئی تھی۔ اور صرف پیدل کا راستہ تھا۔ ہم گھوڑوں سے اُترے اور سرائے سے پرے پھر سوار ہو گئے۔ آگے جا کر چنت پورنی سے پرے مندر کے عقب میں پھر سڑک گری ہوئی تھی۔ جہاں کہ بہت بڑا ڈنگا لگیگا وہاں بھی سواریوں سے اُتر کر پیدل ہو لئے۔ پھر پرے جا کر سوار ہو گئے۔ سورج بھی تیز نکلا کبھی بوندیں بھی پڑ جاتی تھیں۔ غرضیکہ ۹-۱۰ بجے کے درمیان بھر وائیں ڈاک بنگلہ میں جا اُترے۔ موسم اچھا تھا۔ ہوا ٹھنڈی تھی۔ ۱۶ اگست کی دوپہر کے تین بجے حضور نے گگریٹ والوں کو ست سنگ دینا کیا ہوا تھا۔

ہوشیار پور سے ۱۲ بجے کار آگئی۔ اور اُس پر اسباب لاد سواں کے کنارے پہنچے۔ تو سواں بھی چڑھی ہوئی۔ اور ہماری کرایہ کی کار کا انجن صرف ۱۲ ہارس پاور کا۔ اتنے میں بہت سے لوگ آگئے کار کے آگے مضبوط رسا باندھ کچھ تو آگے کھینچنے لگے۔ اور کچھ پیچھے سے دھکیلنے لگے۔ ایک میل سے زیادہ تک اسی طرح کھینچتے لے گئے۔ پانی کار کے اندر آگیا۔ کہیں خشکی آجاتی تھی کہیں نالہ۔ دائیں ہاتھ کو جھانگی تھی۔ اُس سے پرے میدان میں ست سنگ کا انتظام تھا۔ ہزاروں لوگ جمع تھے۔ میرا خیال تھا کہ حضور ۳ بجے ست سنگ شروع کریں گے۔ مگر حضور نے جاتے ہی صرف ۵ منٹ آرام کر کے ست سنگ شروع کر دیا۔ میں اور شادی روٹیاں کھانے لگے جو کہ ہمراہ لائے تھے۔ مگر حضور کھانا کھا کر ست سنگ نہیں کرتے۔ ست سنگ کے بعد صرف دودھ پی کر ہوشیار پور کی طرف چل دیئے۔ راستے میں بھی ۱-۲ جگہ ست سنگیوں کو درشن دیئے۔ آخر کار ۶ بجے شام ہوشیار پور پروفیسر پوری کی کوٹھی پر آ پہنچے۔ وہاں لوگوں کو مل ملا کر سب نے نہایا دھویا۔ شام کو مسٹر کھنہ D. C. کو ملنے چلے گئے۔ سڑک کی بابت باتیں ہوتی رہیں۔

دوسرے دن صبح کچھ افسر لوگ آئے۔ اُن سے رُوحانی معاملہ پر بات چیت کرتے رہے۔ چونکہ بعض افسر مسلمان تھے۔ اُن کو مثنوی مولانا رُومؒ و شمس تبریزؒ سے سُناتے رہے۔ ۱۲ بجے ڈیرے آگئے۔

باب پچیسواں

حالات دورہ سکندر پور و قیام ڈیرہ

ڈیرے سے ۱۹؍اگست کی صبح کو ۸ بجے سرسے سکندر پور کے لئے روانہ ہو گئے۔ بیاس۔ ڈھلواں۔ جالندھر موگی۔ پھلور۔ سنگتوں کو درشن دے کر لدھیانے پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ کار کا DYNAMO جل گیا۔ وہاں سے مسٹر شانتی ساگر کے دولت خانہ پر ان کی مزاج پرسی کو گئے۔ سکرام نگر میں۔ دہاں سے آ کر ریلی بازار میں گھنٹہ گھر کے پاس ایک بجلی والے کی دکان پر اپنی کار کا DYNAMO دکھوایا۔ چونکہ کام لمبا تھا۔ حضور وہاں سے پیدل دھوپ میں لالہ بلونت رائے پلیڈر کے مکان نزد کچہری پر تشریف لائے۔ لوگوں نے تانگا لانے کو کہا۔ مگر حضور نے پیدل چلنے پر اصرار کیا۔ حالانکہ دھوپ تیز تھی۔ وہاں بہت سے ست سنگی جمع تھے۔ ان کے بہت سے سوال بھجن سمرن کے بارے میں تھے۔ ان کی تسلی کر کے موگہ کی طرف چل پڑے۔ موگہ سے کئی میل ورے وہ.....

DYNAMO پھر جل گیا۔ تو لاچار ہو کر بازار میں بجلی والوں کی دوکان سے نئے کی تلاش کرنے لگے۔ مگر کوئی نہ مل سکا تو آخر کار کپتان لال سنگھ کے مکان پر تشریف لائے۔ وہاں جو کھانا ہمراہ لائے تھے۔ کھایا۔ کئی گھنٹے آرام کیا۔ ان کی مہربانی سے ایک DYNAMO کسی سے مانگ کر کار میں فٹ کر کے شام کے ۵ - ۶ بجے کے درمیان کوٹ کپورہ کو روانہ ہوئے۔ گرمی موگہ میں بہت تھی۔ اور اس سے پرے بھی کم نہ تھی۔ راستے میں کوٹ کپورہ۔ گِکنسر۔ ملوٹ میں ست سنگیوں کو درشن دیتے ہوئے ڈب والی سے پرے سرسے سے ۵ میل ورے ایک نالہ ہے۔ جس کو نالی کہتے ہیں۔ جس پر ایک پُل ہے۔ اس پل پر پُل ۲/۱ ۲/۱ ۲/۱ فٹ پانی چڑھا ہوا تھا۔ اور آدھ میل سے زیادہ اس کا پاٹ تھا۔ اندھیرا ہوتا جاتا تھا۔ وہاں سے ۱۰ - ۱۱ مزدوروں کو دینا کر کے کار پانی میں کھچوائی۔ کیونکہ پُل سے ذرا پرے کار چلی جاوے تو بہت گہرا پانی تھا۔ آخر کار اس ندی کو پار کر کے سرسے شام کے ۸ - ۹ بجے آ پہنچے۔

اثنائے گفتگو میں حضور نے فرمایا۔ کہ یہ جو غلط العام مشہور ہے۔ کہ اُتم کھیتی، مدھم بیوپار، نکھد چاکری، بھیک ندان۔ یہ اصل میں یوں تھا۔ "اُودم کھیتی۔ مت بیوپار۔ نکٹ چاکری۔ بھیک بیکار۔ یعنی کھیتی اُودم کی ہے۔ بیوپار عقل سے ہوتا ہے۔ نوکری نکٹ رہ کر یا نزدیک رہنے والے کی معرفت ملتی ہے۔

بے کار آدمی کو سوائے بھیکھ مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

سرسہ میں تقریباً ۵۰ مرد عورتوں کو ۲۶ اگست کو نام دیا گیا۔ ۲۷ اگست کو بڑے بھائی صاحب کے ہاں شب باش ہوئے۔ ۲۹ اگست کی صبح کو سرسہ سے روانہ ہو کر موگہ۔ جگراؤں۔ لدھیانہ وقت دیتے ہوئے شام کو ڈیرے پہنچ گئے۔

Extract of a letter dated 17-8-46 from Miss Ruegg to Master :-

"On many journeys which we have taken through London and more particularly in the heart of the city, we have passed through very badly bombed areas. Streets that were previously overshadowed by busy prosperous habitations are now on the edge of wide wastes of Land. These are, sometimes, full of wild flowers growing over the debris of War or sometimes one sees the pathetic broken basements of houses with the distemper of paper peeling from exposed interior walls or a ruined fire-place or stairway as a grim reminder that they were once the houses of people now homeless or dead. One sees a great block of masonry with gaping windows edged with broken glass, great giant black masses which have been scorched by fire and chipped by bomb splinters, all dark lonely and untenanted. Labour is scarce and so is building material, so they continue to lie empty and unrepaired. I always feel a great oppression after any such journey and on the night of which I speak, I awoke after a nightmare full of the rigid terror one feels after such dreams. But instead of being gradually dispelled the oppression became worse. It was a wild night with a high wind blowing and suddenly (whilst fully conscious) I felt that an almost tangible was filling my room and

fighting to overcome me. I said the words very fervently two or three times and the Radiant figure of the Master suddenly appeared. You were facing the windows with your back towards me, looking earnestly out of the window and I would feel the room gradually emptying of its evil tenants. You then explained to me that all the earth-bound souls of dead people who had loved and owned these bombed houses in the past, had indeed loved them so deeply as to return after death to continue to inhabit them. Now that these houses had been destroyed, they were very angry and distraught causing many of the strikes and much of the unrest and unhappiness abroad here. They were as souls in some hell into which, I had unwitttingly stumbled and by your Holy presence they were released and the intense oppression vanished".

قیام ڈیرہ

کل ۷ ستمبر کی شام کے تین بجے ڈیرے سے کار میں چل کر بابو گلاب سنگھ کو ہمراہ لے کر ڈھلواں پہنچ گئے۔ ڈھلواں سے گھوڑوں پر سوار ہو کر ۴ بجے موضع بوتالہ میں گئے۔ کہ سردار بوڑ سنگھ متوفی کا بھوگ ڈالا جاوے۔ چنانچہ بھوگ کی رسم اُن کے گھر کے سامنے بڑ کے نیچے سائے میں ادا کی گئی۔ سنت جوالا سنگھ جی ارگووال والے حضور کے درشنوں کو تشریف لائے۔ حضور بڑے پریم سے اُن کو مصافحہ کر کے ملے۔ اور اپنے برابر گدی پر بٹھایا۔ تھوڑی دیر بھوگ کا پاٹھ اور بابو گلاب سنگھ کے ویاکھیان کو سُن کر واپس تشریف لے گئے۔ کیونکہ اُن کو ریل گاڑی میں سوار ہونا تھا۔ اُن کے جانے پر حضور نے فرمایا۔ کہ یہ کمائی والے مہاتما ہیں۔ وہاں سے واپسی پر راستے میں حضور اپنی مرضی سے "سائیں" کو جو کہ ڈھلواں سے پرے دریائے بیاس سے پار رہتے ہیں ملے۔ اور کہنے لگے فقیر بادشاہ ہوتے ہیں۔

ایک میم صاحبہ نے انگلینڈ سے لکھا ہے کہ RUDOLPH STONIER کی فلاسفی کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ وہ کہتا ہے GUARDIAN OF THE THRESHOLD ہے جو کہ رُوح کو اندر لے جاتا ہے۔ اور جُوں جُوں من اِنسان کا پوتر ہوتا جاتا ہے۔ اس GUARDIAN کی روشنی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اُس گارڈین کے پیچھے پیچھے رُوح کو جانا چاہیئے۔ حضُور نے جواب میں فرمایا۔ کہ سنت مت سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی فلاسفی نہیں۔ یہ کسی اِنسان کی ایجاد نہیں۔ بلکہ جب انسان کو خُدا نے بنایا تو اُس کے اندر ہی اپنے ملنے کا راستہ رکھ دیا۔ اور یہ راستہ آدانادسے ویسا ہی چلا آتا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی یا اصلاح کی گنجائش نہیں۔ گارڈین مذکور صِرف من ہے۔ جو کہ ابھیاسی کی نورانی شکل اختیار کر کے ابھیاس میں اُس کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اِسی کو ہم زاد بھی کہتے ہیں۔ جُوں جُوں من پاک پوتر ہوتا ہے۔ اس نورانی شکل کی روشنی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ مگر یہ دھوکا ہے۔ بہت سے ابھیاسی شکایت کرتے ہیں۔ کہ جب وہ اندر جاتے ہیں۔ تو اُن کو اپنا ہی نُورانی سرُوپ دکھائی دیتا ہے۔ اُن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اِس سرُوپ کو چھوڑ کر ستگُورو کا سرُوپ پکڑو GUARDIAN OF THE THRESHOLD محض من کا دھوکا ہے۔ یہی نہیں بعض دفعہ جیسا ابھیاسی سرُوپ یا شبد سُننے میں مشغول ہوتا ہے تو من پیچھے سے باتیں کرتا ہے جس کو بعض لوگ الہام کہتے ہیں۔

وفات حسرت آیات ڈاکٹر چندر بنسی صاحب

۱۳ ستمبر ۱۹۴۶ء کو ۱۲ اور ایک بجے دوپہر کے بعد میں کھانا کھا رہا تھا۔ کہ میرا بھتیجا ڈاکٹر ہرنام داس آیا۔ مَیں نے پوچھا کہ تم نے آج کھانے میں بہت دیر کر دی۔ تو اُس نے جواب دیا کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس سے آیا ہوں۔ اب تک اُن کو تین حملے HEART FAILURE بوجہ HIGH BLOOD PRESSURE کے ہو چکے ہیں۔ اگر پھر حملہ ہو گیا تو بچنا مشکل ہو جاوے گا۔ جب حملہ ہوتا ہے تو سانس بند ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے آنکھیں باہر کو آنے لگتی ہیں۔ مَیں کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ تو تھوڑی دیر بعد ہی خبر آئی۔ کہ ڈاکٹر صاحب کی حالت خراب ہے۔ چنانچہ مَیں روانہ ہو پڑا۔ راستے میں حضُور مہاراج جی بھی اُس طرف جاتے مِل گئے۔ ڈاکٹر صاحب بمعہ بال بچوں کے سردار جودھ سنگھ والی کوٹھی میں مقیم تھے۔ اُوپر کی منزل میں جا کر دیکھا تو ڈاکٹر صاحب دونوں کمروں کے درمیان برآمدے میں چارپائی پر بے حس و حرکت مُردہ پڑے ہیں۔ چہرے کا رنگ زرد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب تیسرا حملہ ختم ہو گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب کو ہوش آیا۔ تو اُنھوں نے اپنی دونوں بیٹیوں کو کہا کہ مجھے آرام ہے تم جا کر کھانا کھا آؤ۔ چنانچہ وہ تو نیچے کھانا کھانے گئیں۔ اور اُن کو چوتھا حملہ ہو گیا۔ اُن کی دھرم پتنی اُن کے پیچھے سہارا دے کر بیٹھ گئی۔ اور ڈاکٹر صاحب حملہ کی وجہ سے

چولہ چھوڑ گئے۔ مگر اُس بچاری کو یہ خیال رہا کہ یہ آرام کر رہے ہیں۔ اور زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ہرنام داس آگیا۔ تو اُس نے حال دیکھ کر کہا۔ کہ ڈاکٹر صاحب تو چل بسے۔ اُن کو چار پائی پر لٹا دیا۔ اور ۴ بجے ڈاکٹر صاحب کے شریر کو سنسکار کے واسطے دریائے بیاس کے کنارے لے گئے۔

ڈاکٹر صاحب کا فیضِ عام ڈیرے تک ہی محدود نہ تھا۔ اِرد گرد کے بیمار دیہاتی بھی اُن سے دوائی لیتے تھے۔ کسی سے کوئی فیس وہ نہیں لیا کرتے تھے۔ اور غریب و امیر سب کو بلا رُو و رعایت دوائی دیتے تھے اگر غریب بیمار کو قیمتی دوائی کی ضرورت خیال کرتے تو قیمتی دوائی دیتے۔ ایسا شریف اور بے شر۔ لوبھ لالچ سے پاک اِنسان یا ڈاکٹر بہت کم دیکھنے میں آیا۔ بیوی سے بہت محبت رکھتے اور کہا کرتے کہ کئی جنم سے ہم میں یہ رشتہ داری چلی آتی ہے۔ آئندہ بھی رہے گی۔ اور یہ بھی کہتے کہ کئی جنم سے ہم ہی طبابت کا پیشہ کرتے چلے آتے ہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ حضور نے فرمایا (دروغ برگردنِ راوی) کہ جب رام چندر جی مہاراج نے شری لچھمن جی کو مورچھا ہونے پر دَید کو بلایا تو اُس وقت یہی تھے۔ سب لوگوں کے دِلوں میں اُن کی شرافت اور نیک نیتی کا سکہ جما ہوا تھا۔ اور سب کو اُن سے جُدا ہونے کا دلی افسوس ہوا۔

سنسکار کے بعد حضور نے خود اُن کے مکان پر جا کر اُن کے پس ماندگان کو بہت بہت تسلی و تشفی دی کہ تمہارا اُن کے ساتھ اتنا ہی سمبندھ تھا۔ اور پھر اُن کو شربت وغیرہ پلایا۔

دوسرے دن سردار کرپال سنگھ صاحب لاہوری دس بجے کے قریب حضور کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ مَیں بھی موجود تھا۔ بڑے صاحبزادہ صاحب بھی تشریف لے آئے۔ اُن سے حضور نے کہا کہ اپنا واقعہ جو حضور بابا جی مہاراج کے ساتھ گذرا بیان کرو۔ چنانچہ سردار بچنت سنگھ صاحب کو مخاطب کر کے حضور نے فرمایا کہ چونکہ مَیں ملازمت میں گھر سے باہر رہتا تھا۔ اور یہ گھر پر رہتا تھا۔ اِس کی صحبت خراب ہوگئی۔ تو مَیں نے حضور بابا جی مہاراج سے عرض کی۔ کہ یہ لڑکا مجھے بہت دِق کرتا ہے۔ اِس پر بابا جی مہاراج بولے۔ پہلے اپنا تو فکر کرلو۔ مگر میری سمجھ میں اُس وقت یہ بات نہیں آئی۔ اِس کے بعد سردار بچنت سنگھ نے حضور کے ارشاد پر بتایا۔ اور یہ واقعہ مَیں نے بہت سے سال قبل ازیں بی بی رکو جی سے بھی سُنا تھا۔ اِس کی صداقت میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔

ایک دفعہ جب حضور رخصت لے کر بابا جی کی خدمت میں ڈیرے آئے تو بابا جی نے فرمایا کہ بچنت سنگھ کے کرم بہت بھاری ہیں۔ اُس کو اپنے گھر کے صحن میں درخت کے نیچے پھانسی آئے گی۔ اِس پر بی بی رکو جی نے عرض کی۔ کہ حضور بھائی صاحب تو آپ کے پریمی سیوک ہیں۔ اور ہر طرح سے تن من دھن سے آپ کی سیوا کرتے ہیں۔ اگر اس لڑکے کے ساتھ ایسا ہوا تو کیا بھائی صاحب کو دُکھ نہ ہوگا۔ اِس پر بابا جی خاموش ہوگئے جب دوسری مرتبہ حضور رخصت لے کر گھر آئے تو بابا جی مہاراج معہ بی بی جی ان کے گاؤں میں تشریف لے

گئے۔ اور ایک رات ساری بھجن میں رہے۔ صبح کو اٹھ کر کہا کہ بی بی یہ لو میرے بستر کی ڈوری۔ اس کو صحن میں درخت سے باندھو۔ اور دوسرا سرا اس لڑکے کی گردن میں ڈالو۔ جب اس حد تک ہو چکا تو باباجی مہاراج نے اپنا چاقو بی بی کو دیا کہ بی بی توجہ سے میری طرف دیکھو۔ اس چاقو سے اس کے سر کے اوپر کی رسی اس طرح ایک وار سے کاٹ ڈالو۔ چنانچہ بی بی جی نے ایسا ہی کیا تو باباجی نے فرمایا کہ جا تجھے سوامی جی مہاراج نے بخش دیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی بیوہ نے حضور سے پوچھا کہ حضور ڈاکٹر صاحب کو کہاں لے گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ میں تم کو اکیلے میں بتاؤں گا۔ پھر کہا کہ ایسی باتیں بتانے کا حکم نہیں۔ مگر اتنا ضرور ہے۔ کہ اب تک صرف ۲ دوست سنگی اٹکے ہیں۔ باباجی ہر ایک ست سنگی کی سنبھال کرتے ہیں۔

۱۷ ستمبر سنکرانت کو پہلے صبح ڈیرے میں گورو گرنتھ صاحب میں سے بارہ ماسہ پڑھا گیا۔ پھر ۸ بجے کار میں چل کر ۹ بجے گھومان جا پہنچے۔ وہاں گرنتھ صاحب میں بارہ ماسہ پڑھا۔ اور دیا کھیان کیا۔ جو راستہ گاؤں سے باہر نہر کو جاتا ہے۔ اس میں برسات میں بڑے بڑے گڈھے ہونے کی وجہ سے اور وہ راستہ نیچی سطح پر ہونے کی وجہ سے پانی سے بھرا رہتا ہے۔ حضور نے ست سنگت کے ذمہ یہ سیوا سپرد کی کہ اس راستہ کو اونچا کیا جاوے۔ تاکہ یہ راستہ برسات میں ناقابل گذر نہ ہو۔ اور اس کو اس قدر چوڑا کر دیا جاوے کہ اس پر سے گڈا آسانی سے گذر سکے۔ چنانچہ حضور ست سنگ کے بعد دھوپ میں کرسی ڈال کر اندھیرا ہونے تک یہ سڑک بنواتے رہے۔ دھوپ بڑی سخت تھی۔ دوسرے دن پھر صبح ہی لگ گئے۔ اور ۱۲ بجے تک لگے رہے۔ پھر دوپہر کو ست سنگ تھوڑا سا کر کے ۴ بجے شام کے کام شروع کر دیا۔ غرضیکہ ۶ بجے سے پہلے پہلے وہ سڑک اس قدر اچھی بن گئی۔ کہ اس پر سے کار لے کر آ گئے۔ پہلے وہاں کوئی آدمی بھی نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ راستہ میں بہت سا پانی تھا۔ یہ ۲ دو دن سخت گرمی و دھوپ حضور نے اپنے اوپر لی۔ گھومان گورو کی نگری ہے۔ حضور اسی وجہ سے اس کو آراستہ کرنا اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ گورو سیوا میں دھوپ گرمی۔ بھوک پیاس کا خیال نہیں کرتے۔

گھومان سے ۱۸ ستمبر کی شام کو آ کر دوسرے دن صبح کے ۷ بجے ڈلہوزی کو روانہ ہو گئے۔ نہر کے راستہ پٹھانکوٹ تک گئے۔ آگے کار کرایہ کی کر کے ڈلہوزی شام کے ۴ بجے پہنچے۔

۲۳ ستمبر ڈلہوزی میں صبح کی سیر کے دوران میں بات چیت میں حضور نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کو ترکٹی میں لے جایا گیا۔ اور دونوں کا کستھوا اکٹھے ہو گئے۔ فرمایا بھجن سمرن خواہ تھوڑا ہی ہو۔ مگر پریم اور وشواس سے جاتے ہیں۔ رات کو دس بجے بات چیت کے دوران میں فرمایا کہ اگر دنیا کی کوئی خواہش باقی ہے تو سہنس دل کنول اور ترکٹی سے بھی واپس آنا پڑتا ہے۔ بوٹی اور یوگیشور اسی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب کی بابت فرمایا۔

کہ وہ اب آگے بڑھ جاویں گے۔ پیچھے نہیں آویں گے۔

آج ۲۴ر ستمبر کی شام کو ست سنگی لوگ برآمدے میں جمع ہو گئے۔ ایک ڈاکٹر ست سنگی نے کہا کہ ولایت کے کسی میڈیکل رسالہ میں اُنھوں نے پڑھا کہ ایک بیمار کی ٹانگیں اور پاؤں سو گئے۔ اور وہ تصور کرنے لگا۔ کہ یہ تارے۔ سورج۔ چاند کہاں سے آ گئے۔ اور اتنی زبردست روشنی ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر لوگ اِس کو دماغی وہم خیال کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بیماری میں بعض دفعہ من اور رُوح خود بخود تھوڑے سے سمٹ جاتے ہیں۔ تو یہ نظارے جو ابھیاسیوں کو محنت سے دِکھائی دیتے ہیں۔ اُن بیماروں کو دکھائی دینے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ جب میں پشاور میں تھا تو ایک عورت بیمار پڑی تھی۔ اُس کا ویدگھر نہ ملا۔ تو عورت کا چکر کھلا ہوا تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ فلاں چوک میں کھڑا ہے۔ اُس کو وہاں سے بُلا لاؤ۔ یہ محض من کا سمٹاؤ ہے

ڈلہوزی میں اتوار کو ۲۲ر ستمبر کی شام کو ست سنگ ہوا۔ "اللہ اگم خدائی بندے" لیا گیا جس میں گورو صاحب نے بتایا ہے کہ سچی مسلمانی کیا ہے۔ یوں تو شمس تبریز میں آیا ہے۔ ؎

لہ صد سالہ رہ است از تو تا بحدِ انسانی ؎ دِگر صد سالہ تا بحد مُسلمانی

۲۷ر ستمبر کی صبح کو ۸-۹ بجے کی سروس میں ڈلہوزی سے کرایہ کی کار میں چل کر راستے میں پٹھان کوٹ و گورداسپور وقت دے کر شام کے ۴ بجے امرتسر آئے۔ وہاں کھانا کھایا۔ حضور نے تھوڑا سا ست سنگ کیا۔ اور پھر لالہ رُوڑ چند صاحب کے ہو کر ڈیرہ آ گئے۔ یہاں ۲۹ر ستمبر کے ماہواری ست سنگ کی وجہ سے بہت سی سنگت جمع تھی۔ ۲۹ر ستمبر کو اتوار کے دن بہت بھیڑ ہو گئی۔ سوموار کو ۴ بجے تک نام دیتے رہے۔

اکتوبر کے شروع ہفتے میں گرنتھ صاحب کے بھوگوں کی بھرمار رہی۔ پہلے گھومان پھر ویلہ پھر ننگل میں بھوگ ڈالے۔ مگر گرنتھ صاحب کے پاٹھ کے بعد جوار داسا سو دہتے ہیں۔ اُس کا طریقہ ہر ایک بھائی کا الگ الگ ہی دیکھا گیا۔ کل ۷ر اکتوبر کی صبح کو وزیر آباد لالہ ملکھی رام سوداگر چوب کے لڑکے کی شادی سے دو روز پہلے جا کر ست سنگ ہوگا۔ دس کو برات جاوے گی۔ ۹ر اکتوبر کو ہم واپس آ جاویں گے۔

لہ یعنی آدمی کو انسان بننے میں سینکڑوں سال لگ جاتے ہیں۔ انسان بننے کے بعد مُسلمان بننے کیلئے پھر سینکڑوں سال درکار ہیں۔

باب چھبیسواں

حالات دورہ وزیر آباد۔ لائل پور و پرور و قیام ڈیرہ

چنانچہ ۷ راکتوبر کی صبح کے ۸ بجے ڈیرے سے چل کر امرت سر ہوتے ہوئے لاہور راوی روڈ ست سنگ گھر گئے۔
وہاں سنگت کو درشن دے کر آگے روانہ ہوئے تو مرید کے، وکاموں کی بیں سنگتیں برلب سڑک اعظم بیٹھی تھیں۔ اور وہاں ہی اُن لوگوں نے ست سنگ گھر بنانے کے لئے اراضیات دے رکھی ہیں۔ ست سنگ گھر بن جاویں گے۔
وہاں ایک ایک شبد پڑھا کر گوجرانوالے پہنچے۔ وہاں بھی ایک شبد پڑھ کر وزیر آباد ۲ بجے پہنچ گئے۔ جا کر کھانا کھایا۔ شام کو ۵ سے ۶½ بجے تک ست سنگ کیا۔ اُس وقت تو خلقت زیادہ نہ تھی۔ مگر رات کو مختلف جگہ ہائے سے سنگتیں آتی گئیں۔

دوسرے دن صبح نہ صرف ست سنگیوں کا بلکہ دیگر لوگوں کا بڑا ہجوم ست سنگ گھر میں اکٹھا ہو گیا۔ مسلمان بھی کافی تھے۔ حضور نے "پاٹھ پڑھیو اور بید بچار یو" اور "تیریاں کھانیں تیریاں بانیں" گورو گرنتھ صاحب میں سے پڑھوا کر خوب ویاکھیان دیا۔ اور فارسی فقرائے کامل کے اشعار سے ثابت کیا کہ جو تعلیم گورو نانک کی ہے۔ وہی مولوی رُوم شمس تبریز اور خواجہ حافظ کی ہے۔ شام کے ست سنگ پر بھیڑ اور بھی زیادہ تھی۔
۹ راکتوبر کی صبح کو ایک شبد پڑھوا کر اور سہرا بندی کی رسم ہو چکنے کے بعد حضور لائل پور کی طرف......
خانکی ہیڈ ساگر بند کے راستے نہر کی پٹڑی پٹڑی پر روانہ ہوئے۔ ساگر سے دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ وہاں سے آگے پھر تین شاخیں چلتی ہیں۔ میاں علی رکھ برانچ۔ جھنگ برانچ بر سے سانگلہ ہل ہوتے ہوئے لائل پور ۱۱۰ میل کا فاصلہ طے کر کے پہنچ گئے۔ کیونکہ لائل پور میں سردار سیوا سنگھ کی والدہ کا مرتک بھوگ تھا۔ جس میں شام کے ۵ بجے بڑے بڑے آفیسر و معززین شامل تھے۔ اس بھوگ میں حاضرین کی تعداد کئی ہزار کی ہوگی۔ حضور نے خوب وضاحت سے گورو امرداس کی بانی "تیریاں کھانیں تیریاں بانیں" کی تشریح کر کے فرمایا کہ نام، کھانی اور بانی سے پرے ہے۔ گویا دُنیا کی کسی کتاب یا کسی کھانی میں نام نہیں ہے۔ نام صرف انسان کے اندر ہے۔
یہ نسخہ حضور ہمیشہ کمزوری دل و دماغ کے واسطے لوگوں کو بتایا کرتے ہیں۔
نسخہ مقوی دل و دماغ:۔ تخم الائچی خورد ۲ تولہ۔ طباشیر نیل کنٹھ ۴ تولہ۔ سرد چینی ۶ ماشہ۔ مغز بادام

مقشر ۸ تولہ۔ ہر چہار مغز بحصہ برابر ۸ تولہ۔

ان سب چیزوں کو الگ الگ باریک پیس کر اکٹھا کر لیں۔ اور اُن کے ہم وزن مصری کوزہ پیس کر ملا دیں۔ خوراک ایک تولہ صبح مکھن گائے کے ساتھ۔ پرہیز:۔ کھٹائی۔ کچا میٹھا۔ جماع۔

لائل پور سے رات کے ۹ بجے چل کر صبح کے ۲/۱ ۵ بجے ڈیرے آکر سو گئے۔ اور صبح کو ۷ بجے پھر ڈاکٹر الشیر سنگھ کی سپتری کے آنند کارج کے لئے کپور تھلے گئے۔ وہاں بعض براتیوں نے اصرار کیا۔ کہ دولہا دلہن کو گرنتھ صاحب کے گرد پھیرے دیئے جاویں۔ مگر حضور نے منظور نہ کیا۔ صرف گرنتھ صاحب کی حضوری میں چار لاواں اور ان کے بعد شبد آنند پڑھا گیا۔ اور بیاہ کی رسم ختم ہو گئی۔ اس کے بعد حضور نے شام کے ۴ بجے پھر کپور تھلہ میں ست سنگ کیا۔ اور وہاں سے ۲/۱ ۵ بجے چل کر جالندھر شہر آئے۔ وہاں رائے بہادر لالہ شنکر داس کے صاحبزادے کی شادی کی تقریب تھی۔ شام کے ۷ بجے ملنی تھی جس میں حضور کی موجودگی درکار تھی۔ دلہن کے والدین کے گھر کے باہر رنگ برنگ کے بجلی کے بلب چمک رہے تھے۔ اور ایک گول چکر بجلی کا رنگ برنگ روشنی دیتا ہوا گھوم رہا تھا۔ ملنی سے پہلے ایک پنڈت جی نے کچھ شلوک سنسکرت میں پڑھے۔ زاں بعد اُن کو دلہن کے گھر کے اندر لے گئے۔ وہاں دولہا دلہن نے ایک دوسرے کے گلے میں ہار ڈالے جس رسم کو حضور نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد برات کو میز کرسیوں پر کھانا کھلایا گیا۔ مگر حضور ملنی کے بعد ڈیرے واپس آگئے۔ حضور اپنے سیوکوں کے واسطے اس قدر محنت کرتے ہیں۔ کہ رات دن سفر کرتے ہیں۔ اور دور دراز کا فاصلہ اس ۸۹ سال کی عمر میں طے کر کے سیوکوں کے کاریہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

حالات دورہ پرور

مورخہ ۱۳ اکتوبر کی صبح کے ۹ بجے ڈیرے سے کاریں براستہ رعیہ و بٹری نہر پٹھان کوٹ ہوتے ہوئے پرور تحصیل پالمپور کو روانہ ہوئے۔ وہاں ست سنگ گھر کے لئے پتھر گھڑے جا رہے تھے۔ اور عمارت بنانے کا ارادہ تھا۔ اور ایک دستاویز بھی دھرم سالہ میں رجسٹری کرائی تھی۔ پٹھان کوٹ کے قریب ہمارا دیسی ڈائنمو DYNAMO ڈسچارج ہو گیا چنانچہ پٹھان کوٹ جا کر حضور تو پاس ہی ایک ست سنگی کے مکان پر سنگت کو درشن دینے چلے گئے۔ اور ہم لوگ ایشیاٹک ٹرانسپورٹ میں اپنا نیا ڈائنمو لگوانے گئے۔ گویا شادی و ڈرائیو رلگوانے لگے اور بعض میوہ کی خرید میں حسب معمول ادھر اُدھر گھوما کیا۔ وہاں سے ۲ بجے آگے روانہ ہوئے۔

آج کل کانگڑہ ویلی کا نظارہ قابل دید ہے۔ نور پور سے آگے دس میل پر کوٹلہ اور کوٹلہ سے دس میل پرے شاہ پور کا تھانہ ہے۔ بس وہاں سے نکل کر اصلی ویلی کا درشیہ ہے۔ چاروں طرف ہریاول ہی ہریاول نظر آتی ہے۔ ایسی ہریاول نہ گلیوں میں دیکھی نہ ڈلہوزی کے پہاڑوں میں۔ نہ پھر دائیں نہ ضلع گورداسپور۔ نہ

ہوشیار پور میں موسم بہت عمدہ۔ دُھوپ خوشگوار۔ نہ سردی نہ گرمی۔ چاروں طرف دُور دُور پہاڑوں کا دائرہ۔ درمیان میں وسیع سپاٹ میدان جس میں جا بجا پانی کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور سب طرف دھان ہی دھان ہے۔ آج کل دھان کاٹ کر ڈھیریاں لگ رہی ہیں۔ رگگل سے ایک سڑک دھرم سالہ کو، دُوسری پالم پور کو، تیسری دائیں ہاتھ کانگڑہ شہر کو، جو کہ یہاں سے ایک میل ہے۔ جاتی ہے۔ رگگل میں دو کانیں ہیں بلکہ دو کانیں تو یہاں پر نصف نصف میل پر آتی ہیں۔ جن میں کافی کاروبار ہوتا ہوگا۔ کیونکہ اِن میں کافی مال بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

رگگل سے ہم کانگڑے گئے۔ وہاں نائب تحصیلدار ٹھاکر دیال سنگھ والی سنگت کلب میں موجود تھی۔ وہاں ۱۵۔ ۲۰ منٹ ٹھہر کر آگے چلے۔ مگر وہاں کھانا نہ کھایا۔ آگے جا کر نگروٹہ سے ۳۔ ۴ میل ورے ایک کھڈ چل رہی تھی۔ اُس پر ہری ہری گھاس لگی تھی۔ وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ جو کہ ہمراہ لائے تھے۔ اور کھا چکنے کے بعد موٹر کار میں سوار ہوئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ باباجی مہاراج فرماتے تھے۔ کہ تمہارا جنم ضلع کانگڑہ میں ہونا تھا۔ مگر چونکہ سب سنبدھی جن سے لین دین کا حساب تھا۔ لدھیانے کے ضلع میں تھے۔ اِس واسطے وہاں جنم ہوا۔ کرم ریکھ ٹاریا نہ ٹرے۔ اب پھر کانگڑے کے ضلع میں آنا پڑا۔ وہاں سے برور آئے۔ ۵ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ سنگت زیادہ نہ تھی۔ دُوسرے دن ۱۰ بجے صبح سے ۱۲ بجے تک ست سنگ ہوا۔ برور میں ست سنگ گھر بنانے کے لئے پتھروں کی ڈھلائی کی سیوا جاری ہے۔

۱۵ اکتوبر کو صبح کے ست سنگ میں تلسی صاحب کی گھٹ رامائن میں سے سنتوں کی مہماں پڑھی گئی۔ اس کے بعد سوامی جی کی بانی میں سے "ہنسنی کیوں ہوئے تو بانی" لیا گیا۔ "ساگر شیر بھرا گھٹ بھیتر ہیو دسُورت تانی"۔ یعنی دُنیا کی لذتیں وِشے وِکار ایسے ہیں جیسے پانی کا پینا۔ جبکہ انسان کے اندر دُودھ کا سمندر بھرا ہے۔ یعنی نام ہے۔

"جگ کو جار دھسو نبھ اندر۔ مندر پر کھ نشانی"۔ اس دُنیائے دُوں کو بھاڑ میں ڈالو اور اندر رُوح کو لے جاؤ۔ دیکھو اندر کیسے کیسے محل و مندر ہیں۔ "گُورومت تو دھار ہیئے میں۔ من کے سنگ کیوں پھرت نمانی"۔ اگر تو گُورو کو اپنے اندر کھڑا کرے تو من کی تابعداری سے چھوٹ جاوے۔ "کرم بھرم بس سب جگ بورا تو کیوں ہوت دیوانی"۔ سب دُنیا مندر مُورت۔ تیرتھ۔ حج۔ دان پُن میں پھنسی ہوئی ہے۔ تم کیوں اِن کے ساتھ پاگل ہوئے جاتے ہو۔ "تیرا دھام ادھر میں پیاری۔ کیوں دھر سنگ بندھانی"۔ یہ دُنیا تیرا وطن نہیں۔ تیرا وطن تو ست لوک میں ہے۔ کیوں تو دُنیا میں پھنس رہی ہے۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو کانگڑہ شہر میں ست سنگ گھر کے لئے اراضی ۱۷ اکنال کا ہبہ منجانب شیر سنگھ حوالدار

لیا گیا۔ رجسٹری کرائی گئی۔ ویروار، ۱۷ اکتوبر کو پردر میں ۲۰۰ مرد و زن کو نام دیا گیا۔ نام دینے کے بعد ایک دس سالہ لڑکی کی روح چڑھ گئی۔ اور لالہ نبر ودھ چند راجپوت کی ۹ سالہ دختر کی روح کی بھی یہی حالت رہی دوسرے دن بھی یہی حالت دیکھی۔ اُن کی اہلیہ ست سنگ سُنتے سُنتے جسم سے بے خبر ہو کر عالم بالا کو چلی جاتی ہے یہ مَیں نے خود دیکھا کہ وہ بیٹھی ہے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے۔ اور اُس کو کوئی ہوش نہیں۔ آنکھیں بند ہیں۔ ایسی حالت میں گھنٹوں تک بیٹھی رہی۔

حضور نے آج ۱۹ اکتوبر کی صبح کو ست سنگ میں فرمایا۔ کہ جب مَیں نوکری میں تھا۔ تو اکثر دفعہ ایسا ہوتا کہ سائیس گھوڑا لئے باہر کھڑا ہے۔ مَیں نے دورے پر جانا ہے۔ مگر مَیں نے کوئی بانی پڑھی اور پریم آ گیا۔ اور اُسی وقت بھجن بیٹھ گیا۔

۲۰ اکتوبر اتوار کو پردر سے صبح ۸ بجے چل کر حوالدار شیر سنگھ کے گھیاری ست سنگ گھر کی زمین دیکھی۔ اور ایک کوٹھا بنانے کا حکم دیا۔ پھر کانگڑہ جا کر کلب گھر کے میدان میں ست سنگ کیا۔

کانگڑہ چھوٹا سا شہر ہے۔ دیوی پُوجا کا زور ہے۔ اس واسطے سوائے ست سنگیوں کے دیگر لوگوں کی حاضری زیادہ نہ تھی۔ حضور نے ست سنگ ۱۱ بجے سے پہلے پہلے کر دیا۔ اور وہاں سے چل کر پٹھان کوٹ ۲۱ کے قریب آ پہنچے۔ راستہ میں سڑک کے دونوں طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ کانگڑہ کی وادی سب پہاڑوں سے زیادہ سرسبز معلوم ہوتی ہے۔ پٹھان کوٹ میں ۱۰-۲۰ منٹ لگ گئے۔ وہاں سنگت جمع ہو گئی۔ پھر وہاں سے آگے چل کر گورداسپور سے پرے برلب سڑک کھیت میں کھانا کھایا۔

شام کے ۴ بجے کے بعد امرتسر آ پہنچے۔ وہاں پاس ہی لالہ چیلہ رام کے باغ میں بے شمار سادھو لوگ جمع تھے۔ اور عورتیں اور مرد اُن کے درشنوں کو جوق درجوق آ رہے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ امرتسر دانی شہر ہے۔ اور یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس قدر سادھو سیوا اور کسی شہر میں نہ ہوتی ہو گی لیکن اِن عورتوں اور مردوں کو کیا پتہ کہ سچا سادھو پاس ہی اپدیش دے رہا ہے۔ جو کہ سب سے سچا ہے۔ دُنیا تو بھگوے کپڑوں کی پُوجا کرتی ہے۔ سادھوؤں کی اُن کو پہچان نہیں۔ سادھو کی پہچان سادھو ہی سکھلاتے ہیں۔

ڈیرے میں دیوالی

۲۴ اکتوبر کی صبح سے خلقت دیوالی کے درشنوں کے لئے آنی شروع ہو گئی ست سنگ بوقت ۔۔ ۲/۱ بجے بعد غروب آفتاب مقرر کیا گیا۔ اور ست سنگ کا پنڈال بجلی کے قمقموں سے سجایا گیا۔ حضور کے تخت کے اُوپر دائیں بائیں بجلی چمکتی تھی۔ اور تخت پر پاٹھی اور حضور جلوہ افروز تھے۔ نیچے پنڈال میں بھی بجلی کے لیمپ لگے تھے۔ یہ ست سنگ ڈیرے کے اندر ست سنگ گھر کے پس پُشت سجایا گیا تھا۔ اور لوگ مرد و زن ۶ بجے شام سے ہی جگہ روکنے کی خاطر بیٹھنے شروع ہو گئے

ہو گئے تھے۔ ۱/۲ ۶ بجے خوب اندھیرا چھا گیا۔ تو بجلی کی روشنی بڑی چمکیلی معلوم ہونے لگی۔ درمیان میں حضور کا نورانی چہرہ تھا۔ کاتک کا مہینہ سوامی جی کی بانی سے لیا گیا۔ بعد میں سردار ہربنس سنگھ پوسٹ ماسٹر سردار گوربچن سنگھ سٹیشن ماسٹر ریٹائرڈ اور مسٹر درباری لعل اُڈارو۔ بنتا سنگھ پہرے دار و دیوان علی نے اپنی اپنی کویتا سنائی۔ ان میں سے سردار گوربچن سنگھ کے سویئے عالمانہ اور گورو دسویں پادشاہی کے انداز میں تھے۔ دیوان علی اور پوسٹ ماسٹر کی طرز سینما کے راگوں جیسی تھی۔ اور اُڈارو کے گانے میں حضور مہاراج جی کو بابا جی مہاراج کے مری میں پہلی دفعہ درشن دنام دیئے جانے کی کہانی منظوم تھی۔ پورا ایک گھنٹہ خوب کویتا کی چہل پہل رہی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ باہری پریم اگر اندر سے ہو تو کیا ہی خوب ہو۔ اگر پریم کا نظارہ دیکھنا ہے تو پہاڑ میں جا کر دیکھو کہ بعض لڑکیاں گھنٹہ گھنٹہ بھر ہماری طرف دیکھتی رہتی ہیں۔ آنکھ نہیں جھپکتیں۔ نہ اُن کو اپنے جسم کی سُدھ ہوتی ہے۔ اس کا نام پریم ہے۔ تُلسی صاحب کی نظم ؎

"سُن اے تُلسی نہ جائیو زنہار دیکھنا
اپنے میں آپ جلوۂ دلدار دیکھنا"

جس کا مقطع ہے.....

"مِلنا تو یار کا نہیں مشکل مگر تُلسی
دُشوار تو یہ ہے کہ ہے دشوار دیکھنا"

مطلب یہی ہے کہ پریمی پریتم کو دیکھے کہ تن من کی سُدھ نہ رہے یہ نظم ست سنگ کے خاتمہ پر پڑھی گئی۔ آخر میں گجرات کے ایک پریمی نے ایک راگ بِرہ کا گایا۔ غالباً میراں بائی کا ہوگا۔ "سجنوا کیوں لائی ہے دیر اندھیر سویر" وغیرہ۔ اس کے بعد پھلیوں کا پرشاد بانٹا گیا۔ اور رات کے سوا نو بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔ اور حضور کے محل پر اور کئی مکانوں پر دیپ مالا کی گئی۔

اب کی ماہواری ست سنگ پر خلقت کافی تھی۔ اور گورو گرنتھ صاحب میں سے گورو نانک جی کا مارو راگ کا شبد "قُدرت کرنے ہار اپارا : کیتے کا نائیں کوئی چارا" اور سوامی جی کی بانی میں سے "کیوں بھرت بھُلانی جگت میں دن چار بسیرا" لئے گئے۔ اتوار کے ست سنگ میں "گورو کا دھیان کر پیارے : بنا اس کے نہیں چھُٹنا۔" اور گرنتھ صاحب میں سے "اُسر سنگھارن رام ہمارا" لئے گئے۔ اُس کے بعد سیوا لی گئی۔ شام کو پھر سیوا لی گئی۔

(۲۷؍اکتوبر ۱۹۴۶ء کی رات کو مندرجہ ذیل پروگرام بنایا گیا)

سرسہ .... از ۳۰؍اکتوبر تا ۲؍نومبر

کوٹ حاکم رائے سردار بخشادر سنگھ...... از	۸؍نومبر	تا	۱۱؍نومبر
آنند پور.................... از	۱۳؍نومبر	تا	۱۶؍نومبر
امرت سر.................. از	۱۷؍نومبر	تا	۱۸؍نومبر
لاہور.................. از	۲۶؍نومبر		
سرسہ.................. از	۲۹؍نومبر	تا	۱۲؍دسمبر

باب ستائیسواں

حالات دورۂ سرسہ۔ کوٹ حاکم رائے (تحصیل اوکاڑہ) آنندپور و روپڑ

۳۰ر اکتوبر کی صبح کے ۷ بجے کار میں چل کر پہلے جالندھر آئے۔ وہاں سردار گوردیال سنگھ پلیڈر و مسٹر اہلووالیہ کو مل کر راستے میں پھگواڑہ کی سنگتوں کو درشن دیتے ہوئے لدھیانہ سِول لائن میں پہنچے۔ وہاں فرقہ وارانہ فساد ۴۔۵ دن سے شروع ہے۔ مگر اب امن وامان ہے۔ کوئی پہرہ پولیس یا فوج کا اب دیکھنے میں نہیں آیا۔ وہاں سے آگے موگہ میں ہو کر کوٹ کپورہ، مکتسر، ملوٹ میں سنگتوں کو درشن دیتے ہوئے۔ حضور ½ ۲ بجے سرسہ ست سنگ گھر پہنچ گئے۔ وہاں ہر دو صاحبزادگان موٹر کار کے حادثہ متصل ڈبوالی کی وجہ سے نڈھال پڑے تھے۔ وہ کار صحن میں کھڑی تھی۔ جس کو دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جو لوگ اُس حادثہ کے وقت اُس میں بیٹھے ہوں گے۔ وہ کیسے بچے ہوں گے۔ ڈبوالی کے پاس ایک کار اِس کار کے آگے آگے جا رہی تھی۔ ہماری کار والے اُس کار کو عبور کرکے آگے نکلنا چاہتے تھے۔ اُس کار میں اغلباً ناجائز افیم ولے افیم لئے جا رہے ہوں گے۔ کیونکہ انھوں نے ہماری کار کو آگے گذرنے دینا مناسب نہ سمجھا۔ جب ہماری کار اُس کے مقابل پہنچی۔ تو انھوں نے اپنی کار سڑک کے پکے گولے پر دائیں کو کرلی۔ اور ہماری کار ساری کی ساری کچی سڑک پر بڑی تیزی سے جانے لگی۔ کیونکہ کسی کار کو گذرتے وقت گذرنے والی کار تیزی سے گذر جانا مناسب خیال کرتی ہے۔ اِس عرصہ میں ہماری کار کے آگے ایک گڑھا آگیا۔ اور اگلا دایاں پہیہ اس میں پڑا۔ رفتار زیادہ تھی۔ کار اُلٹ گئی۔ ایسے کہ چاروں پہیے اُوپر ہو گئے۔ اور چھت زمین سے آلگی۔ چھوٹے بھائی صاحب کی چھاتی پر اُس کی چھت آ گئی۔ ایک مائی ساتھ تھیں۔ وہ بھی کچھ کار میں دب گئیں۔ یہ دونوں کار کی داہنی طرف آگے پیچھے کی سیٹوں پر تھے۔ چھوٹے بھائی صاحب کار خود چلا رہے تھے۔ بڑے بھائی صاحب کا پوتا اور مستری نکو تو باہر پھینکے گئے۔ نکو کے بھی خفیف سی چوٹیں آئیں۔ گوردیال نواسہ حضوری بالکل بچ گیا۔ بڑے بھائی صاحب بھی کار میں سے باہر پھینکے گئے۔ مگر اُن کی گردن کے پٹھوں اور ران میں سخت چوٹ آئی۔ اور جب اِن سب نے چھوٹے بھائی صاحب کو کار کے نیچے دبا ہوا بے حس و حرکت پایا۔ تو چلّا کر ایک دو لوگوں کو جو وہاں ہل چلا رہے تھے۔ اِکٹھا کرکے کار کو

اُٹھایا۔ اُٹھاتی دفعہ بڑے بھائی صاحب کے دائیں کندھے کا چُولہ نکل گیا۔ اب اِن سب کی حالت رُو بصحت ہے۔ سائی جی واِن دو بھائی صاحبان کے چوٹیں زیادہ آئی ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ یہ سب بچ گئے۔ چوٹوں سے چند دنوں میں آرام آجاوے گا۔

بعدازاں بیدی گیان سنگھ سیالکوٹ نوامی نے اپنے سمبندھی بابو موہن سنگھ جی راولپنڈی والے کی موت جو ۲۷ر اکتوبر کی صبح کے پانچ بجے واقع ہوئی بیان کی۔ بابو جی موصوف حضور مہاراج جی کے سب ڈویژنل کلرک کئی سالوں تک M.E.S. میں ایبٹ آباد رہے۔ بڑے صادق گو اور خوشدل انسان تھے۔ زندگی صاف سُتھری تھی۔ اور بھجن سمرن بھی کرتے تھے۔ ۷ر اکتوبر کو اُن کو لاری کے حادثہ میں چوٹ آئی تھی۔ اور ۲۸ر اکتوبر کو اُن کی دختر جو کہ بیدی صاحب کی بہو تھیں۔ ڈیرے بیدی صاحب کے ہمراہ اپنے بچے کا نام رکھانے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ مگر پریم کی وجہ سے یہ نہ کہا کہ بچے کا نام تجویز کردو۔ بلکہ یہ کہا کہ حضور! میرے پتا جی نے پیغام دیا ہے۔ کہ جس طرح مجھکو چوٹ آئی ہے۔ اُسی طرح مجھ کو کھڑا کردیویں۔ حضور نے کہا "بی بی! نہیں"۔ تو بی بی نے پھر تین چار دفعہ اِصرار سے بھی عرض کی۔ تو حضور نے فرمایا "بی بی! نہیں"۔ ۲۷ر اکتوبر کو رات کے ایک بجے بابو جی نے اپنی دھرم پتنی اور صاحبزادی کو کہا کہ دروازہ کھول دو۔ دیکھو حضور دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں سوٹی سے۔ اُنھوں نے کہا۔ کہ ہم کو تو سُنائی نہیں دیتا۔ اُس نے کہا کہ دیکھو جلدی کھولو۔ دروازہ کھولا گیا۔ اور بابو جی نے فرمایا کہ حضور تشریف لے آئے ہیں۔ کُرسی لاؤ۔ چنانچہ کُرسی لائی گئی تو اُن دونوں استریوں نے کہا۔ کہ ہم کو تو دکھلائی نہیں دیتے۔ ہم تب جانیں جب ہم کو دکھائی دیں۔ پاس پر اُن دونوں کو حضور کُرسی پر براجمان نظر آنے لگے۔ بابو جی نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ تم موہ کی باتیں نہ کرو۔ حضور فرماتے ہیں کہ تم کوے کر جاویں گے۔ تو اُن کی بیوی نے کہا۔ کہ حضور اگر آپ کی مرضی ہے۔ تو اپنے بچے کو لے جاویں۔ ۲ گھنٹے حضور کُرسی پر بیٹھے رہے۔ پھر اُن دونوں عورتوں کو درشن غائب ہو گیا۔ اور اُسی وقت بابو جی نے ایک ہچکی لے کر پران تیاگ دیئے۔

سنتوں کی اصلی پہچان اور اصلی معجزہ یہی ہے کہ اپنے سیوکوں کی انت سمے سہائتا کریں۔ نہ یہ کہ لوگوں کو اولاد دیتے پھریں اور اُن کی جسمانی بیماریاں دُور کرتے رہیں یا مُقدمے جِتاتے رہیں یا دیگر شعبدہ جات کر کے لوگوں کی واہ واہ حاصل کرتے پھریں۔

حالات دورہ کوٹ حاکم رائے (تحصیل اوکاڑہ)

۸ر نومبر ۱۹۴۶ء چونکہ سردار بختاور سنگھ مالک چک مذکورہ بالا کے فرزند ارجمند کی شادی گھر کے پہلے ہفتے ہونی قرار پائی تھی۔ اور سردار صاحب نے اِصرار کیا۔ کہ حضور

شادی پر تشریف لادیں۔ اس واسطے سچے پادشاہ تے یہ بہتر سمجھا کہ شادی سے چند روز پہلے سردار صاحب کے چک میں کچھ وقت دے آویں۔ شادی کے موقع پر مہمانوں کی خاطر تواضع و مصروفیات کی وجہ سے صاحبِ خانہ کو ست سنگ کی فرصت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ۸ر نومبر ۱۹۴۶ء کی صبح کے سات بجے ڈیرے سے چل کر پہلے امرتسر ست سنگ گھر میں ۱۰۔۱۵ منٹ ٹھہرے۔ پھر لاہور جاکر ریلوے روڈ پر انجن وغیرہ دیکھتے رہے۔

اس کے بعد راوی روڈ ست سنگ گھر میں سنگت کو درشن دے کر ایک شبد گورو گرنتھ صاحب میں سے پڑھ کر لالہ ویر بھان صاحب کی کوٹھی واقعہ بہاولپور روڈ پر اُن کی مزاج پُرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ اُن کو کوئی دل کی تکلیف تھی۔ اب آرام ہوگیا ہے۔ وہاں سے چل کر دان رادھا رام آکر دم لیا۔ یہ سڑک سادریائے راوی کے قریب سے گذرتی ہے۔ راستے میں دریا دکھائی دیتا ہے۔ وان رادھا رام کا بازار اس سڑک کے دونوں طرف ہے۔ وہاں گڑ اور شکر بنا دیکھنے میں آیا اور کپاس کا تو یہ دلیش ہی ہے۔ دہاں کے تین چار ست سنگیوں کو درشن دے کر رینالہ پہنچے۔ وہاں سنگت کو سڑک پر درشن دے کر سیٹھ سید ھوئل کو ساتھ لے کر اوکاڑہ آئے۔ وہاں سردار بخشا ور سنگھ کو ملے۔ اُن کو کار میں ساتھ بٹھا کر کوٹ حاکم رائے جو کہ اوکاڑہ سے مغرب کو ۹ میل پر ہے روانہ ہو پڑے۔ اس میں سے پانچ میل تو پکی سڑک ہے۔ مگر چار میل بالکل کچی اور سُرمے جیسی مٹی کی سڑک ہے کاریں گرد وغبار سے کپڑے بھر گئے۔ اُس وقت کوئی دو بجے کا وقت تھا۔ اوکاڑہ لاہور سے ۸۰ میل ہے۔ وہاں سب نے ہاتھ منہ دھویا۔ اور کھانا کھا کر آرام کیا۔

سردار صاحب کا مکان بڑا کشادہ ہے۔ سردار صاحب بڑے بھاری زمیندار ہیں۔ اور اُن کے پاس اس قدر بھینسیں ہیں کہ ہر روز ۳۰۔۴۰ من دودھ اوکاڑہ میں جاتا ہے۔ وہاں منٹگمری۔ اوکاڑہ۔ رینالہ۔ ملتان۔ اور ضلع بھر کی ساری سنگت جمع تھی۔ ٹانگے پر ٹانگا سواریوں سے بھرا ہوا آرہا تھا۔ اور ہر روز آتا رہا۔ منٹگمری والوں نے جُدے خیمے لگا رکھے تھے۔ ملتان والوں کے جُدے۔ بہت سے لوگ دوکانوں میں ٹھہرے تھے۔ یہ سارا چک ست سنگیوں کا ہے۔

شام کے ۵ بجے ایک شبد لیا گیا۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے "درشن بھیٹت پاپ سب ناسے ہر سیوں دیت ملائی"۔ دوسرے دن ۹ر نومبر کو صبح کے دس سے بارہ بجے تک ست سنگ ہوا۔ سوامی جی کی بانی میں سے "جگ میں گھور اندھیرا بھاری" اور گورو گرنتھ صاحب میں سے "بکھو بوہتھا لادیا" اور تُلسی صاحب کی بانی میں سے "دل کا حجرہ صاف کر جاناں کے آنے کے لئے" پڑھے گئے۔

۹ر نومبر کے ست سنگ میں حضور نے فرمایا کہ کسی جاہل نے حضور بابا جی کو کہا "دیہلا جٹ ہلاں تے ڈردا آبیٹھا ہے"۔ بابا جی نے فرمایا "میں جٹ تاں ہاں پر کچھ ہور بھی ہاں"۔ ۹ر نومبر کی رات کو

بیدی گیان سنگھ بھگت کندن لال وغیرہ ست سنگی حضور کے پلنگ کے گرد بیٹھے تھے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کسی نے پوچھا کہ ست گورو سے نام لے کر دوسرے سادھو مہاتماؤں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے یا نہیں۔ حضور نے جواب دیا کہ صرف باپ کی جائداد ہلا کرتی ہے۔ تم بے شک مہاتماؤں کا ست سنگ کرو۔ مگر فائدہ اور سنبھال صرف تمہارا گورو ہی کرے گا۔ جیسے تلسی صاحب نے فرمایا ہے "ایک بھروسہ ایک بل ایک آس وشواس۔ سواتی جل گورو چرن ہیں چاترک تلسی داس"

دوسرے ست سنگی نے پوچھا کہ آج حضور نے ست سنگ میں فرمایا کہ گورو ارجن صاحب نے اپنے پچھلے جنموں کی داستان اس شبد میں بیان کی ہے "پاٹھ پڑھیو اور وید بچاریو" مگر ساتھ ہی گورو گرنتھ صاحب میں یہ بھی آیا ہے "جنم مرن دوؤ میں ناہیں جن پر اپکاری آئے" حضور نے جواب دیا کہ پرم سنت پہلے دُھر دھام سے مالک کے بھیجے ہوئے آتے ہیں سو اُن کے لئے یہ شبد کہا گیا ہے۔ مگر جو اُن سے نام لے کر ست لوک پہنچیں وہ بھی سنگورو ہیں اور اُن کو اپنے سب پچھلے جنموں کے حال معلوم ہوا کرتے ہیں۔ وہ باقی سب روحوں کے ساتھ سرشٹی کے آدمیں آئے تھے۔ اُن کے سرشٹ کرموں کی بدولت اُن کو نام ملا اور نام کی کمائی بنی۔ جیسے ہماری بابت باباجی نے فرمایا تھا کہ یہ ہمارے پچھلے جنم کے میلی ہیں۔ اور پھر کہا تھا کہ تمہارا پہلے سے پہلا جنم ضلع شاہ پور کا تھا۔ اور تمہارا پچھلا جنم فرید کوٹ کا تھا۔

کوٹ حاکم رائے سے ۱½ بجے کے قریب روانہ ہو کر داکارہ اور رینالہ میں ۵-۷ منٹ سنگت کو درشن دے کر پہلے بہاولپور روڈ پر لالہ دیر بھان کی کوٹھی پر گئے۔ وہاں سے سردار کرپال سنگھ کو ہمراہ لے کر لاہور ست سنگ گھر میں ۲ منٹ دے کر سیدھے ڈیرے آپہنچے۔

حضور مہاراج جی کو آج کل خارش کا بہت زور ہے۔ بہت سی دوائیاں کر چکے ہیں۔ مگر کوئی آرام معلوم نہیں ہوتا۔ سدا کے دورے اور وقت بے وقت کے کھانے سے ہاضمہ پر برا اثر پڑا ہے۔

دورہ آنندپور روپڑ

ڈیرے سے ۱۳ نومبر ۱۹۴۶ء کی صبح کے ۷½ بجے چل کر جالندھر کچہری روڈ پر ۵ منٹ دے کر ہوشیارپور پر دفیسر پوری کی کوٹھی پر آئے۔ وہاں سے اُونے کو چلے۔ راستے میں جہاں خیل۔ پنڈ وگہ کی سنگتوں کو درشن دے کر بن کھنڈی گذر کر جو میں کئی جگہ پانی تھا۔ جس میں لاریوں کی وجہ سے گہرے گڑھے پڑ گئے تھے۔ آخر کے گڑھے میں موٹر کا پہیہ دھنس گیا۔ اور SILENCER پانی میں ڈوب گیا۔ موٹر کو بغیر پانی سے نکالنے کے چلا نہیں سکتے تھے۔ خوش قسمتی سے پنڈت لال چند آنندپور سے جو کے پار پنڈوگہ کے قریب اپنی سٹیشن ویگن لے کر آگئے تھے۔ اُن کے آدمیوں نے اور کچھ ست سنگیوں نے کار کو آگے پیچھے سے دھکیل کر سواں میں سے نکالا۔ اونہ میں بہت سی سنگت جمع تھی۔ اُن

کو درشن دے کر شہر اونہ کی آبادی کے عقب میں سواں میں سے گذر کر آنند پور روڈ پر آ گئے۔ پتھر بڑے بڑے اس سڑک پر تھے۔ جن سے موٹر کار کے پیٹرول ٹینک کے پھٹ جانے کا خدشہ تھا۔ ان میں سے گذر کر کچی سڑک آ گئی۔ مگر اس سڑک میں موڑ اور اونچ نیچ بہت سے تھے۔ موٹر کار کو بہت ہچکولے لگتے تھے۔ صاحب زادہ ہربنس سنگھ جی ہمراہ تھے۔ ان کی پسلیوں میں موٹر کار کے گذشتہ حادثہ سے چوٹ آئی ہوئی تھی۔ اُن کو ہچکولوں سے بڑی تکلیف تھی۔ ہم سب پیچھے تھے۔ حضور ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ میں تھے۔ ہم تو بیٹھے بیٹھے انگور سیب کیلے کھاتے رہے۔ مگر حضور نے نہ تو کہیں پانی پیا نہ پیشاب کیا۔ راستہ میں دیکھا تو حضور کا پاجامہ خارش کو کھجلانے کی وجہ سے لہو لہان ہو رہا تھا۔ مگر حضور نے اُف تک نہ کی۔ اونہ سے پرے کئی جگہ سنگتیں کھڑی تھیں۔ ان کو اتر اتر کر ان کے شامیانوں میں جا جا کر درشن دیتے رہے۔ کلیسڑہ ایک بڑا لمبا قصبہ سا ہے۔ وہاں دو جگہ سنگتیں جمع تھیں اور رادھاسوامیوں کی سنگت میں حضور کو ۳-۴ گھروں کے اندر لے گئے۔

اونہ سے ۲۳ میل پر آنند پور ہے اور اونہ سے ۱۲ میل پر دریائے ستلج کا پتن جس کا نام گذر ننگل ہے آ جاتا ہے۔ اس میں بیڑیوں میں لاریاں اور کاریں وغیرہ چڑھا کر دریا سے پار کرتے ہیں۔ یہ جگہ بھاکڑا بند کی وجہ سے بہت مشہور ہو جاوے گی۔ یہاں سے ۶-۷ میل اوپر دو پہاڑیاں ہیں۔ جن کے درمیان سے دریائے ستلج گذرتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ۵۰۰ فٹ سے زیادہ اونچا اور ۵۰۰ سو فٹ کے قریب لمبا پشتہ لگا کر ایک جھیل بنائی جاوے گی۔ جس میں ۷ میل رقبہ کا پانی ہوگا۔ اس میں سے نہر نکالی جاوے گی۔ اور گذر ننگل کے قریب ۱۲۰ فٹ کے تین آبشار نہر میں بنا کر بجلی حاصل کی جاوے گی۔ جس سے بھاکڑہ بند کو روشن کیا جاوے گا۔ گویا روپڑ سے بھاکڑہ تک ریلوے لائن و پختہ سڑک اور نہر ہوگی۔ تینوں کے بنانے کے لئے بہت سا عملہ آ گیا ہے۔ تین انگریز یکھو انجنیئر لگے ہوئے ہیں۔ کوارٹر بن رہے ہیں۔ پشاور سے گدھوں والے پٹھان آ کر مٹی کی کھدائی اور ڈھلائی کر رہے ہیں۔ یہ بند ساری دنیا میں لاثانی بنے گا۔ یہاں سے آنند پور ۱۱ میل ہے۔ اور ہم وہاں ۵ بجے کے قریب پہنچ گئے۔

آنند پور پرانا بے رونق قصبہ ہے۔ بے روزگاری اور زمین ناقص ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ باہر شہروں میں جا کر نوکری و تجارت کرنے لگے۔ کئی بڑی بڑی حویلیاں خالی پڑی ہیں۔ چھوٹا سا بازار ہے۔ جس میں کوئی رونق نہیں معلوم ہوتی۔ یہاں سے نیناں دیوی کا مندر ایک پہاڑ کی چوٹی پر جانب شمال دکھائی دیتا ہے۔ اس پہاڑ کی جڑ یہاں سے ایک یا دو میل ہوگی۔ اس جڑ کے نزدیک ایک جوہڑ ہے۔ جس کو کنول والا ٹوبہ کہتے ہیں۔ جہاں کنول کے پھول ہوتے ہیں۔ دور سے مندر اور پہاڑ کی چڑھائی بڑی دشوار معلوم ہوتی ہے صرف خچریں اور ڈولیاں اوپر جا سکتی ہیں۔ یہ جا کر ۲ا اس سے پرے مغرب کو ہے۔ یہ سب گنا دوھار پر واقعہ

ہیں۔ جو کہ یہاں سے تلواڑہ دریائے بیاس کے کنارے تک چلی گئی ہے۔ جس کی شکل کچھ کچھ ہلال جیسی ہے۔ اور اس کو کوہ شوالک کہتے ہیں۔

یہاں شادی بیاہوں میں کھانے پکانے کا انوکھا رواج ہے۔ تین چار کھانا بنانے والے جن کو رسوئیے کہتے ہیں مقرر کئے جاتے ہیں۔ وہی دال سبزی بناتے ہیں۔ اور وہی پتلے پھلکے جن کو منڈے کہتے ہیں۔ تیار کرتے ہیں۔ مگر توؤں یا لوہوں پر نہیں۔ بلکہ منڈی کھروں پر منڈی کھرسٹی کے گھڑے کے پینڈے ہوتے ہیں۔ ایک لمبی خندق کھود کر اس کے اوپر یہ پینڈے اوندھے رکھ دیتے ہیں۔ نیچے آگ جلا دیتے ہیں۔ اور جب خوب گرم ہو جاتے ہیں تو پتلے پتلے پھلکے ایک آدمی بنا کر پہرے کے منڈکھر پر رکھتا ہے۔ دوسرا جھٹ پٹ اس کو اٹھا کر دوسرے منڈکھر پر۔ تیسرا تیسرے پر۔ چوتھا چوتھے پر رکھ کر اتار لیتا ہے۔ اور ٹوکریوں میں رکھتا جاتا ہے۔ ایک پھلکے کو ایک رسوئیا ایک ہی دفعہ چھوتا ہے۔ یہ منڈے بڑے پتلے اور بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ میں ایک منڈا مشکل سے کھا سکتا ہوں۔ مگر لذیذ ہوتے ہیں۔

شہر آنند پور میں بہت سی دوکانیں بند پڑی ہیں۔ اب نہر و سڑک و ریل بن جاویں گی تو رونق ہو جاوے گی۔ کئی کروڑ کا کام بننے والا ہے۔ لوگ باہر سے آ جاویں گے۔

۱۵ر نومبر کو حضور سچے بادشاہ یہاں کے تین گوردواروں کے درشن کو گئے۔ بعد میں مجھے فرمایا کہ یہ اس واسطے ہے کہ لوگ بند یا نہ کریں۔ اور ہمارے ست سنگیوں سے لڑائی جھگڑا نہ کریں۔

پہلا گوردوارہ سیس گنج ہے۔ جہاں کہ گورو تیغ بہادر صاحب کا سر دہلی سے لا کر سنسکار کیا گیا تھا۔ دوسرا گوردوارہ دہ ستھان ہے۔ جہاں گورو گوبند سنگھ جی نے پانچ پیارے سجائے تھے۔ اس کی عمارت اب بہت خوبصورت بن گئی ہے۔ اور یہاں گورو صاحب کے ۵-۶ ہتھیار رکھے ہیں۔ ایک تو بڑی لمبی چوڑی تلوار ہے۔ جو کہ گورو صاحب کے ہاتھ میں تھی۔ جب انھوں نے اپنے سکھوں سے پانچ سر مانگے تھے۔ دوسرے ایک بڑی لمبی پیچدار برچھی تھی۔ ہم کو بتایا گیا کہ اس برچھی سے ان کے ایک سکھ نے پہاڑی راجا کیسری چند کو بیندھا تھا۔ جب کہ سارے پہاڑی راجے مغلیہ سلطنت کے طرفدار ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ شہر آنند پور دراصل رہائش کے لئے پسند کیا گیا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے ایک طرف کوہ شوالک اور دوسری طرف دریائے ستلج ہے۔ جو کہ کسی وقت گورو صاحب کے قلعہ کے نیچے بہتا تھا۔ اب آدھ میل پر ہے۔ اونہ کی طرف کا راستہ دشوار گذار تھا۔ صرف روپڑ کی طرف سے ہی مغلوں کا خطرہ تھا۔ سو ادھر سے ہی آخر کار فوجوں نے آ کر آنند پور کو لیا۔ تیسرے ایک اور برچھی دکھائی گئی۔ چوتھے ایک بڑی بھاری تلوار دکھائی گئی۔ جو کہ کہا جاتا ہے کہ بہادر شاہ پسر اورنگ زیب نے گورو صاحب کو پیش کی تھی۔ پانچویں ایک چھوٹا سا خنجر تھا۔ جو

گورو صاحب ساتھ رکھتے تھے۔

یہ دو گوردوارے دیکھ کر سچے پادشاہ یہاں سے کار میں سوار ہو کر ۷۔۸ میل کے فاصلے پر روپڑ کی سڑک پر کیرت پور گئے۔ جہاں کہ سکھ لوگ اپنے مُردوں کے پھول دریائے ستلج میں پرواہ کرتے ہیں۔ یہ دریا بالکل قریب ہے۔ یہاں بہت سے گوردوارے ہیں۔ مگر ہم نے صرف ایک ہی دیکھا جس تک پہنچنے کے لئے ۱۰۰۔۱۵۰ پوڑیاں چڑھنی پڑیں اور جو کہ سڑک پر ہی ہے۔ جہاں کہتے ہیں کہ گورو نانک صاحب کا فقیر بڈھن شاہ سے مکالمہ ہوا تھا۔

وہاں سے واپس آکر گورو گوبند سنگھ صاحب کا قلعہ دیکھا جس کی ڈیوڑھی اب نئی بن رہی ہے اور خوبصورت ہے۔ اس میں داخل ہو کر پہلے بہت سی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ کیونکہ آگے جاکر دائیں ہاتھ کو باولی آجاتی ہے۔ جو کہ بڑی گہری معلوم پڑتی ہیں۔ کیونکہ یہ جگہ سطح دریا سے بہت اونچی ہے اور پانی لینے کے لئے سطح دریا جتنی گہری کھودائی کرنی پڑی۔ دوسری طرف سے اس میں ایک دروازہ نیچے جاکر پانی کے قریب ہے۔ جس میں سے پوڑیاں اوپر کو جاتی ہیں۔ اُن پوڑیوں کے متوازی عام راستہ کی پوڑیاں جاتی ہیں۔ اور باولی کی پوڑیوں کے دونوں طرف کمرے رہائشی ہیں اور سارا راستہ چھتا ہوا ہے۔ مگر سب راستہ کی پوڑیاں چھتی ہوئی نہیں ہیں۔ آخر میں چھتہ ہوا چھوٹا سا میدان آتا ہے۔ اُس میں چند پوڑیاں چڑھ کر دہ کمرہ آتا ہے جس میں گورو صاحب کونسل کیا کرتے تھے۔ اُس وقت یہ ایک وسیع قلعہ ہوگا۔ اب تو ارد گرد کی دیوار گر گئی اور دریا جو کہ اُس وقت قلعہ کے ساتھ ساتھ بہتا تھا۔ اب پرے چلا گیا ہے۔ یہ قلعہ کافی اُونچا ہے۔ جہاں سے کھڑے ہو کر ارد گرد کا میدان دُور تک دکھائی دیتا ہے۔ اِس قلعہ میں گورو صاحب اور اُن کے اہلکار بھی رہائش رکھتے تھے۔ چنانچہ پنڈت لال چند کے بزرگ کرپال برہمن گورو صاحب کا خزانچی بھی وہیں رہائش رکھتا تھا۔ اب تک گورو صاحب کا عطا کردہ پٹہ پیتل کا اس خاندان میں موجود ہے۔

۱۶ر نومبر شام کے ۲ بجے سے ۴ بجے تک گورو گرنتھ صاحب میں سے ست سنگ ہوا۔

۱۵۔۲۰ ہزار مرد و عورت جمع تھے۔ ٹِکا صاحب کی کوٹھی کے گھاس والے میدان میں ست سنگ ہوا۔ جو یہاں سے پاس ہی ہے۔ ۱۶ر نومبر کو سنکرانت کا ست سنگ فرما کر حضور ۱۲ بجے سے پہلے پہلے آنند پور سے روانہ ہو پڑے۔ اور راستہ میں بڑا پنڈ متصل بھرت گڑھ تحصیل روپڑ ٹھہرے۔ یہ گاؤں سڑک کے عین کنارے پر ہے۔ بھرت گڑھ وہاں سے ایک میل پر ہوگا۔ وہاں شام کا ست سنگ ہوا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے پھر ست سنگ ہوا۔ مگر حاضری زیادہ نہ تھی۔ وہاں سے چل کر راستے میں احمد پور میں بھی ایک شبد پڑھا گیا۔ راستے میں ایک ندی آئی جس کو سرسا کہتے ہیں۔ جو کہ برسات کے موسم میں بہت

خطرناک ہو جاتی ہے۔ اِس کا پاٹ بہت چوڑا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کسی وقت یہ ندی سرسے جاتی تھی کسی راجہ نے سرسے کے راجہ سے عداوت کی وجہ سے اِس ندی کو سُنا ہے کہ اُدھر جانے سے روک کر دُوسری طرف کر دیا۔ تو سرسے کا علاقہ بنجر ہو کر برباد ہو گیا۔ اب پھر بھاکڑہ بند سے نہر اُس طرف جانے لگی ہے۔

روپڑ میں ریلوے سٹیشن کے پاس ایک بڑے موٹے باواجی نے بڑے پریم سے حضورؒ کو رادھا سوامی بُلائی۔ اور حضورؒ کو کار سے اُتار کر اپنے آسن پر لے گئے۔ اور بڑی نمرتا سے پیش آئے۔ یہ بھی مہاتما لوگوں کے ہیں۔ وہ کسی سے مذہبی لڑائی یا بحث نہیں کرتے۔ سب سے پریم کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ باواجی نے کہا کہ ہمارے یہاں کبھی رادھا سوامی کا ست سنگ ہوا کرے۔ حالانکہ وہ ست سنگی نہیں ہیں۔ اور دوسرے دن صبح کے ۹ بجے ست سنگ میں حاضر ہوئے۔ اور پریم سے بچن سُنے۔

روپڑ پہنچنے سے پہلے سرہند نہر پر سے گزرے۔ پھر بازار میں سے ہو کر منڈی کے پاس سے نکل کر جین جنج گھر میں بسرام کیا۔ یہ مکان دو منزلہ ہے۔ اگرچہ اُوپر کی منزل میں صرف ایک بڑا سا چوبارہ ہی ہے۔ مگر نیچے عمدہ کمرے ہیں۔ اور غسل خانے ہیں۔ براتوں کو یہاں بڑا آرام ملتا ہوگا۔ جینی لوگوں کی بڑائی ہے۔ یہ لوگ دھن وان بھی ہیں اور دانی بھی۔ یہ جنج گھر بڑا صاف سُتھرا ہے۔ مگر ست سنگ منڈی سے پرے میونسپل کمیٹی کے میدان میں جس کی ایک طرف منڈی کا عقب ہے ہوا۔ ہزاروں لوگ سننے کو آئے۔ بیبیاں بھی بھاری تعداد میں موجود تھیں۔ لوگوں نے بڑے شوق سے ست سنگ سُنا۔ ہندو مسلمان۔ سکھ۔ عیسائی سبھی مذہبوں کے لوگ تھے۔
"جگ جیون ساچا ایکو داتا ؛ گور سیوا تے شبد پچھاتا"۔ شبد گورو گرنتھ صاحب میں سے لے کر حضورؒ نے بڑے زور سے بچن کئے۔ اور مولوی روم و شمس تبریز و تلسی داس جیسے مہاتماؤں میں سے حوالے پیش کرکے گورو گرنتھ صاحب کے سُرت شبد کے مارگ کو ثابت کیا۔ کہ اس کے سوائے دُنیا میں کوئی بھی طریقہ نجات کا نہیں۔

دوسرے دن صبح پھر ست سنگ ہوا "دل کا حُجرہ صاف کر جاناں کے آنے کے لئے"۔ گھٹ رامائن میں سے پڑھا گیا۔ اور سوامی جی کی بانی سے "دھن دھن دھن دھن پیارے کیا کہوں مہماں شبد کی"۔ اور گُورو گرنتھ صاحب میں سے پانچویں محلے کا شبد "پاٹھ پڑھیو اور دید بچاریو ؛ نول بھوانگم سادھے"۔ لے کر بتایا کہ تیرتھ۔ مُورت۔ دان۔ برت۔ پُوجا۔ اور کتابوں کے پڑھنے سے مکتی نہیں ملے گی۔ مکتی تو اندر شبد کی کمائی سے ملے گی۔ روپڑ اور آنند پور میں لوگ نام لینا چاہتے تھے۔ مگر حضورؒ کو خارش کی سخت تکلیف تھی۔ اس واسطے کسی کو نام نہ مل سکا۔ روپڑ میں شام کو وہاں کے دلیسی پادری حضورؒ سے بحث مباحثہ کرتے رہے۔ ست سنگ کے بعد ۱۰ نومبر کو صبح کے ۱۲ بجے روپڑ سے براستہ سرہند کنال چل کر سیدھے لدھیانہ آ گئے۔ وہاں ست سنگت کو ۵-۶ منٹ درشن دے کر ڈیرے کار میں تشریف لے گئے۔

صاحبزادہ سردار ہربنس سنگھ جی اس سارے دورے میں حضور کے ہمرکاب رہے۔

حضور نے فرمایا کہ جب کوئی ابھیاسی برہم میں پہنچ جاتا ہے تو اُس کو تنکے تنکے ۔ پتّے پتّے میں گورو دکھائی دیتا ہے۔ کل ست سنگ میں کسی نے سوال کیا کہ ایک ست سنگی کو صرف سمرن ملا تھا۔ دھن نہیں ملی تھی۔ کہ مر گیا۔ اُس کا کیا ہوگا۔ (جواب) اگر اُس نے سمرن کر کے تارا منڈل سورج۔ چاند عبور کر لئے ہیں۔ تو ست گورو اُس کو سوکشم دلیش میں نام دے کر سہنس دل کنول میں ٹھہرا کر بھگتی کرا لیتے ہیں۔ ستگورو کا اختیار ہے کہ بغیر شبد کے بھی لے جاوے۔

۲۶، ۲۷ نومبر کو لاہور ایک شادی پر تشریف لے گئے۔

ریاست کپور تھلہ سے ایک ست سنگی کے خط کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے:۔

"صحیح واقعہ لکھدا ہاں سچے پادشاہ۔ ایک اندھیری رات وچ روشنی آئی۔ جس کی میری اکھاں اگے کوئی مثال نہیں۔ جس کی وضع (وجہ) سے مینوں اُس وقت اندھیرے دیاں تمام چیزاں۔ دیواروں کے پار کی چیزیں اچھی طرح نظر آئیاں۔ حضور ایک دفعہ میں ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ جتھے بھگویاں کپڑیاں والے سادھو مر کے جاندے نے میں بھی وہاں چلے گیا۔ دو شخصاں نے مینوں بھی ایک جیل خانے بیچ بھیج دتا۔ جتھے اگے بے گنت بھوک کے مارے ہوئے سادھ قید میں۔ جیہڑے دُنیا وچ بھیکھ بنا کے پیٹ پالدے ہن۔ اُن کی ایسی حالت میتھوں دیکھی نہیں گئی۔ کوئی غیب سے آواز آئی "آ۔ تیرے پاس جو نام ہے۔ اِس وقت توں برت سکدا ہیں۔" جب میں نے حضور آپ کے نام کا سمرن کیا تب کسی طاقت نے مجھے اڑا لیا۔ اڑتا اڑتا میں اُونچی دیواروں سے پار چلا گیا جس کی اُونچائی آسمان تک تھی۔

باب اٹھائیسواں

حالات دورہ سکندرپور و قیام ڈیرہ

۲۸ نومبر کو صبح کے ۵ بجے ڈیرے سے چل کر موگے آئے۔ وہاں ڈیرے کا ٹرک شامیانے خیمے لیکر کھیڑی رسولپور واسطے برات شادی لے جا رہا تھا۔ ٹرک کے ساتھ ساتھ آئے اور کوٹ کپورے میں پھر آگے نکل گئے۔ مُکتسر سے پرے جا کر نہر پر کھانا کھایا اور ٹرک کا اِنتظار کیا۔ پھر وہاں سے اُس کو ساتھ ساتھ لے کر ملوٹ آئے۔ ملوٹ میں پیٹرول بھرا۔ پھر وہاں کی سنگت کو مل کر سرسے آ گئے۔ سرسے سے سکندرپور بلز میں ٹرک کا کچھ سامان اُتروا دیا۔

دوسرے دن کھیڑی رسولپور شادی کا اِنتظام کرنے کے واسطے چلے گئے۔ اور ۲ خیمے و دس بارہ چھولداریاں برات کے قیام کے لئے لگا دی گئیں۔ دُوسرے دن سکندرپور آ گئے۔ پھر سکندرپور میں آنے والی برات کے لئے شام کی چائے کا اِنتظام کیا گیا۔ برات ۶ بجے شام کے قریب جالندھر شہر سے دو لاریوں اور چار کاروں پر آئی۔ چائے میں کئی مٹھائیاں، نمکین اور ریکوڑے پھل دیئے گئے۔ اور چائے کے بعد حضُور اپنی کار میں سوار ہو کر راستہ دکھاتے ہوئے برات کو کھیڑی لے گئے۔ رات کے ۸ بج چکے تھے۔ وہاں باجے سے برات کا استقبال کیا گیا۔ اُس کے بعد رات کے ۱۰ بجے کھانا دیا گیا۔

دُوسرے دن صبح کے ۷ بجے تین راگی سِنگھوں نے آسا کی وار لگائی۔ اور آٹھ بجے آنند کاریہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ دُلہا دُلہن کو گُورو گرنتھ صاحب کے سامنے بٹھایا گیا۔ پھر چار لاداں گُورو گرنتھ صاحب میں سے پڑھی گئیں۔ پھر آنند گُورو امرداس جی کا پڑھا گیا۔ پھر راگی سنگھوں نے آنند سُنو وڈبھاگیو سکل منورتھ پُورے داس گایا پھر "بیاہ ہوا میرے بابلا" گایا۔ اس کے بعد سردار کرپال سنگھ نے تقریر کی۔ پھر درباری سردار درشن سنگھ و سٹر رند پھیرنے کو بیتا پڑھیں۔ اور اُس کے اردا سا سودھا گیا۔ لڑکے لڑکی کے گلوں میں حضُور نے ہار پہنائے۔ بس آنند کی رسم ختم ہوئی۔ بعض جگہ گُورو گرنتھ صاحب کے گرد پھیرے دیئے جاتے ہیں۔ مگر حضُور ایسا نہیں کرنے دیتے۔ اصل میں اہلِ ہنود میں زمانہ سلف میں دُلہا دلہن رشی مُنیوں کے ہاں حاضر ہوتے۔ اور رشی مُنی پھر لڑکی کا ہاتھ لڑکے کے ہاتھ میں دے دیتے۔ یا کُل گُورو ایسا کرتا۔ یا

باپ لڑکی کا ہاتھ لڑکے کے ہاتھ میں دے دیتا۔ بس یہی بیاہ تھا۔ اب بجائے رشی منیوں کے یا گورو کے اگنی دیوتا کو ساکشی رکھ لیا جاتا ہے۔ بیاہ کی ضروری جزد تو پانی گرہن ہے۔ یعنی لڑکی کا ہاتھ لڑکے کو پکڑا دینا۔ یا کوئی رشی لڑکے لڑکی کو بلا کر کہے کہ جاؤ آئندہ تم پتی پتنی ہو کر رہو۔

بڑے بھائی صاحب کے ہاں بہت سے رشتہ دار دوست و ست سنگی اس تقریب پر جمع تھے جن کی تعداد برات سے کئی گنا تھی۔ مگر بھائی صاحب نے جیسی خاطر مدارات وکھانا وچائے وغیرہ برات والوں کو دیا۔ ویسے ہی اپنے بنج کے مہمانوں کو دیا کسی چیز کی کمی نہ رکھی۔ مٹھائی۔ پھل۔ دودھ۔ دہی۔ چائے۔ جب کسی نے مانگی دی گئی۔ ۴ ر دسمبر کو آنند ہوا اور ۵ ر دسمبر کو صبح کے دس بجے چائے پلا کر رخصت کیا گیا۔ اور کھانا ساتھ باندھ دیا گیا۔ حضور اس روز سکندر پور تشریف لے آئے۔ مگر پتہ لگا کہ حضور کو سخت تکلیف ہے۔ یعنی پیشاب میں خون لیں ایلبیومن آرہا ہے۔ ہم سب بہت گھبرا گئے۔ ڈاکٹر صاحب سرسہ کو پیشاب واسطے معائنہ بھیجا گیا۔ اور حضور کو ڈاکٹر صاحب نے تاکید کی کہ بالکل نہ ہلیں جلیں مکمل آرام کریں۔ جب ۵ ر دسمبر کی شام کو سر سے پیشاب دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بالکل خون ہی خون ہوگا۔ مگر آج اس آرام کرنے کی وجہ سے ۷ ر دسمبر کی صبح کو پیشاب میں نامعلوم سی سرخی رہ گئی ہے۔ جس سے ہم سب لوگ بہت مطمئن ہیں۔

۷ ر دسمبر کی دوپہر کو حضور کوٹھے کی چھت پر براجمان تھے۔ ہم دو تین آدمی دری پر ان کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ تو حضور نے فرمایا کہ کئی ست سنگی جو چولہ چھوڑ گئے ہیں۔ ابھی تک اندھیرے میں ہی بیٹھے ہیں ماس۔ شراب۔ انڈوں سے ضرور پرہیز کرنا چاہیئے۔ ورنہ پھر جنم لینا پڑے گا۔ سردار صاحب بھگت سنگھ جی اب بہت اچھی جگہ ہیں۔ اب وہ واپس نہیں آنا چاہتے۔ رائے صاحب لالہ ہر نرائن و ڈاکٹر چندر بنسی بھی ترکٹی میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بھجن خواہ کم ہو مگر پریم پیار اور بھروسہ پختہ ہونا چاہیئے۔

ایک دن رات کو برات کے آنے سے پہلے بڑے بھائی صاحب نے عرض کی کہ حضور سب جگہ بارش ہو گئی ہے۔ اور بارش سے فصلوں کو بڑا فائدہ پہونچے گا۔ مگر میں نے شادی کی وجہ سے یہ عرض کیا تھا کہ میرے ہاں اس شادی کے دنوں میں بارش نہ پڑے۔ مگر تاہم اس موسم میں مینھ کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ حضور نے فرمایا۔ بیاہ کے بعد پھر مانگ لینا۔

۹ ر دسمبر حضور کو آرام ہو رہا ہے۔ صبح پیشاب بالکل صاف تھا۔ مگر شام کو بدہضمی کی وجہ سے ذرا سا گندلا معلوم ہوا۔ آج شام کو بھائی شادی نے بتایا کہ ابھیاسی کو برا یا کھانا یا کپڑا پہننا جہاں تک ہو سکے نہ چاہیئے چنانچہ اب کے دیوالی میں امرتسر میں لالہ چیلہ رام سنت رام کے باغ میں دیوالی کے موقعہ پر حسب معمول بہت سے

سے سادھو جمع تھے اور حسب معمول اُن کی بھگت اِستریاں و مردوں کا بھی ہجوم تھا بعض سادھو تو ہاتھوں میں چپّو لیئے اُن سے دودھ مانگتے بعض مٹھائیاں لیتے۔ ایک بڑے موٹے چوڑے مہاتما پلنگ پر براجمان تھے ایک بی بی نے اُن کو مٹھائی دی۔ جو انھوں نے قبول کر لی۔ اُن کے نزدیک ہی ایک غریب سادھو اکیلا بیٹھا تھا۔ اُس بی بی نے اُس کو بھی کچھ مٹھائی دینی چاہی۔ سادھو بولا۔ ماتا میں تو دُبلا پتلا ہوں یہ بھی اُس موٹے مہاتما کو دے دو۔ اُس کے پیٹ میں بہت سے لڑکے ہیں۔ وہی دے سکتا ہے بعض سادھو مہاتما محض دیوالی کی رونق دیکھنے آتے ہیں وہ اپنے پاس سے اپنا بھوجن بناتے ہیں کسی سے کچھ آشنا نہیں رکھتے۔

ایسے ہی ایک مسلمان فقیر بھائی شادی کے گاؤں میں تھا۔ اُس کی چادر و قمیض بالکل پھٹے ہوئے تھے۔ ایک خوجہ اُس کو تیس روپے کا دوشالہ دے رہا۔ مگر اُس نے اِنکار کر دیا۔ بھائی شادی کو کہنے لگا تم اپنا پھٹا ہوا کمبل دے دو۔ جب اکیلے لے جا کر اُس کو پوچھا تو کہنے لگا کہ خوجے کے آج لڑکا ہوا ہے۔ اُس کے لڑکے نہیں بچتے۔ یہ اُس کو بچانے کی خاطر مجھ کو دوشالا دیتا تھا۔ میں کیوں یہ بوجھ اٹھاؤں" یہ مشہور ہے۔ "جیسا کھائیں اَنّ ؛ ویسا ہووے من۔"

اِس کی مثال یوں ہے کہ ایک رنڈی نے کئی ہزار روپیہ خرچ کر کے مسجد بنوائی۔ مگر لوگوں نے وہاں جا کر نماز پڑھنی منظور نہ کی کہ اُس کا پیسہ حرام کی کمائی کا ہے۔ اِس پر اُس رنڈی نے ایک مولوی کو ۲ ہزار روپیہ دینا کیا کہ اس مسجد کو منظور کرا دو۔ چنانچہ مولوی صاحب ایک ماہ یا دو ماہ غائب رہ کر فتویٰ لائے کہ اس مسجد میں نماز پڑھنی جائز ہے اور لوگ نماز پڑھنے لگے۔ اور دو ہزار روپیہ مولوی نے اینٹھ لیا۔ مگر مولوی صاحب کے کیول ایک لڑکی ہی تھی۔ وہ روپیہ اپنی لڑکی کو بطور جہیز دے دیا۔ جب وہ اور اُس کا خاوند وہ روپیہ اپنے استعمال میں لانے لگے تو اُس لڑکی کے خیالات ایسے خراب ہوئے کہ وہ خاوند کو چھوڑ کر پیشہ کرنے لگی۔

اسی طرح کہتے ہیں۔ کہ ایک سادھو اپنے گورو کی وفات پر گدی پر بیٹھا۔ اور اُس کو کچھ روپیہ گدی نشینی کے موقعہ پر چڑھاوے کا آیا۔ مگر اُس نے اِصرار کیا کہ یہ روپیہ یتیم خانے میں دے دیا جاوے۔ لوگوں نے سمجھا کہ باوا گورو کی موت سے بے دِل ہو گیا ہے۔ کہنے لگے باوا جی اور روپیہ لے لو۔ مگر باوا جی نے نہ مانا۔ اور وہ روپیہ یتیم خانہ میں دے دیا۔ وہ مُفلس ہو گیا اور اُس کو بخار آنے لگا۔ کوئی روٹی پکانے والا نہ رہا۔ شہر میں مانگنے گیا تو ایک بھٹیاری دانے بھون رہی تھی۔ بھوک کی شدت میں اُس سے سوال کیا۔ اُس نے مُٹھی دانوں کی دے دی۔ جو اُس نے چبائی مگر راستہ میں جاتا جاتا ایک لڑکے کو مار کر اُس کا زیور لے گیا۔ یہ کیوں؟ بھٹیاری نے بتایا کہ یہ دانے ایک قصائی کے گھر کے تھے۔ جو کہ اُس کو عوضانہ میں آئے تھے۔

نتیجہ یہ کہ سادھوؤں کو اور گرہستیوں کو جو اپنا اور اپنے بال بچوں کا سکھ چاہتے ہیں۔ اپنی حق حلال کی کمائی پر اپنا اور بال بچوں کا گذارہ کرنا چاہیئے۔

مَیں نے حکیم پیتھاگورس (PYTHAGORAS) کی مختصر سی سوانح عمری پڑھی ہے اور مجھے حیرانی ہوئی۔ کہ حضرت مسیح سے ۵ سو سال پیشتر ایسا مہاتما گذرا جو کہ تناسخ کا قائل تھا۔ گوشت اور شراب سے قطعی پرہیز کرتا تھا۔ اور اپنے سیوکوں کو ابھیاس بتاتا تھا۔ افلاطون اور ارسطو نے اُس کی تعلیم سے بہت کچھ اخذ کیا۔ اُس نے ملک مصر میں رہ کر روحانیت کی تعلیم حاصل کی۔ اُس کی شہرت بڑی دُور دُور تک پھیل گئی۔ اُس نے جنوبی اٹلی کے شہر کروٹونا میں ست سنگ قائم کیا۔ جہاں اُس کے بہت سارے شاگرد بن گئے۔ وہاں کے لوگوں کو سمجھایا کہ اپنی بیویوں پر صابر رہو۔ اور رنڈیوں کو چھوڑ دو۔ عورتوں اور مردوں کو یکساں تعلیم دی وہ ہر ایک کو بیعت نہیں کرتا تھا۔ بلکہ بہت سارے لوگوں کو انکار کر دیتا۔ پہلے جو جگیاسُو آتا اُس کو اپنا کچھ مال و دولت ست سنگ کو دینا پڑتا۔ وہاں ۵ سال اُس کو اُمیدواروں میں رکھ کر خاموش رہنا اور ابھیاس کرنا سکھایا جاتا۔ اگر ۵ سال کے بعد وہ ناقابل ثابت ہوتا۔ تو اُس کو دُگنی دولت دے کر نکال دیا جاتا۔ وہ اپنے سیوکوں کی رہنی پر زور دیتا۔ وہ کہتا کہ تناسخ سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ عقل کے کہنے پر چل کر پوتّر اور بیانئے کاری زندگی بسر کریں۔ خُدا ایک ہے۔ اپنے شاگردوں کو سبزیات، شہد اور روٹی ہی کھانے کو دیتا۔ اُس نے خود تو کوئی کتاب نہیں لکھی کیونکہ اُس کی تعلیم زبانی تھی۔ اور اُس کا سخت حکم تھا۔ کہ میری خاص تعلیم کو میرے سیوک کسی کو نہ بتائیں۔ اُس کے بعد اُس کے سیوکوں نے اُس کی بیرونی تعلیم کے متعلق ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "سنہری نظم" (GOLDEN VERSE)

اُس کی ظاہری تعلیم کا لب ولباب یہ ہے کہ خُدا کو پُوجو اور مہاتما لوگوں کو پُوجو۔ اُس کے بعد ماں باپ اور رشتہ داروں کی خاطر کرو۔ نیک آدمیوں کو دوست بناؤ۔ اور اگر کوئی دوست غلطی بھی کر جاوے تو بھی خیال نہ کرو۔ اول بسیار خوری۔ دوم تند یا پھر کام کرودھ کو بس کرو۔ تنہائی میں یا کسی کے ساتھ کمینہ کام نہ کرو۔ یعنی ہر ہم چریہ رکھو۔ کسی کام میں بھی بے پرواہی نہ کرو۔ اپنی قسمت پر شاکر رہو۔ کیونکہ خُدا اپنی دُنیاوی نعمتیں ہمیشہ اپنے نیک بندوں کو ہی نہیں بخشتا۔ جسمانی صحت کی طرف سے غافل نہ ہو۔ اکل و شرب و ورزش میں میانہ روی اختیار کرو۔ رات کو سونے سے پہلے سوچو کہ کوئی ایسا کام تو نہیں کیا گیا۔ جو کہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ یا کوئی ایسا کام جو کرنا چاہیئے تھا کرنے سے تو رہ نہیں گیا۔ اور کسی کام کو کرنے سے پہلے خُدا سے التجا کرو کہ تم کو کامیابی دیوے۔ کیونکہ کامیابی اُس کے ہاتھ ہے۔ پھر جب تم اپنے جسم کو چھوڑ کر آکاش میں جاؤ گے تو امر بن جاؤ گے۔

۱۲ ر دسمبر ویر وار کو صبح کے ۱/۲ ۷ بجے شانتی آشرم سکندرپور سے روانہ ہو کر پہلے سرسے ست سنگ میں درشن دیئے۔ پھر ڈاکٹر ترلوکی ناتھ کے نوزائیدہ بچے کو دیکھنے گئے۔ وہاں سے سیدھے چلے تو ملوٹ میں آ کر ٹھہرے۔ برخوردار بلبیر سنگھ حضور کا پوتا ہمراہ تھا۔ کیونکہ اب اُس کو ڈیرے میں رکھ کر تعلیم دی جاوے گی۔ ملوٹ میں سنگت کو درشن دے کر اور آئل ایکس پیلر (OIL EXPELLER) کو جو وہاں کسی نے لگا رکھا ہے، معائنہ کر کے مکتسر آئے۔ وہاں ست سنگت کو مل کر کوٹ کپورے میں آئے۔ راستے میں بھگرائیں و باڑیا نوالی کی سنگت سے ملے۔ وہاں سے موگے ہو کر لدھیانہ آ گئے۔ لدھیانہ سے چل کر پھلور ٹھہر کر مولی متصل پھگواڑے میں کھانا کھایا۔ اور پھر پھگواڑے میں رامداسی لوگوں کے ست سنگ گھر کا جو کہ اُن کے محلے میں زیر تعمیر ہے۔ ملاحظہ کیا۔ پھر جالندھر شہر میں ۵ منٹ دے کر کپور تھلے آئے۔ وہاں سردار مدن گوپال سنگھ سپرنٹنڈنٹ پولیس و پروفیسر جگموہن لال کے دولت خانے میں سنگت کو مل کر اندھیرا ہوتے ہوتے ڈیرے پہنچ گئے۔ گویا صبح کے ۱/۲ ۷ بجے سے شام کے ۶ بجے تک سفر میں رہے۔ حالانکہ حضور کو پیشاب میں خون ملا ہوا آتا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ گردے کام ٹھیک نہیں کر رہے تاہم حضور اپنی صحت کی پروا نہیں کرتے۔ نہ جینے کی آشا رکھتے ہیں نہ مرنے کا غم۔ جیسے کہ وہ اپنے سیوکوں کو بھی ہدایت کرتے ہیں اور جیسے کہ شمس تبریز نے اپنے دیوان میں لکھا ہے۔ ؎

آخر چہ باشد گر شبے از جاں برآری یار بے ؛ بیروں جہی از گور تن اندر روی در ساختے
از پا کشائی ریسماں تا بر پری بر آسماں ؛ چوں آسماں ایمن شوی از ہر شکست و آفتے

حضور کو کسی بیماری کا غم ہی نہیں۔ اور کوئی ہوتا تو ایسی سخت بیماری سے غم میں گھل جاتا۔

قیام ڈیرہ۔ ۲۱ ر دسمبر ۱۹۴۶ء کو صبح کے ۱/۲ ۹ بجے کے بعد یہاں سے چل کر سیدھے سول ہسپتال امرتسر جا پہنچے۔ وہاں ڈاکٹر کھنہ صاحب کی معرفت خاں صاحب ڈاکٹر امیر الدین نے حضور کا طبی معائنہ کیا۔ اور اس کے بعد گردہ و مثانہ وغیرہ کی ایکس رے کے لئے انیما کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے آج پہلی دفعہ انیما کروایا ہے اس کے بعد انجکشن دیا گیا۔ کہ پیٹ کی ہوا خارج ہو جاوے۔ سردی سخت تھی۔ اس کے بعد ہسپتال کے سامنے ایکس رے کے چار فوٹو لئے گئے۔ معلوم ہوا کہ گردہ اور مثانہ وغیرہ میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ ۲۴ گھنٹے کا پیشاب اکٹھا کر کے اُس کی مقدار دیکھی جاوے۔ اور اُس کا کیمیائی معائنہ کیا جاوے۔ چنانچہ ۲۲ ر دسمبر کو سارا دن امرتسر رہے۔ مگر نیچے نہیں اُترے۔ اُوپر سے ہی سب سنگت کو درشن دیتے رہے اور کسی کو زیادہ گفتگو کی اجازت نہ دی گئی۔ ۲۳ ر دسمبر کو یہ معائنہ ہی ختم ہوا۔ کوئی نقص نہ پایا گیا۔ مگر ڈاکٹر کھنہ و خاں صاحب دونوں ست سنگ گھر امرتسر میں ایک بجے تشریف لائے

اور احتیاطاً دوائیاں تجویز کر دیں۔ اور کھانے پینے کی بابت بھی ہدایات دے دیں۔ اِس سفر میں ڈاکٹر PADAKI سکنہ ریاست میسور جو الیسرٹ انڈین ریلوے میں الہ آباد میں RADIOLOGIST ہیں۔ وہ بھی ہمارے ہمراہ رہے۔ وہ نام لینے کے لئے حضور کی خدمت میں آئے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر نیچے اُتر کر سنگت کو درشن دے کر سب ۴ بجے ڈیرے آپہنچے۔ سردی سخت تھی۔ زور کی ہوا چل رہی تھی۔ اِس واسطے حضور ۲-۳ منٹ سنگت کو درشن دے کر اپنے بالاخانے میں تشریف لے گئے۔

۲۴ر ۲۵ر دسمبر کو حضور کی صحت ٹھیک رہی اور ۲۵ر دسمبر کی شام کے ست سنگ میں چونکہ ایک مسلمان پیر صاحب بلوچستان سے تشریف لائے تھے۔ سار بچن نظم میں سے دو غزلیں فارسی کی پڑھی گئیں۔ اور خوب ست سنگ ہوا۔ ۲۶ر دسمبر کی صبح کو مہاتما فقیر چند نے جو کہ مہرشی شیو برت لال جی کی گدی پر متمکن ہیں ست سنگ کیا جو کہ عام فہم اور سادہ تھا۔ اُنھوں نے سار بچن نظم میں سے "گورو کہیں کھول کر بھائی ؛ لگ شبد انا حد جائی"۔ پڑھوایا۔ مگر شبد کی کڑیوں کے ارتھ نہیں کئے۔ بلکہ گورو بھگتی اور پریم پر زور دیا۔ اور ست سنگیوں کو فرمایا کہ دل کا کپٹ چھوڑ کر ست سنگ سُنا کریں۔ کپٹ سے اُن کا مطلب ہے کہ سب مذہبی تعصبات توہمات وغیرہ سے دل کو صاف کر کے ست سنگ کے بچنوں کو سُنا جاوے۔ "سُن سُن کر پھر من میں گنے ؛ گن گن کا رَس لئے اُن سارا"۔ اگر ایسا نہیں کرے گا۔ تو دھوتی جھاڑ کر چلے جانے والا معاملہ ہوگا۔

دوپہر کو پتہ لگا کہ حضور کو پیشاب میں کچھ کسر پھر ہوگئی۔ اِس واسطے سب سنگت نے عرض کی۔ کہ حضور ۲۶ر دسمبر کے شام کے ست سنگ پر تشریف نہ لے جاویں۔ چنانچہ یہ ست سنگ سردار گوربخش سنگھ دہلی دہلی والے نے کیا۔ اور خوب کیا۔ سار بچن نظم میں سے "یہ تن دُرلبھ تم نے پایا۔" لیا گیا۔ حضور پہلے تو ست سنگ میں جانے پر بضد تھے کہ لوگ دُور دُور سے آئے ہیں، میں ضرور جاؤں گا۔ مگر آخر کار مان گئے۔ ڈاکٹروں نے اُن کے پاس لوگوں کا آنا جانا بند کر دیا ہے۔

آج ۲۷ر دسمبر کے ٹریبیون لاہور میں مہاتما گاندھی کا ٹائم ٹیبل پڑھا۔ اُن کی عمر ۷۷ سال بیان کی جاتی ہے۔ وہ صبح چار بجے تڑکے اُٹھ کر چھوٹی سی پرارتھنا کے بعد پاؤ بھر گرم پانی میں نیم چھٹانک شہد حل کر کے پیتے ہیں اور کام شروع کر دیتے ہیں۔ ۶ بجے صبح کے وہ پاؤ بھر رس سنترے یا موسمی کا پیتے ہیں۔ پھر ½۷ بجے باہر سیر کو جاتے ہیں۔ ۹ بجے صبح واپس آکر ۲ گھنٹے مالش کرواتے ہیں۔ مالش کے بعد گرم پانی سے اشنان کرتے ہیں۔ ۱۱ بجے کھانا کھاتے ہیں جس میں پاؤ بھر دودھ بکری کا۔ اُبلی ہوئی سبزیات اور تین توے کاغذ جیسی پتلی چپاتیاں ہوتی ہیں۔ اور چند ٹکڑے مولی کے اور پھل کے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بجائے چپاتیوں کے چاول و سبزیات اُبال کر ملا کر کھاتے ہیں۔ اس کے بعد نصف گھنٹہ سو جاتے ہیں اور شام کو ½۱ پاؤ کے قریب ناریل کا پانی

اور نرم نرم گودا ناریل کا کھاتے ہیں۔ اِس کے بعد پیٹ پر MUD PACK باندھتے ہیں۔ نصف گھنٹہ کے لئے بطور قدرتی علاج کے۔ پھر چرخہ کاتتے ہیں۔ شام کے ۵ بجے تھوڑی سی پرارتھنا کرکے باہر گھومنے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر آکر کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا دوسرا کھانا شام کا دوپہر کے کھانے کی مانند ہوتا ہے۔ مگر یہ پتہ نہیں۔ کہ وہ سوتے کب ہیں۔

۲۸ر اور ۲۹ر دسمبر کو ست سنگ حضور نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمائے۔ ۲۸ر کی صبح کو ست سنگ "پاٹھ پڑھیو اور وید وچار یو۔ نول بھوانگم سادھ ہے" گورو گرنتھ صاحب میں سے اور فارسی کی کتاب میں سے خود غزل شمس تبریز پڑھ کر سنائی "آمد ندائے بےچوں نہ از دروں نہ بیروں ؛ نہ از چپ و نہ از راست نہ از برابر آمد۔" اور تشریح کی۔ ۲۸ر کی دوپہر کو خوب بارش رہی۔ باد و باراں کی وجہ سے سردی زوروں پر رہی۔ صرف پانچ بجے شام کے قریب بارش تھمی تو لوگوں نے اکٹھے ہو کر حضور کے درشن کھڑکی میں سے کئے۔ ۲۹ر دسمبر کو صبح کو سیوا لی گئی۔ اس کے بعد ایک بجے کے ذرا بعد ست سنگ شروع ہوا۔ خلقت بہت کافی تھی۔

۳۰ر دسمبر کو ۱۲ بجے نام دینے شروع کئے باہر کے ست سنگ ہال میں۔ اِس کے بعد سیوا لی۔ اندھیرا ہو گیا۔ سارا دن نام میں لگے رہے۔ بلوچستان سے ایک مسلمان پیر صاحب نے ۲۹ر دسمبر کے بھنڈارے کے ست سنگ کے اختتام پر بڑی لمبی تقریر کی جس میں حضور مہاراج کی بڑی مہماں کی۔ ست سنگ شروع ہونے سے پہلے مسٹر بھوپچال نے مذاحیہ نظم پڑھی۔ حضور نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ میں تو گنہگار بندہ ہوں۔ ابھی سکھ بھی نہیں بنا۔ اور ست سنگت کی جوتیاں جھاڑنے کو فخر سمجھتا ہوں۔

سیوا میں ایک شخص نے شکایت کی کہ اُس کی بیوی نے اُس کی ماں سے لڑ کر کنوئیں میں چھلانگ لگادی اور مر گئی۔ اگرچہ اُس کو نام مِلا ہوا تھا۔ حضور نے جواب دیا کہ آتم گھاتی کو مرنے کے بعد اُلٹا لٹکایا جاتا ہے۔

جب حضور سیوا سمتی میں پرشاد تقسیم کرنے کے لئے اُن کے نئے تعمیر شدہ احاطہ میں تشریف لے گئے۔ تو وہاں سردار جگت سنگھ نمبردار نے عرض کی۔ کہ حضور ایسی موج فرما دیں۔ کہ بیماری حضور کے شریر کو گرست نہ کرے۔ حضور نے جواب دیا اور خوب جواب دیا کہ دیکھو جب تمہارے پاس کوئی آدمی اپنی بیماری یا دُکھ یا غریبی کا حال سُنائے تو تم کو رحم نہ آئے گا۔ اور تم نہیں چاہو گے کہ اُس کی تکلیف رفع ہو جاوے؟ یہ جواب معنی خیز ہے۔ نتیجہ یہ کہ جب ہم اپنے دُکھ سنتوں کی خدمت میں سچے دِل سے دُکھی ہو کر روتے ہیں تو اُن کو بہت رحم آتا ہے۔ اور اُس رحم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دُکھ میں تخفیف ہوتی ہے۔ خواہ سنت ظاہرداری میں خفا ہی ہوں یا زیادہ توجہ نہ دیں۔ مگر سُنانے والے کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو جاتا ہے۔

۸ر جنوری ۱۹۴۷ء آج کل سخت سردی پڑ رہی ہے۔ حضور کو زکام سے افاقہ ہوتا جا رہا ہے۔ مگر ابھی

تک سردی کی شدت کی وجہ سے اپنے گرم کمرے سے باہر نہیں آئے۔ آج چار پانچ دن کی ڈاک شام کے ۴ بجے سے ۹ بجے تک سُنتے رہے۔ یہ دو خطوط قابلِ ذکر ہیں۔

۳ر جنوری ۱۹۴۷ء

از طرف ....

بخدمت جناب میرے پیارے ستگورو حضور دین دیالوجی۔

دست بستہ ہاتھ جوڑ کر حضور کے چرن کنولوں میں نسکار ہو اور حضور منظور کریں۔ سچے بادشاہ جی میں ست سنگ والے دن حضور کے دوارے پہنچ گیا تھا۔ داس نے ایک عرض کرنی تھی۔ مگر مجھے ٹائم نہ ملا۔ اور سچے بادشاہ جی میں ایک دن وہاں سے لیٹ ہو کر اپنی نوکری پر حاضر ہوا۔ سچے بادشاہ جی میرے پاس سب بنک کی چادریں تھیں۔ اور وہ کسی دھوبی کو دے کر گیا تھا۔ سچے پاتشاہ جی! مجھے بہت ڈر تھا کہ مجھے جرمانہ یا ڈمس نہ کردیں۔ کیونکہ بینک کی چابیاں بھی میرے پاس تھیں ستگورو جی جب میں یہاں پہنچا۔ تو میں دھوبی کے گھر گیا۔ اور اس سے چادریں مانگیں۔ وہ کہنے لگا کہ کل تو آپ لے گئے ہو۔ حضور سچے پادشاہ جی۔ جب میں بینک پہنچا تو مجھے کسی نے کچھ بھی نہ کہا۔ اور منیجر صاحب کہنے لگے کہ جو آپ کو کل واؤچر دیئے تھے وہ لاؤ۔ میں ست گوروجی حیران ہو گیا۔ کہ میں تو کل غیر حاضر تھا۔ تو منیجر صاحب کہتے ہیں کہ کل والے واؤچر VOUCHER لاؤ ستگوروجی، میں سب کچھ سمجھ گیا کہ حضور کی موج ہے۔ میرے دل کو ٹھوکر لگی تو میں اندر جا کر رونے لگا۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو سامنے باری میں واؤچر پڑے تھے۔ میں نے واؤچر اٹھا کر منیجر کو دیئے تو منیجر صاحب نے میرے چہرے کی طرف دیکھا۔ تو میرا منہ حیران دیکھ کر پوچھنے لگا۔ کیا بات ہے؟ میں اس کو کیا بتاؤں..... ست گوروجی، بس دیکھ لیا۔ آپ دھن۔ آپ کی سنگت بھی دھن......"

۶ر نومبر ۱۹۴۶ء

از ....

پرم پیارے ستگوروجی

بدھوار، ۷ر نومبر ۱۹۴۶ء کو بی بی...... دیوی بیمار تھی۔ اس حالت میں جو حضور کے بارے میں شبد کہے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پہلے ۵ بجے کے قریب بی بی نے ہنسنا شروع کیا۔ جو کوئی کہتا تھا کہ آپ اتنا کیوں ہنستی ہیں۔ تو وہ کہتی تھیں کہ تم بھی ہنسو۔ خوب ہنسو۔ مہاراج جی آگئے ہیں۔

۲۔ کوئی تقریباً ½ ۵ بجے۔ مہاراج جی کالا کوٹ، سفید بوٹ، سفید دستانہ پہنے ہیں۔ بی بی نے کہا۔

۳۔ تقریباً ۶ بجے بی بی نے کہا کہ مہاراج جی ۳ گھنٹے سے میرے پاس بیٹھے ہیں۔ ان کے واسطے دودھ دو۔ جب دودھ دیا گیا۔ تو اس نے حضور کے آگے بنتی کی کہ حضور تھوڑا دودھ پی لو۔ تو مہاراج جی نے فرمایا کہ

آج تک تو ہم نے کسی کا دُودھ نہیں پیا لیکن بی بی نے پھر پرارتھنا کی کہ حضُور تھوڑا سا دُودھ پی لو۔ ہم آپ سے پیسے لے لیں گے۔ بار بار عرض کرنے پر حضُور نے دو گھونٹ دُودھ پی لیا۔

۴۔ پھر بی بی نے کہا۔ کہ میرا دل یہاں سے بیزار ہے۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔ اور میری عمر کاٹ دو۔ تو حضُور نے کہا کہ کاکی ابھی تیرا کھانے پینے کا وقت ہے۔ بی بی نے کہا۔ کہ میری عمر اور کسی کو دے دو۔

۵۔ ایک ست سنگی نے کہا۔ لیمپ جلاؤ۔ تو بی بی نے کہا کہ حضُور کے داڑھے کا بڑا پرکاش ہے۔ اور گیس جل رہے ہیں۔ لیمپ کی کوئی ضرُورت نہیں۔

۶-۷۔ حضُور نے فرمایا کہ جو کچھ کہنا ہے اب کہہ لو۔

۸۔ اس کے بعد بھائی .... نے کہا۔ کہ فوٹو سامنے رکھ دیں۔ تو بی بی نے کہا۔ کہ فوٹو کوئی باتیں کرتا ہے۔ ۹۔ جب مہاراج جی خود میرے پاس بیٹھے ہیں تو فوٹو کی کیا ضرُورت ہے۔"

۱۱ رجنوری کو صبح دس بجے کے بعد روانہ ہو کر ۱۲ بجے کے بعد امرتسر پہنچے۔ شام کو سردار چنن سنگھ کوئٹہ والے نے ست سنگ کیا۔ حضُور موجود رہے۔ پھر ایک شبد گُورو گرنتھ صاحب کا لے کر ارتھ خود کر دیا۔ حضُور کی طبیعت بہت اچھی نہیں رہتی۔ رات کو جب مَیں حضُور کے سامنے گیا تو اور بھی ۳۔ ۴ ست سنگی موجود تھے۔ فرمایا کہ ڈاکٹر چند رتبی بڑی اچھی جگہ گیا۔ اور سردار جودھ سنگھ بھی بڑی اونچی گتی کو گیا۔ پھر فرمایا کہ سب سے ضرُوری بات یہ ہے کہ سنگورُو پر کہیں ابھاو نہ آجاوے۔ مَیں نے عرض کی حضُور ہم لوگ جن کو حضُور کی قربت حاصل ہے۔ سب سے زیادہ خطرہ اِس بارے میں ہم لوگوں کو ہے۔ دوسرے دن کئی پُرانے پُرانے ڈاکٹر آ گئے۔ اُن سے خارش کے واسطے ٹیکے لگوائے۔ شام کو دو بجے ست سنگ ہوا۔ مگر حضُور بیٹھے رہے تیسرے دن ۱۳ رجنوری کی دوپہر کو پھر ڈاکٹروں نے معائنہ کیا۔ اور بہت سی دوائیاں دے کر یہ ہدایت کر گئے کہ جتنا آرام کریں اتنا ہی تھوڑا ہے۔ آرام کرنا تو حضُور کی سرشت میں داخل ہی نہیں ہے۔ آج ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک ست سنگ کیا۔ پھر شام کو ۱۲ بجے کے بعد چل کر ۳ بجے کے بعد ڈیرے آئے۔ پھر شام کے قریب ست سنگ میں تشریف لے گئے۔ گو ست سنگ بابو گلاب سنگھ جی نے کیا۔ مگر حضُور بڑے زور سے درمیان میں بچن کرتے رہے۔ آج لوہڑی تھی۔ لوہڑی کا ست سنگ ڈیرے میں شام کے ۵ بجے کے قریب ہوا۔ اور ست سنگ کے بعد پھلیوں کے لڈو۔ چنے کے لڈو اور مکّی کے بھُنے ہوئے دانے سب کو تقسیم کئے گئے۔

۱۴ رجنوری ۱۹۴۷ء کو ماگھ کی سنکرانت پر صبح کے ۹ بجے بارہ ماسہ گورو ارجن دیو جی جو گورو گرنتھ صاحب میں شامل ہے پڑھا گیا۔ بابو گلاب سنگھ نے ارتھ کئے۔ کیونکہ حضُور کی طبیعت ناساز ہے۔ بعد میں حضُور مہاراج جی نے لوگوں کے اِصرار پر ماگھ اور پھاگن کے مہینے خود پڑھوا کر تشریح کی۔

شام کو ڈاک میں نتھیا گلی کے برہمن سکھ ست سنگیوں کا خط بڑا لمبا چوڑا آیا۔ کہ کس طرح اُن کو اِرد گرد کے کئی ہزار مسلمانوں نے گھیر لیا۔ اور اُنھوں نے پہلے سے مورچہ بنا لیا تھا۔ مورچہ پر ڈٹے رہے۔ اور اُنھوں نے دیکھا کہ حضور نے سب ست سنگیوں پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ گویا ایک کے انیک رُوپ معلوم ہوتے تھے۔ کسی کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ ڈیڑھ دن کے محاصرے کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے ایک مجسٹریٹ اور پولیس آ گئی۔ مگر چونکہ پولیس کی جمعیت کم تھی اور مخالفین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ گورنمنٹ اُن لوگوں کو اُن کے گاؤں میں سے نکال کر لے گئی۔ یہ لوگ رات کو باڑہ گلی میں رہے۔ اور اُن کے جاتے ہی مسلمانوں نے اُن کے مکانات جلا دیئے اور مال و اسباب و مویشیان پر قبضہ کر لیا۔ اور ہمارا ست سنگ گھر بھی جلا دیا۔ اُن کو ایبٹ آباد کے پاس کاکول میں پناہ دی گئی۔ حضور مہاراج جی نے اُن کو ایک ہزار روپیہ بھیجا۔ اور رباوا پریتم سنگھ کو کاکول بھیجا ہے کہ اُن کو تسلی دے۔ اور اگر زیادہ ضرورت ہو تو تحریر کرے۔

باب اُنیسواں

حالات دورۂ سکندرپور و اولوڈ تحصیل سرسہ

۱۵ر جنوری کو صبح ۸ بجے ڈیرے سے روانہ ہو کر شام کے ۴ بجے سکندرپور پہنچ گئے۔

راج نیتی کا شلوک

دُکھ کہیئے متر کے آگے ؛ روگ وئید کے پاس
دشمن آگے گر جیئے ؛ تینوں آدیں راس

مورخہ ۲۰ر جنوری ۱۹۴۷ء کو دہلی صوبہ میں شہر دہلی سے چار میل پر کرنال روڈ سے پرے .... (KINGSWAY ROAD) پر ۴ ہزار مربع گز خالی زمین کا ہبہ لالہ نندکمار خلف رائے صاحب لالہ رام کمار ریٹائرڈ جج نے بحق حضور کیا۔ یہ زمین دہلی ریڈیو کالونی (COLONY) کے کوارٹروں سے ملتی ہے۔

سرسے آکر حضور کی صحت اچھی ہے۔ یہاں ڈیرے کی نسبت زیادہ آرام ملتا ہے۔ کل ۳۱ر جنوری کی رات کو حضور نے بتایا کہ گھٹنوں کے نیچے نیچے بڑی خارش رہتی ہے۔ باقی جسم کو آرام ہے۔ ہاتھ پر بھی خارش سے زخم ہو رہا ہے۔ آج کل سکندرپور شانتی آشرم کی ڈیوڑھی کی بالائی منزل اور پھاٹک بیرونی بن رہا ہے۔ حضور ذرا ذرا تفصیل کو غور سے درست کراتے ہیں۔

مورخہ ۱۲ر فروری کو حضور تعیٹری رسولپور بڑے بھائی صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔ اُس دن سنکرانت تھی۔ وہاں دوپہر کو ایک گھنٹہ ست سنگ کیا۔ سوجان کوٹلی کے سٹیشن ماسٹر بھی موجود تھے۔ اُس دن رات کو شانتی آشرم سکندرپور میں ست سنگ ہوا۔ رات کے دس بجے کے قریب بارہ ماسہ گورو ارجن صاحب کا گرنتھ صاحب میں سے لیا گیا۔ ۱۰ر فروری کو حضور خارش کے علاج کے لئے ٹیکے لگوانے سرسے گئے۔

۱۴ر فروری ۱۹۴۷ء ایک پریمی نے جو سوال کئے بذریعہ خط اُس کو جو جواب دیئے گئے۔ نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

سوال:۔ (۱) ست سنگی یا بے ست سنگی کی پریم بھاؤ سے مُفت دی ہوئی کوئی شے سویکار کرنی چاہیئے یا نہیں۔؟

جواب:۔ ست سنگیوں کا حساب ستگورو کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ مگر یہ ست سنگی کا دینا پڑے گا۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اُس نے آپ کی سیوا کی۔ آپ نے اُس کی سیوا کر دی۔"

سوال :۔ (۲) انسان کے دشمن شیر اور سانپ زہریلے جانوروں کا ہلاک کرنا کہاں تک جائز ہے۔؟

جواب :۔ چونکہ وہ انسان کو مارتے ہیں۔ اِس واسطے اُن کے مارنے میں کوئی پاپ نہیں۔ ہاں باہر شکار کرنے جاتا بُرا ہے۔"

ایک ست سنگی نے لکھا کہ حضور کی دیا مہر سے شبد آتا ہے۔ کبھی کبھی بین کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور کبھی کبھی نیچے کے شبد آتے ہیں۔ آپ دیا کریں اور اُوپر کی چڑھائی کے لئے مہر کریں۔

جواب :۔ جب تک گھنٹے کی آواز نہیں آتی جو آواز آتی ہے اُسی کو سنتے رہو۔

کلجگ میں مُکتی کے تین سادھن ہیں۔ سمرن[۱] ۔ دھیان[۲] ۔ دھن[۳] ۔ چوتھا کوئی سادھن نہیں۔ اپنے وقت کے تین حصے سمرن کو دو۔ ایک حصہ شبد سننے کو۔ جب سمرن کرو تو من کو باہر جانے سے روکو۔ اور شبد سننے کا خیال نہ کرو۔ جب سمرن سے من کھڑا ہو جاوے اور تارا منڈل۔ سورج۔ چاند کے پرے ستگورو کے چرنوں تک پہنچو۔ تو وہاں سے دھیان کا کورس شروع ہو گا۔ سمرن کا کام من کو کھڑا کرنا۔ اور جسم کے نو دواروں کو خالی کر کے ستگورو کے چرنوں تک ابھیاسی کی رُوح کو پہنچانا ہے۔ دھیان سے وہاں ٹھہرنے کی طاقت پیدا ہو گی۔ اِس قدر دھیان ستگورو کا کرو کہ یہ بھول جاؤ۔ کہ وہ اور ہیں تم اور رہو۔

جب دھیان کے ذریعے ستگورو کے چرنوں میں ٹھہرنے کی طاقت آجاوے تو شبد رُوح کو اُٹھا کر اعلیٰ اُوپر کی منزلوں میں لے جاوے گا۔

جب گھنٹے کی آواز سنائی دینے لگے تو دیگر سب آوازیں سُننی چھوڑ دو۔

۱۶ فروری ۱۹۴۷ء کا لا باغ۔ نتھیا گلی۔ ضلع ہزارہ کے سکھ برہمنوں پر جو ظلم اُن کے مسلمان ہمسایوں نے کیے اُن کا کچھ نمونہ اُن کے خطوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو انھوں نے حضور کو بھیجے۔ حضور نے باوا پریتم سنگھ کو ایک ہزار روپیہ دے کر اُن کی تسلی کے لئے بھیجا تھا۔

۷ فروری ۱۹۴۷ء بے انت سنگھ

"جس وقت ۲ نوں قریباً ۳ بجے مسلمانوں نے حملہ کیتا۔ تاں مَیں نے میرا چاچا گورومت سنگھ گھر وچ موجود ساں۔ مسلمانوں نے مکاناں نوں اگاں لانیاں شروع کر دتیاں۔ تاں میرا چاچا مینوں کہن دگا۔ چل نس کے بال مُکندے دے کوٹھے وِچ چلے جائیے کیونکہ اُجاڑ کھٹے نوں کوئی نہیں آدے گا۔ ست گورو جی۔ جس وقت اسیں اپنے گھر وچوں نکلے تاں ساڈے کوٹھے تے اِس دے اِردگِرد قریباً

۱۵ آدمی موجود سے ۔ساڈے کول بغیر تلوار دے اور کچھ نہیں سی ۔پر ساڈے نال کسے آدمی نے چھیڑ نہیں
کیتی ۔جس ویلے اپنے گھر وچوں نکلے ۔اُسدے دس منٹ بعد ساڈے گھر نوں اگ لگ گئی ۔ستگورو جی
اوتھوں نس کے اسی تقریباً ۲ سو گز تک اکٹھے ہئیں تے چاچا بال بچیاں سمیت گئے ۔اوس تے اگے
میں تے دو لڑکیاں چاچے اُوتم سنگھ دیاں تے ایک لڑکا چاچا گوپال سنگھ دا تے ایک لڑکی تے ایک لڑکا میرے
بھائی ست سنگھ دا تے ایک میری عورت تے ایک بچہ دو مہینے دا اُس دی گود وچ سی ۸ آدمی علیحدہ ہو گئے ۔
میں تاں اوتاں بچیاں سمیت کالا پانی جس جگہ مرگھٹ بنیا ہوا ہے ۔کس دیچہ اُس جگہ جا کے چھپ گیا ۔جس
وقت رات کے قریباً دس بجے تو برف لگ پئی ۔تے سخت ہوا چلن لگ پئی ۔تے ساڈے کول صرف دو
کمبل سن ۔پر گورو دی ایسی دیا سی کہ ہاڑ جیٹھ دی رُت نظر آؤندی سی ۔دو دِن تے دو راتاں اوتھے
کٹیاں ۔تے چار بجے شام نوں نند سنگھ دے کوٹھے وچ جا کر رہے ۔
اندر کرب دے ٹانڈے سن وہ بچھا کے سو گئے ۔اندر دیکھیا کوئی چیز کھان واسطے نہیں سی ۔۳ دن
دے بھُوکھے سی ۔پاس دیکھیا اوتھے سڑے ہوئے آلو سی ۔اوہ بچیاں اور میں بھی کھاوے ۔رات گذری
تاں سویرے دس بجے کے قریب مسلمان آئے ۔اوہناں نے پرتاپ سنگھ دے مکان نوں اگ لگائی ۔ اور
سامان چکنا شروع کیتا ۔میں سارا حال دروازے وچ بیٹھا دیکھ رہا سی ۔اوتھوں کوٹلی آ کے تے دروازے
کھول کے دیکھیا ۔اندر کچھ نہیں سی ۔میرے دل وچ خیال آیا کہ دروازے کھول کے مکاناں دی تلاشی کر رہے
ہیں ۔میں مکان دے دونوں دروازے کھول دتے جس وچ میں چھپیا ہویا سی ۔اُس دی طرف آ گئے ۔میں
بچیاں نوں تے اپنی عورت نوں کرب دے ٹانڈیاں تھلے چھپا دِتا تے میں تلوار لے کے دروازے دے پچھے چھپ
گیا ۔اوہ آدمی آئے تے دروازے وِچوں دیکھ کے فوراً مڑ گئے ۔تھوڑی دیر بعد تین آدمی اور آئے اُنہاں
آدمیاں وچوں اک آدمی مکان دے وچ آیا ۔تاں دونوں اندر دیکھ کے کوئی چیز ان لے کے باہر نکل گیا ۔
تاں میرا گود والا بچہ رو پیا ۔تے اوہناں مسلماناں آکھیا ۔ایتھے کوئی آدمی ضرور ہے ۔کیونکہ بچہ روندا ہے ۔تاں
اک آدمی اندر آیا ۔اُسدے کول بڑی ساری کلہاڑی سی ۔میں آکھیا ایہہ ضرور مارسی ۔میں اُسنوں تلوار ماری
تاں اوہ دروازے چوں باہر جا رہیا ۔کلہاڑی اوتھے ہی رہ گئی تے کہن لگا ۔کہ سکھ نے میری گردن کٹ دتی ۔
تے اوہناں نے آواجاں مارنیاں شروع کر دتیاں کہ اس کوٹھے وچ کوئی سکھ چھپیا ہویا ہے ۔تاں لوگ جمع
ہو گئے ۔میں دروازے بند کر دتے تے تاں مینوں آکھن لگے ۔باہر نکل آ تے ساڈا دین منظور کرے ۔تاں میں
آکھیا تسیں کوٹھے نوں اگ لگا دیو ۔میں باہر نہیں آؤں گا ۔اوہ کہن لگے گھاس لے آؤ ۔اس توں بعد کوئی
دس منٹ گذرے تاں کہن لگے سکھا تیری چکھا تیار ہے ۔چلتے کلمہ پڑھ کے باہر نکل آ ۔نہ تے اگ لان لگے

ہاں - تاں میری عورت کہن لگی - باہر نہیں نکلاں گے - اندر سٹر کے مر جاواں گے - اِتنے وچ اسسٹنٹ کمشنر آگئے - مینوں کہا دروازہ کھول -"

دورہ اوڈلو (تحصیل سرسہ)

۱۶ر فروری اتوار کو اوڈلو تحصیل سرسہ سے آگے جہاں کہ بھیلی صاحب کے نام دھاریوں نے دو گاؤں بنیوں سے خریدے ہیں - اور جہاں کہ اُنھوں نے گرنتھ صاحب کا اکھنڈ پاٹھ کا بھوگ رکھا ہوا تھا - جانے کے لئے صُبح ۸ بجے کاریں روانہ ہوئے - سرسے میں آ کر سردار چرن سنگھ ہمراہ ہو گئے - یہاں سے صاحب زادگان سردار بچنیت سنگھ و سردار ہربنس سنگھ ہمارے ہمراہ تھے - بہت سی سنگت ایک ٹرک میں ہم کو سرسے ملی - جس میں اس قدر لوگ تھے - کہ سب کو کھڑے ہونے کی جگہ ملی - راستے میں سرسے سے ذرا پرے کار کا تیل بند ہو گیا - پھر جب کار کو دُرست کر کے اوڈلو سے چند میل ورے پہنچے تو پھر کار اور بھی زیادہ خراب ہو گئی - اُس کو دُرست کرنے میں بہت وقت لگا - اِسی اثنا میں مسٹر نلوہ (DEPUTY SUPDT.) پولیس معہ اپنے بال بچوں کے کار میں آگئے - چونکہ ہماری کار کے جلدی دُرست ہونے کی اُمید نہ تھی - اِس واسطے اُس کی کار کو سرسے لے جا کر وہاں سے ٹرک لے آئے - مگر جلد ہی ہماری کار درست ہو گئی - اور ہم آگے چل پڑے -

اوڈلو ضلع حصار میں مشہور سیر گاہ ہے - سرسے سے ۱۱ میل پرے ہے - سڑک پکی ہے مگر کچی جیسی - اوڈلو وہ جگہ ہے جہاں دریائے گھگھر جس کو اس طرف کے لوگ نالی کہتے ہیں - موسم برسات میں طغیانی کا پانی دو برساتی نہروں کو دیتا ہے - آج کل یہ نہریں بالکل خشک ہیں - مگر موسم برسات میں دریا میں بکثرت پانی شملہ و کالکا کی طرف سے آتا ہے - اُس کو روکنے کے لئے اس ندی کے دونوں کناروں کو ۴-۵ میل تک پشتے باندھ کر مضبوط اور اُونچا کیا گیا ہے - تاکہ طغیانی کا پانی دریا سے باہر نہ پھیلے - اُن دونوں کناروں کے درمیان نیچی زمین ہے - اور دریا کے آرپار ایک پُل باندھا ہے - جس کو بطور ہیڈ نہر کے استعمال کیا جاتا ہے - تختوں کے ذریعے دونوں نہروں میں دریا کا پانی بھیج دیا جاتا ہے - اور کچھ دریا میں جانے دیا جاتا ہے ۱۵ر اکتوبر تک ان نہروں میں پانی رہتا ہے - اور اُس سے فصل ربیع اور فصل خریف کسی حد تک حاصل کی جاتی ہے - یہ نہریں ریاست بیکانیر تک جاتی ہیں - دریا دونوں کے درمیان بہتا ہے - آج کل بہت تھوڑا پانی تھا - وہاں فصل ساونی ہیں اور ہاڑی میں گندم - سرسوں - چنے ہو جاتے ہیں - یہ رقبہ پہلے سارا بنجر اور ویران ہوتا ہو گا - کیونکہ اب بھی اس میں بہت ساری زمین ویران پڑی ہے - اور نہر کے دونوں طرف جھنڈ اور کریر کھڑی ہے - اوڈلو کا نظارہ موسم برسات میں قابلِ دید ہوتا ہو گا - کہتے ہیں کہ اُس وقت بہت سے لوگ یہاں شکار کھیلنے آتے ہیں - مچھلی - سُور اور ہرن کا شکار ہوتا ہے - اور لوگ

چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر دریا کی سیر کا آنند لیتے ہیں۔

ہمارا راستہ دائیں ہاتھ کی نہر کی پٹڑی کے برابر ۱۳ میل تک گیا۔ پھر وہاں سے پل پر سے بائیں ہاتھ کو مڑ کر آگے منزلِ مقصود آ گئی۔ وہاں سینکڑوں با گمرٹی۔ نام دھاری۔ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ موجود تھے۔ یہاں سے ریلوے سٹیشن الہین آباد جو کہ بھٹنڈا سے ہنومان گڑھ کو جانے والی ریلوے لائن پر ہے تین میل ہوگا۔ اور پاس ہی مرزا پور ایک سرسبز گاؤں ہے جو کہ میاں میر کے پیر صاحب کی ملکیت ہے۔ بہت سی زمین بنجر پڑی ہے۔ سنا ہے نام دھاری لوگوں نے یہ دونوں گاؤں ۳۰ لاکھ میں خریدے ہیں۔ جس میں کہتے ہیں۔ ۵ صد مربعہ زمین ہے۔ یہاں اُن کا ارادہ نام دھاری کالونی بنانے کا ہے۔ اُن کے پیرووں کی تعداد کہتے ہیں ۵۔ ۵ لاکھ ہوگی۔ اور یہ لوگ آسودہ حال بھی ہیں۔ اُن کو اس قدر اراضی کافی نہیں۔

وہاں پہنچ کر حضور مہاراج جی کو ایک چھوٹے سے کمرے میں پلنگ پر جگہ دی گئی۔ ہم لوگ نیچے چٹائی پر بیٹھ گئے۔ ۱۱ بجے بھوگ پڑنا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں چلے گئے۔ دیکھا ایک کمرے میں کئی گرنتھ صاحب کھلے ہیں۔ جو کہ پاٹھی لوگ پڑھ رہے ہیں۔ تاکہ وقت پر سماپتی ہو جاوے۔ لاؤڈ سپیکر لگا ہے۔ جس سے اُن کے پڑھنے کی آواز احاطہ سے باہر دُور تک جاتی ہے۔ میلہ سا دکھائی دیتا ہے۔ اس کمرے کے دروازے کے آر پار لکڑی کا ڈنڈا لگا ہے۔ تاکہ سوائے پاٹھی لوگوں کے اور کوئی اندر نہ جاوے۔ لوگ ڈنڈے تک آ کر گرنتھ صاحب کو متھا ٹیکتے ہیں۔ اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ کوٹھے کے باہر برآمدے میں نام دھاری گورو وحضور براجمان ہیں بمعہ چند چیدہ آدمیوں کے۔ برآمدہ سے باہر میدان میں فرشوں پر سنگت بیٹھی ہے۔ عین سامنے ہون ہو رہا ہے۔ پھر بھوگ کے شبد شروع ہو گئے۔ اور ختم ہونے کے بعد ارداسا کیا گیا۔ جس میں سکھوں کے دس گوروؤں کے علاوہ دو گورو بابا کرم سنگھ و بابا ہری سنگھ کو بھی شامل کیا گیا۔ اور پرارتھنا میں روحانی اور پولٹیکل ترقی و دلیش کی آزادی مانگی گئی۔ ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ ارداسے میں ایک شخص کے اولادِ نرینہ ہونے کی بھی التجا کی گئی۔ اس کے بعد چند نام دھاریوں نے تقریریں کیں۔ تقریروں کے بعد دس منٹ کے لئے ہارمونیم اور طبلے پر دو لڑکوں نے سوہی کا شبد گایا "چت چرن کنول سنگ جوڑیئے"

نام دھاریوں کا لباس سفید پگڑی باندھنے کی قطع پرانے کھتری لوگوں جیسی۔ گلے میں سفید مالا یا ہاتھ میں سفید مالا یا گردی اور ڈوری ہوتی ہے۔ یہ لوگ بڑے قوی ہیکل اور قد آور ہوتے ہیں۔ زندگی پاکیزہ اور سمرن درن آتمک نام پر زور دیتے ہیں۔ دھن آتمک نام کی خبر نہیں۔ حضور مہاراج سے پریم بھاؤ رکھتے ہیں۔ اس واسطے ست سنگی لوگ ان سے بہت خوش ہیں۔ گانے کے بعد کڑاہ پرشاد تقسیم کیا گیا اور ہم کو رخصت دی گئی۔

۱۷ فروری ۱۹۴۷ء۔ کل کے سفر کی وجہ سے آج حضور کو پیشاب میں خون کافی آیا۔ مگر وہ حسبِ دستور کام کرتے رہے۔ چلتے پھرتے رہے۔ اپنے شریر کی ذرا فکر نہیں۔ کل حضور نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ جس جگہ ہم نے شانتی آشرم بنایا ہے۔ یہ جگہ گاؤں سے باہر تھی۔ اور گاؤں کے باشندے اِس کو ڈھوپ سڑی کہتے اور یہاں آسیب بتاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے یہاں ایک بھوت ہے۔ جو کہ پہلے مسلمان فقیر تھا۔ جب ہم پہلے پہلے یہاں آئے اور مکان بنانے لگے تو ہم سے ملا۔ کہا کہ میں تم کو کوئی نقصان نہیں کروں گا۔ بلکہ تمھاری چوکیداری کیا کروں گا۔

۱۸ فروری ۱۹۴۷ء آج شام کو ڈاک میں سوامی باغ آگرہ کا خط نکلا جس میں علاوہ دیگر باتوں کے یہ درج تھا۔ کہ بابو جی صاحب بدستورِ سابق بیمار ہیں۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ ہم لوگوں کو ست سنگیوں کے کرم لینے پڑتے ہیں۔ اِس واسطے بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔ بابو جی مہاراج بڑے ابھیاسی ہیں۔ اُن کی رُوح خوب اندر جاتی ہے۔

۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو دس بجے کے قریب حضور شانتی آشرم کے بیرونی صحن میں رونق افروز ہوئے۔ اور ست سنگی جو دہلی وغیرہ سے آئے ہوئے تھے اِرد گرد بیٹھ گئے۔ لالہ ترلوک چند نے پنڈت فقیر چند جی کی چٹھی پڑھ کر سنائی۔ کہ انانیت کو کھوئے بغیر خدا نہیں ملے گا۔ حضور نے فرمایا۔ بے شک ؎ تا توئی کے یار گردد یار تو؛ تو بناخسی یار باشد یار تو۔ پنڈت جی نے آگے لکھا تھا کہ بجائے گرو کے سچے کی تلاش کرو۔ لالہ ترلوک چند نے بتایا کہ لوگ چاہتے تھے کہ پنڈت جی مہرشی شیو برت لعل کی جگہ اُن کی گدی پر براجمان ہوں۔ جب پنڈت جی وہاں گئے تو اُن کے وِنیاوی وارثان نے کہا کہ ہم گدی کے حقدار ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ گدیوں میں کیا رکھا ہے۔ یہ تو سیوا کا راستہ ہے۔ جب حضور بابا جی مہاراج جوتی جوت سمائے تو میں آگرے گیا۔ وہاں سوامی جی کے چھوٹے بھائی سیٹھ پرتاپ سنگھ جی سوامی باغ میں سوامی جی کی جگہ گدی نشین تھے۔ حضور چاچا جی مہاراج کی بابا جی مہاراج سے بڑی محبت تھی۔ جب بابا جی تشریف لے جاتے تو وہ اُن کی تعظیم کے لئے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ کیونکہ وہ بابا جی کو بڑی بھاری کمائی والا مہاتما خیال کرتے تھے۔ آگرے جا کر میں جب چاچا جی مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُنھوں نے دریافت کیا۔ اب بھائی صاحب کی جگہ بیاس میں کون کام کرتا ہے۔ وہ کس کو نام دینے کے واسطے حکم دے گئے ہیں۔ میرے ہمراہیوں نے کہا کہ بابا جی تو اِن کو حکم دے گئے ہیں۔ مگر یہ نام نہیں دیتے۔ اُنھوں نے کہا۔ کیوں؟ میں نے عرض کی کہ میرے میں اتنی طاقت نہیں۔ آپ اپنا کوئی سادھو یہاں سے بھیج دو وہ نام دیا کرے۔ چاچا جی نے فرمایا کہ تم کو نام دینا پڑے گا۔ ہم ذمہ دار ہوتے ہیں۔ سوامی جی مہاراج ذمہ وار ہوں گے۔ تو میں نے جواب دیا۔ کہ میں نائی کی طرح آپ کا پیغام لوگوں کو دے دیا کروں گا۔ یہ کام ایسا نہیں کہ کوئی یہ بوجھ خوشی سے لے۔

مہاتما مجبور ہو کر یہ کام کرتے ہیں۔ دیکھو کسی سے لینا نہیں۔ مفت میں لوگوں کی سیوا کرنی پڑتی ہے۔ گدیاں سب جھگڑے ہیں۔

۲۳ر فروری ۱۹۴۷ء۔ آج کل کماد کی بیجائی ہو رہی ہے۔ کھانڈ کا بننا کئی دن سے ختم ہو چکا۔ آج سرسے میں ست سنگ ہوا۔ دہلی سے سردار بچتر سنگھ واُن کی دھرم پتنی والیس۔ ڈی۔ او سرسہ سب موجود تھے کافی بھیڑ بھاڑ تھی۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے "پاٹھ پڑھیو او روید بچار لیو" لیا گیا کیونکہ اس میں سنت مت کا بنیادی اصول یعنی ہری کیرتن مکتی کا واحد سادھن بتایا گیا ہے۔

آج کل بہت سے خطوط ست سنگیوں کے آتے ہیں کہ ہمارا پردہ کھول دو۔ دَیا کرو۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ گورو نے تو دَیا کر دی۔ تم کو ابھیاس کا طریقہ بتا دیا۔ اب تم اپنے آپ پر دَیا کرو' اور سمرن کے ذریعے سارے جسم سے توجہ کو کھینچ کر تشمال چکر میں لے جاؤ۔ اور آگے ست گورو کے نورانی سروپ کے چرنوں تک پہنچو۔ یہ سیوک کا دھرم ہے۔ تم ہماری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ تم اپنی اندر کی آنکھ کھولو۔ یہ تمہارا اپنا کام ہے۔

رائے صاحب لالہ ہرنرائن مرحوم کا ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ جب اُن سے کوئی کتاب پڑھنے کے لئے مانگتا تو فرمایا کرتے۔ ؎

کتاب بدہم مگر بہ شرط کہ جوق ؛ صندوق وطبل چہ نسازی

مندرجہ ذیل اقتباس ایک ہندی کی چٹھی سے جو دلواس سے آئی ہے قابل نقل ہے۔

"زمان کے مطابق تارامنڈل، سورج منڈل، چندر، شنی وغیرہ کے بھی کچھ کچھ درشن ہوئے۔ راگ راگنی کبھی موہک باجے سُنے۔ پھر کچھ روز ہوئے جب تارے کا ایسا سروپ دیکھا یعنی بیچ میں تارا تھا۔ اور آس پاس دوہری لائن آدھ آدھ انچ ایک فٹ کے فاصلے سے گھیرے ہوئے تھیں۔ ایک تالاب کے کنارے بابا پرتم داس جی کے ساتھ آپ کے درشن ہوئے۔"

یہ معجزے ہیں جو سنتوں کے مُرید دیکھتے ہیں۔ سنت باہر مکھی کرامات نہیں دکھاتے۔ جیسے کہ مُردوں کو زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ پرد یکار عارضی ہیں۔ وہ لوگوں کا دائمی فائدہ کرتے ہیں۔

مورخہ ۲۷ر فروری کی صبح کو ۴½ بجے شانتی آشرم سکندر پور سے روانہ ہو کر سرسے ست سنگ گھر میں درشن دے کر روانہ ہوئے۔ اور مکتسر آ کر دم لیا۔ جہاں کہ سنگت جمع تھی۔ وہاں سے بری دالا۔ کوٹ کپورا۔

پنج گرائیں سنگتوں کو درشن دے کر سوگے سردار کپتان لال سنگھ کے پہنچے۔ وہاں سے ڈاکٹر پریم ناتھ صاحب کے سیول ہسپتال میں گئے۔ موگا سے سیدھے لدھیانے آئے۔ وہاں بہت سی سنگت جمع تھی۔ وہاں سے پھلور ر گورایا ہوتی۔ جالندھر چھاؤنی اور ایک جگہ درمیان میں، ایک گاؤں کی سنگت شامیانہ لگائے بیٹھی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ نیا سٹیشن بن گیا۔ پھر فرمایا کہ کوئی نہیں۔ دو آپ کو فائدہ ہوگا۔ جب چھاؤنی جالندھر سے ۴ میل در سے تھے۔ تو حضور نے داہنی طرف ایک گاؤں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ جب میں الف۔ ب۔ پڑھتا تھا۔ میں اس گاؤں میں آیا تھا کیونکہ میرے پتا اُن دِنوں میں چھاؤنی جالندھر میں تعینات تھے۔ اِس گاؤں کا ایک آدمی اُن کی پلٹن میں تھا۔ میں یہاں آیا اور اُس کی کھیر بھی کھائی۔ وہاں سے جالندھر شہر ڈِھلواں ہوتے ہوئے۔ ڈیرے شام کے ۵-۶ بجے کے درمیان آپہنچے۔ بہت سی سنگت جمع تھی۔

باب تیسواں

حالات قیام ڈیرہ و دورہ سکندرپور

۲۸ر فروری و یکم مارچ کو دو دفعہ ست سنگ ہوا۔ "جگ میں گھور اندھیرا بھاری"۔ اور "بکھ بو ستھالا دیا" پڑھے گئے۔ ۳ر۴ر مارچ سوموار کو تقریباً، صد مرد و زن کو نام دیا گیا۔ پنجاب اقتصادی بورڈ کے سیکریٹری بھی لاہور سے تشریف لائے کہ دیکھیں یہاں کے سوشل و اقتصادی طریقے کیا ہیں۔ اُن کو ست سنگ ماہواری کا مجمع بھی دکھایا گیا جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھا اور یہ بھی بتایا گیا کہ ست سنگ کا مقصد محض رُوحانی ترقی ہے۔ سوشل سُدھار، یا مُلکی یا پولیٹیکل یا دُنیاوی نہیں۔ نہ کسی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں تبدیلی کرانے کا ہے۔ سب مذہبوں کے لوگ یکساں آکر بغیر اپنی سوسائٹی یا مذہبی رسُوم ترک کرنے کے رُوحانیت کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اُن کی دُنیاوی یا مالی ترقی یا پولیٹیکل ترقی میں ست سنگ یا اُس کا کوئی اُصول حارج نہیں ہوتا۔ ہاں صرف ماس، شراب وغیرہ منشیات سے پرہیز اس واسطے کروایا جاتا ہے کہ یہ رُوحانی ترقی میں رُکاوٹ ڈالتے ہیں۔ نہ ست سنگ کا یہ مقصد ہے کہ اچھوتوں کا سوشل سُدھار کیا جاوے۔ ہاں اُن کو رُوحانیت کی تعلیم ویسے ہی دی جاتی ہے۔ جیسے اونچی ذات کے ہندوؤں کو، بلکہ وہ ہندوؤں سے زیادہ جلدی رُوحانیت میں ترقی کرتے ہیں۔ مولوی روم کی مثنوی میں سے یہ شعر قابلِ توجہ ہیں۔ ؎

مَیل ہا ہمچو سگاں خُفتہ اند	اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند
چونکہ قدرت نیست خفتند ایں زدہ	ہمچو ہیزم پار ہا و تن زدہ
تا کہ مُردارے در آید درمیاں	نفخ صُور حرص کو بد بر سگاں
صد چنیں سگ اندر ایں تن خُفتہ اند	چُوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند
شہوتِ رنجور ساکن مے شود	خاطر او سُوئے صحت مے رود
چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ	در مصاف آید مزہ و خود بزہ
گر بُود نبیار دیدن شود اُوست	آں تہیج طبع سُستش را نکو ست
ورنہ باشد صبر پس نادیدہ بہ	تیرِ دُور اولٰے زمردِ بے زرہ

مطلب یہ کہ بہادری واخلاق کیا ہے۔ کہ جو چھپکے دبڑی عادتیں ہماری ضمیر میں سوئی پڑی ہیں۔ اُن کا مقابلہ کرنا۔ کیونکہ جیسے سویا ہوا کتا جب تک سویا رہے نیک و بد کام نہیں کرتا۔ جب جاگ اُٹھتا ہے اور مُردار کو دیکھتا ہے۔ تو اُس کی طرف بھاگتا ہے۔ ایسے ہی جب بیمار کوئی سیب وغیرہ دیکھتا ہے۔ تو اُس کے دل میں جنگ پیدا ہوتی ہے نفس کہتا ہے ان چیزوں کو کھالے۔ مگر بدپرہیزی کا خوف کہتا ہے نہ کھانا۔ مرجائے گا۔ اگر ان لذات کو دیکھ کر بیمار کا دل بے قرار نہ ہو۔ تو اِن کو دیکھنا مضائقہ نہیں اگر بے قرار ہو تو نہ دیکھنا ہی اچھا ہے۔ ہر ایک سنکلپ وِ کلپ جو دل میں اٹھتا ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے شیشے میں داغ۔ اگر داغ کو دھو بھی دیا جاوے تو بھی کچھ نہ کچھ نشان باقی رہ جاتا ہے۔

۶ مارچ ۱۹۴۷ء کی صبح کو، بجے یہاں سے چل کر رعیہ سے نہر کی پٹڑی پر ہوتے ہوئے موٹر کار سے گھُومان میں سے ہو کر ویلے بجُو گئے۔ وہاں پہلے فقیر محمد صُوفی ترکھان کے چوبارے میں کچھ دیر آرام کیا۔ حضُور نے فرمایا کہ وہ بڑا حوصلے والا اور پریمی تھا۔ جب اُس کی لڑکی کی شادی کی برات آئی تو ایک مفسد مولوی نے کہا کہ ہم تم سے مذہب کے متعلق بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ موقعہ ایسی بات چیت کا نہیں۔ مگر مولوی نے اِصرار کیا اور پوچھا کہ کیا گرنتھ صاحب بڑا ہے یا قرآن شریف۔ تو فقیر محمد نے جواب دیا۔ کہ قرآن شریعت ہے اور گرنتھ صاحب معرفت اور حقیقت ہے۔ تمہاری مرضی ہے نکاح لو یا نہ لو۔ آخر کار نکاح ہوگیا۔

وِیلے بجُو میں ایک جٹ سکھ کی لڑکی کا آنند کاریہ تھا۔ وہ ختم کر کے رام داسیوں کے محلّے میں درشن دیکر باہر ست سنگ گھر میں ست سنگ کیا۔ وہاں سے ایک بجے دوپہر کو فارغ ہو کر ۲ بجے کے قریب گھُومان آئے۔ جہاں بی بی لاجونتی نے ہمارے لئے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ کھانا کھا کر آرام کر کے ۴ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ اور ست سنگ کے بعد حضُور مہاراج جی سردار کرپال سنگھ کو حضُور بابا جی مہاراج کا جنم استھان دکھانے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے ۶ بجے واپس آکر ساڑھے سات بجے ڈیرے پہنچے۔ راستے میں ریلوے سٹیشن بیاس وغیرہ پر طرح طرح کی افواہیں سُنیں کہ مسلمانوں نے لاہور میں رنگ محل۔ مچھی ہٹہ۔ شاہ عالمی دروازہ جلا دیئے۔ اور امرتسر میں گوکل مارکیٹ اور کئی بلڑ جلا دیں۔ جالندھر میں بھی سُنا ہے فساد ہے۔ حضُور نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ بابا جی مہاراج فوج سے پنشن لے کر بہت تھوڑا عرصہ اپنے وطن ٹھہرے اور ۱۸۸۶-۸۷ء میں یہ ڈیرہ آباد کیا۔

۹ مارچ ۱۹۴۷ء اب دو تین دن سے ہر روز دو مرتبہ ست سنگ ہونے لگا ہے۔ کچھ بھائی اور بہنیں مختلف شہروں میں فساد ہونے کی وجہ سے یہاں آگئے ہیں۔ ڈیرے کے اِردگرد سخت پہرہ دیا جا رہا ہے

۱۲-۱۲ آدمیوں کی ۸ ٹولیاں ہیں۔ ایک ٹولی تین گھنٹے پہرہ دیتی ہے۔ اور ۲۴ گھنٹے پہرہ رہتا ہے۔ ڈیرے کے ارد گرد ہر ایک راستے دموقع پر جہاں کہ غیر آدمی ڈیرے کی حدود میں آسکتا ہے۔ پہرہ دار تعینات ہے۔ اس واسطے ڈیرہ بڑا محفوظ ہے۔ بندوقوں کا پہرہ اندر ہے۔ باہر لاٹھی والوں کا پہرہ ہے۔ آج شام کے ست سنگ میں سار بچن نظم سے یہ شبد لیا گیا: "گورو پرتیت بڑھی چتون میں"۔ حضور نے فرمایا۔ کہ یہ شبد سوامی جی نے اپنے برادرِ خورد سیٹھ پرتاب سنگھ جی مہاراج جو عام طور پر چاچا جی کے لقب سے مشہور تھے، کی شان میں کہا تھا۔ سوامی جی کو اپنے سیوکوں سے خاص محبت تھی۔ اور وہ اپنی بانی میں کبھی کبھی کسی سیوک کو مدِ نظر رکھ کر شبد کہدیا کرتے تھے۔

۱۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو چیت کی سنکرانت تھی۔ صبح کو بارہ ماسہ گورو گرنتھ صاحب میں سے پڑھا گیا۔ حضور نے صرف چیت کے مہینے کا دیا کھیان کیا۔ باقی بابو گلاب سنگھ نے کیا۔ اس کے بعد کڑاہ پرشاد تقسیم ہوا۔ عرض معروضات سنی گئیں۔ اس کے بعد کالا بائغ کے پناہ گزینوں کو کچھ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ سادھوؤں کو پرشادی گذشتہ تین ماہ کی بحساب دو روپیہ فی ماہ دی گئی۔ شام کو ڈاک جو کہ بہت کافی تھی سنی اور اس کے بعد لالہ اروڑ چند ست سنگی امرتسر سے آئے۔ اور بتایا کہ کسی ست سنگی کی جان کا نقصان نہیں ہوا۔ پنڈت کشن چند ایڈوکیٹ کا گھر بچ گیا اور بالکل بچ گئے۔ حالانکہ اُن کے مکان کے چاروں طرف مسلمانوں کی آبادی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ بابا جی مہاراج سب کی رکشا کرتے ہیں۔ ملتان سے بھی ملک صاحب کا خط آیا ہے کہ وہاں کے سب ست سنگی اور ست سنگ گھر محفوظ ہیں۔

۱۶ مارچ۔ آج صبح ایک ست سنگی نے اپنی لڑکی کا نام رکھے جانے کے لئے عرض کی۔ حضور نے کہا۔ گارگی، اور فرمایا۔ کہ گارگی بڑی بہادر عورت تھی۔ جب اُس کا پتی سمباد میں شنکر آچاریہ سے ہار گیا۔ تو اُس نے خود کہا۔ کہ اے پتی دیو تمہاری دلیل کمزور ہے اور پھر خود بحث کرنے لگی۔ اور دوسرے فریق کو ہرا دیا۔ وہ ننگی رہتی۔ کسی نے کہا۔ ماتا کپڑا کیوں نہیں پہنتی۔ بولی۔ کہ جو مہاں پُرش رشی مُنی ہیں۔ وہ میرا جسم نہیں دیکھیں گے وہ میری روح کو دیکھیں گے۔ اور جو میرے جسم کو دیکھتے ہیں وہ جانور ہیں۔ جانوروں کے آگے ننگا ہونے میں کوئی شرم نہیں کرتا۔

پھر فرمایا کہ ہندوستان میں بھی بڑی بہادر عورتیں ہو گذری ہیں۔ چنانچہ اکبر بادشاہ کے دربار میں ایک مسلمان امیر ایک راجپوت سردار سے تعصب کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے اُس راجپوت سردار کے گھر ایک چھپکے کُٹنی بھیجی۔ وہ اُس کی اہلیہ کو نہاتا دیکھ کر اُس کے بدن کے سب داغ نشان وغیرہ نوٹ کر لائی۔ اور اس امیر نے دربار میں اُس راجپوت ٹھاکر کو طعنہ دیا۔ کہ تمہاری بیوی کیا ہے۔ اُس کے جسم کے اندرونی حصوں

پر یہ پریشان ہیں۔ راجپوت کو غصہ آیا۔ کہ میری بیوی بد چلن ہے۔ اس کو قتل کر دوں۔ مگر پھر سوچا۔ کہ عورت کو مارنا بہادری نہیں، ہیجڑوں کا کام ہے۔ عورت سے قطع تعلق کر لیا۔ عورت ایک دن اکبر کے دربار میں آئی اور کہا کہ فلاں مسلمان سردار میری فیس نہیں دیتا۔ میں ناداؤں کی بیسوا ہوں۔ میری خرچی سے مُنکر ہے اس پر بادشاہ نے اُس امیر کو بلایا۔ امیر بولا کہ میں نے تو اس عورت کو آج ہی دیکھا ہے۔ قسم لے لو۔ چنانچہ قرآن شریف پر قسم دی کہ میں اس کو نہیں جانتا نہ کبھی دیکھا۔ اِس پر عورت نے فوراً برقعہ اوڑھ لیا۔ اور کہا۔ کہ میں اِسی واسطے آئی تھی۔ اُس کا خاوند بڑا خوش ہوا۔

آج ست سنگ میں جو کہ سردار کرپال سنگھ نے کیا حضور نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ایک پریمی بی بی کی رُوح اندر اُونچے استھانوں پر گئی تو میں نے اُس کو کہا کہ اندر ست گُورو سے عرض کرے کہ وہ اُس کو برہم کے دیش میں گُورو دیو کے درشن کرادیں۔ تو جواب ملا کہ نہیں۔ وہ ایسا الجھا ئیگ ستھان ہے کہ اگر ابھیاسی اُس کو دیکھ لے تو آگے جانے سے انکار کر دیوے۔ ستگورو کسی کو نہیں دکھاتے۔ ہاں جب رُوح اُونچے دیشوں سے واپس آتی ہے تو دکھا دیتے ہیں۔ کیونکہ جس نے مو ہر دیکھی ہو وہ روپے کے پیچھے نہیں بھاگے گا۔ اسی طرح راستے میں اس قدر سندر اور منوہر نظارے آتے ہیں۔ کہ ستگورو ابھیاسی کو کہتے ہیں۔ کہ آنکھیں بند کر لو۔ یا منہ موڑ لو۔ تاکہ اُن کو نہ دیکھ سکو۔ تاکہ اُس کی خواہش وہاں ہی نہ رہ جائے۔ اور اُس کی ترقی کو نہ روکے۔ پھر فرمایا کہ جب کبیر صاحب رانی اندرمتی کو ست لوک لے گئے تو وہ کیا دیکھتی ہے کہ کبیر صاحب ہی ست پُرش ہیں۔ بولی کہ اگر آپ مات لوک میں مجھ سے کہہ دیتے کہ میں ہی کُل مالک ہوں، تو میں آپ سے زیادہ پریم نہ کرتی۔ کبیر صاحب بولے۔ کہ وہاں میں ایک غریب جولاہا تھا۔ تم کو یقین نہیں آنا تھا۔

ایک ست سنگی نے کہا کہ ضلع ہزارہ میں مسلمانوں نے ہمارے پر حملہ کیا تو میں تو نیچے کھڈ میں لیٹا ہوا تھا۔ چھُپنے کی خاطر۔ میرا باپ گھر پر تھا۔ اُس کو کسی نے یُونہی کہہ دیا۔ کہ تمہارا لڑکا مر گیا۔ اور اُس وقت اُس کو گولی لگی۔ اور وہ مر گیا۔ گویا وہ میرے موہ میں مرا۔ تو کیا اس کو پھر جنم دیا جاوے گا۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ کیونکہ ستگورو اندر ہی اُس کی پُتر کو ملنے کی آشا پوری کر دیتے ہیں۔

اِسی طرح ایک ترکھان بی بی ہمارے گاؤں میں بڑی پریمی اور بھجن والی تھی۔ اس کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اُس کی ساس کی خواہش تھی کہ اُس کے لڑکا ہو مگر نہ ہوا۔ اور جب مرنے لگی تو بولی۔ اماں! دیکھ۔ ستگورو کیا سُندر بالک لائے ہیں۔ ساس نے کہا کہ مجھ کو تو نہیں دکھائی دیتا۔ وہ کہنے لگی کہ یہ دیکھ کھیل رہا ہے۔ گویا چونکہ اُس کی ساس نے اُس کے دل میں لڑکے کا سنکلپ پیدا کر دیا تھا۔ ستگورو اس سنکلپ کو بھگتا کر اُس کی رُوح کو آگے لے گئے۔

۳۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کے ماہواری ست سنگ پر حاضری زیادہ نہ تھی۔ کیونکہ جگہ جگہ فسادات ہونے کی وجہ سے سفر کرنا خطرناک سمجھا جانے لگا ہے۔ ۳۱ر مارچ کو حضور کی طبیعت علیل ہو گئی اور آج یکم اپریل کو بھی طبیعت سخت کمزور رہے۔ پیشاب میں کافی خون آ رہا ہے۔ ڈاکٹر لوگ بہت کوشش کر رہے ہیں۔ ٹیکے بھی لگائے جا رہے ہیں۔ مگر کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ آج دوپہر مَیں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور صرف اتنا ہی کام کیا کریں جس سے کہ حضور کی طبیعت پر زور نہ پڑے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ بیماری اس وجہ سے ہے کہ شہروں میں فسادات ہونے کی وجہ سے سب ست سنگی خطرہ اور مایوسی کے وقت سنگورو کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اُن کی مدد کرنی پڑتی ہے۔ اور کرموں کا بوجھ لینا پڑتا ہے۔ حضور کی علالت کی وجہ سے اب کے کسی کو نام نہیں دیا گیا۔ کئی لوگ ضلع گورکھپور سے بھی آئے ہوئے تھے اور مایوس ہو کر چلے گئے۔

۵ر اپریل ۱۹۴۷ء کل دوپہر کو مَیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں لالہ راجہ رام مرحوم کی بیوہ اور اُن کی سُپتری موجود تھیں۔ دورانِ گفتگو میں حضور نے فرمایا کہ راجہ رام آج کل بڑی اچھی جگہ ہے اور بڑا خوش ہے۔ اُس کو معلوم ہے کہ اُس کی بیٹی اب اچھی حالت میں ہے۔ وہ بڑا پریمی تھا۔ نہ صرف دو لاکھ روپے کی لاگت سے راولپنڈی میں ست سنگ گھر بنوایا۔ بلکہ جب کبھی باہر جاتا اور اچھی چیز دیکھ پاتا تو ست سنگ گھر کے لئے خرید کر لے آتا۔ مثلاً کوئی عمدہ دری۔ گھڑی۔ موٹر کار۔ قالین وغیرہ۔

۳۰ر مارچ سے ابھی تک حضور بالاخانہ پر سے نیچے نہیں اُتر سکتے۔ کمزوری بہت ہے۔ بات چیت بھی زیادہ نہیں کر سکتے۔ ڈاک بھی نہیں سُن سکتے۔ مَیں ہی پڑھ کر جیسا سمجھ میں آوے جواب دیدیتا ہوں۔ آج کل بوجہ فسادات کے خط بھی بہت آتے ہیں۔

۶ر اپریل ۱۹۴۷ء۔ اتوار کی دوپہر کو مَیں بارگاہِ حضوری میں کسی کام کے لئے بیٹھا تھا۔ صرف دو تین لوگ نج کے پاس تھے۔ حضور کی بیماری کا ذکر درمیان میں آیا تو باتوں باتوں میں حضور نے فرمایا کہ کل تک آرام آجاوے گا۔ پھر فرمایا کہ اندر ایک مسلمان فقیر کہنے لگا۔ کہ دس دس میل میں دِیا نہ جلے گا۔ اِس پر میرے حضور بابا جی مہاراج کے حضور میں عرض کرنے پر انھوں نے فرمایا کہ بکتا ہے۔ صوبہ سرحدی کو نقصان پہنچے گا۔ ہندو آخر کار کامیاب ہوں گے۔ ویسے ہی آج حضور کا ۱۹۴۱-۴۲ء کا داک پورا ہو رہا ہے۔ جب حضور نے ایک مذاقیہ کہانی بیان کر کے کہا تھا۔ کہ انگریز خود بخود ہندوستان چھوڑ کر چلے جاویں گے۔ اُس وقت تو یقین نہیں آتا تھا۔ مگر اب یہ ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

وہ کہانی اب پھر دوہراتا ہوں کہ ایک جاٹ کی لڑکی مر گئی۔ ایک پردیسی برہمن لڑکی کی ماں کے پاس گیا۔ کہ پرمہانی مجھے کپڑے اور آٹا وغیرہ دیدے۔ تیری بیٹی وہاں بھوکی ہے اور ننگی ہے۔ جاٹنی کو لڑکی

سے بڑا پیار تھا۔ سُنکر بڑا رنج ہوا۔ اور کپڑے اور زیور اور مٹھائیاں اُس برہمن کو دیں۔ برہمن دیوتا تو چلتے ہوئے
جب جاٹ ہلوں سے فارغ ہوکر گھر آیا تو اُس نے سارا ماجرہ سُنا۔ بڑا غصے ہوا۔ کہ برہمن ہوکر دھوکا دے
گیا۔ برہمن کو بھی شُبہ تھا کہ جاٹ اُس سے یہ چیزیں چھین لے گا۔ وہ اُن کو ٹھکانے لگا کے جنگل میں
لکڑیاں کاٹنے گیا ہوا تھا کہ جاٹ جنگل میں گھوڑی پر سوار ہوکر اُس درخت کے نیچے آیا۔ جہاں برہمن لکڑیاں
کاٹ رہا تھا۔ اور بولا کہ میری چیزیں واپس کردو۔ اور گھوڑی درخت کے نیچے کھڑی کرکے درخت پر برہمن
کو پکڑنے کی خاطر چڑھنے لگا۔ برہمن نے گھوڑی پر چھلانگ ماری اور گھوڑی کو بھگا کر لے جانے لگا۔ جاٹ
نے دیکھا کہ اب تو گھوڑی بھی گئی تو کہنے لگا۔ کہ میری بیٹی راجی کو کہہ دینا۔ کہ زیور تو تیری ماں نے دیئے ہیں۔
گھوڑی تیرے باپ نے دی ہے۔ اسی طرح انگریز بھی ہندوستان کو VIRTUE OF NECESSITY
بناکر چھوڑ رہے ہیں۔

۱۰ اپریل ۱۹۴۷ء ۔ کل دوپہر کے بعد حضور کی صحت کمزور ہوگئی۔ پیشاب میں خون ایلبیومن کافی
آگئی۔ آج صبح سے طبیعت اچھی ہے۔ پیشاب کا رنگ بھی دیکھنے میں صاف ہے۔ اور آج کچھ کام ڈاک کا پہلی
مرتبہ دس گیارہ دِن بعد دیکھا۔ ایک ست سنگی نے خط میں لکھا کہ اندر روشنی اتنی زبردست آتی ہے۔
کہ اُس کو برداشت نہیں کرسکتا۔ جواب دیا گیا۔ ڈرو نہیں ستگورو اندر ہیں۔ جب کوئی ڈر لگے تو ان کا
دھیان کرو۔ مدد کریں گے۔

۱۷ اپریل ۱۹۴۷ء حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ پیشاب میں خون نہیں صرف ایلبیومن ہے۔ اور
پیشاب میں تیزابی مادہ بھی ہے جس کے لئے ALKALI تجویز کی جارہی ہے۔ کمزوری کافی ہے۔ یہاں
تک کہ دستخط کرتے وقت اُنگلیاں کام نہیں کرتی ہیں۔ اور کل سے روز شام کو کار میں بیٹھ کر وراپخ کی طرف دریا
کے کنارے جا بیٹھتے ہیں۔ وہاں کچھ عرصے بیٹھ کر واپس تشریف لے آتے ہیں۔ شام کو ست سنگ خود نہیں
کرتے۔ کبھی کبھی بچن فرما دیتے ہیں۔ آج پھر سردار گوکل سنگھ نے ست سنگ کیا۔ حضوری بانی میں سے۔
"یہاں تم سمجھ سوچ کر چلنا۔ یہ تو راہ بڑی اتی ٹیڑھی۔ من کے ساتھ نہ پڑنا" اور گورو ارجن دیو جی کا شبد
"دِن رات کمائیڈڑو سو آیو ماتھے جس پاس ڈکائیندڑ سو وکھی ساتھے" لئے۔ دریا کے کنارے
حضور نے فرمایا۔ کہ پنجاب کو تقسیم کر رہے ہیں۔ پھر باتوں باتوں میں فرمایا۔ کہ ہندو مسلمانوں میں لڑائی ہوگی
اور آخر کار ہندو فتح پا دیں گے۔

۱۹ اپریل ۱۹۴۷ء بروز سنیچر وار صبح کے پانچ ڈیرے سے روانہ ہوئے۔ ایک کار ہماری دوسری
صاحبزادہ سردار ہربنس سنگھ کی سٹیشن ویگن تھی۔ حضور کا خیال تھا کہ اپنی کار میں جیسا چاہیں پچھلی سیٹ پر

لیٹ جاویں۔ کیونکہ طبیعت کمزور اور سفر لمبا تھا۔ راستہ میں جالندھر پٹرول لے کر لدھیانہ صبح کے ساڑھے سات بجے سول لائنز میں آ گئے۔ وہاں صرف ۲ منٹ ٹھہرے کر موگے موبل آئل لینے کے لئے ٹھہرے۔ پیں موگہ پہنچنے سے پہلے ہی سٹیشن ویگن میں بیٹھ گیا تھا۔ تاکہ حضور آرام سے لیٹ سکیں۔ موگہ میں ہم پانی پینے لگ گئے۔ اور حضور کی کار آگے نکل گئی۔ جو کہ ہم نے مکتسر کے قریب آ پکڑی۔ موگہ سے آگے مالوہ پورانہ سے نکل کر ریگستان شروع ہو گیا۔ اگرچہ اس میں بہت سی پانی کی نہریں بہتی ہیں۔ مگر یہ علاقہ اب بھی موسم گرما میں خشک سا۔ گرم اور بنجر میدان سا معلوم ہوتا ہے۔ پانی دُور دُور فاصلے پر دکھائی دیتا ہے۔ گرم ہوا سے کار کی چھت اور گدیاں گرم توے کی مانند تپتی ہیں۔ اس واسطے یہ گرم ریگستان شاہانِ مغلیہ کے وقت بھی پوری طرح اُن کے تحت میں نہیں آیا۔ اور اس واسطے گُرو گوبند سنگھ جی آنندپور صاحب سے نکل کر اس علاقہ میں آ گئے۔ کیونکہ یہاں فوجوں کے لئے پانی اور خوراک کا ملنا اُن دِنوں میں بہت مشکل ہو گا۔ موگہ سے مکتسر ۵۰ میل پرے ہے سرسے تک ریگستان ہی چلا گیا ہے۔ ملوٹ اور ڈبوالی ریگستان کے مرکز CENTRE ہیں۔ ہاں سرسے سے ۴ میل ورے نالی دریائے گھگھر بہہ رہا ہے۔ وہاں کچھ سبزہ معلوم دیتا ہے۔ سرسے ۱/۲ ۱ بجے آ پہنچے۔ آ کر ہاتھ منہ دھو کر خوب پانی برف پیا۔ پھر کھانا کھایا۔ کھانے کے ساتھ کئی گلاس سرد پانی کے پینے پڑے۔ پھر لیٹ گئے۔ گرمی اور گرم ہوا کا زور تھا۔ ہمیں نیند تو نہ آئی۔ مگر آرام کر لیا۔ اور ۵ - ۶ بجے شام کے درمیان سکندرپور آ پہنچے۔ حضور نے اب ڈیوڑھی کے اُوپر بالائی کمروں میں رہائش اختیار کر لی ہے۔

۲۱ اپریل ۱۹۴۷ء۔ کل شام گھر کے پاس ہی اناج کے پھلے جہاں کہ دانہ بھوسہ سے الگ کیا جا رہا ہے۔ دیکھنے تشریف لے گئے۔ آج صبح کار میں گروال بلز میں گئے۔ وہاں پہلے باغ کا معائنہ کیا۔ جن جن آموں کے پاس کیلا لگا ہوا ہے۔ اُن میں پھل زیادہ آیا ہے۔ اور جن جن پالٹوں کے نزدیک ہی ملٹھی کے جھاڑ کھڑے ہیں وہاں درختوں پر سبزی و شادابی زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ ملٹھی کی خوشبو بھی خوب آتی ہے۔ اس کے بعد آئل ایکسپیلر (OIL EXPELLER) کارخانہ کی عمارت دیکھی۔ اب تک نامکمل ہے۔ ابھی مشینری یا انجن وغیرہ نہیں آئے۔ نہ دروازے لگے ہیں نہ فرش۔ نہ کچی اینٹوں کی دیواروں کی لپائی ہوئی ہے۔ توت کے درختوں کے سایہ میں بیٹھے رہے۔ سایہ خوب تھا۔

کل ۲۲ اپریل کی صبح کو ۸ بجے سرسہ ست سنگ گھر میں سنگت کو درشن دینے گئے۔ وہاں ست سنگ ہوا۔ کئی ست سنگیوں نے عرض کی کہ ہم کو ست سنگ گھر میں گپھائیں بنا کر بھجن سمرن کرنے کی اجازت دی جاوے مگر حضور نے اجازت دی کہ ست سنگ گھر کے پیچھے جو سردار صاحب کا احاطہ ہے اُس میں بنا لو۔ آج کل مستانہ بلوچستانی کا کمرہ بمعہ اُس کی گپھا کے ست سنگ گھر بن رہا ہے۔ رات کو پھر شانتی آشرم میں

حضور کی نو تعمیر بیٹھک میں بالائی منزل پر ست سنگ سردار گوربخش سنگھ جی نے گورو گرنتھ صاحب میں سے کیا۔

حضور نے فرمایا۔ کہ جو لوگ کھلواڑوں کو آگ لگاتے ہیں۔ اُن کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔ اور سیدھے نرکوں کو جاتے ہیں۔ خدا کسی قوم یا مذہب کی رعایت نہیں کرتا۔ جو جیسا کرتا ہے۔ اس کو ویسا پھل ملتا ہے۔ آج رات صبح تقیہری جا رہے ہیں۔

وہاں ۹ بجے سے پہلے پہنچے۔ اور کچھ دیر بیٹھ کر اندر بڑے صاحب زادہ صاحب کے نوزائیدہ پوتے کو جو کہ ابھی ایک ماہ کا ہو گا۔ حضور نے اُٹھایا اور سر پر ہاتھ رکھا۔ اور روپے ہاتھ میں دیئے۔ اور پھر وہاں سے واپس سکندر پور گئے۔

۲۴ ر اپریل ۱۹۴۷ء کو صبح کے ۴ بجے چل کر سیدھے جالندھر آ گئے۔ راستے میں کوئی نہ ملا کیوں کہ سویرے سویرے نکل آئے۔ جالندھر دو منٹ دے کر کپور تھلہ میں ایک دو گھروں میں ہو کر ڈیرے آ گئے۔ دوپہر کا ایک بجا ہو گا۔

باب اکتیسواں

حالات قیام ڈیرہ

۲۷ر اپریل ۱۹۴۷ء کو ماہواری ست سنگ تھا۔ بوجہ گڑبڑ کے بھیڑ بھاڑ زیادہ نہ تھی۔

۴ر مئی ۱۹۴۷ء۔ آج شام کے ست سنگ پر لوگوں نے کئی واقعات بتائے۔ کہ کس طرح ستگورو نے اُن کو آج کل کے حادثات سے بچایا۔ بمبئی میں کافی ست سنگی ایک کارخانہ میں نوکر ہیں۔ وہ سب کے سب ایک شادی میں گئے۔ پیچھے سے کارخانہ میں آگ لگ گئی۔ سب مُلازم جل کر مر گئے۔ ست سنگی بچ رہے۔

سردار کرپال سنگھ نے فرمایا۔ کہ جب حضور کئی سال گذرے اُن کے گاؤں موضع سید کسراں میں تشریف لے گئے۔ تو اُن دِنوں میں اکالی لوگ اُن کی بہت مخالفت کرتے تھے۔ اُن کے گاؤں میں بہت سے اکالی سکھ تھے۔ ۱۲ بجے دوپہر کے وقت جب سب سنگت کھانا کھا چکی تو ۳۔ ۴ سو اکالی دیدہ دانستہ آکر بیٹھ گئے کہ گورو کا لنگر ہے کھانا کھائیں گے۔ سردار صاحب نے لنگر میں جاکر دیکھا تو صرف ۲۵۔ ۳۰ روٹیاں اور ایک بالٹی دال کی تھی۔ گھبرائے۔ بیبیوں کو کہا کہ فوراً توہ گرم کرو۔ اِتنے میں حضور اُن کے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا کیوں گھبراتے ہو۔ روٹیوں پر چادر ڈال دو اور برتاؤ۔ چنانچہ سب سکھ لوگ کھا گئے۔ کسی نے کمی محسوس نہ کی۔

آج ایک بابو تھے ست سنگی۔ اُنھوں نے ست سنگ میں کھڑے ہو کر بتایا کہ اُن کے مکان کے چاروں طرف کے مکانات آگ لگنے سے جل گئے۔ مگر اُن کا مکان جو کہ چاروں طرف سے دیگر مکانات سے گھِرا ہوا تھا۔ بچ گیا۔ جب آگ اُن کے ملحقہ مکانوں میں پہنچی تو بجھ گئی۔

شہر گجرات کے ایک پلیڈر کی والدہ وہاں سے لاری میں بیٹھ کر ڈیرے آنا چاہتی تھی۔ جب لاہور لاری سے اُتری تو لاہور میں کرفیو تھا۔ گھبرا گئی۔ ابھی لاری میں ہی بیٹھی تھی کہ باہر دو سکھ کرپان باندھے ایک لڑکا ہمراہ لئے ہوئے آ گئے۔ اُس کا نام لے کر آواز دی کہ باہر آجا۔ چنانچہ وہ باہر آ گئی۔ اُس کا اسباب اُس لڑکے کے سر پر رکھوا کر شہر لاہور کے ایک محلّے میں لے آئے۔ ایک گلی میں ایک گھر کے آگے کھڑے

ہو کر کملا کملا کر کے ایک لڑکی کو آواز دی اور جب وہ نیچے آئی تو اُس کو کہا کہ اِس مائی کو رات اپنے پاس رکھو کل کو اِس کا بھتیجا آ کر لے جاوے گا۔ اُس لڑکی نے جو کہ ست سنگن تھی شور مچایا کہ یہ تو مہاراج جی ہیں۔ اور دوسرے باباجی مہاراج تھے۔ وہ اُس مائی کو وہاں چھوڑ کر غائب ہو گئے۔

سردار بلونت سنگھ صاحب لائل پور زراعتی کالج میں علم کیمیا کے پروفیسر ہیں۔ اُن کا خط سردار بہادر جگت سنگھ کے نام آیا جو کہ سنگت میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ میرا داماد جو کہ غیر ست سنگی ہے۔ مگر جس کی بیوی ست سنگن ہے وہ اپنے مکان کی کھڑکی میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک پولیس والے نے اُس کے گولی ماری اُس کو خبر نہ تھی۔ یکایک اُس کا سر ایک طرف ہو گیا اور گولی دیوار میں لگی اس سے پہلے وہ سپاہی مقابل کے مکان میں ایک لڑکے کو گولی کا نشانہ بنا چکا تھا۔ سپاہی بولا۔ بڑے قسمت والے ہو جو بچ گئے۔ جب سردار صاحب گذشتہ ماہواری ست سنگ سے واپس امرتسر سے لاری میں لاہور جا رہے تھے۔ یا لاہور سے لائل پور لاری میں جا رہے تھے تو راستے میں ڈرائیور نے یکایک بریک لگائی۔ جس سے لاری کو ٹکر لگی اور پٹرول کی ٹنکی پھٹ گئی اُس میں آگ لگ گئی۔ سب سواریاں گھبرا کر دروازے میں سے بھاگنے لگیں۔ مگر چونکہ بھیڑ ہو گئی اِس واسطے کوئی بھی نکل نہ سکتا تھا۔ سردار صاحب نے ایک ایک کر کے سب کو لاری میں سے نکالا۔ اور آپ سب سے پیچھے نکلے۔ اُن کا نکلنا تھا کہ لاری کے پٹرول کی ٹنکی بڑے دھماکے سے پھٹی اور سب لاری جل کر راکھ ہو گئی۔ سب مسافر و سردار صاحب بال بال بچ گئے۔

حضور نے فرمایا کہ بچانے والا تو ساتھ ہی اندر بیٹھا ہے۔ سردار صاحب نے بتایا کہ واقعات معجزے نہیں ہیں۔ بلکہ قدرتی قانون جن کو ہم نہیں جانتے اُن کے مطابق ہیں۔ ایسے ہی ایک افسر جب میڈیم BELAVATSKY لاہور آئی تو اُس صاحب نے کہا کہ جو کچھ آپ فرماتی ہیں وہ سب خیال اور خلافِ قانونِ قدرت ہے۔ ایسے ہی۔ جیسے کہ یہ کہا جاوے کہ اِس کمرے کی چھت میں سے خود بخود پھولوں کی بارش ہو سکتی ہے۔ اِس پر میڈیم موصوف نے کہا۔ کہ کیا تم اِس بارش کو خلاف قانونِ قدرت کہو گے۔ اتنے میں چھت سے اِس قدر پھول برسے کہ میز بھر گیا۔ میڈم نے کہا کہ یہ خلافِ قانونِ قدرت نہیں بلکہ ایسے قوانین کے ماتحت ہے جن سے ابھی ہم واقف نہیں۔ اِن کو خلاف قانونِ قدرت نہیں خیال کرنا چاہیئے۔

ایک بی بی نے لکھا ہے کہ مجھے کئی قسم کے راگ اور بنسری۔ بین۔ سازوں کی آوازیں سُنائی دیتی ہیں۔ اور میں اندر سفید۔ گلابی رنگ کے دیش اور شیشے کے محل دیکھتی ہوں۔ سرت گورو کی آواز سُنتی ہوں۔ مگر اُن کی شکل دکھائی نہیں دیتی۔ اور شبدوں کی آواز اِس قدر زور سے آتی ہے۔ کہ

سہاری نہیں جاتی۔ جواب دیا گیا کہ سب آوازوں کو چھوڑ کر گھنٹے کی آواز پکڑو۔ اور نظاروں میں مت رکھو۔ یہ پانچ تتوؤں کے نظارے ہیں۔ سمرن پر زور دو اور ست گورو سروپ کو پرگٹ کرو۔ جوں جوں آواز کو سنو گی۔ اُس کے سہنے کی طاقت و عادت ہو جاوے گی۔

آج ۶ ر مئی کی شام کو مہاتما چرن داس کی بانی میں سے شیل کا انگ پڑھا گیا۔ سردار کرپال سنگھ نے اپنی تقریر میں کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہا ہے کہ:۔

DOGS AND UNCHASTE WILL BE EXPELLED FROM THE KINGDOM OF HEAVEN AND BLESSED ARE THE PURE FOR THEY SHALL SEE GOD.

صرف پوتر آتما خدا کو دیکھ سکتی ہے۔ تلسی صاحب نے کہا ہے کہ اگر تمہارے میں سچ بولنے کی عادت۔ عاجزی و انکساری ہے۔ اور ہر ایک عورت کو ماں کے سمان دیکھتے ہو تو تم کو خدا ملے گا۔ میں ضامن ہوں۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ دونوں ہونٹوں کے درمیان کے اوزار (زبان) اور دونوں رانوں کے درمیان کے عضو کی حفاظت کرتے ہیں وہ خدا کو ملیں گے۔

کام یعنی شہوت کو ہندو شاستر کاروں نے بہت باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ عورت کا سمرن یعنی یاد کرنا۔ عورت کی بابت باتیں سننا۔ اُس کو دیکھنا (نظر شہوت سے) اور چھونا۔ خلوت میں بات کرنا۔ ہنسی مذاق کرنا۔ شہوت کرنا۔ یہ سب کام میں داخل ہیں۔ مہاتما چرن داس کہتے ہیں۔ کہ یگ۔ تپ۔ یوگ۔ دان۔ پن۔ سب بے کار ہیں۔ اگر عفت نہ ہو۔

۱۰ ر مئی ۱۹۴۷ء سردار امریک سنگھ رشتہ دار صاحبزادہ سردار بجنیت سنگھ جی کا دیہانت ہو گیا۔ مرنے سے چار دن پہلے ایک پریمی ست سنگی نے اُن کی توجہ پانچ نام کے سمرن کی طرف دلائی۔ اور اُس کے بعد کہا۔ کہ ست گورو سروپ کا دھیان کرو۔ آہستہ آہستہ دھیان آنے لگا۔ اور ست گورو سروپ کے درشن ہونے لگے۔ پھر کہنے لگے کہ بے شمار نرک دکھائی دے رہے ہیں۔ جن میں لوگ پھونکے جا رہے ہیں۔ جمدوت لوگ اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ مگر مجھے کچھ نہیں کہتے۔ پھر کہا کہ ایک مولوی راستہ روکے کھڑا ہے۔ کہتا ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ روپیہ لے لو مگر میرے آگے سے ہٹ جاؤ۔ آخر کار جب ست گورو سروپ آگیا تو وہ سڑک اور مولوی صاحب نظر سے اوجھل ہو گئے اور خوب عمدہ نظارے دکھائی دینے لگے۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو ساری عمر یونہی خراب کر دی۔ یہ دنیا تو اُن نظاروں کے مقابلے میں مٹی جیسی ہے۔

پرانایام دیوگ کے ذریعے من کو بس میں کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ ایک بدمعاش کو ہتھکڑی لگا کر پکڑ لانا۔ جب تک ہتھکڑی لگی ہے۔ بدمعاش نیک ہے۔ جب ہی ہتھکڑی کھولو تو پھر بدمعاش ہے۔ شبد سے من کا مارنا ایسا ہے جیسے کہ کسی بدمعاش کو سمجھا بجھا کر ہمیشہ کے لئے نیک بنا دیں۔

۳۱ مئی ۱۹۴۷ء ابھی ابھی راولپنڈی کے پاس کی ایک بی بی نے بیان کیا کہ کس طرح حضور دین دیال اپنے بھگتوں کی رکشا کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے میرے مکان کو آگ لگا دی۔ تو میں اس کی چھت کے اوپر پانچ بچوں کو لے کر چلی گئی۔ کیونکہ میرا خاوند گھر میں نہ تھا۔ اس مکان کی چھت لینٹل کی تھی۔ ارد گرد مسلمانوں کا ہجوم تھا۔ خیال کیا کہ اب موت یقینی ہے۔ ستگورو کے نام کا سمرن اور دھیان کرنے لگی۔ اس پر ستگورو نے درشن دیئے اور کہا کہ بی بی تم پچھلی طرف سے نیچے اتر جاؤ۔ مجھے پوڑی نہ دکھائی دی۔ تو میں نے کہا کیسے اتروں پوڑی تو ہے نہیں۔ ستگورو نے بتایا کہ یہ دیکھ بانس کی پوڑی لگی ہے۔ میں تیرے بچے پکڑ لیتا ہوں تم اترو۔ چنانچہ میں اتری اور ستگورو نے میرے بچوں کو ایک، ایک کر کے اتارا۔ پھر کہا۔ گھبراؤ نہیں ۵ منٹ میں ملٹری لاری آتی ہے۔ چنانچہ لاری آئی مگر مسلمانوں سے بھری تھی۔ میں نے کہا میں تو اس میں نہ بیٹھوں گی۔ تو پھر بولے اور ٹھہرو ۵ منٹ میں اور ملٹری لاری آوے گی۔ چنانچہ لاری آئی تو حضور نے ڈرائیور کو فرمایا کہ اس بی بی کو راولپنڈی گندے نالے کے نزدیک لالہ راجا رام صراف کے مکان پر اتار دینا۔ بی بی کہتی ہے کہ میں نے کبھی راولپنڈی نہ دیکھی تھی نہ گندہ نالہ دیکھا تھا۔ ڈرائیور نے کہا۔ بہت اچھا سردار صاحب۔ چنانچہ لاری چل پڑی اور حضور غائب ہو گئے۔ میں راولپنڈی بچوں کو لے کر آ گئی۔

ایسے ہی تھیوسافیکل سوسائٹی نے اپنی کتاب INVISIBLE HELPERS میں بہت سی ہدایتیں غیبی امداد کی لکھی ہیں۔

یکم جون ۱۹۴۷ء۔ اتوار کو ماہواری ست سنگ ہوا۔ صبح کے ۱½ بجے منجملہ دیگر شبدوں کے سوامی جی مہاراج کا یہ شبد لیا گیا:" ستگورو آئے دیا جگ ہیلا۔ جاگو رے میرے پیارے جاگو۔"

ست سنگ کے خاتمے پر حضور نے لوگوں کو موجودہ ہندو مسلم فسادات کے بارے میں یہ تلقین کی۔ مجھے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی۔ پارسی سب مذہبوں سے پیار ہے۔ سب میرے اپنے ہیں۔ جو لوگ انسان کو قتل کرتے ہیں۔ یا گھروں کو آگ لگاتے ہیں۔ بچوں اور عورتوں کو مارتے ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا سکھ وہ کبھی بخشے نہیں جاویں گے۔ سیدھے دوزخ کو جاویں گے۔ نہ ہندو ختم ہوں گے نہ مسلمان، نہ ہندو اس ملک سے جاویں گے نہ مسلمان۔ آخر کار لڑ بھڑ کر چپ ہو جاویں گے۔ تو کیوں پہلے ہی نہیں سمجھتے۔ میرے ست سنگی کسی کو نہ چھیڑیں۔ سب سے پیار محبت رکھیں۔ ہاں اگر ان پر کوئی حملہ کرے تو

اُس کا جواب دیویں اور اپنا بچاؤ کریں۔

۱۲ر جون ۱۹۴۷ء کل ایک ست سنگی نے پچاس روپے بھینٹ میں بھیجے اور لکھا کہ میں نے سنگورو کے آگے سُکھنا سُکھی تھی (یعنی منّت مانی تھی) وہ سُکھنا پُوری ہوئی۔ رقم ارسال کرتا ہوں۔ جواب میں لکھا گیا کہ سنت مت میں سُکھنا سُکھنی ٹھیک نہیں۔ سنگورو اپنے ہر ایک اسیوک پر دیا کرکے اُس کی مدد کرتے ہیں۔ مگر کسی مزدوری یا معاوضہ کے لئے نہیں۔

۱۳ر جون کی شام کو ست سنگ سردار گلاب سنگھ نے کیا۔ آج کل گرمی کا زور ہے اور حضور کو پھر کئی روز سے پیشاب کی خرابی ہے۔ صرف کل سے نیچے اُترنے لگے ہیں۔ آج ست سنگ میں سچے متلاشی حق کی پہچان جو حضور سوامی جی مہاراج نے اپنی پستک سار بچن نظم میں بیان کی ہے پڑھی گئی۔.... TRUE SEEKER AFTER GOD کون ہے؟ سوامی جی فرماتے ہیں۔

کہ جو دُنیا کی لذّات سے تُنفر ہو اور جس کو عاقبت کی فکر ہو اور ہوشیار ہو کر پُورے گُورو کی تلاش کرتا ہو۔ اگر کوئی سادھو۔ بھیکھی۔ پاکھنڈی بھی مل جاوے۔ اُس کی سیوا کرے۔ اگر ایسا ہو تو خدا خود اُس کو مرشدِ کامل کا ملاپ کرا دے گا۔

حضور نے فرمایا کہ یہ جو مست فقیر اور سادھو شہروں وغیرہ میں پھرتے رہتے ہیں۔ اُن ہی میں سے بعض بڑے کامل ہوتے ہیں۔ منجملہ اُن کے بابا کاہن پشاور والے کی مثال دی۔ اور ایک اور سکھ فقیر کا قصہ سُنایا۔ جو کہ ۱۸۷۲ء سے پہلے پشاور جیل میں بطور ایک خطرناک پاگل کے قید کیا گیا تھا۔ ایک مُسلمان سپاہی نے بتایا کہ ایک رات گرمی کے موسم میں ہم نے ایسے خطرناک پاگلوں کو الگ الگ کوٹھڑیوں میں بند کرکے باہر سے تالے لگا دیئے۔ جب کچھ رات گُذری تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا سا سکھ پاگل صحن میں پھر رہا ہے۔ مَیں نے خیال کیا۔ کہ شاید اُس کی کوٹھڑی کا تالا کُھلا رہ گیا ہوگا۔ اِس پر مَیں نے اُس کو کہا کہ اندر چلا جا۔ اُس نے کہا۔ باوا ذرا پھر لینے دے۔ مَیں نے اُس کے سوٹا مارا۔ اور اندر کر دیا۔ جب جا کر کوٹھڑی کو دیکھا تو اُس کا تالہ مُقفل تھا۔ اور وہ سکھ بغیر قفل و کواڑ کھولے کوٹھڑی کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں خوف کھا گیا۔ وہ سکھ بولا کہ اگر صُبح کو تو پھر آیا۔ تو تم کو بھسم کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے صُبح کو استعفےٰ اپنے افسر کے پیش کر دیا۔ افسر حیران ہو گیا۔ اور مَیں نے اُس کو سارا ماجرا بتایا۔ چنانچہ وہ افسر اور مَیں دونوں اُس سکھ کے پاس آئے اور معافی مانگی۔ سکھ نے کہا۔ کہ نہیں یہ یہاں نہیں رہے گا۔ تو میرے افسر نے کہا کہ باوا اِس کا بال بچہ بھوکا مر جاوے گا۔ رحم کر۔ سکھ نے کہا تو یہاں سے چلا جا۔ تم کو کیا خبر مَیں اُس کو تھانے دار بنا دوں گا۔ چنانچہ وہ سپاہی ضلع لدھیانہ میں آ گیا۔ وہاں اُن دِنوں نام دھاریوں کی شورش تھی۔ اُس میں اچھا کام کیا۔

اُس کو سب انسپکٹر بنا دیا گیا۔

ست سنگ کے بعد سردار کرپال سنگھ نے بتایا۔ کہ لاہور راوی روڈ ست سنگ گھر کے عقب میں اور برابر میں مسلمانوں کی آبادی ہے۔ ہم کو یہ شکایت تھی کہ مسلمان لوگ رات کو ست سنگ گھر پر اینٹیں مارتے ہیں۔ تھوڑے دن ہوئے کہ ایک سب انسپکٹر نے خلیفہ نعمت رائے پریزیڈنٹ ست سنگ کو بلایا اور شکایت کی کہ تمہارے ست سنگ گھر سے اینٹیں مسلمانوں کے گھروں میں آ کر پڑتی ہیں۔ خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ جناب رات کو ست سنگ گھر میں سوائے ایک دو چوکیداروں کے اور کوئی نہیں ہوتا۔ اُن کی کیا مجال کہ وہ باہر نکل کر اینٹیں ماریں۔ اُن لوگوں سے پوچھو کہ انھوں نے کس کو اینٹیں مارتے دیکھا ہے۔ تو سب انسپکٹر نے کہا کہ اور تو کوئی نہیں۔ ایک سفید ریش بوڑھا سکھ سفید کپڑے پہنے ست سنگ گھر کے پیچھے کبھی کبھی رات کو دکھائی دیا کرتا ہے۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر اس کا علاج کوئی نہیں۔ وہ سکھ ہمارے بس میں نہیں ہے وہ خود خدا ہے۔ جو اپنے ست سنگ گھر کی حفاظت کرتا پھرتا ہے

۱۶ر جون ۱۹۴۷ء آج حضور نے ست سنگ میں فرمایا کہ دور رہنے والے جو کبھی کبھی پریم پیار سے ڈیرے ست سنگ اور درشن کے لئے آتے ہیں وہ تو فائدہ اُٹھا جاتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ نزدیک رہنے والے محروم رہ جاتے ہیں۔ یوں تو یہ سچ ہے کہ "سگِ حضوری بہ ز برادرِ دوری"۔ مگر چونکہ ستگورو آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے لگتے ہیں۔ انہی کی طرح برتاؤ کرتے ہیں بعض وقت پاس رہنے والوں کو ابھاؤ یعنی نفرت آ جاتی ہے تو کرا کرایا سب ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔ ورنہ ستگورو کی نزدیکی میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

۱۷ر جون ۱۹۴۷ء کو دس بجے دن کے ڈاک سُنائی۔ اب یہ حکم ہے کہ صرف تین چار ڈاک پڑھنے والے ہی موجود ہوں۔ کوئی نوکر یا سیوادار موجود نہ ہو۔

ڈاک سُناتے کے بعد کسی نے کہا کہ ایک پیر مجھے ملا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ حضور پہلے جنم میں فرید کوٹ کے راجہ تھے۔ حضور نے جواب دیا کہ کئی جنم سخت غریبی دیکھی۔ ایک جنم راج کیا۔ اب وہاں جاویں تو کوئی گھسنے نہ دے گا۔ پھر سردار کرپال سنگھ نے حضور کی دائیں پشت کا معائنہ کیا۔ اور پوچھا کہ ستگورو کے پیر میں پدم ہوتا ہے۔ اُس کے کیا معنی ہیں۔ ایک کالا تل باریک سا نظر آیا۔ پھر حضور نے اُس کے نیچے دکھایا کہ یہ دیکھو سورج کا نشان ہے۔ واقعی سورج کا نشان صاف صاف حضور کے پاؤں کی پشت کے درمیان ہے۔ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر سوامی جی نہ آتے تو گرنتھ صاحب کی تعلیم مفقود ہو جاتی۔

۲۹ر جون ۱۹۴۷ء کو اتوار کے دن صبح کے سات بجے ماہواری ست سنگ شروع ہوا۔ حاضری

اِس قدر تھی کہ جگہ لوگوں کو نہ ملتی تھی۔ اگرچہ حضور کی طبیعت کمزور تھی۔ تاہم خود ستسنگ فرمایا اور بڑے زور سے فرمایا۔ گورو گرنتھ صاحب میں سے تیسری پادشاہی کا شبد "کایا کامن اتی سوالیو۔ پروسے جس نالے" لیا گیا۔ ستسنگ شروع ہونے سے پہلے مسٹر بھونچال لاہوری نے کچھ بچن مدح حضوری میں فرمائے۔ جس میں حضور کو اوتاروں کا شہنشاہ اور گورو نانک کا مرتبہ دیا۔ حضور نے جواب میں فرمایا۔ کہ میں تو گورو نانک کے کتوں جیسا بھی نہیں۔ میں سادھ سنگت کا خادم ہوں۔ اگر ستگورو میری سیوا منظور کرلیں تو میں شکر کروں گا۔ اِس دُنیا میں کسی کو دم مارنے کا یارا نہیں ہے۔ خبر نہیں اُس کے دربار میں کس کو سوہاگن کرتے ہیں۔

موجودہ ہندو مسلم فسادات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اب امن ہو رہا ہے۔ اور جو ظالم ہیں اُن کو سزا ملے گی۔ اور تم دیکھو گے کہ جو کچھ داتا گورو کرتا ہے، ٹھیک کرتا ہے۔ چنانچہ ایک فقیر کے پاس اُس گاؤں کے لوگ گئے۔ اور کہا کہ باباجی اِس گاؤں کے سارے مرغے مرغیاں مر گئے۔ فقیر نے کہا۔ اس میں کوئی نیکی ہوگی۔ پھر دوبارہ آ کے کہا۔ کہ حضور گاؤں کے سارے کُتے مر گئے۔ فقیر بولا اس میں بھی کچھ نیکی ہوگی۔ پھر تیسری دفعہ گئے تو کہنے لگے کہ آج صبح اِس گاؤں کی سب آگ ہر ایک گھر کی بجھ گئی۔ کیونکہ اُن دِنوں میں دیاسلائی کا رواج نہ تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں آگ دبا کر رکھا کرتے تھے۔ فقیر بولا اِس میں بھی خدا کی نیکی ہوگی۔ لوگ حیران ہوگئے۔ اُس دن ایک ظالم بادشاہ دیہات کو جلاتا قتلِ عام کرتا آ رہا تھا۔ جب اُس گاؤں سے ۱-۲ میل پر پہنچا۔ تو اُس کے مشیروں نے کہا کہ یہاں صرف درختوں کا جھنڈ ہے کوئی آبادی نہیں ہے کیونکہ نہ کوئی کتا بھونک رہا ہے نہ مرغ بانگ دے رہا ہے۔ نہ دھواں نکل رہا ہے۔ اِس واسطے وہ گاؤں بچ گیا۔

اِسی طرح یہ موجودہ آتش زنی، قتل و غارت لوگوں کے بُرے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ لوگ زناکاری عیش و عشرت، شراب خوری، کباب خوری اور بے رحمی، بندا بُغلی، حق تلفی کرتے ہیں۔ اُس کی سزا ہے۔ سو گھبراؤ نہیں۔ ایک دو مہینے میں چین ہو جائے گا۔

جو شبد پڑھا گیا اُس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ جسم انسانی اِس واسطے قیمتی ہے کہ اس میں رُوح کا مالک یعنی خدائے مطلق خود رہتا ہے۔ اور اُس کے ملنے کا راستہ بھی انسان کے وجود میں ہی ہے وہ یہ کہ کسی مرشدِ کامل سے مل کر اُن سے شبد یعنی ندائے آسمانی کا شغل سیکھ کر آواز کو پکڑے۔ یہ شبد دھرست لوک سے نکل کر مختلف لوکوں کو بناتا ہوا انسان کے روم روم میں دیا پک ہے۔ اور پھر وہاں سے واپس لوٹ کر ست لوک میں جا سماتا ہے۔ اگر اس کی دھار کو توجہ سے پکڑیں تو ہم ست لوک پہنچ جاویں گے۔ یہی

سب سنتوں کا مت ہے۔

۱۶ر جولائی ۱۹۴۷ء بروز بدھوار کو ساون کے مہینے کی سنگرانت تھی جس کے لئے ۸ بجے کا وقت ست سنگ کا مقرر کیا گیا۔ مگر صبح کے ۵½ بجے پہلے زور سے آندھی آئی۔ اُس کے بعد بارش شروع ہوگئی۔ جو کہ ۷ بجے تک بند ہوگئی۔ اِس واسطے بڑے ست سنگ ہال میں ۸½ بجے کے قریب ست سنگ بابو گلاب سنگھ جی نے شروع کیا۔ مگر ساون اور بھادوں کے دو مہینوں کا ارتھ خود حضور نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کیونکہ حضور کو کچھ عرصہ دس دِن سے تکلیف پیشاب کی شروع ہوگئی ہے۔ اب تک پیشاب میں چوتھا حصہ خون کی آمیزش ہے۔ مگر حضور کام کاج سے نہیں چوکتے۔ حضور نے فرمایا کہ ست سنگی کا من ہر وقت سمرن۔ دھیان یا دُھن میں سے ایک میں لگا رہنا چاہیئے۔ یہی مُکتی کا سادھن ہے۔ جب ہمارا خیال دُنیا اور دُنیا کی لذتوں اور پدارتھوں میں ہے تو قدرتی طور پر جہاں کہ ہمارے دِل کی آشا ہے۔ وہاں ہی مرنے کے بعد ہمارا جنم ہوگا۔ اگر ہمارا خیال گورو چرن میں پک جاوے گا۔ تو مرنے کے وقت بھی گورو کا ہی خیال آوے گا۔ اور ہم جس دلیش میں گورو ہیں وہاں ہی جاویں گے۔ ست سنگ کے بعد کڑاہ پرشاد تقسیم ہوا۔ پھر حضور کھیتوں کا ملاحظہ کرنے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آکر چند لوگوں سے سنگرانت کی سیوا لی۔

۱۹ر جولائی پنشن لینے کے لئے امرتسر کچہری گئے۔ دو کاریں لے گئے ایک میں برخوردار لفٹنٹ پرشوتم سنگھ پستول سے مسلح میرے ساتھ اگلی گدی پر تھے۔ پیچھے حضور اور تھانیدار بیاس جو کہ سکھ ہیں وہ تھے۔ دوسری کار میں بی بی لاجو اور ایک مسلح پولیس کانسٹبل و دیگران تھے۔ لالہ متھورام سپرنٹنڈنٹ ریٹائر ہوگئے ہیں اُن کے جانشین لالہ حکم چند صاحب ملتانی بڑے خلوص سے پیش آئے۔ افسر خزانہ صاحب وہیں اُن کے کمرے میں پنشن کا کاغذ تصدیق کرنے کے لئے آگئے۔ تصدیق کرا کر امپیریل بنک میں روپیہ لینے گئے۔ وہاں سے ست سنگ گھر میں پنڈت کشن چند ایڈووکیٹ کو درشن دیئے۔ اُن کی مزاج پرسی کی۔ کیونکہ اُن کے کسی دشمن نے دو فائر پستول سے کر کے اُن کو مارنا چاہا تھا۔ مگر وہ بچ گئے۔ سنگت امرتسر کو بوجہ فسادات پتہ نہ دیا تھا۔ اِس واسطے وہاں سے ایک بجے چل کر ۲ بجے کے قریب ڈیرے آ پہنچے۔

۲۲ر جولائی ۱۹۴۷ء کو شام کے ۴-۵ بجے کے درمیان ڈاک سُنانے گیا تو بی بی لاجو نے عرض کی۔ کہ حضور ساون کا مہینہ یُونہی نکلا جا رہا ہے۔ ایک بُوند نہیں برسی۔ حضور نے جواب دیا۔ بارش مالک کے اختیار میں ہے۔ میں ڈاک سُنانے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آندھی آئی۔ ڈاک سُنانی بند کرنی پڑی۔ آندھی کے بعد بُوندا باندی شروع ہوگئی۔ پھر بڑے زور سے بارش آئی۔ اور گھنٹہ بھر برستی رہی۔ خُوب پرنالے چلے۔ سب جگہ پانی بھر گیا۔ ست سنگ کے وقت بارش بند ہوگئی۔ یہ پہلی بارش ہے جو

اِس سال یہاں پڑی ہے۔

کل ایک منوہر شبد گورو گرنتھ صاحب میں سے قابلِ ذکر لیا گیا تھا۔

آسا محلہ پہلا ۔ چھنت گھر ۳

تُو سُن ہرنا کالیا کی واڑیئے راتا رام
بِکھ پھل مِٹھا چار دِن پھر ہووے تاتا رام
پھر ہوئے تاتا کھرا ماتا نام بِن پرتا پئے
اوہ جیو ساگر دیئی لہری بجلی جو چمکیئے
ہر باجھو راکھا کوئی ناہی سوئی تجھ وِسارِیا
سچ کہے نانک چیت رے من مریہہ ہرنا کالیا

اب من کو بھنورے سے تشبیہہ دیتے ہیں۔

بھنورا پھُول بھونتیا دُکھ اتی بھاری رام
میں گور پُچھیا آپنا ساچا وچاری رام
وچار ستگور مجھے پُوچھیا بھنور بیلی راتیو
سورج چڑھیا پنڈ پڑیا تیل تاون تا تیو
جم مگ بادھا کھاہی چوٹا شبد بِن بے تالیا
سچ کہے نانک چیتا رے مریہہ بھنورا کالیا

اب اِس کا علاج بتاتے ہیں۔

میرے جیئڑیا پردیسیا کِت پوہ جنجالے رام
ساچا صاحب من وسے کی پھاسہہ جم جالے رام

پھر مچھلی کی مثال دیتے ہیں:۔

مچھلی وچھُنی نین رُنی جال بدھک پائیا
سنسار مایا موہ مِیٹھا انت بھرم چُکائیا
بھگت کر چیت لاہر سیوں ۔ چھوڑ منوں اندلیسیا
سچ کہے نانک چیت رے من جیئڑیا پردیسیا
ندیا واہ وچھُنیا میلا سنجوگی رام
جگ جگ میٹھا وِس بھرے کو جانے جوگی رام
کوئی سہج جانے ہر پچھانے ستگورُو جن چیتیا
بِن نام ہر کے بھرم بھولے پچیہہ مگدھ اچیتیا
ہر نام بھگتی نہ رِدے ساچا سے انت دھاہی رُنیا
سچ کہے نانک سبد ساچے میل چِریں دِ چھُنیا

۱؎ سیاہ من ۲؎ دُنیا میں ۳؎ مگن ہوا ۴؎ دُنیاوی لذات صرف چند روزہ ہیں۔ اُن کا انجام دُکھ ہے ۵؎ تو اِس میں خوب مست ہے۔ نام کے بغیر دُکھ دیتے ہیں ۶؎ دوزخ کا دریا اِس طرح ٹھاٹھیں مارتا ہے جیسے بجلی چمک رہی ہو ۷؎ ہری کے بغیر تیرا کوئی رکھوالا نہیں ہے۔ اُسی کو تُو نے بُھلا دیا ۸؎ ارے غافل من ہوشیار ہو جا ورنہ مر جائے گا۔ کالا ہرن سے مُراد نفسِ سیاہ ہے۔ ۹؎ اے بھنورے تو ایک پھُول سے دوسرے پھُول پر گھُومتا ہوا خوشبو لے رہا ہے ۱۰؎ میں نے مُرشد سے دریافت کیا ہے۔ اے من جو تو لذات میں مست ہے اِس کا نتیجہ یہ ہوگا (باقی صفحہ ۳۲۳ پر)

۲۷ر جولائی ۱۹۴۷ء اتوار کو صبح کے ۸ بجے حضور کا جنم دن منایا گیا۔ پہلے تو بھوپال صاحب نے حضور کی مدح میں حسب معمول ایک نظم پڑھی۔ اِس کے بعد حضور نے ست سنگ کے شروع میں لوگوں کو بھی تقریر کر کے سمجھایا کہ نہ تو ہندو اِس دیس سے چلے جاویں گے نہ مسلمان۔ جب دونوں نے اس دیش میں رہنا ہے۔ تو پھر کیوں نہ آپس میں پریم پیار سے مل کر گذارہ کریں۔ انسان کو مارنا بہت بڑا گناہ ہے۔ مارنے والے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان یا سکھ سیدھے دوزخ کو جاویں گے۔ بلکہ مہاتماؤں نے تو کسی کا دل دکھانا بھی بڑا پاپ بیان کیا ہے۔ یہاں ہندو اور مسلم من۔ بچن اور کرم سے ایک دوسرے کی دل آزاری بھی کرتے ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا ہے ؎

مئے خورد۔ مصحف بسوز در آتش اندر خانہ کعبہ زن ؛ ساکن بت خانہ باشد مردم آزاری مکن

جو لوگ ہندو۔ سکھ۔ مسلمان ایک دوسرے فریق کو لوٹنے اور مارنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اُن کو خدا کبھی بھی نہیں بخشے گا۔

ست سنگ کی حضور نے خود دیا کھیا کی اگرچہ طبیعت علیل چلی آتی تھی۔ اِس کے بعد چند اشخاص کو کویتا پڑھنے کی اجازت دی گئی۔ بعضوں کی یہ خواہش دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ کیونکہ اتنا وقت نہ تھا۔

۴ر اگست کی صبح کو ۹ بجے کے قریب راجا صاحب سانگلی تشریف لائے۔ کسی کو اُن کے آنے کی خبر نہ تھی۔ اِس واسطے کوئی کار اُن کے لانے کے لئے سٹیشن پر نہ گئی۔ وہ بمعہ اپنی دختر کے کرایہ کے ٹانگہ میں بیاس سے ڈیرے آئے۔

(حاشیہ صہ ۳۲۲ کے بعد ملاحظہ ہو)

لہ مرنے پر جمدوت تجھے سزا دیں گے جیسے گرم تیل میں پکاتے ہیں۔ بغیر شبد کے یہ حال ہوگا ۱۲ لہ اے مسافر رُوح! کیوں تو جنجال میں پھنستی ہے؟ ۱۳ لہ سچے مالک کو من میں جگہ دے تاکہ جمدوت تم کو نہ گھیریں۔ ۱۴ لہ دُنیاوی مایا اور محبت ظاہر میں میٹھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر موت کے وقت اُس کی اصلیت معلوم ہو جاتی ہے ۱۵ لہ اندیشہ جات من سے نکال دے ۱۶ لہ اے نادان! تو جوہندی سے بچھڑ گیا ہے۔ اب شاید ہی ملنا ہو ۱۷ لہ ہر ایک زمانہ میں زہر میٹھا دِکھائی دیتا رہا۔ جس کو کوئی یوگی ہی سمجھا۔ ۱۸ لہ کوئی کوئی سہج اوستھا کو جانتا ہے ۱۹ لہ بیوقوف غافل دھوکا کھا گئے ۲۰ لہ جن لوگوں نے نام کی کمائی نہیں کی وہ موت کے وقت دھاڑیں مار کر روئیں گے۔ ۲۱ لہ یہ رُوح بہت ہی لمبے عرصے سے ہری سے بچھڑی ہوئی ہے۔ شبد کے بغیر نہیں مل سکتی۔

شام کو جالندھر سے فرنٹیر میل میں اُن کی جگہ ریزرو (RESERVE) تھی۔ جانے سے پہلے حضور سے اپنے بھجن سمرن کے متعلق دریافت کرتے رہے۔ فرمایا کہ مَیں تین گھنٹے روزانہ ابھیاس کو دیتا ہوں۔ حضور بہت خوش ہوئے ؎

اُونٹ مُنارے جے چڑھے گگید گُنبد ٹھہرائے ٭ راجا ہو کے ہر بھجے اچرج کہا نہ جائے

اُنھوں نے پوچھا کہ پہلے تو روشنی چمکدار آتی تھی۔ اب روشنی کم ہے۔ مگر آواز زیادہ ہے اور سمرن کرتے وقت خواہ مخواہ آواز کی طرف خیال جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سمرن کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ جب سمرن کرو آواز سُننے کی کوشش نہ کرو۔ ہاں اگر خود بخود آواز آوے تو کوئی ہرج نہیں۔ مگر توجہ سمرن میں رکھو۔ جب آواز سُنو تو پاؤں کے بل بیٹھو۔ اِس سے آواز زیادہ صاف سُنائی دے گی۔ اور یہ آسن صحت کے واسطے بھی اچھا ہے۔ ایک قسم کی ورزش ہے۔ جس سے جسم چُست و ہلکا رہتا ہے۔ جتنا وقت سمرن کو دو اُس سے ½ یا ¼ شبد سُننے کو دو۔ سمرن کرتے وقت اگر روشنی آوے تو روشنی کو دیکھتے رہو۔ کیونکہ نر تا جب تک نہ کھُلے رُوح اندر نہیں جاسکتی۔ روشنی ایک ستارے میں بدل جاوے گی۔ اُس ستارے کو دیکھتے رہو۔ تارا پھٹے گا اور پھر بہت سے تارے نظر آدیں گے۔ جیسے اندھیری رات میں دِکھائی دیا کرتے ہیں۔ پھر اُن تاروں کو دیکھتے رہو۔ تب سُورج نظر آنے لگے گا۔ تو اُس سُورج کو دیکھتے رہو۔ اُس کے بعد چندرماں نظر آوے گا تو چندرماں کو دیکھتے رہو۔ پھر گُورو کا سرُوپ نظر آوے گا۔ جو کبھی آوے گا کبھی چلا جاویگا۔ مگر وہ نہ آتا ہے نہ جاتا ہے وہ تو اڈول کھڑا ہے۔ ابھیاسی کا من نیچے اُوپر ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ جب اُس کا دھیان کروگے۔ تو وہ ٹھہرنے لگے گا۔ اور جب اُس کو پریم پیار سے دیکھتے رہوگے تو وہ باتیں کرنے لگے گا۔

ایک دفعہ فرمایا۔ کہ عورت کے ساتھ تو محبت سبھی کرتے ہیں۔ مگر آدمی کے ساتھ محبت کوئی کوئی بہادر سُورما ہی کرسکتا ہے۔

۷ر اگست ۱۹۴۷ء آج صبح کہتے ہیں کہ بیاس کے اِرد گِرد کے دیہات میں خاص کر ویروال کے اِرد گِرد ہندو۔ سِکھ مُسلم فساد کا سخت اندیشہ ہے۔ ڈاک خانہ بیاس کل سے بند ہے نہ ڈاک آتی ہے نہ جاتی ہے نہ تاریں آتی جاتی ہیں۔ بابُو لوگ ڈر کے مارے ڈاک خانے میں بند پڑے ہیں۔ ڈیرے میں بھی پہرہ ڈبل لگ گیا ہے۔ اور اِرد گرد کے سِکھ دیہات کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ایک دُوسرے کی مدد کے لئے تیار رہیں۔

عالموں اور فقیروں میں کیا فرق ہے۔؟ ایک مُسلمان نے بتایا۔

کسی بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ عالم اچھے ہوتے ہیں، فقیر نکمّے ہوتے ہیں۔ وزیر نے کہا۔ کہ آپ آزما کر

دیکھ لیں۔ چنانچہ پہلے بادشاہ نے عالموں کا کھانا کیا۔ جب پہلا مہمان داخل ہونے لگا تو چوبدار نے پوچھا کہ صاحب آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے۔ جواب دیا۔ ارے میرے سے بڑا کون ہوگا۔ جب دوسرا آیا تو اُس سے بھی یہی سوال کیا گیا۔ تو اُس نے بھی یہی جواب دیا۔ سب اپنی اپنی علمیت کے گھمنڈ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے تھے۔ جب اندر آئے تو اُن کے بیٹھنے کے لئے ٹوٹی پھوٹی چٹائیاں دی گئیں۔ اور وہ ناک بھوں چڑھا کر بیٹھ گئے۔ اور پھر ایک ایک پیاز اور چنے کی روٹی اُن کو کھانے کو دی گئی۔ بہت شکایت کرنے لگے کہ بادشاہ کے گھر ہم کو ایسا کھانے کو ملے جو ہمارے کُتے بھی نہیں کھاتے۔ غرضیکہ کسی نے کھایا کسی نے نہ کھایا۔ بادشاہ کو گالیاں دیتے ہوئے چلے گئے۔ دُوسرے دن فقیروں کی ضیافت ہوئی۔ پہلے بابا نانک داخل ہونے لگے تو چوبدار نے پُوچھا کہ آپ سے بڑا فقیر بھی آوے گا۔ تو وہ بولے کہ ہاں سب جو آویں گے مجھ سے بڑے ہوں گے۔ مَیں تو اُن کے پاؤں کی خاک ہوں۔ اِسی طرح جو جو آتا گیا سب یہی کہتا گیا کہ جو بڑے فقیر ہیں۔ وہ تو میرے آگے ہوں گے یا پیچھے آویں گے۔ سب فقیر اُن ٹوٹی چٹائیوں پر بڑے صبر و شکر سے باادب بیٹھ گئے اور بادشاہ کی چنے کی روٹی اور پیاز کھا کھا کر خوش ہوئے اور خدا کا شکر کیا۔ اور بادشاہ کو اِس کے صلے میں عرشِ عظیم پر پہنچا دیا۔

جیسے کہ سوامی جی نے بچن کہا ہے :-

ہے دیا تو بڑی اد دیا مَیں سنتن کی قدر نہ جانی
تو دھن مان پر تشٹھا چاہیں اور بھوگن میں رہیں لپٹانی

عالم خدا کے دروازے کے پہرے دار ہیں۔ وہ اندر نہیں جا سکتے۔ اور جو کوئی کہتا ہے کہ مَیں اندر گیا وہ ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں یہ ہمارے پاس سے تو گذرا ہی نہیں۔ خدا کے دربار کے اندر کیسے داخل ہو گیا۔ یہ پتہ نہیں کہ خدا اپنے مومنوں کو خاص دروازے سے داخل کرتا ہے جس کا اُن کو پتہ تک نہیں۔

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء۔ ساون بھی گذرنے پر آیا۔ ہاڑ بھی گذر گیا۔ صرف کل رات بارش ہوئی ہے۔ پہلے سے آگے ساونی فصل کی اُمید ہو گئی۔ کیوں نہ ہو۔ جس جگہ قتل و غارت کا بازار گرم ہو۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو۔ گھروں کو آگ لگائی جاتی ہو۔ وہاں ایسے گھور پاپ میں بادل کہاں۔ حضور کو بھی ۴ روز سے پیشاب بہت سُرخ آنے لگا ہے۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو جبکہ انگریز کی حکومت ختم ہو رہی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان بن رہے ہیں۔ لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ مگر باایں ہمہ ہندو مسلمانوں اور سکھوں میں قتل۔ آتش زنی اور لوٹ مار کا بازار

گرم ہے۔ ہندو مسلمان سکھ ایک ہی ملک کے رہنے والے بھائی بھائی تھے۔ اُن کو ایک دوسرے پر اعتبار نہیں رہا۔ کیا اِس قیمت پر آزادی مہنگی نہیں۔ ہاں۔ اُمید کی جاسکتی ہے کہ جوں جوں وقت گذرے گا اُن کو عقل آتی جاوے گی۔

آج سرت سنگ میں ایک نیا شبد جو مَیں نے پہلے نہیں سُنا لیا گیا۔

راگ جیت سری محلہ ۹۔ پرارتھنا ہے۔

ہر جیو راکھ لیہو پت میری
جم کو تراس بھیو اُر انتر سرن گہی کرپا ندھ تیری
مہا پتت مُگدھ لوبھی بھُن کرت پاپ اب ہارا
بھے مرنے کو بسرت ناہیں تہہ چنتا تن جارا
کیئے اُپاد مکت کے کارن دہ دِس کو اُٹھ دھایا
گھٹ ہی بھیتر بسے نرنجن تا کو مرم نہ پایا
ناھن گُن ناھن کچھ جپ تپ کون کرم اب کیجے
نانک ہار پرِیو سرناگت ابھے دان پربھ دیجے

اِس کے ساتھ سوامی جی کا شبد " نام دان اب سنگورُ دیجے " پڑھنا چاہیئے۔

اور کبیر صاحب کا شبد " تم راکھ لیو ہم سے بگری۔ شیل دھرم جپ بھگتا نہ کینی۔ بہوں ابھیمان ٹیڑھ پگڑی۔

۲۲ر اگست ۱۹۴۷ء رات۔ آج ساون ۶ ہے۔ جوتشی لوگوں نے کہا تھا کہ ۶ ساون سے حضور کی بیماری میں آرام شروع ہو جاوے گا۔ مگر کل سے ہی آرام شروع ہو گیا۔ میرا اپنا خیال یہ تھا۔ کہ جوں جوں پنجاب میں امن چین ہو گا حضور کو آرام ہوتا جاوے گا۔ سو اب سُنتے ہیں کہ امرتسر۔ لاہور۔ لدھیانہ وغیرہ میں امن چین ہوتا جا رہا ہے۔ آج حضور کے پیشاب میں صرف ۵ فی صدی سُرخی کہتے ہیں۔ آج کچھ بارش دوپہر کو ہوئی، مگر اچھی طرح نہیں۔

۲۳ر اگست سے پھر وہی خون کی خرابی شروع ہے۔ آج ۲۶ر اگست تک بدستور جاری ہے۔ کوئی دوائی کارگر نہیں ہوتی۔ اب پنجاب میں امن چین ہوتا جا رہا ہے۔ اغلباً لوگ مار مار کر تھک گئے ہیں۔

رسالہ READERS DIGIST میں لمبی عمر پر مضمون تھا۔ ایک ڈاکٹر نے دو ہزار مرد و زن کی سوانح عمریاں نوٹ کر کے یہ مضمون لکھا۔ کہ جن کی عمریں ۹۵ سال اور اُس سے زائد ہوئیں۔

پہلا ضروری امر لمبی عمر کے لئے یہ ہے۔ کہ کسی اِنسان یا عورت۔ کے آباؤ اجداد کی عمریں کتنی تھیں۔ اگر کسی کا باپ۔ دادا۔ نانا۔ نانی۔ دادی۔ لمبی عمر پا کر فوت ہوئے تو اغلب یہ ہے کہ اُس کی عمر بھی لمبی ہو گی۔

دُوسری بات جو لمبی عمر میں مدد دیتی ہے۔ دِل کا چِنتا اور تشویش سے خالی رہنا ہے۔ اور شانت

چست انسان کی عمر کرودھی و زود رنج انسان سے زیادہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ تمباکو یا شراب کا استعمال یا اُن سے پرہیز لمبی عمر پر کوئی اثر نہیں رکھتا دکھائی دیتا۔ کیونکہ کئی شرابی و حقہ نوش اُن کی سوانح عمریوں میں لمبی عمر والے ہوئے ہیں۔ کوئی خواہ کتنا ہی کھانے پینے میں باقاعدہ اور محتاط ہو اُس کی عمر لمبی کرنے میں یہ بات ایسا اثر نہیں کرتی۔ جیسے کہ اُس کے پیدائشی جسم کی حالت۔ ایک اور بات لمبی عمر والوں میں یہ دیکھی گئی ہے کہ اُن میں سے کسی کو اپنی عمر میں کوئی بڑا آپریشن نہیں کرانا پڑا۔ گویا بڑے آپریشن سے عمر گھٹ جاتی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ لمبی عمر تبھی ہوتی ہے جب انسان ساری عمر اچھی صحت میں رہا ہو۔ ڈاکٹر صاحب کی نوٹ کردہ سوانح عمریوں سے واضح ہوا کہ بعض کمزور اور دائم المریض اشخاص بھی بڑی عمر میں فوت ہوئے۔ لمبی عمر والوں میں سے ۴۴ فی صدی دل کی بیماریوں سے۔ دس فی صدی خون کی نالیوں کے سخت ہو جانے سے۔ ۱۳ فی صدی پھیپھڑوں کی بیماریوں سے، ۲۱ فی صدی گردہ کی کمزوری سے مرے (عورتیں گردہ کی کمزوری سے کم مرتی ہیں)۔ اور سات فی صدی معدہ و آنتوں کی کمزوری سے مرے۔

۳۰ اگست ۱۹۴۷ء۔ حضور مہاراج جی کو دس اگست سے خون سرخ ہمراہ پیشاب، لگاتار آ رہا ہے ڈاکٹروں نے نیچے اُترنا بند کر رکھا ہے۔ سارا دن سوئے یا پلنگ پر لیٹے رہتے ہیں۔ اور فارسی کا کلام مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ سامنے لغاتِ فیروزی رکھی ہے۔ اگر کوئی لفظ مشکل نظر آیا اُس میں سے معنی دیکھ لئے۔ صبح کو ۷ بجے بالائی منزل کے برآمدے میں کرسی پر رونق افروز ہوتے ہیں۔ اور ایک گھنٹہ بھر پنج کے ست سنگیوں کو درشن دے کر پھر پلنگ پر لیٹ جاتے ہیں اور خیال اُوپر لے جاتے ہیں۔ پھر ۱۱ بجے کے قریب بیدار ہو کر اشنان کرکے کھانا کھاتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔ شام کو ۵ بجے برآمدے میں پھر کرسی پر بیٹھ کر کاردیاری سیوادار دل کی عرض معروض سنتے ہیں۔ سنگت کو بھی درشن دیتے ہیں۔ اور رات کو دس بجے پھر آرام فرماتے ہیں۔

صبح ۷ بجے سے ۸½ بجے تک ست سنگ ہوتا ہے۔ کبھی کوئی کبھی کوئی ست سنگ کر لیتا ہے۔ لوگ بوجہ فسادات کے یہاں بکثرت آئے ہوئے ہیں۔ بعض کنبے تو صرف برآمدوں میں چٹائیوں پر ہی ۲۴ گھنٹے گذارتے ہیں۔ اُن کو کوئی کمرہ نہیں ملتا۔ رات کو بھی باہر سوتے ہیں۔ حالانکہ بارش دو روز سے ہو رہی ہے۔ اور رات کو ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔

ایک رسالہ انگریزی میں ایک مضمون پڑھا کہ ۲۴ گھنٹے ہر ایک دن کے کیسے گذارنے چاہئیں:۔ مصنف کا خیال ہے کہ ۷ گھنٹے کاروبارِ دنیاوی کو دے کر بہت سے آدمی بالکل کوئی کام کسی قسم کا نہیں کرتے اور اُن کو وقت کی قدر نہیں۔ جب دفتر کو جاتے ہیں یا وہاں سے واپس آتے ہیں۔ تو اُن کو چاہیئے۔

کہ من کو CONCENTRATE کرنے کی مشق کریں۔ جس سے زندگی میں شانتی پیدا ہو۔ اور چنتا اور تشویش کا ناش ہو۔ ٹرین میں یا لاری میں بیٹھ کر بھی یہ مشق کریں۔ وقت قیمتی ہے۔ اس کو بے فائدہ نہیں کھونا چاہیئے۔

۱۴ر ستمبر۔ آج ۱½ ماہ ہو گیا کہ حضور کی طبیعت بدستور لگاتار علیل چلی آتی ہے۔ پہلے تو پیشاب میں خون آتا تھا۔ اب ۵-۶ روز سے خون کے چھیچھڑے آنے لگے ہیں۔ جس سے نہ صرف پیشاب رُک کر آتا ہے بلکہ بار بار آتا ہے۔ آج دوپہر کو میں متھا ٹیکنے گیا تو حضور نے فرمایا۔ کہ آج صبح سے ۶ دفعہ میں پیشاب کو جا چکا ہوں۔ دُنیا کے کرم ہیں۔ آج کل ہندو مسلمان ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔

پشاور سے آج سردار نانک سنگھ ہیڈ کلرک M.E.S. آئے اور سنایا کہ پشاور میں سکھ فوج کی بلوچ فوج سے رات کو لڑائی ہو گئی۔ طرفین کے آدمی مارے گئے۔ شہر میں شور ہو گیا۔ کہ سکھوں نے مسلمانوں کو مار ڈالا۔ بس پھر کیا تھا۔ ہزاروں پٹھان شہر اور چھاؤنی پر ٹوٹ پڑے اور لوگوں کو مار مار کر اُن کا اسباب جائداد و عورتوں کو اُٹھانا شروع کر دیا۔ سردار صاحب کو ایک فوجی انگریز افسر گھر سے رات کو ملٹری گاڑی میں نکال کر فوج میں لے گیا۔ وہاں سے ایک قافلہ فوج و سکھوں کا لا۔ یوں سا میں محلہ کو ئی ۵ سو آدمی رات کو پشاور چھاؤنی سے چل دیئے اور مشکل سے چک لالہ پہنچے۔ وہاں سے ریل میں سوار ہوئے اور جہلم میں آکر انجن ڈرائیور نے جو مسلمان تھا آگے جانے سے انکار کر دیا۔ اُس کو سمجھا بجھا کر مشکل سے امرتسر پہنچے۔ سب جائداد اور اسباب وہیں چھوڑ آئے۔ وہاں اُس کو دو صد روپیہ ماہوار کرایہ کی آمدنی تھی۔ اور یہ دیکھئے کہ پھلور۔ جالندھر۔ لدھیانہ میں مسلمان لوگوں کو کسی نے مار کر نہیں نکالا۔ صرف ڈر کر بھاگ گئے۔ اور سنا ہے کہ پھلور میں مسلمان پناہ گزینوں کے کیمپ سے باہر نکل کر شہر میں آٹا پسانے سودا خریدنے آتے ہیں۔ ہندو اُن کو کہتے ہیں کہ آؤ تم آباد ہو جاؤ۔ کیوں جاتے ہو؟ اور لائلپور میں ڈپٹی کمشنر و سپرنٹنڈنٹ پولیس اگرچہ مسلمان ہیں۔ مگر ہندوؤں کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان پولیس و فوج اُن کے حکم پر عمل نہیں کرتی۔

۱۷ر ستمبر۔ آج اسوج کی سنکرانت تھی۔ ایسی منحوس سنکرانت یا ایسا منحوس دن نہیں دیکھا۔ حضور مہاراج جی جب باہر ست سنگ میں جانے لگے تو اُن کا رنگ زرد تھا۔ اور نہایت کمزوری تھی۔ آج بہت دِنوں کے بعد بالائی منزل سے نیچے اُترے تھے۔ کار میں بیٹھے تو فرمایا کہ آج سب انتظام کر لو۔ ڈیرے کے متعلق۔ ممکن ہے کہ کل کو مجھ میں بولنے کی طاقت نہ رہے۔ ست سنگ تو حضور نے کیا نہیں صرف اسوج کے مہینے کا نام بول دیا۔ پھر فرمایا کہ جس کسی کا میں نے کچھ دینا ہو وہ لے لے۔ میرے ذمہ ست سنگ کا کوئی روپیہ نہیں۔ نہ میں نے ساری عمر ست سنگ کے روپیہ کو برتا۔ بلکہ کبھی ست سنگ

سے روپیہ اپنے بچ کے کام کے لئے قرض بھی نہیں لیا۔ پھر فرمایا کہ جس کسی کو مَیں نے کچھ سخت سُست کہا ہو وہ بھی معاف کردیوے۔ ست سنگت اِن الفاظ کو سُن کر بہت گھبرا گئی۔ اور پھر حضور مہاراج جی کار میں واپس اپنی آرام گاہ پر تشریف لائے۔ مجھے فرمایا کہ تم اور سردار بہادر جگت سنگھ دونوں آنا رئیں ۱۱ بجے دوبارہ گیا۔ تو شکر کیا کہ حضور نے ملتوی کر دیا۔ شام کو ۵ - ۶ بجے جب اُوپر کنٹر کی میں سے سنگت کو درشن دیئے تو بہت تسلی دی کہ تم نہ گھبراؤ۔ میری طبیعت اچھی ہے۔

سردار بہادر سیوا سنگھ سیشن جج کے چولہ چھوڑنے کی خبر آج آئی۔ جبکہ اُن کے داماد و اُن کے صاحبزادے کا خط بنام حضور مہاراج جی دستی دو سکھ جٹ اُن کے موضع شکوہ پور ضلع جالندھر سے لے کر آئے۔ کہ حضور تشریف لادیں۔ سردار صاحب کا دیہانت ۹ ستمبر کو HEART FAILURE سے ہوگیا۔ ۱۹ ستمبر کو اُن کا بھوگ ہوگا۔ حضور نے فرمایا کہ وہ بچپن سے زمانہ طالب علمی سے ست سنگ میں آنے لگے تھے۔ بڑے پریمی ست سنگی تھے۔ اُن کے گذر جانے کا از حد افسوس ہے۔ بوجہ علالت طبع کے حضور اُن کے بھوگ پر تشریف نہ لے جا سکے۔ سردار صاحب بڑے لائق جج اور دیانتدار افسر رہے اور ست سنگ کے اعلیٰ رُکن تھے۔ کئی دفعہ حضور دہلی۔ فیروزپور ست سنگ کرنے گئے تو اُن کے ہاں مہمان ہوئے۔ اُن کے بڑے صاحبزادے فوج میں کپتان ہیں۔ یہ معلوم ہوا کہ سردار صاحب کو کچھ عرصہ سے HIGH BLOOD PRESSURE کا عارضہ تھا جس کی وجہ سے اُنھوں نے رخصت ۲-۳ ماہ کی حاصل کرلی تھی۔ اور اپنے گاؤں شکوہ پور میں رہتے تھے۔ ۹ ستمبر کو طبیعت اچھی تھی۔ جب کھانا اُن کے سامنے لایا گیا۔ تو ابھی ایک لقمہ روٹی کا توڑا ہی تھا کہ بیٹھے بیٹھے گر پڑے اور جان دیدی۔

آج لدھیانہ سے خط آیا ہے کہ سب مسلمان شہر سے اور مضافات سے نکل گئے۔ اور شہر کے باہر دریائے ستلج کے قریب ایک درختوں کے جھنڈ تلے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ کب پاکستان گورنمنٹ اُن کے پاکستان جانے کا انتظام کرتی ہے۔ یہ بھی خاص طور پر تحریر تھا کہ وہ زار زار رو رہے ہیں۔ یہ بالکل بے گناہ لوگ ہیں جو کہ مسلم لیگ کے لیڈروں کی غلطیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ گھر سے بے گھر ہوئے۔ جائدادیں گئیں۔ پیسہ پلے نہ رہا۔ اب آگے پاکستان کی اُمیدِ موہوم پر مجبوراً جا رہے ہیں۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ ہزاروں ہندو منٹگمری جھنگ کے اضلاع سے نہایت مصیبت میں شہر میں پھر رہے ہیں۔ کوئی جگہ رہنے کو نہیں۔ تن پر کپڑے نہیں۔ پاس پیسہ نہیں۔ دُودھ ایک روپیہ سیر ملتا ہے۔ سبزی وایندھن کو لوگ دُکھی نادار ہیں۔

۲۷ستمبر - دو روز لگاتار بارش دن رات ہونے کے بعد آج صبح سورج دیوتا کے درشن ہوئے - دریائے بیاس سب پانی سے بھرا ہوا ہے - ایک میل سے زیادہ پاٹ یہاں سے نظر آرہا ہے - اور پانی کی لہروں کی آواز کنارے سے کافی دُور تک سُنائی دے رہی ہے - آج صبح دہلی ریڈیو نے اعلان کیا کہ تین بنکوں کو تین مہینے کی رعایت دی گئی کہ کوئی ۲۵۰/- روپے سے زیادہ نہ نکال سکے گا - ہمارا روپیہ جالندھر کے ایک ایسے بنک میں جمع تھا - میں موٹر کار لے کر یہاں سے جالندھر روانہ ہوا - جب بیاس ڈاک خانہ کے ذرا آگے گئے تو سکھوں کے پیدل قافلے پیدل جالندھر کی طرف چلتے ہوئے ملے - اور اُن کے آگے کوئی یک صد کے قریب مویشی ہوں گے - ذرا پرے مُسلمانوں کے قافلے پاکستان جاتے ہوئے مینہ و سردی کے مارے ہوئے دیکھے گئے - جو کہ دُھوپ میں بے شمار کپڑے سُکھا رہے تھے - بڑے مُفلس اور نادار اور ناتواں معلوم ہوتے تھے - ملٹری کے مُسلمان آدمی اُن کی نگرانی کر رہے تھے کئی لاریاں اور ٹرک بھی لے جانے کے لئے موجُود تھے - مگر سب نالاں اور سب کا حال بُرا دیکھا - دریائے بیاس کے پُل پر بڑا آمدورفت کا زور تھا - مُشکل سے کار پار گئی تو ڈھلواں ریلوے سٹیشن سے ورے پھاٹک سے ذرا پرے سڑک زیر آب تھی - کوئی ٹرک یا لاری یا کار نہ گذر سکتی تھی - سُنا ہے کہ رات کو پانی آیا - اور بہت سے گڈے - جانور اور عورتیں - بچے - آدمی بہہ گئے - ایسی مُصیبت اِس قدر بڑے پیمانے پر تو جرمن کی لڑائی میں بھی نہ ہوئی ہوگی - ڈھلواں کے سٹیشن ماسٹر سے بات کی تو بتایا کہ بیاس ایک ہندو سکھ پناہ گزیں گاڑی بڑی لمبی شام کے ۶ بجے آئی - انجن بگڑ گیا - ساری رات وہاں رہی - صبح ۸ بجے بیاس سے چلی اور ڈھلواں ۹ بجے کے قریب پہنچی - اور ۱۱ بجے دوپہر تک جبکہ میں وہاں تھا - ہمیر اسٹیشن تک ۸ میل بھی طے نہ کر سکی - ۴۰ لاشیں باہر نکالی گئیں - جب واپس کاریں آئے تو کار مکھیوں سے پُر تھی - یہی ہیضہ پھیلاتی ہیں - کمبخت ہ - ۵ میل تک مُشکل سے نکل سکیں - ۱۲ بجے کے بعد ڈیرے آ پہنچے -

حضُور مہاراج کی طبیعت بہت کمزور ہو گئی ہے - اب لیٹ کر بات کرتے ہیں - کُرسی پر نہیں بیٹھتے - زیادہ بول نہیں سکتے - کل کو ماہواری ست سنگ ہے - بہت تھوڑے لوگ آئے ہیں - بابو گلاب سنگھ جی ست سنگ کریں گے - سب لوگ حضُور کی علالت کی وجہ سے اُداس ہو رہے ہیں - ڈاکٹر حکیم سب عاجز ہیں عقل کام نہیں کرتی کہ کیا کیا جاوے -

باب بتیسواں

حالات علالت و رحلت حضور پُر نور بابا ساون سنگھ جی مہاراج

قیام امرتسر (۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء) ۲۸ ستمبر کی رات کو حضور نے حکم دیا کہ کل کو کار سے امرتسر جا کر ڈاکٹروں کا مشورہ لیا جاوے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح حضور اپنی کار کی پچھلی سیٹ میں ہمراہ بشو سنگھ و صوبیدار میجر و آگے بھائی شادی و میجر خوشحال سنگھ روانہ ہوئے۔ آگے بنڈت دھرمانی ٹرانسپورٹ افیسر کا ٹرک تھا۔ پیچھے کاریں، میں و ملک صاحب تھے۔ بی بی لاجونتی کی کار صبح کے ۶-۷ بجے کے درمیان بمعہ ۵-۶ آدمیوں کے پہلے ہی روانہ کر دی گئی تھی۔ امرتسر۔ بیاس قصبہ گذر کر پل ریلوے کے سامنے ملٹری مسلمان و ڈوگرہ موجود تھی۔ وہاں کار ٹھہرا کر حضور نے اُن کے افسروں کو کہا۔ کہ وڑائچ کے مسلمانوں کو انھوں نے بمثل دیگر نزدیک کے دیہات کے مسلمانوں کے شرناگت خیال کر کے بچا رکھا تھا۔ مگر اب جٹ سکھ لوگوں کی نیت بدل گئی ہے۔ اُن کو ٹرک بھیج کر مسلمانوں کے قافلہ میں جو وہاں ہی موجود تھا شامل کر لینا۔ تاکہ بچارے پاکستان کو چلے جاویں اور اُن کی جان بچ جاوے۔ راستے میں دو تین جگہ جہاں جہاں مسلمانوں کے پہلے پیدل قافلے ٹھہرے تھے۔ وہاں بہت سی گندی میلی چادریں۔ رضائیاں وغیرہ پڑی تھیں۔ اور جا بجا مُردے پڑے تھے۔ کوئی ننگا، کوئی کُتّے کا کھایا ہوا، کوئی گِدھوں سے کھایا جاتا ہوا۔ کوئی بچہ، کوئی بوڑھا۔ کوئی عورت کوئی مرد۔ درمیان میں جا بجا لاشیں جانوروں کی بھینس۔ بیل۔ گدھا۔ گھوڑوں کی جو تھک کر یا کسی دیگر وجہ سے قافلے میں مر گئے پڑی تھیں بعض عورتیں بالکل ننگی تھیں۔ امرتسر شہر سے ایک میل ورے تک بھی مُردے دیکھے گئے۔ ایسا ہی حال پاکستان کے راستوں کا ہو گا۔ وہاں ہندو سکھ مُردے ہوں گے۔ یہ بھیانک نظارہ دیکھتے ہوئے ہم ڈیرہ بابا ساون سنگھ مجیٹھہ روڈ ست سنگ گھر میں پہنچے۔

شام کو کئی سرجن اور ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرایا گیا۔ ڈاکٹر نہال چند سیکری نے دوسرے دن صبح آ کر گولیاں کھانے کو لکھیں۔ اور ۳۰ ستمبر کو یہ قرار پایا کہ چونکہ کمزوری بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اس واسطے حضور کو BLOOD TRANSFUSION دیا جاوے۔ دوسرے دن بہت سے جوان ست سنگی

خون دینے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ ۶ جوان آدمیوں کا طبی معائنہ خون کی مطابقت کرنے کے لئے کیا گیا۔ ڈاکٹر کپتان گورچرن داس کا خون مطابق نکلا۔ چنانچہ اُس دن شام کو ڈاکٹر کھنہ۔ ڈاکٹر سنتوکھ سنگھ و ڈاکٹر گوئل نے آکر C.C 25 خون دیا۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ رات پڑ گئی۔ حضور لیٹے رہے۔ رات کو جَو کا پانی و دیگر خوراک دی گئی۔ صبح کو حضور کی طبیعت میں سے بہت سی کمزوری رفع تھی۔ مگر بیماری اصلی یعنی پیشاب میں خون کا آنا آج تک کبھی بند نہیں ہوا۔ شام کو ہر روز ۵ بجے درشن اُوپر کھڑے ہو کر سنگت کو دیتے ہیں۔ شہر کے سب بڑے بڑے ڈاکٹروں نے آکر حضور کا معائنہ کیا۔ اور اپنی اپنی رائے دیں۔ ڈاکٹر کرنل امیر چند صاحب بھی بلائے گئے۔ مگر انھوں نے پریشانی طبیعت کی وجہ سے آنا گوارا نہ کیا۔ کل شام کو ڈاکٹر ہیت رام صاحب بھی کار میں چھہرٹے سے تشریف لائے۔

مورخہ ۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو حضور نے اشنان کیا تو طبیعت بہت کمزور ہو گئی۔ ایک ڈاکٹر ڈاکٹر دوائی لینے دوڑا۔ اُن کا دِل گھٹتا جاتا تھا۔ پھر حکم دیا کہ (BLOOD TRANSFUSION) کیا جاوے۔ چنانچہ ۱۲ بجے ہرنام داس ستسنگی کا خون دیا جانے لگا۔ 250C.C. دیئے جانے کی تجویز تھی۔ جب C.C 110 کے قریب دے چکے تو حضور نے فرمایا کہ بڑا سخت درد کمر میں ہو رہا ہے۔ کمر دبانے لگے تو فرمایا کہ بڑی سخت تکلیف ہے۔ چنانچہ خون دینا بند کر دیا گیا۔ اور کمر میں سخت درد کے علاوہ ہاتھ پاؤں میں اور سارے جسم میں سخت سردی اور کانپنا شروع ہو گیا۔ کوئی کمر دبانے لگا۔ کوئی پاؤں۔ کوئی بازو ملنے لگا۔ مگر کانپنا بند ہونے میں نہ آتا تھا۔ سب لوگ اور ڈاکٹر لوگ بے دست و پا ہو گئے۔ خون کا دباؤ گھٹ کر صرف ۷۰، ۸۰ رہ گیا۔ سانس زور سے آنے لگا اور پیشاب بند ہو گیا۔ حالانکہ پیشاب کی جلن ہر وقت رہتی تھی۔ اِس قدر تکلیف مَیں نے کسی کو آج تک نہیں دیکھی۔ جب ذرا بیٹھتے تو گردن گر جاتی۔ گویا غشی آگئی ہے۔ اس واسطے لیٹ گئے مگر سانس زور سے آتا رہا اور گرم بوتلوں سے بھی کانپنا نہ ہٹا۔ آخر کار کئی گھنٹے کے بعد بخار ہو گیا۔ ڈاکٹر سنتوکھ سنگھ و ڈاکٹر کھنہ نے اُسی وقت ہی ۲ گلوکوز داشتہ C.C 500 SALINE اندر کیا۔ جس میں اُن کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا۔ مطلب یہ کہ خون کا زہر اندر رہے وہ پیشاب کے راستے خارج ہو جاوے۔ ساری رات حضور کی حالت نہایت تشویشناک رہی۔ مگر آہستہ آہستہ قطرہ قطرہ پیشاب آنے لگا۔ مگر حضور کو بہت زور لگانا پڑتا تھا۔ اور ساتھ پاخانہ بھی آجاتا تھا۔ ساری رات یہی حالت رہی۔ خون کے دباؤ کو زیادہ کرنے کے لئے ٹیکے دیئے گئے۔ کمزوری حد درجہ کی ہو گئی۔ لیکن اتنا غنیمت ہوا کہ پیشاب ساری رات قطرہ قطرہ آنے کی وجہ سے اندر سے زہر خارج ہو گیا۔ اور جان بچ گئی۔ پاخانہ بھی آگیا۔ ساری رات جَو کا پانی اور دُودھ دیتے رہے تاکہ اندر سے

پیشاب نکلتا رہے۔ صبح کو ۷۔ ۸ بجے حضور کو کافی فائدہ ہو گیا۔ مگر کمزوری اِس قدر کہ بیٹھ نہ سکتے تھے۔ اور بول نہ سکتے تھے یہ بیا جنم حضور کا ہوا۔

آج ۱۶ اکتوبر تک کمزوری اِس قدر ہے کہ خون کا دباؤ ایک سو سے کم ہے اور سارا دن لیٹے رہتے ہیں۔ کسی سے بات چیت نہیں کرتے۔

۱۶ اکتوبر۔ اس کے بعد خون ڈالنے کی کوشش ترک کر دی گئی اور پھر کرنل ڈاکٹر ناٹ انسپکٹر جنرل ہسپتال کو بی بی ہربنس کور جو کہ حضور کی بھتیجی ہیں۔ اور ڈاکٹر ہیں بلا کر لائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بعد معائنہ تجویز کیا کہ مثانہ کو سلور لوشن سے دھویا جاوے یعنی ۱۵ ہزار میں ایک حصہ سلور کا شک ہو اور کر یہ بڑی احتیاط سے کیا جاوے۔ کیونکہ اس میں اندر SEPTIC مادہ داخل ہونے کا زیادہ خطرہ رہتا ہے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ اِس سے اندر سے خون کے چھیچھڑے نکلے۔ دو دن لگاتار کرتے رہے اب پیشاب صاف ہو گیا ہے اور اب حضور کو کوئی تکلیف نہیں۔ ہاں کمزوری بہت ہے۔ یہ عجیب ہے کہ اب پاکستان و پنجاب آنے جانے والے قافلوں کو کبھی کوئی قتل و کشت و خون کا خطرہ نہیں رہا۔ قافلے بڑے آرام سے بغیر کسی حملے کے آ جا رہے ہیں۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ جب ملک میں بے گناہوں کا کشت و خون بند ہو جاوے گا۔ تو حضور کو آرام آ جاوے گا۔ کیونکہ جب کوئی جسمانی خطرہ ہوتا ہے تو لوگ خواہ مخواہ اپنے اِشٹ دیو کی طرف فریاد کرتے ہیں۔ اور اِشٹ دیو کو ضرور تکلیف میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ خواہ کچھ ہی ہو شکر ہے کہ اب حضور کو بیماری سے اِفاقہ ہو گیا ہے۔ کمزوری رفع ہو جاوے گی۔ آج خاصکر طبیعت آراستہ معلوم ہوتی ہے۔ موسم بھی کافی خنکی کا آ گیا ہے۔ لوگ درشنوں کے واسطے شہر کے دُور دراز حصوں سے آتے ہیں۔ بہت سے مرد و بیبیاں بغیر درشنوں کے مایوس لوٹ جاتے ہیں۔

۱۷ اکتوبر شکر وار کو کاتک کی سنکرانت تھی۔ چنانچہ صبح کے ۸ بجے سنگت ست سنگ کے واسطے لنگر کے سامنے حضور کے بالاخانہ کے نیچے جمع ہو گئی۔ حضور لیٹے کمرے میں لیٹے رہے۔ نیچے گورو گرنتھ صاحب میں سے بارہ ماسہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد ۹ بجے کے قریب اُوپر بالاخانہ کے برآمدے میں جدھر ست سنگت نیچے بیٹھی تھی۔ لاؤڈ سپیکر میں سے نہ صرف مہینے کا نام سُنایا بلکہ کاتک کا مہینہ "کتک کرم کماونے دوش نہ کاہو جوگ"۔ زبانی سنایا۔ سب لوگ حضور کی صحت یابی کا حال معلوم کر کے بہت خوش تھے۔ اِس کے بعد سنگت میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ حضور نے فرمایا کہ پرسوں اِتوار کو صبح کے ۸ بجے درشن اسی طرح ہوں گے۔ اس کے بعد بی بی لاجو و بی بی رلی نے اُوپر سے شبد پڑھا "سنگورو آئے دیا جگ ہیلہ۔ جاگو رے میرے پیارے جاگو۔ کال شکاری مگ میں کھمارا رکھا گورے میرے

پیارے بھاگو۔ گورو سروپ تیرے ہیئے میں بستا۔ تا کو رے میرے پیارے تاکو۔ جگت بھار بھوگن کی آشا۔ تیاگو رے میرے پیارے تیاگو۔" الآخر یہ شبد اس خاموشی کے عالم میں خوب آنند دے گیا۔

۱۹ر اکتوبر اتوار کو صبح کے ۸ بجے ست سنگ سردار کرپال سنگھ صاحب کا شروع ہوا۔ لوگ بہت سے جمع ہو گئے تھے۔ دیوار تک کہیں جگہ نہ رہی۔ ۹ بجے صبح حضور نے بالاخانہ پر سے درشن دیئے اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔ امرتسر میں پناہ گزیں لوگ اِدھر اُدھر بال بچے اور سامان لئے ہوئے مارے مارے پھر رہے ہیں۔

۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۷ء ڈلہوزی سے خبر آئی تھی کہ غنڈے لوگ کوٹھیوں وغیرہ کو آگ لگا رہے ہیں۔ چنانچہ میں ۲۱ر اکتوبر کو وہاں گیا۔ اور کوٹھیوں کے لئے دو گورکھے پہرہ دار بکلوہ سے منگوا کر رکھے گئے۔ اور دیگر کئی کام کر کے ۲۶ر کو واپس آ گیا۔ یہاں کا اب دستور العمل یہ ہے کہ لوگ صبح آٹھ بجے آ جاتے ہیں۔ ایک گھنٹہ بانی کا پاٹھ سنتے ہیں۔ پھر حضور اُوپر کھڑے ہو کر سنگت کو درشن دیتے ہیں۔ شام کو بھی درشن ہوتے ہیں۔ ابھی تک حضور کو کمزوری بہت ہے۔

۵ر نومبر ۱۹۴۷ء رات۔ آج کل حضور کا روزانہ پروگرام یہ ہے کہ صبح ۸ بجے لوگ شہر وغیرہ سے آ کر ایک گھنٹہ بانی کا پاٹھ جو اُس کا ارتھ سردار جیون سنگھ بزاز کوئٹہ والے سے سنتے ہیں۔ بعد ازاں بنتی پڑھتے ہیں۔ اِس کے بعد حضور اُوپر برآمدے میں سے درشن دیتے ہیں۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوتے ہیں۔ مگر بہت سے پناہ گزین استری پُرش یہاں ٹھہرے ہیں۔ جن کی رہائش۔ خورد و نوش کا انتظام امرتسر ست سنگ کے ذمہ ہے۔ امرتسر کے لوگ بڑے دانی ہیں خوشی سے یہ سیوا اپنے اُوپر انھوں نے لے رکھی ہے۔ کئی شرنارتھی آتے ہیں۔ کئی چلے جاتے ہیں۔ میں اوپر جا کر ضروری کاغذوں پر دستخط کرواتا ہوں۔ اِس کے بعد حضور آرام کرتے ہیں۔ اور پلنگ پر لیٹ جاتے ہیں۔ پھر شام کے ۵ بجے اوپر کسی سنت کی بانی کا پاٹھ سنتے ہیں۔ صرف چند پنج کے ست سنگی اُس وقت موجود ہوتے ہیں۔ کبھی سوامی جی کی بانی۔ کبھی پلٹو صاحب۔ کبھی تلسی صاحب کی۔ کبھی گُٹکا رامائن پڑھتے ہیں۔ صرف آدھ گھنٹہ تک یہ پاٹھ ہوتا ہے۔ اِس کے بعد حضور اُوپر سے سنگت کو درشن دے کر اندر اپنے سونے کے کمرے میں لیٹ جاتے ہیں۔

تیوہار دیوالی مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۴۷ء

پہلے حسب معمول صبح کو ست سنگ ہوا۔ اور حضور ست گورو جی نے بالاخانہ کے اُوپر سے سنگت کو درشن دیئے۔ اِس کے بعد ڈیرے سے بہت سی سنگت مرد عورتیں آ گئیں۔ شام کو دیا جلے حضور کے

بالاخانہ کے باہر چھت پر دریاں بچھائی گئیں۔ اور حضور کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ بہت سے لوگ ساری چھت پر بیٹھے۔ اور بی بی لاجوورتی نے رادھاسوامی کی بانی میں سے "گورو چرن گرہ میرے آئے ٭ بھاگ میرے سوتے دیئے جگائے" پڑھا۔ اس کے بعد لوگوں کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔

حضور نے فرمایا کہ سنتوں کے درشن و ست سنگ کا بڑا فائدہ ہے۔ ایک دفعہ گورو ارجن صاحب کے دربار میں یہ شلوک پڑھا گیا "لیکھ نہ مٹئی ہے سکھی۔ جو لکھیا کرتار"۔

ایک راجہ اس ست سنگ میں موجود تھا۔ بولا کہ اگر کرموں کی ریکھ مٹ ہی نہیں سکتی تو پھر مجھے آپ کے پاس آنے کا کیا فائدہ؟ گورو صاحب نے فرمایا کہ کل اس کا جواب دیں گے۔ راجہ صاحب اپنے ڈیرے چلے گئے۔ رات کو سوتے میں خواب دیکھا کہ ان کا جنم ایک چوہڑے کے گھر ہوا۔ ان کی شادی ہوئی۔ بچے ہوئے غریبی بہت تھی۔ ایک دفعہ جنگل میں ایندھن کے لئے لکڑیاں کاٹنے گئے۔ درخت کے اوپر چڑھے۔ اوپر سے ٹہنی کاٹ رہے تھے کہ ٹہنی کٹی اور وہ بھی دھڑام سے نیچے گرے۔ آنکھ کھل گئی۔ دوسرے روز دربار میں حاضر ہوئے۔ گورو صاحب سے خواب کا ماجرا بیان کیا۔ تو گورو صاحب نے فرمایا کہ سنت اسی طرح کرموں کو بھگتاتے ہیں۔ دیوانِ شمس تبریز میں بھی کہا ہے۔ ؎

اگر بخواب روی تو بینی ٭ سقط ہائے وصعب ہائے آں نکو کردار

۲۱ر نومبر ۱۹۴۷ء آج حضور کی طبیعت خاص طور سے آراستہ معلوم ہوتی ہے۔ اب لوگوں سے باتیں کرتے کم تھکتے ہیں۔ آج شام کو حضور نے فرمایا کہ بہنوں اور بیٹیوں کو بھائی اور ماں باپ پیارے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کی بیوی کی سخت دشمنی اپنی نند سے ہوگئی۔ اس نے اس شخص کو سکھلا کر اس بات پر تیار کر لیا کہ اپنی بہن کو قتل کر دیوے۔ جب وہ بہن کے گھر اس کی سسرال میں اس کو قتل کرنے کی نیت سے گیا تو اس وقت بڑی زبردست بارش ہو رہی تھی۔ اس نے سنا کہ اس کی بہن پرمیشور کے آگے پرارتھنا کر رہی ہے کہ اے سوامی! جیسا مینھ یہاں برس رہا ہے۔ ایسا ہی میرے میکے میں برسے۔ اس پر وہ شخص شرمندہ ہو کر چلا آیا۔ اور بیوی کو کہنے لگا کہ تم کو قتل کر دوں گا مگر اس کو نہیں مار سکتا۔

۲۵ر نومبر ۱۹۴۷ء آج صبح کے ۹ بجے ست سنگ کے بعد جب درشن کرنے گئے تو پتہ لگا کہ ایک ست سنگی کی اپنی بیوی سے لڑائی ہوگئی۔ وجہ یہ کہ اس نے صبح ہی گورو کے لنگر کے لئے سبزیات بازار سے خرید کر لانی تھیں۔ جن کے لانے کے لئے پہلی رات اس کو کہہ دیا گیا تھا۔ مگر جب گھر سے خریدنے کے لئے چلنے لگا۔ تو بیوی نے کہا۔ کہ پہلے میرے بچوں کے لئے سبزی لا دو۔ لنگر کو پیچھے دینے جانا۔ وہ خفا ہو کر بولا کہ پہلے لنگر پیچھے تم۔ ایسے ہی لوگ پرمارتھ کے ادھیکاری ہیں نہ کہ دنیاوی تعلقات میں بندھے ہوئے۔ حضور نے یہ سنا تو مندرجہ ذیل

کہانی بیان کی۔

کسی کا مستحق نادار مفلس کی بیوی اُس کو ہولی سے ایک روز پہلے بولی کہ کل کو ہولی کا تیوہار ہے۔ سب نے گھر میں حلوا۔ پوری۔ بھاجی۔ پاپڑ وغیرہ بنانے ہیں۔ یہ سب سامان لادو۔ وہ بیچارہ کہاں سے لاتا۔ پیسہ پلّے نہیں۔ آدھی رات اُٹھا۔ چوری کی۔ اور صبح ہی چوری کے پیسے سے سب چیزیں لادیں۔ مگر پاپڑ لانے بھول گیا۔ اور پیسہ ختم ہوگیا۔ جب لایا تو بیوی نے خفا ہوکر کہا۔ ارے تم پاپڑ تو لائے ہی نہیں۔ اب مَیں کیا کروں گی۔ ابھی پاپڑ لا کردو۔ وہ بیچارہ کہاں سے لاتا۔ دوبارہ چوری کرنے گیا تو پکڑا گیا۔ حاکم نے حکم دیا۔ کہ چونکہ آج ہولی ہے۔ اِس کو ہولی کا سانگ بنا کر گلی گلی پھرایا جاوے چنانچہ جب وہ سوانگ بن کر اپنی گلی میں آیا تو اُس کی بیوی نے دیکھا۔ کہنے لگی۔ کہ تم کو تو سوانگوں کی پڑی ہوئی ہے اور گھر میں مَیں پاپڑوں کے لئے انتظار کر رہی ہوں۔

۱۱ دسمبر ۱۹۴۷ء حضور کی صحت بہتر ہو رہی ہے۔ آج صبح کے دس بجے ڈاکٹر صاحب نے حضور کا معائنہ کیا۔ مَیں موجود تھا۔ جسم کا رنگ پیلا سا ہوگیا ہے۔ مگر آنکھوں میں پہلے سے زردی بہت کم ہے۔ غور سے دیکھنے والے کو جھلک پڑتی ہے۔ چہرے میں بھی پیلاپن کی جھلک پڑجاتی ہے۔ ۲۵ دسمبر کو ڈیرے بھنڈارہ کے لئے جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

۱۲ دسمبر کی شام کے ½۵ بجے جسونت بھونانی سندھی جو کہ دہلی سے فیروزپور تبدیل ہوکر جا رہا تھا۔ حضور کے درشن کرنے آیا تو حضور نے پوچھا کہ تمہارے والد صاحب کہاں ہیں۔؟ تو اُس نے جواب دیا کہ وہ کراچی والا مکان (جو کہ میرے خیال میں ایک لاکھ کا ہوگا) ۸ ہزار میں فروخت کر کے دہلی آگئے ہیں تو حضور نے یہ پُر معنی جواب دیا۔ کہ ساری جائداد نہ فروخت کریں۔

۲۴ دسمبر کو ایک بجے حضور کی روانگی ڈیرے کی طرف مقرر تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے چند گھنٹے پہلے جب حضور صبح کے ساڑھے پانچ بجے بھجن سے بیدار ہوئے تو انھوں نے ایک خط اکالی لیڈر ان کے نام تحریر کروایا۔ اور پھر انکو کئی دفعہ بلایا۔ کہ ہماری بات سن جاؤ۔ مگر وہ نہ آئے۔ پہلی دفعہ حضور نے میرے سامنے ڈاکٹر ہزارہ سنگھ کو بھیجا کہ اُن کو بلا لاؤ۔ صبح کے وقت جواب آیا۔ کہ اشنان کر کے آویں گے۔ مگر ایک بجے تک نہ آئے۔ حضور نے دوبارہ آدمی بلانے کے لئے بھیجا تو پتا لگا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔ اِس پر حضور نے فرمایا۔ کہ یہ موقعہ پھر اُن کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ پھر سر پیٹ کر رہویں گے۔ میرے خیال میں حضور نے انتر ابھیاس میں جو گتی سنسار کی دیکھی اُس کے متعلق اُن لوگوں کی بہتری کے لئے اُن کو کچھ ہدایت فرمانا چاہتے تھے۔

قیام ڈیرہ

امرت سر سے ۱/۲ ۱ بجے روانہ ہوئے۔ اپنے بالاخانہ سے زینہ پر سے اُترتے ہوئے تین جگہ دم لینے کے لئے ٹھہرے۔ گویا کمزوری کی یہ حالت ہے۔ پھر کار میں پچھلی سیٹ پر لیٹے آئے۔ راستے میں جنڈیالہ و دیگر جگہوں میں سنگتیں کھڑی تھیں۔ اُن کو صرف کار میں سے ہی ایک ایک منٹ درشن دے کر روانہ ہوتے رہے۔ امرت سر کی سنگت نے کار کو پھولوں کے ہاروں سے سجا رکھا تھا۔ اور اُس کے آگے ایک گلدستہ کار کے سر پر لگا رکھا تھا۔ کئی عورتوں نے امرتسر میں کار پر سے پیسے وغیرہ نچھاور کئے۔ ڈیرے کے اندر حضور کی قیام گاہ تک رنگ برنگ کے کاغذ رسیوں سے آویزاں تھے۔ اُس راستہ پر کہ جس سے حضور کی کار نے گذرنا تھا۔ سنگت اندر والے ست سنگ گھر کے مغرب کی طرف کے میدان میں جمع تھی۔ حضور کار سے اُتر کر بصد مشکل اُس چبوترے پر براجمان ہوئے۔ فرمایا کہ میں صرف بھنڈارہ ۲۹ر دسمبر والے دن سنگت میں آسکوں گا۔ مگر درشن دونوں وقت ہر روز دیئے جائیں گے۔ سردار کرپال سنگھ نے اپنی تقریر میں اُن بہنوں اور بھائیوں کا شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے گذشتہ تین ماہ کی بیماری میں حضور کی سیوا کی تھی۔ پھر پرشاد بانٹا گیا۔ اور حضور اپنے بالاخانہ میں تشریف لائے۔ حضور کی بیماری کا حال جہاں تک اُن کے معالج ڈاکٹروں سے معلوم ہوا یہ ہے کہ اب مثانہ میں سے خون آنا بند ہو گیا ہے۔ مگر ڈاکٹروں کی تشخیص ہے کہ اُن کے جگر میں بھی ایک رسولی ہو چکی ہے۔ جس سے جگر اپنا فعل پورا پورا ادا نہیں کرتا۔ اور جسم کا رنگ۔ آنکھوں اور چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔ اُن کے خیال میں یہ معمولی یرقان نہیں ہے۔ جب تک جگر کی رسولی دور نہ ہو جاوے۔ جگر کام نہ کرے گا۔

۲۶ر دسمبر۔ آج حضور سامنے کے باغ میں دھوپ میں سارا دن لیٹے رہے۔ اور شام کو کار پر سوار ہو کر دولت خانہ پر تشریف لائے۔ کیونکہ کمزوری کے کارن اِس قدر تھوڑا فاصلہ چلنا بھی اُن کے لئے دو بھر ہے۔

۲۸ر دسمبر کو ماہواری ست سنگ تھا۔ جو کہ دن کے ۱/۲ ۲ بجے شروع ہوا۔ حضور اب کی مرتبہ نہ تو ست سنگ میں تشریف لا سکے نہ سیوا ہی۔ مگر انتظام اچھا رہا۔ حاضری بھی خاصی تھی۔ جبکہ حالات پر خیال کیا جاوے۔ DOCTOR PIERRE SCHMIDT شہر جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کے مشہور ہومیوپیتھک طبیب جو کہ کہا جاتا ہے کہ ساری دُنیا کے ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے پریزیڈنٹ ہیں۔ ۲۹ر دسمبر کی دوپہر کو دہلی کے راستے کار میں تشریف لائے۔ پہلے تو ہوائی جہاز میں بمبئی آئے۔

پھر بمبئی سے دہلی۔ دہلی سے یہاں تک کار میں آئے۔ اُسی دن بھنڈارہ تھا۔ اور بُوندا باندی سردی کا زور تھا۔ ڈاکٹر صاحب حضُور کے پُرانے سیوک ہیں۔ اور دس بارہ سال کے بعد ہندوستان آئے ہیں۔ اور علاوہ بھجن سمرن ست سنگ کے حضُور مہاراج جی کا جسمانی علاج بھی کریں گے۔

۲۹ر دسمبر کو شام کے ۳ بجے ست سنگ شروع ہوا۔ چونکہ یہ ست سنگ ۳۱ر جولائی ۱۹۴۷ء کے بعد آج پہلا ست سنگ تھا۔ پنجاب میں قتل و غارت کے کارن اِس سے پہلے ست سنگ نہ ہو سکا تھا۔ اِس واسطے حاضری کافی تھی۔ بڑے ست سنگ ہال کا مشرقی میدان سارا دیواروں تک بھرا پڑا تھا۔ حضُور خود کار میں تشریف لے گئے۔ اور تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ بابُو گلاب سنگھ نے چھوٹا سا شبد سوامی جی کی بانی میں سے لیا۔ "ست گُورُو کا نام پُکارو۔ ست گُورُو کو ہِردے دھارو۔" ست سنگ سے پہلے ایک پرارتھنا پانچ جوان لڑکوں نے حضُور بابا جی مہاراج کی طرف منسُوب کر کے پڑھی۔ جس کا مقصد تھا کہ حضُور کو جلدی صحت بخشی جاوے۔ سنت مت میں گُورُو ہی اپنے سیوک کا دُکھ سُکھ۔ اور پنچ پنچ کا محافظ اور نگہبان مانا جاتا ہے۔ اور اُس کو کُل مالک کا رُوپ تصوّر کیا جاتا ہے۔ سنت خود اپنے لئے پرارتھنا نہیں کرتے۔ اِس واسطے حضُور مہاراج جی نے فرمایا کہ میں تو اپنے سَتگُورُو کے حکم میں ہوں۔ خواہ وہ مجھے یہاں رکھیں یا لے جاویں۔ تُم کو ضرُورت ہے۔ تو تم بابا جی مہاراج کے آگے پرارتھنا کرو۔ جیسے مولوی رُوم صاحب نے فرمایا ہے۔ ؎

حرام آمد نزد شاں کردن دُعا ؛ کہ اے خدا بگرداں از ما ایں بلا

تاہم روزانہ پرارتھنا کے علاوہ مُندرجہ ذیل پرارتھنا پانچ نوجوان لڑکوں نے عاجزی اور انکساری کے لہجے میں پڑھی۔

اَساں دِیناں دی عرض سنو جی ۔ ہو میرے سَتگُورُو دے پیارے بابا جی پیارے.......

پیارا ہُن راضی ہووے ۔ دِل میرا دِن رین پُکارے ۔ پیارے بابا جی.......

مِتر پیارے باجھوں ساڈا ہور نہ کوئی والی ۔ ایہہ پھلواڑی تد تک پھُلسی جد تک ہووے مالی

ایہہ اُجڑی جاندی دُنیا ۔ مُڑ وَس جاسی ۔ ایہدے سہارے ۔ اَساں دِیناں دی.....

ساڈی خاطر مِتر پیارے کی کی کشٹ اُٹھائے ۔ دُکھیں والے پھٹ پھٹ رو پئے پر کدی مُوروں کُرلائے

کِسے دی کوئی پیش نہ چلدی ۔ ہائے دل تے چلدے سن آرے ۔ اَساں دِیناں دی.....

ماں پیو باجھوں جگ وچ بچے ۔ رُلدے پھرن بچارے.......

بِلکن دُکھئے تھاں تھاں اُتے ۔ دھکے دیندے سارے

ساڈے تے ترس کماویں ۔ بیڑا ایہہ لائیں کنارے ۔ اَساں دِیناں دی.......

دیکھ کے حالت سوہنے دی اج ۔ ڈس ڈس پریمی رو وے
ساڈیاں جاناں نے ئے بھادیں ۔ ستگورو راضی ہو وے
در تے بھکاری بن کے ۔ سنگت ایہہ عرض گذارے
اساں دنیاں دی ....

اس کے بعد حضور کی طرف سے ایک اعلان بابو گلاب سنگھ نے پڑھ کر سنایا جس میں حضور نے اپنی گذشتہ ۱۳-۱۴ ماہ کی بیماری کا حال سنگت کو بتایا۔ تاکہ ہر ایک آدمی کو خط یا زبانی دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ اِس اعلان میں بی بی رتّی۔ رکھی۔ لاجو کی سیوا۔ ڈاکٹر گورچرن داس کپور، ہرنام داس ہزارہ سنگھ و امرتسر کے ڈاکٹر رام چند کھنہ و ڈاکٹر سنتوکھ سنگھ سب کی خدمات کی تعریف کی گئی۔

ست سنگ کے بعد آئندہ سال کے ماہواری ست سنگوں کا پروگرام سُنایا گیا۔ آئندہ سال جنوری وفروری میں کوئی ست سنگ نہیں ہوگا۔ ست سنگی لوگوں کو ست سنگ کے موقعوں پر بستر ے ہمراہ لانے کے لئے تاکید کی گئی۔

ڈاکٹر ٹمٹ ابھی تک صرف معائنہ ہی کر رہے ہیں۔ تاکہ بیماری کی اچھی طرح تشخیص ہو جاوے۔ کل یکم جنوری کو شام کے ۳-۴ بجے کے درمیان چل کر حضور بمعہ ڈاکٹر ٹمٹ امرتسر پہنچے۔ باقی لوگ ٹرک میں گئے۔ شام ہو گئی تھی۔ دُوسرے دن ڈاکٹر سردار سنتوکھ سنگھ و ڈاکٹر کھنہ صاحب تشریف لائے۔ اور ڈاکٹر ٹمٹ سے ملاقات کی۔ شام کو ۱/۲ ۳ بجے وہاں سے چل کر ڈیرے کار میں واپس آگئے۔ کہا جاتا ہے کہ حضور کو اب آہستہ آہستہ آرام آرہا ہے۔

۵ر جنوری ۱۹۴۸ء۔ حضور مہاراج جی کا پروگرام یہ ہے کہ جس دن دُھوپ ہو اپنے بالاخانہ سے نیچے آکر موٹر کار میں بیٹھ کر باغ میں جہاں کہ اُن کے خاندان کی کوٹھی موسُومہ ڈاکٹر جانسن والی ہے جا کر شیشے والے کمرے میں پلنگ پر دُھوپ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور لیٹ جاتے ہیں۔ اور جب دُھوپ دوپہر کی آئی تو باہر برآمدے میں پلنگ پر لیٹ جاتے ہیں۔ اور شام کو جب دُھوپ ڈھل گئی تو موٹر کار میں بیٹھ کر واپس آکے بالاخانہ پر چلے جاتے ہیں۔

۵ر جنوری کو شام کے تین بجے مَیں باغ میں متھہ ٹیکنے اور کسی کام کے واسطے پیش ہوا۔ وہاں پنڈت لال چند لائلپوری و اُن کا صاحبزادہ۔ تینوں بیبیاں۔ سردار بہادر سب آگئے۔ پنڈت جی نے شکایت کی۔ کہ حضور آج کل کام کوئی ہلا نہیں۔ یونہی پھر رہے ہیں۔ حضور نے جواب دیا۔ کوشش کرتے رہو۔ "جوینده یابنده" اِس پر کسی نے کہا۔ کہ سُنا ہے کہ مسٹر جناح کراچی میں کسی مُسلمان فقیر کے پاس گئے۔ اور عرض کی۔

کہ آپ مدد کریں کہ ہم کو دِلّی تک کا راج مل جاوے۔ اُس پر فقیر نے جواب دیا۔ کہ مَیں بھی یہی چاہتا ہوں۔ مگر امرتسر میں ایک میرے سے بھی بڑا فقیر ہے وہ امرتسر سے آگے نہیں جانے دیتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آج دو گھنٹے ہوئے۔ سِکھ اکالی لیڈر آئے تھے۔ مَیں نے اُن کو کہا کہ ابھی ڈیڑھ مہینہ چُپ چاپ رہو۔ لڑائی نہ کرو۔ ابھی مُسلمانوں کا اقبال ترقی پر ہے۔ جب یہ وقت گذر جائے گا تو تمہاری جیت ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اُن لوگوں کے اعمالوں نے ہی اُن کو مار لینا ہے۔ اُن کے اعمال اچھے نہیں۔ اُنھوں نے بڑے پاپ کئے ہیں۔

۸ر جنوری ۱۹۴۷ء صبح کے ۱۱½ بجے ہیں۔ ڈاک کے واسطے حضورؐ کی خدمت میں باغ میں حاضر ہوا۔ تو مجھ سے پہلے ایک چٹائی پر ایک سکھ عُمر ۴۰ سال تقریباً۔ بیٹھا حضورؐ سے عرض کر رہا تھا کہ مَیں نے اب تک نام نہیں لیا۔ مگر سمرن ۹ سال سے کرتا ہوں۔ جب سے میرے ہاتھ پاؤں سو جاتے ہیں۔ اور مجھے اندر آپ کے سرُوپ کے درشن ہوتے ہیں۔ مگر اندر آپ کا چہرہ سُرخ رنگ کا۔ کبھی پاؤں میں کھڑاؤں، کبھی گرگابی ہوتی ہے۔ ہر روز درشن ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا "مار کے اُڈاری اُڑ چلو میری سہیلیو" اور جس مکان میں آپ درشن دیتے ہیں۔ وہ یہی مکان ہے۔ جو آج مَیں نے دیکھا ہے۔ آپ کا پتہ لگا کر آیا ہوں۔ نام دیجئے۔ حضورؐ نے جواب دیا کہ میں بیمار ہوں۔ جب مَیں ویسا ہی ہو جاؤں گا۔ جیسا تم نے اندر دیکھا تو نام دُوں گا۔ ابھی ۱۰۔ ۱۱ مہینے کسی کو نام دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تم جو کچھ اب کرتے ہو کرتے رہو۔ دھیان دونوں آنکھوں کے بیچ جمایا کرو۔ اور پہلے تارے پھر سُورج پھر چاند پھر گُورو سرُوپ نظر آویں گے۔

یہ سکھ ریلوے سفر مینا فوج میں لائیس نائیک ہے۔ ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا ہے۔

آج پھر شام کے ۴ بجے مَیں دوبارہ گیا تو صاحب ڈاکٹر ترمٹ سکھوں جیسی دوہری پگڑی باندھے تشریف لائے۔ حضورؐ کو متھا ٹیکا۔ حضورؐ نے سر پر پیار دیا۔ پھر ڈاکٹر نے حضورؐ کی نبض بائیں ہاتھ کی دیکھی۔ اور بتایا کہ اب صفرا جاری ہونے لگا ہے۔ آگے سے بہتر ہے۔ اور آنتوں کی بھی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ یہ صرف نبض دیکھ کر بتایا۔ پھر چہرے۔ آنکھوں و ہاتھوں کی جلد کا رنگ غور سے دیکھا اب زردی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اِس کے بعد سوالات پُوچھنے شروع کئے۔ کہ جب مَیں دس سال ہوئے پہلے آیا تھا تو مَیں نے پڑھا تھا کہ ست سنگی کو ست گُورو سے کچھ نہیں مانگنا چاہئے جو مناسب ہوگا وہ دے دیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ست سنگی کو ہمیشہ رُوحانی ترقی اور رُوح کا اکٹّھ ہو کر اندر جانا مانگنا چاہیئے۔ اور سب سے اچھا تو یہ ہے کہ جب صبح کو ۲½ گھنٹے بھجن سمرن ختم کر کے اُٹھنے لگے تو متھا ٹیک دے۔ اگر دُنیا دی سُکھ دھن دھام مانگے تو بھی ہرج نہیں۔ ہم روز پرارتھنا میں یہ مانگتے ہیں۔ سوار تھ اور

پرمارتھ دورکا یہ ہیں۔ بہادر آدمی دونوں پر سوار ہو کر چلتا ہے۔ پرمارتھ کیا ہے۔؟ رُوح کا دُنیا کے خیالات دکلپنائیں چھوڑ کر شبد میں لگنا۔ سوارتھ کیا ہے؟ دُنیاوی کاروبار دبیوہار۔ سوال کیا کہ کتنا وقت ہر ایک کو دینا چاہیئے۔؟ جواب دیا۔ کہ یہ ہر ایک آدمی کی ضروریات اور حالات کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ کرم تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) سنچت (۲) پراربدھ (۳) کریمان۔

سنچت[۱] وہ کرم ہیں۔ جن کا خزانہ ترکٹی میں ہے۔ جو ہم نے مختلف جنموں میں کئے اور ابھی تک بھوگے نہیں۔ وہ ترکٹی میں جمع پڑے ہیں۔ ابھیاس کر کے اُن کو جلانا پڑتا ہے۔ اس واسطے ترکٹی سے پار جانے میں دیر لگ جاتی ہے۔

دوسرے پراربدھ[۲] جو ہم نے اِس جنم میں بھوگنے ہیں۔ یہ اٹل ہیں اور ضرور بھوگنے پڑتے ہیں۔ ان کا بھنڈار سہنس دل کنول یا تیسرے تل میں ہے۔ ان کا علاج یہ ہے کہ بھجن سمرن کر کے اپنی WILL POWER کو مضبوط کر لیا جاوے۔ تاکہ دُکھ سُکھ محسوس نہ ہوں۔

تیسرے کریامان[۳]۔ جو ہم روز کرتے ہیں۔ ان کا بھنڈار دل میں ہے۔ یہ جاننا کہ کوئی خاص کرم جو بھوگا جا رہا ہے۔ آیا پراربدھ کرم ہے یا کریامان کرم کا پھل ہے۔ ترکٹی میں پہنچ کر ممکن ہے۔ باہر مکھی اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کہ جو دُکھ سُکھ ناگہاں بنا کوشش کے آجاوے وہ پراربدھ یا تقدیر کا اثر ہوتا ہے اور جو کوشش کر کے جد و جہد کر کے آوے اس کو کریامان کا پھل کہہ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر نے ایک فوٹو کسی سوئٹزرلینڈ کے مہاتما کا پیش کیا کہ یہ مہاتما ساری جائداد چھوڑ کر تیاگی ہو گئے۔ اور ہمیشہ ہی پرارتھنا پرمیشور سے کیا کرتے تھے کہ اے خدا! میں تمہارے حکم میں رہوں۔ اور اُس کو سب جاندار دل سے پیار تھا۔ اِس واسطے اُن کے فوٹو میں اُس کے اِردگرد سینکڑوں پرندے جمع دکھائی دیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ درست ہے۔ مہاتما سب کو پیار کرتے ہیں۔ بعض مہاتما جب رات کو بھجن کرتے ہیں تو اُن کے پاس آکر سانپ بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کچھ نہیں کہتے۔ اسی طرح بعض رات کو شیر پر سوار ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ گتی کے ابھیاسی جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ سعدی شیرازی نے اپنی کتاب "بوستان" میں لکھا ہے ؎

یکے دیدم از عرصۂ رودبار — کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار
چناں ہول زاں حال برمن نشست — کہ ترسیدنم پائے رفتن بہ بست
تبسم کناں دست برلب گرفت — کہ سعدی مدار آنچہ دیدی شگفت

تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

۹ رجنوری ۱۹۴۸ء۔ آج ایک مسلمان نے پاکستان سے حضور کو خط بھیجا۔ کہ اُس کی جائداد واقعہ پنجاب کا تبادلہ کسی مغربی پنجاب کے ہندو کی جائداد سے کرا دیں۔ حضور نے جواب لکھوایا۔ کہ ابھی شور شار ہونے کا اندیشہ ہے۔ تم ۲۔۳ مہینے ٹھہر جاؤ۔ پھر جو مرضی ہو کرنا۔

آج شام کے چار بجے مَیں ڈاک لے کر گیا تو ڈاکٹر شمٹ حضور سے بیمار تھ کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ اُنھوں نے دریافت کیا کہ سُو کھشم دلیش میں بھی مرد و عورت کا رشتہ ہوتا ہے۔ حضور نے جواب دیا۔ کہ سارا سہنس دل کنول پریوں سے بھرا پڑا ہے۔ رِدّھیاں سِدّھیاں شکتیاں پریوں کا رُوپ دھار کر وہاں پہنچنے والے کو کہتی ہیں۔ کہ ست لوک تو بہت دُور ہے۔ وہاں کون پہنچ سکتا ہے۔ تم ہم کو قبول کر لو۔ ہم تمہاری سیوا کریں گی۔ ست لوک جانے کی تکلیف نہ کرو۔ یہ سب مخلوق رُوح کو اُوپر جانے سے روکنے کے لئے کال نے بنا رکھی ہے۔

سوال:۔ کیا سُو کشم دلیش میں بھی مرنا جمنا ہے۔؟

جواب:۔ ست سنگی جب اِدھر سے وہاں گیا تو سمجھو کہ سُو کشم دلیش میں اُس کا جنم ہو گیا۔ وہاں سے ست سنگی آگے ہی آگے جاوے گا۔ گُورو کے بغیر سہنس دل کنول کو پار کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ کیونکہ وہاں بہت سی روکیں کال نے لگا رکھی ہیں۔ جیسے کہ پریاں وغیرہ۔ مذہبوں کے پیشوا۔ پیغمبر جتنے ہوئے ہیں۔ بہت سے سہنس دل کنول سے نیچے اور بہت سے ذرا اُوپر بیٹھے ہیں۔ کوئی کوئی ترکُٹی کے نیچے پہنچا۔ ترکُٹی بھی ساری کسی ست سنگی کو ست گُورو نہیں دکھاتے۔ کیونکہ وہاں کا نظارہ ایسا دلکش ہے کہ ست سنگی اُس میں پھنس کر کہہ سکتا ہے۔ کہ مجھے یہاں ہی رہنے دیں آگے جا کر کیا کروں گا۔ یہاں ہی بڑا آنند ہے۔ ہاں جب ابھیاسی ست سُن سے پرے ہو آتا ہے۔ تو وہ ترکُٹی کے نظاروں کو دیکھ کر موہت نہیں ہوتا۔ ترکُٹی میں ایک ہزار سُورج کی روشنی ہے۔ جُوں جُوں اُوپر جاویں شبد کی لذت و کشش بڑھتی جاتی ہے۔ اُن دلیشوں کی رچنا بیان میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ اِس دُنیا میں کوئی ایسا نظارہ ہی نہیں، جس سے اُس کو تشبیہ دیکر سمجھایا جاوے۔ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ پھر فرمایا کہ امریکہ اور انگلینڈ کے ست سنگیوں کو لکھدو کہ آئندہ کسی کو پُورا نام نہیں دیا جاوے گا۔ پہلے صرف پانچ نام کا سِمرن دیا جاوے گا۔ جب اُس پر محنت کر کے رُوح ست گُورو سروپ تک پہنچ جاوے گی تو شبد کا راستہ بتایا جاوے گا۔ اور مَیں یہاں بھی ۱۰۔۱۱ مہینے تک کسی کو نام نہیں دُوں گا۔ کسی نے کہا کہ اگر ست سنگی اِس سے پہلے مر جاوے تو کیا ہو گا۔؟

جواب:۔ پھر جنم لینا پڑے گا۔ کیونکہ شبد نہیں ملا۔

پھر کسی نے کہا کہ ایک ست سنگی کہتا تھا کہ میں دسوں پادشاہیوں کے وقت میں کئی ایک سکھ گورو صاحبان کے وقت میں پیدا ہوا کیونکہ مجھے دھن آتک نام نہیں مِلا تھا۔ اس واسطے کئی دفعہ جنم لینا پڑا۔
پھر فرمایا کہ سنت ست نام کے بھیجے ہوئے آتے ہیں۔ وہ جو حکم ملتا ہے کرتے ہیں۔ اپنی جان کی پروا نہیں کرتے۔ نہ اپنے شریر کے دُکھوں کی پروا کرتے ہیں "گھلے آئے نانکا سدے اُٹھی جانہہ۔"
اِسی طرح گورو گوبند سنگھ جی نے بھی کہا ہے کہ میرا دل اِس گندی دُنیا میں آنے کو نہیں چاہتا تھا۔ مگر ست نام کے سمجھانے پر یہاں پر اُپکار کے لئے آنا منظور کر لیا۔
۱۲ر جنوری ۱۹۴۸ء۔ آج کل صبح و شام سردی کا بہت زور ہے۔ شام کو سردی اتنی ہوتی ہے کہ ننگے ہاتھوں کو کاٹتی ہے۔ اگرچہ ہوا نہیں۔ یہ اِس وجہ سے ہے کہ ٹمپریچر کا درجہ گر گیا۔ ممکن ہے پہاڑوں میں برف پگھلنے کی وجہ سے درجہ حرارت گر گیا ہو۔ حضور مہاراج کی آنکھیں اب بہت تھوڑی زردی مائل ہیں۔ مگر کمزوری بہت ہے۔ سہارے سے اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔
۱۵ر جنوری۔ آج شام کے ۴ بجے کے قریب میں کچھ ڈاک لے کر گیا۔ ڈاکٹر صاحب حضور کا معائنہ کر رہے تھے۔ اِس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ حضور شری باباجی سے پہلے جتنے سنت تھے وہ اب تک سب مالکِ کُل میں DISSOLVE ہو چکے ہیں۔ اب صرف باباجی مہاراج کے پاس ساری کائنات کا اندرونی انتظام ہے اور اندر اور باہر سب کچھ وہی کر رہے ہیں۔
جب کانگرس و ہندو لوگوں نے لڑائی کے دِنوں میں آزادی مانگی تو ATLANTIC CHARTER کے مطابق امریکہ وغیرہ سب قوموں کی مرضی ہوئی کہ دُنیا کی سب چھوٹی بڑی قوموں کو آزادی دی جاوے مگر انگریزوں کا وزیر چرچل نہیں چاہتا تھا کہ ہندوستان آزاد ہو کر اُن کے پنجے سے نکل جاوے۔ اُس نے مسلمانوں کو اُکسانا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کے لیڈر جناح کو شہ دی کہ تم الگ حقوق مانگو۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ آخر کار جب الگ حقوق دینے بھی کانگرس نے منظور کر لئے تو پھر جناح کو اُٹھایا گیا۔ کہ تم ہندوستان کی تقسیم مانگو۔ جب تقسیم ہو گئی تو اُٹھایا گیا کہ تم ہندوؤں کو قتل کرو۔ چنانچہ مسلمانوں نے ہندوؤں پر بڑے ظلم کئے۔ اُن کی عورتوں کو بے عزت کیا۔ بچوں عورتوں اور مردوں کو قتل کیا۔ اور سب کچھ لوٹ کر بالکل پھٹے ہوئے کپڑوں سے نہتوں کو نکال دیا۔ قدرت کو یہ ظلم منظور نہیں۔ یہ سب اِنتظام اندرونی ہو رہا ہے۔ کہ ۱-۲ مہینے میں لڑائی ہو کر یہ لوگ فنا ہو جاویں۔ ایک مسلمان فقیر جناح کو کہہ چکا ہے۔ کہ میں دہلی تک تم کو فتح دینا چاہتا ہوں۔ مگر راستے میں ایک بڑا زبردست فقیر بیٹھا ہے۔ جو میری پیش نہیں جانے دیتا۔ لڑائی ہو گی تو لاہور کی طرف ہی رہے گی۔ ڈیرے میں کوئی ڈر نہیں۔ ڈیرے میں امن رہے گا۔

پھر فرمایا کہ باباجی مہاراج جب فوج میں نوکری کرتے تھے تو اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ دن بھر تو فوج کوچ میں رہتی۔ شام کو جب ڈیرہ جمتا تو باباجی مہاراج ایک چھوٹا سا گڑھا کھود کر اُس کی مٹی اپنے پیچھے گڑھے کے کنارے پر رکھ لیتے۔ اور اُس کے اُوپر ایک بندھا ہوا بستر رکھ کر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے۔ اور ساری رات بھجن میں رہتے۔ اور صبح کو پھر کوچ کے لئے تیار پاتے۔ نیند کے غلبہ کے وقت ایک چھوٹی سی چارپائی کے دونوں طرف ٹانگیں کر کے بیٹھ جاتے اور بھجن کرتے۔ اُن کی بیراگن بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر بھجن کرنے کے لئے تھی۔ ضرورت کے مطابق لمبی اونچی نیچی ہو سکتی تھی۔

آج حسب تجویز باوا گنگرانند کے، ڈاکٹر نے حضور کو منقی کا پانی دیئے جانے کا حکم دیا ہے۔ یعنی ½ ۱ تولہ عمدہ منقی و ½ ۱ تولہ ہری کشمش کو ½ ۲ پاؤ پانی میں جوش دینا۔ حتیٰ کہ پانی صرف ایک چھٹانک رہ جائے۔ پھر چھان کر پلانا۔ ایسا تین مرتبہ کرنا۔ صبح دس بجے۔ شام کے ۵ بجے۔ رات کے دس بجے۔

۲۲ر جنوری ۱۹۴۸ء۔ گذشتہ ۲-۳ دن بارش و باراں کا زور رہا۔ اس واسطے حضور اپنے بالاخانہ کے کمرے میں ہی مقید رہے۔ آج دھوپ میں باہر نکل کر باغ والی کوٹھی میں دوپہر کے ۱ بجے سے شام کے ۵ بجے تک دھوپ میں بیٹھے رہے۔ اب آرام آ رہا ہے اور آرام آنے کی اُمید ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب صبح کے ۹ بجے۔ شام کے ۳ بجے۔ رات کے ۹ بجے و تڑکے ۵ بجے حضور کا معائنہ کرتے ہیں۔ اب پاخانہ کا رنگ لمبی مدت کے بعد زرد ہونے لگا ہے۔ جگر بھی آج کہتے ہیں کہ سکڑ کر اصلی حالت پر آنے لگا ہے۔ پہلے جگر بہت بڑھ گیا تھا۔ بدن پر صبح ۹، ۱۰ بجے کے درمیان مالش بھی کی جاتی ہے۔

صاحب بہادر نے فرمایا۔ کہ ہمارے ملک میں دسمبر سے لے کر مارچ تک بادل رہتے ہیں۔ صرف کبھی کبھی دھوپ نکلتی ہے۔ سردی اس قدر سخت ہوتی ہے کہ دوہرے دوہرے گرم کپڑے پہننے پڑتے ہیں۔ اپریل مئی میں جا کر پنجاب کی پوہ ماگھ کی سی سردی ہوتی ہے۔ اگست میں پھر بارش شروع ہو جاتی ہے۔ ہندوستان جیسا ملک کوئی نہ ہوگا۔ جہاں ہر مہینہ ہر ایک قسم کا موسم کسی نہ کسی جگہ جا کر مل سکتا ہے۔ صاحب بہادر جنیوا میں روٹری کلب کے ممبر ہیں۔ یہ کلب کوشش کرتی ہے کہ ہر ایک پیشہ کا کوئی سرکردہ شخص ممبر بن جاوے۔ بڑا ڈاکٹر بڑا سرجن۔ بڑا ہومیوپیتھک ڈاکٹر۔ فلاسفر۔ انجنیئر۔ بیوپاری وغیرہ وغیرہ ہفتے میں ایک دفعہ کلب میں کھانا ہوتا ہے۔ اور وہاں ہر ایک اپنے اپنے کام کے متعلق دیگران کو معلومات دیتا ہے۔ سُرخ و سفید شراب و لذیذ کھانے ماس مُرغی دیتے ہیں۔ اور جو ماس نہیں کھاتے اُن کی تعداد صفر کے برابر ہوتی ہے۔ اگر کوئی ہو تو اُس کے لئے بھی انتظام عمدہ کر دیتے ہیں۔ لوگوں کا گذارہ گھڑی سازی و مشین سازی پر ہے۔ بڑی بڑی مشین ہائے وہاں بنتی ہیں۔ سب

ملک پہاڑی ہے۔ یہاں کے میدان دیکھ کر صاحب خوش ہوتے ہیں۔ اور خوب ہر ایک نظارے کا و آدمی و عورت کا فوٹو لے رہے ہیں۔ حضور مہاراج جی کے و دیگران کے بہت سے فوٹو لئے ہیں۔ آج کل کے ہرے پیلے کھیت۔ دریائے بیاس کا ریت و پانی۔ اُس سے پار درختوں کی قطاریں۔ شفق و بادلوں کے فوٹو کھینچ رہے ہیں۔ لڑائی میں ان لوگوں کو گندم۔ گھی۔ کھانڈ وغیرہ کی کافی تکلیف رہی۔ مگر صاحب نے بتایا کہ میرے بعض بیمار بجائے فیس دینے کے مجھے کھانڈ و آٹے کا پرمٹ دے دیا کرتے تھے۔ جس سے مجھے بہت آرام رہا۔

آج امریکہ کے ایک ڈاکٹر سدت سنگھ نے ایک دوائی برائے طاقت ذہنی تجویز کی ہے۔ جس کا نام ہے PROTEIN LYSATE اِس کو دُودھ میں گھول کر ایک دو چمچے کھانا کھانے کے بعد پیئے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس دوائی کا ایک پیالہ ۲½ ڈبل روٹیوں کی یا دس انڈوں کی طاقت رکھتا ہے۔ اُس میں وٹیمن۔ فاسفورس۔ لوہا وغیرہ سب اجزا پائے جاتے ہیں۔ حضور نے بذریعہ تار ہوائی ڈاک سے دو پونڈ لائی سیٹ کا آرڈر آج بھیجا ہے یہ بالکل خالص نباتاتی دوائی ہے۔ ماس یا مچھلی یا انڈا اُس میں نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک کہانی سُنائی کہ ۱۸ ویں صدی میں ملک ہسپانیہ میں ملکہ ازابیلا تھی۔ دستور تھا۔ کہ ہر ایک بڑے دن کے موقع پر اُس کی رعیت جو دار الخلافہ میں رہتی تھی۔ اُس کے دائیں ہاتھ کی اُنگلی کی انگوٹھی کو بطور عزت و محبت چومتی تھی۔ قضا کار اُس ملکہ کے دونوں ہاتھوں میں بہت............ WEEPING EGZEMA یا پاؤں پڑ گئی۔ ملک ملک کے حکیموں ڈاکٹروں کا علاج کیا آرام نہ ہوا بڑا دن قریب آیا۔ ہاتھوں سے سخت بدبو آتی تھی۔ ڈاکٹر نے دونوں ہاتھوں میں دستانے ڈال دیئے اور صرف انگوٹھی کو ننگا رکھا اور وہ رسم انگوٹھی بوسی کی خیر و عافیت سے گذر گئی۔ مگر ملکہ بہت دُکھی تھی۔ ایک غریب عورت نے ملکہ کو کہا کہ میرا ایک واقف غریب سا حکیم ہے اُس کا علاج بھی کر کے دیکھ لو۔ چنانچہ اس بیچارے گمنام ہومیوپیتھک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اُس نے معائنہ کیا۔ اور GRAPHITE جس کی پنسلیں بنتی ہیں۔ اُس کا ایک گرین ۹۹ گرین LEAD ACETATE یا شوگر آف لیڈ میں کھرل کیا۔ پھر اُس کھرل شدہ میں سے ایک گرین لیا اس میں ۹۹ گرین شوگر آف لیڈ ملائی۔ پھر کھرل کیا۔ پھر اُس میں سے ایک گرین میں ۹۹ گرین شوگر آف لیڈ ملا کر کھرل کیا۔ اور ملکہ کو رتی رتی بھر دیتا رہا۔ ملکہ کو آرام آگیا تو بہت خوش ہوئی اور پوچھا کہ آپ کو کیا انعام دیا جاوے۔ اُس نے بڑی ہمت دکھائی۔ کہا کہ ہومیوپیتھک ہسپتال کھول دو۔ چنانچہ بڑے خرچ سے اُس کے لئے ہسپتال کھولا گیا۔ مگر ملکہ نے کہا۔

کہ تم اپنے لئے کچھ مانگو۔ مگر اُس نے نہ مانگا۔ تو ملکہ نے ایک سونے کی صندوقچی کے اندر باہر ہیرے، جواہرات زمرّد وغیرہ جڑا کر لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اور صندوقچی میں ہومیوپیتھک دوائیاں رکھ کر اُس کو نذر کیں۔ جب وہ کسی بیمار کا علاج کرنے جاتا تو لوگ اُس کی صندوقچی کو دیکھ کر کہتے کہ یہ تو لاکھوں روپوں کی ہوگی ڈاکٹر کہتا کہ جو اس کے اندر ہے وہ اُس سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

یہ لوگ خوراک خوب کھاتے ہیں۔ صبح کو گرم پانی سے نہا دھو کر ڈبل روٹی ٹوسٹ پھل و چائے۔ ۱۲ بجے دوپہر چار گھی میں تلی ہوئی آٹے کی پوریاں و سبزی گھی میں تلی ہوئی۔ آلو۔ شلغم۔ گاجر۔ مٹر۔ بینگن چاولوں کی بیچ میں گاجر و شلغم کا پانی کاڑھا ہوا نمکین۔ شام کو پھر چائے و ڈبل روٹی و پکوڑے وغیرہ۔ رات کو ۴ عدد چپاتیاں خشک ہمراہ سالن۔ حلوا گاجر۔ وغیرہ۔ ہماری طرح دُودھ پینے یا روٹی کھانے پر زور نہیں دیتے۔ پھل۔ ترکاری زیادہ کھاتے ہیں۔ اور صحت خوب ہے۔

۲۴ر جنوری ۱۹۴۸ء۔ آج شام کے ۴ بجے کے قریب حضور مہاراج نے ڈاکٹر شمٹ صاحب کو فرمایا۔ کہ ست سنگی کو چاہئیے کہ جیسے ایک عاشق اپنے معشوق کے چہرے کو پیار سے دیکھتا ہے۔ ویسے ہی ابھیاس کرتے وقت ستگورو کا دھیان کرے اور سمرن کرتا جاوے۔ اور ستگورو کے سروپ کو دیکھتا رہے جب تک سروپ سامنے نہیں آتا۔ خیال سروپ کے تصور میں جمائے رکھے۔ آخر کار جب سروپ اندر آنا شروع ہوگا۔ تو ایسا معلوم ہوگا کہ سروپ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ مگر سروپ نہیں آتا جاتا ست سنگی کا من کبھی اُوپر جاتا ہے کبھی نیچے آجاتا ہے۔ جیسے کہ ریل گاڑی دوڑ رہی ہو تو درخت دوڑتے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اصل میں درخت نہیں دوڑتے ٹرین دوڑ رہی ہوتی ہے آہستہ آہستہ جُوں جُوں دھیان پکے گا۔ سروپ ٹھہرنے لگے گا۔ اور پھر باتیں کرنے لگے گا۔ پھر ست گورو اُس کو پرمارتھ کی دولت کے خزانے کا دروازہ کھول دیں گے۔ اور شبد دیں گے۔ وہاں سے شبد رُوح کو کھینچنا اور LIFT کرنا شروع کرے گا۔ اُس سے پہلے شبد تو آوے گا۔ اور اُس میں رس بھی آوے گا۔ مگر وہ رُوح کو کھینچ نہیں سکے گا۔ اس واسطے ابتدا میں تو سمرن اور دھیان پر زور دینا چاہیئے۔ جب سہنس دل کنول پہنچے گا۔ تو وہاں ایک ہزار بتی کا چاننا ہے۔ کنول کی پنکھڑیوں میں سے یہ روشنی نکل رہی ہے۔ بہت سے یوگی اور دیگر لوگ اسی روشنی پر محو ہوئے بیٹھے ہیں۔ وہاں بے شمار نُوری عورتیں جن کا نمونہ اس دُنیا میں نہیں ہے۔ ننگی ہاتھ باندھے کھڑی ہیں۔ کہ ہم کو قبول کرو۔ کہ ہم تمہاری سیوا کریں گی۔ ست لوک تو بہت دُور ہے۔ وہاں کیا کرو گے؟ اگر کوئی اُن کے دھوکے میں آگیا۔ تو پھر اس دُنیا میں آکر جنم لینا پڑے گا۔ مگر ست سنگی کو ست گورو اُن عورتوں کی طرف دیکھنے نہیں دیتے۔ اِس سے پرے نِرکُٹی کا دیس ہے۔ اور ترکُٹی کی طرف ستگورو ست سنگی کو ایسے کھینچتے ہیں جیسے اژدہا

یا اجگر اپنے شکار پر حملہ نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کو آنکھوں سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ترکٹی میں بھی مایا ہے۔ اور دہاں مُدتوں رہنا پڑتا ہے۔ وہاں سے ساری مادی دُنیا کا اِنتظام ہو رہا ہے۔ سب کرموں کا بھنڈار ترکٹی میں ہے۔ جب تک سارے جنم جنمانتروں کے کرم ابھیاس سے صاف نہ ہوں تب تک ترکٹی سے آگے جانا ممکن نہیں۔ کیونکہ کال سارا حساب بے باق کر کے اپنی حد سے آگے جانے دیتا ہے۔ ابھیاسی کو چاہیئے۔ کہ وہاں جا کر ستگورو کے حکم پر عمل کرتا رہے۔ ستگورو کا دھیان اور شبد ہی دو کام وہاں ہوتے ہیں۔ جب سے رُوح اِس دُنیا میں آئی۔ اُس کو کروڑوں جُگ گذر گئے اور بے شمار جنم رُوح نے پائے ہر ایک جنم میں کرم کئے۔ اُن سب کرموں کا مجموعہ ترکٹی میں رہتا ہے۔ جب تک اُس کو ابھیاس سے جلایا نہ جاوے رُوح آگے نہیں جا سکتی۔ ترکٹی میں ایک ہزار گنا روشنی اِس دُنیا کے مقابلہ میں ہے۔ اور دسویں دُوار میں رُوحیں اِس قدر خوشی کرتی ہیں کہ وہ خوشی میں آ کر چھلانگیں مارتی ہیں۔ ناچتی کودتی ہیں چنگھاڑیں مارتی ہیں۔ اور اُن کے ساتھ جو دیگر رُوحیں وہاں آتی ہیں۔ اُن کو مِل کر بہت خوش ہوتی ہیں۔ وہاں سے آگے چشمہ آبِ حیات ہے جب اُس میں اشنان کر کے کرموں کی مَیل دُھل جاتی ہے۔ تو پار برہم اُس کو بھنور گپھا میں پہنچا دیتے ہیں۔ بھنور گپھا کا دھنی وہاں سے ست لوک میں پہنچا دیتا ہے۔

اتوار یکم فروری ۱۹۴۸ء کو ڈاکٹر کھنہ ڈاکٹر بھنڈاری اور دو تین ڈاکٹر آئے کہ مہاراج جی کے خون و پیشاب وغیرہ کا معائنہ کیا جاوے۔ اُن کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضور مہاراج جی کو جگر میں FIBROSIS ہے۔ حضور کا وزن پچھلے ہفتے سے دو پونڈ کم ہو گیا ہے۔ کیونکہ چربی پگھلتی جا رہی ہے۔ جگر گھی وغیرہ قسم کی چیزیں ہضم نہیں کر سکتا۔ پیشاب بھی لال و زرد سا معلوم ہوا۔ اور کافی گاڑھا۔ پاخانہ سفید رنگ۔ ڈاکٹر لوگ تو مایوس ہوتے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر شمٹ بھی بڑا زور لگا رہے ہیں۔ مگر گھبرائے ہوئے ہیں۔ کلکتے ڈاکٹر موزم دار کو آنے کے واسطے خط لکھا ہے۔ جو کہ بنگال کا مشہور اور سر کردہ ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہے۔ کہتے ہیں کہ جب باہر جاتا ہے تو سو روپیہ فیس لیتا ہے۔ اُس سے چند دوائیاں بھی منگوائی ہیں۔ یہ تو ہے حال ڈاکٹروں کا۔ مگر چند ایک ابھیاسی جن کی بابت خیال ہے کہ اُن کی رُوحیں اندر جاتی ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ ۲۶ ماگھ تک تکلیف ہے۔ کیونکہ کشمیر و پاکستان کا معاملہ جب تک طے نہیں ہوتا تکلیف رہے گی۔ دُنیا کا بوجھ بھی مہاتماؤں کو اُٹھانا پڑتا ہے۔

اندر سہنس دل کنول پر فقیروں کا جلسہ ہوتا ہے۔ جس میں مُلکوں کی سلطنتیں فیصلہ کی جاتی ہیں۔

مذہبی تعصب وہاں کبھی ہے بلکہ برہم تک ہے۔ جہاں تک من اور شریر کا تعلق ہے مسلمان مہاتما مسلمانوں کی جیت کرانا چاہتے ہیں۔ سکھ و ہندو مہاتما اپنی قوم کا راج چاہتے ہیں۔ اب کے مالک کی موج یہ ہے کہ راج ہندو سکھوں کا ہو سارے ہندوستان پر۔

آج سوموار ۲ر فروری ۱۹۴۸ء کو PROTEIN HYDROHYRATE, PROTEIN TYRATE بمبئی سے ایک پونڈ رائے بہادر لالہ گلونت رائے نے بھیج دی ہے۔ امریکہ شکاگو سے ڈاکٹر سٹون نے بھی خبر دی ہے۔ کہ ۲/۱ ۲ پونڈ بذریعہ ہوائی جہاز بھیج رہے ہیں۔ یہ دوائی طاقت دیتی ہے۔ کیونکہ آدھی ہضم شدہ پروٹین ہے۔ ہاضمہ پر زیادہ بوجھ نہیں پڑتا۔ سردار بہادر جگت سنگھ نے بتایا کہ ہر ایک PROTEIN میں ORGANIC ACID اور BASE دونوں ملے ہوتے ہیں۔ جب تک جسم انسان کے اندر یہ پروٹین پھٹ کر تیزاب اور BASE الگ الگ نہ ہو جاویں پروٹین جزوِ بدن نہیں بن سکتا۔ اور اس کے پھاڑنے کے لئے ENZYME کام آتے ہیں ENZYME صرف معدہ میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ کیمیائی طور پر ان کو بنایا نہیں جا سکتا۔ RENIN اور PEPSIN بھی ENZYMES ہیں PROTEIN LYSATE کیا ہے۔ پروٹین دو حصوں میں پھٹی ہوتی ہے اس واسطے ENZYME کی زیادہ ضرورت نہیں۔ اس کے ہضم کرنے کے لئے یہی کام YEAST بھی دیتا ہے۔ مگر آہستہ آہستہ ENZYME اندر پیدا کر کے ہاضمہ کرتا ہے۔ کھانڈ یعنی میٹھا۔ گھی وغیرہ جو بھی ہم کھاتے ہیں پہلے ACID اور BASE میں پھٹتے ہیں۔ پیچھے سے ہضم ہوتے ہیں ہر ایک تیل یا گھی FAT کا BASE گلیسرین ہے۔ اور اس دوائی میں AMINS ACIDS بھی ہیں۔ مثلاً سرکہ کیمیائی طور پر $CH_3 \cdot COOH$ ہے۔ اس کا AMINS ACID ہے۔ $NH_2\ CH_2\ COOH$ اسی طرح اور ORGANIC ACIDS کا خیال کرنا چاہیئے۔

اب جو نیشنل گورنمنٹ ملک ہند میں آنے سے بہت لوگ اصرار کرتے ہیں کہ زبان انگریزی کی پڑھائی بند کر دینی چاہیئے۔ یہ بڑی بھول ہے۔ قومیت کا خیال لوگوں کے دلوں میں انگریزی نے ہی پیدا کیا۔ اگر یہ خیال ایک ہزار سال پہلے ہوتا تو مسلمان بادشاہ تھوڑی سی فوج لے کر ہندوستان میں لوٹ مار اور تسلّط نہ کر سکتے۔ دوم جتنے علوم ہیں آج کل انگریزی زبان میں ہیں۔ علم کیمیا۔ فلاسفی وغیرہ وغیرہ۔ جو انگریزی نہیں جانتے ان کو ان علوم کی اعلیٰ پایہ کی کتابوں کے مطالعہ سے محروم رہنا پڑے گا۔ بلکہ بعضوں کا تو یہ خیال ہے کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ براعظم یورپ کے کسی ملک کی کوئی نہ کوئی ایک زبان بھی ہونی چاہیئے۔ تب سائنس کے اعلیٰ پایہ کی پستکوں کا مطالعہ ہو سکے گا۔ مثلاً

زبان روسی میں زراعتی کیمیائی علم کی بہت اعلیٰ پایہ کی کتابیں ہیں۔ کیونکہ روس نے AGRICULTURAL CHEMISTRY میں بہت ترقی کی ہے۔ حتیٰ کہ سائبیریا جیسے سرد ملک میں گندم کی کاشت کافی رقبہ میں کر کے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ انگریزی زبان میں فرانسیسی زبان کے مقابلے میں کہتے ہیں۔ دو گنے لفظ ہیں۔ یوں تو لوگوں کا خیال ہے کہ فرانسیسی زبان بڑی EXACT LANGUAGE ہے۔ جرمن کی دوسری لڑائی سے پہلے فرانسیسی ہی ساری دُنیا کی زبان تھی جس میں ایک مُلک دوسرے مُلک سے خط و کتابت کرتا تھا۔ اب دوسری لڑائی کے خاتمہ پر انگریزی نے فرانسیسی کی جگہ لے لی ہے۔

۷ فروری ۱۹۴۸ء۔ ایک انگریز نے جو کسی وقت ہندوستان میں بڑا افسر تھا خط لکھا ہے کہ سکھ لوگوں نے مسلمانوں کو ناحق مارا۔ اور بڑا ظلم کیا۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو واہگورو کے سکھ کہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اس انگریز نے ایک فریق کو سُن کر رائے قائم کر لی۔ دُوسرے فریق کو نہ سُنا۔ مگر ابھی تو اور مریں گے۔ اصل میں جو بھی ہو رہا ہے۔ حکمِ خدا سے ہی ہو رہا ہے۔ صاحبزادہ حضور نے اگست میں مجھے بتایا کہ رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ جالندھر شہر کے ریلوے سٹیشن پر بے شمار مسلمان مرے پڑے ہیں۔ اُس وقت تو میں نے اس بات کو معمولی خواب سمجھا۔ مگر بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ حکمِ ایزدی تھا۔ مہاتماؤں کو اس کا علم پہلے ہو جاتا ہے۔ اہلِ دُنیا کو اُس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ حکم وقوع پذیر ہو۔ اسی طرح جب میں یہ کہانی سنتا تھا کہ جب بھگوان کرشن نے ارجن کو سمجھایا کہ لڑائی کرنا تمہارا دھرم ہے۔ تم کورو کو مارو اور کرشن کے سمجھانے پر نہ سمجھا۔ تو آخرکار شری کرشن جی نے اپنا مُنہ کھول کر ارجن کو دکھایا کہ یہ تو سب میرے کھائے ہوئے ہیں۔ کوئی اُس کے دانتوں میں کوئی اُس کی داڑھوں میں پیسا ہوا تھا۔ تب میں اُس کو کہانی خیال کرتا تھا۔ اصل میں سری کرشن نے دیراٹ رُوپ جو کہ بہت بھیانک رُوپ ہے۔ ارجن کو دکھایا تھا جو کہ کورو کو داڑھوں میں چبا رہا تھا۔ گویا خدا کا حکم ہو چکا تھا۔ کہ کورو مارے جاویں گے۔ ارجن تو محض ایک بہانہ تھا۔

مولوی رُوم نے بھی اِس موضوع پر اپنی مثنوی کے دفترِ پنجم میں لکھا ہے۔ پہلے تو یہ لکھا ہے۔ کہ کوئی فقیر دِن کو چراغ جلا کر دوکان دوکان پر دیکھتا پھرتا تھا۔ کسی نے کہا کہ بھائی! دِن کو دیا جلا کر دوکانوں پر کیا ڈھونڈھ رہے ہو۔ ؟ یہ کیا مخول بنایا ہے؟ اُس مہاتما نے جواب دیا۔ بھائی! میں تو انسان ڈھونڈھ رہا ہوں۔ تو دُوسرے نے کہا۔ ارے یہ سب بازار دُکانیں آدمیوں سے بھری ہیں۔ تجھے دکھائی نہیں دیتے۔ اُس نیک مرد نے جواب دیا۔ کہ انسان تو ان میں ایک بھی نہیں۔ ۵

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کو   طالبِ مردے دوانم کوُ بکوُ

کُو دریں دو حال مردے در جہاں   تا فدائے اُو کُنم اِمروز جان

اسی طرح شمس تبریز نے کہا ہے۔ ؎

از تو صد سالہ رہ است تا بحدِ انسانی　　یک صد سالہ دِگر تا بحدِ مسلمانی

حضرت غالب کہتے ہیں:۔ ؎

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان ہونا　　مگر پڑتی ہے اس میں محنت زیادہ

جو لوگ مسلمان، یا ہندو یا عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور مذہب کی بنا پر ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ اُن کو یہ پتہ نہیں کہ انسان ہی مسلمان، ہندو یا عیسائی وغیرہ ہو سکتا ہے۔ جب تک کوئی انسان نہیں بنا وہ ہندو مسلمان وغیرہ ہونے کا دعویٰ کیسے کرتا ہے۔

آگے چل کر یہ آتا ہے کہ اُس دوسرے شخص نے کہا کہ بے شک تو ایک نایاب چیز تلاش کر رہا ہے مگر تم کو یہ پتہ نہیں کہ خدا کے فضل و کرم کے بغیر انسان کا انسان بننا ناممکن ہے۔ یہ اپنے اختیار کی بات نہیں جس پر اُس خدائے کریم کی رحمت ہو وہی انسان انسان کہلانے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پھر آگے جا کر ایک اور کہانی اِس بارے میں آتی ہے کہ کسی مسلمان نے ایک کافر کو کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ کافر نے جواب دیا کہ اگر خدا چاہتا ہے تو میں مومن ہو جاؤں گا۔ اگر وہ اپنا فضل زیادہ کرے گا۔ تو مجھے مسلمان پر یقین آجاوے گا۔ مسلمان نے جواب دیا کہ خدا تو چاہتا ہے کہ تو مسلمان ہو جاوے۔ مگر تیرا من شیطان بن کر تجھے کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ اس پر کافر نے کہا کہ اگر شیطان خدا سے زیادہ زبردست ہے تو میں اُس کا بندہ بنوں گا جو کہ زیادہ زبردست ہو۔ اس پر مولوی صاحب کیا خوب فرماتے ہیں۔ کہ خدا ہی مکان و لامکاں کا حاکم ہے۔ ؎

ہیچ کس در مُلک اُو بے امرِ اُو　　در نیفزاید سرِ یک تارِ مُو۔

یعنی یہ کائنات خدا کی ہے۔ اُس کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہلتا۔

مُلک مُلکِ اوست، فرمان آنِ اُو　　کمترین سگ بر درش شیطانِ اُو

بھائی یہ تو سب اُس کی جائداد ہے۔ سب جگہ اُس کا حکم چل رہا ہے۔ اور جس کو ہم شیطان کہتے ہیں۔ وہ اُس کے دروازے کا حقیر سا کُتا ہے۔

جیسے کہ کسی امیر نے کُتا رکھا ہو۔ اور اُس کے دروازے پر وہ کُتا منہ و سر رکھے بیٹھا رہتا ہو۔ اُس امیر کے لڑکے اُس کتے کی دُم کو کھینچتے ہیں اُس کو خوار و ذلیل کرتے ہیں۔ مگر کُتا چُوں نہیں کرتا۔ یہ مثال ہے اولیاء اللہ کی دستوں کی جو کہ اطفال حق ہیں۔ ہاں جب کوئی اجنبی باہر سے آتا ہے تو کُتا حملہ کر کے اُس کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ ہاں امیر و اُس کے بچوں کی مرضی ہے کہ کُتے کو للکار کر کہہ سکتے

ہیں۔ کہ اس کو اندر آنے دو۔ اس واسطے پیر کامل کی ضرورت ہے جو کُتے کو للکارے۔

۱۴ر فروری ۱۹۴۸ء۔ کل صبح ۸ بجے ڈاکٹر شمٹ میرے پاس آیا۔ پریشان و حواس باختہ، کہ حضور مہاراج جی کی حالت بہت خراب ہے۔ رسولی کی جڑیں پھیل کر جگر میں جا رہی ہیں۔ میں ایک دوائی چاہتا ہوں۔ کوشش کروں گا۔ ہم سب گھبرا گئے۔ حضور کو پرسوں دوپہر سے پیٹ میں اپھارہ و سخت درد ہو رہا ہے۔ پرسوں ساری رات درد سے بے تاب رہے۔ کل دوپہر کے ایک بجے جا کر درد بند ہوا۔ تڑکے ۵ بجے سے لے کر دوپہر تک سینک کرتے رہے۔ پھر شام کو بھی درد محسوس ہوا۔ کل رات کو بھی سینک دیا۔ شکر ہے کہ رات کو ۹ بجے درد سے افاقہ ہو گیا۔ اور حضور آرام سے لیٹ گئے۔ رات میں ۱ بجے گیا تو آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ آج صبح بھی آرام ہے۔ مگر کمزوری کا یہ عالم ہے کہ حافظہ نہیں رہا۔ قلم سے دستخط نہیں کر سکتے۔ کمزوری کے مارے چارپائی پر زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتے۔ پھر بھی جسم کو درد کی تکلیف نہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے۔

۱۷ر فروری ۱۹۴۸ء۔ آج ۱۲ بجے دوپہر کو میں متھا ٹیکنے گیا۔ حضور کو رات کے ۲ بجے درد پیٹ میں شروع ہوا اور ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ گرم سیک دینے سے افاقہ ہوا اور حضور کو نیند آ گئی۔ پھر صبح کو ۸ بجے درد ہو گیا۔ اور ۱۲ بجے تک سیک دیا جاتا تھا۔ مگر آرام ہو گیا۔ حضور کا کھچاؤ اندر کو ہو رہا ہے۔ باہر توجہ بہت کم آتی ہے۔ اس قدر درد میں منہ سے ہائے نہیں نکلی۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ست گورو کر رہا ہے میرے فائدے کے واسطے کر رہا ہے۔ جیسے کمہار باہر سے برتن کو پیٹتا ہے۔ اور اندر سے ہاتھ رکھتا ہے۔ مگر بعض دفعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب دنیا سے دل اُداس ہے۔ ڈاکٹر شمٹ کہتے ہیں کہ رسولی کی جڑیں جگر اور پیٹ میں آ گئی ہیں۔ بالکل مایوس تو نہیں ہوئے۔ مگر ہم لوگ مایوس ہوتے جاتے ہیں۔ دیکھئے قسمت میں کیا لکھا ہے۔ حضور تو سارا دن چارپائی پر لیٹے رہتے ہیں۔ اُٹھ کر بیٹھنا بھی نہیں چاہتے۔ رُوح کو ہمیشہ اندر ہی رکھتے ہیں۔ توجہ کو باہر لانا پسند نہیں فرماتے۔ سب کے دلوں میں اُداسی چھا رہی ہے۔

۲۳ر فروری ۱۹۴۸ء۔ کل شام کے ۶-۷ بجے سے حضور کے پیٹ میں درد شروع ہوا۔ اور دو تین دفعہ ۱۵-۵ منٹ آرام کا وقفہ دے کر ساری رات ہوتا رہا۔ ڈاکٹر شمٹ کو بھی اپنا بسترا اپنے کمرے سے حضور کے پاس ہی کرنا پڑا۔ ساری رات سینک دیتے رہے۔ ۹ بجے رات کے افاقہ معلوم ہوا تھا۔ سو ہم سب لوگ و صاحبزادگانِ حضوری وہاں سے آ گئے تھے۔ مگر درد پھر شروع ہو کر ساری رات رہا۔

۲۵ر فروری ۱۹۴۸ء۔ دو روز سے امریکہ سے ڈاکٹر سٹون صاحب کی ارسال کردہ دوائی.... ZEMENTED OIL حضور کو دیا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں آکسیجن کی تیز شکل اوزون OZONE

اندر جاکر سرخ خون کو پیدا کرتی ہے۔ اور بیماری کے کیڑوں کو انتڑیوں میں مارتی ہے۔ مگر یا تو بخار کی وجہ سے یا اِس دوائی کی وجہ سے حضور کو کل سے غنودگی سی رہتی ہے۔ جسم کی طرف سے کچھ بے ہوشی ہے۔ میں آج ۱۲ بجے دوپہر کو متھا ٹیکنے گیا تو بہت دیر اُن کے پلنگ کے نچلے رُخ کھڑا رہا۔ مجھے اُنھوں نے نہیں پہچانا۔

۶ر مارچ ۱۹۴۷ء۔ ابھی تک حضور کو کمزوری بہت ہے۔ گذشتہ ایتوار کو امرتسر کے بڑے بڑے ڈاکٹر میڈیکل کالج و سول ہسپتال کے آئے۔ انھوں نے معائنہ کیا۔ اور میرے دریافت کرنے پر یہ کہا۔ کہ بیماری اور کمزوری پچھلے ہفتے سے زیادہ ہے۔ ڈاکٹر ثمٹ خوب محنت کر رہا ہے۔ کبھی کبھی مایوس بھی ہو جاتا ہے۔ حضور کے بدن پر صابن و گرم پانی سے سپنج کرتا ہے۔ نئی صابن کو زبان پر گھِس کر دیکھ لیتا ہے۔ اگر زبان پر لگے تو صابن ردّی ہے۔ کمزوری اِس قدر ہے کہ حضور کو بولنا مشکل ہے۔ رُوح اندر ہی رہتی ہے۔ ست سنگ بابو گلاب سنگھ یا باوا رامیشور سنگھ یا سردار کرپال سنگھ شام کو ۵ بجے تک کرتے ہیں۔ حضور صرف دوپہر کو کھڑکی پر سے درشن دیتے ہیں۔ بستر سے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔

۱۵ر مارچ ۱۹۴۷ء چیت کی سنکرانت ۱۳ر مارچ کو تھی۔ اُس دن سے حضور کچھ آرام محسوس کر رہے ہیں۔ اُس دن بارہ ماسہ کا ست سنگ سردار کرپال سنگھ نے کیا۔ اور سنگت کو اُس کے بعد تقریباً ۱۲ بجے درشن ہوئے۔ ڈاکٹر لوگ تو زیادہ مطمئن نہیں ہیں۔

ایک انگریزی کتاب کی ڈاکٹر ثمٹ نے بہت تعریف کی۔ میں لائبریری سے لایا۔ واقعی کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔ اور یہ ایڈیشن ۱۹۳۴ء کا نیویارک کا چھپا ہوا نمبر ۱۰۲ - ۱۰۶ - اس کا نام ہے۔

THE STORY OF SAN MICHELE

BY AXEL MUNTHE

بے شک کتاب قابلِ دید ہے اور دلچسپ ہے۔ کوئی مسلسل کہانی نہیں ہے۔ جہاں سے پڑھو وہاں سے ہی دلچسپ اور سبق آموز معلوم ہوتی ہے۔

۱۶ر مارچ کو میں امرتسر بنک کا کام کرنے گیا۔ ڈاکٹر ثمٹ اور دیوان جے چند جی بھی ہمراہ تھے۔ کیونکہ دیوان صاحب حضور مہاراج جی کو بطور ڈاکٹر دیکھنے تشریف لائے تھے۔ ایک رات رہ کر کل ۱۶ر کو واپس امرتسر سے دہلی بذریعہ ہوائی جہاز گئے۔

راجہ سانسی کے ہوائی جہاز کے اڈے کو دیکھا۔ صرف میدان سا ہے۔ کوئی عمارت نہیں۔ میدان میں سیمنٹ کی سڑکیں جہازوں کے چڑھنے اُترنے کے لئے بنی ہوئی ہیں۔ خبر نہیں مینہ میں کیا کرتے

ہوں گے۔ ہوائی جہاز کے افسروں کی وردیاں سفید و عملے کی کالی کالی دیکھنے میں آئیں۔ وہاں کچھ زیادہ رونق نہ تھی۔ صرف ایک بابو اور چار افسر اور کچھ چپڑاسی تھے۔ جب ہم پہنچے تو ہوائی جہاز کو گھوڑے کی طرح سیخ پا کر کے اس کی تھوتھنی میں پٹرول دے رہے تھے۔ آگے کے دو پہیئے ربڑ کے بڑے تھے۔ پیچھے ایک پہیہ چھوٹا سا تھا۔ یہ تین پہیوں کی سواری ہے۔ جب ہوا میں اڑتی ہے تو یہ پہیئے نظر نہیں آتے ڈاکٹر جے چند جی نے فرمایا کہ میرا یہ پہلا سفر ہوائی جہاز سے تھا۔ میں نے سفر کرنے سے پہلے اپنا BLOOD PRESSURE دیکھا کہ آیا HIGH تو نہیں۔ چونکہ LESS تھا۔ اس واسطے سفر اختیار کر لیا۔ حالانکہ جہاز ۱۵۰ میل فی گھنٹہ سے زیادہ کی رفتار سے اُڑ رہا تھا۔ تاہم ہم کو معلوم نہ ہوا۔ جب راستے میں جہاز والوں نے پرچے مُسافروں کو بانٹے تو پتہ لگا۔ کہ آدھا سفر ختم ہو چکا۔ اُترتے وقت اگر جہاز آہستہ آہستہ اُترے تو کچھ دقت محسوس نہیں ہوتی۔ دہلی کا ہوائی اڈہ بہت بڑا اور قابلِ دید ہے۔ آدم پور کا اڈہ امرتسر سے بہتر ہے۔ مگر ہے وہ بھی اُجاڑ سا۔

ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ کر ہم مسٹر کلیئر کے ہاں سنٹرل ورکشاپ دیکھنے گئے۔ وہاں اندر جانا بغیر اُن کی خاص اجازت کے نہیں ہو سکتا۔ وہ وہاں ورک انچارج ہیں۔ اور اُن کے اوپر سپرنٹنڈنٹ صاحب ہیں۔ کارخانہ میں پہلے سب مسلمان مستری تھے۔ اب ۹۰ فی صدی سکھ اور باقی ہندو معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کو یہاں ہی کام کرتے کرتے کام کرنے کا ڈھنگ آجاتا ہے۔ سب کاریگر کھڑے ہو کر کام کرتے ہیں۔ کسی کے لئے کوئی میز، کرسی یا سٹول نہیں۔ بڑا باریک کام بھی ہوتا ہے۔ اور موٹے موٹے کام بھی۔ مثلاً STEAM ROAD ROLLER یہاں بنتے ہیں۔ اور نہروں کے لئے ہیڈ ورکس جو لوہے کی زنجیریں سی ہوتی ہیں۔ جن سے پانی کو دریا سے نہر میں کم و بیش چھوڑتے ہیں۔ اور بہت باریک پُرزے جن کے THREADS یعنی چوڑیاں بہت ہی باریک ہوتی ہیں۔ اور ایسے پُرزے بھی جن کی لمبائی۔ انچ کا ۵۰۰ واں حصہ تک دُرست رکھی جاتی ہے تاکہ مشین میں فٹ آجاویں۔ شیڈ جہاں کہ کاریگر لوگ مشینوں پر کام کرتے ہیں۔ بڑے روشن کشادہ اور ہوادار اور صحت کے خیال سے بنائے گئے ہیں۔ اِن کے علاوہ بڑے بڑے سٹور ز بھی ہیں۔ جن میں کافی سامان پڑا رہتا ہے۔ اور بجلی کے سامان کے سٹور بھی ہیں۔ افسروں کے لئے الگ الگ کمرے ہیں۔ جن میں ہر قسم کا آرام ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا اب سوئٹزرلینڈ کے شہر ZURICH میں اپنے وِدیارتھیوں کو کارخانوں کی تعلیم کے لئے بھیجنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ ہر ایک قسم کے کارخانہ میں وہاں کام سکھایا جاوے گا۔ بجلی کی مشینیں۔ انجنیئرنگ۔ گھڑی سازی۔ جہازوں کی ساخت وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب کو ہمارا ملک بالکل نیا معلوم ہوتا ہے۔ بازاروں میں پھر کر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ بزازوں کی دوکانیں۔ خوانچہ والے۔ بوتل فروشوں کی دوکانیں۔ حلوائی۔ سبزی۔ وغیرہ کی دوکانیں خوب غور سے دیکھتے رہے۔ اُن کو گوکل مارکیٹ میں لے گئے۔ کٹرے۔ ڈیوڑھی۔ کچہریاں وغیرہ سب دکھائیں۔ اُن لوگوں کی مستورات بڑی تعلیم یافتہ۔ مہذب۔ سمجھدار اور سلیقے والی ہوتی ہیں۔ مگر جہاں تک معلوم ہو سکا۔ اُن میں خاوندوں کی سیوا کا بھاؤ ہندوؤں کی عورتوں جیسا نہیں ہوتا۔ ہندوؤں کی گھریلو زندگی جہاں کہ خاندانِ مشترکہ کی خرابی نہ ہو اُن سے زیادہ اچھی ہے۔ اُن لوگوں کو شراب اور رومانس خوری بھی خراب کر رہے ہیں۔ اخراجات بڑھے ہوئے ہیں۔ اور سارا دن کماتے ہیں۔ اور پوچھو تو کہتے ہیں۔ کہ کچھ نہیں بچتا۔ گویا جانوروں کی طرح سارا دن پیٹ کا ہی دھندا ہے۔ سارا وقت روپیہ کمانے میں ہی صرف ہوتا ہے۔

صاحب بہادر صبح کے ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک اور ۲ بجے سے ۷ بجے تک مریضوں کو اپنے کلینک میں دیکھتے ہیں۔ اِس کے بعد خطوط لکھاتے ہیں۔ اور سکریٹریوں کے لکھے ہوئے خطوط ٹائپ ہو کر آتے ہیں۔ تو اُن کو درست کرتے ہیں۔ رات کے ۱۰-۱۱ بجے سو کر صبح کو پھر وقت پر تیار ہونا پڑتا ہے۔ خدا کی عبادت کے لئے وقت رات کو تو کوئی مل نہیں سکتا۔ صبح کو مشکل سے ایک آدھ گھنٹہ ملتا ہوگا۔ شکر ہے ملک ہند میں لوگوں کو زندگی قائم رکھنے کے لئے اتنی جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔ ہمارے لوگوں کے پاس اکثر فالتو وقت بہت ہوتا ہے۔ جو کہ وہ بے کار کھو دیتے ہیں۔ اُن کو وقت کی قدر نہیں۔ نہ اپنے بھائیوں کی سیوا میں وقت خرچ کرتے ہیں نہ اپنی بھلائی میں۔ بے کاری میں وقت کھوتے ہیں۔ اکثر قصبوں اور شہروں میں یہی حال ہے۔ ہاں لوگ پرہیزگار اور سادہ ضرور ہیں۔ ہمارے لوگوں نے کیا کھانا ہے۔ دال اور روٹی۔ یہ لوگ دال روٹی زیادہ نہیں کھاتے۔ پھل۔ میوہ۔ ترکاری۔ ٹماٹر۔ کیلہ۔ مٹر۔ پنیر۔ دہی۔ چائے۔ جام۔ مکھن۔ اِس واسطے خوب مضبوط ہوتے ہیں۔ اور جیسے کماتے ہیں۔ ویسے خرچ بھی کھلے دل سے کرتے ہیں۔

ہمارے صاحب بہادر کو فوٹو لینے کا بہت شوق ہے۔ درختوں کے۔ اُن کی ٹہنیوں کے۔ پھولوں کے۔ بیاس کے اِرد گرد کے کھیتوں کے۔ آدمیوں کے۔ غرضیکہ ذرا ذرا سی نئی چیز کے فوٹو لیتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ۱-۲ قیمتی کیمرے ساتھ ہیں۔ پگڑی پہن کر خوب خوش ہوتے ہیں۔ مگر باندھنی نہیں آتی۔ ہم لوگوں سے بندھواتے ہیں۔ دو دفعہ میرے ساتھ امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں ذرا ذرا سی بات کو دیکھتے رہے۔ امپیریل بنک میں گئے تو میں تو بیٹھا رہا۔ یہ وہاں کے خزانچیوں کو روپے گنتے دیکھنے لگ

گئے۔ بزازوں سے کپڑا لینے گئے تو مَیں اُن کو بزاز کی دوکان پر چھوڑ کر کابیاں۔ کاغذ خریدنے چلا تھا کہ میرے ساتھ ہو لئے کہ چلو مَیں بھی دیکھوں گا۔

کل ۲۰ مارچ سنیچروار کی صبح حضُور کی طرف سے مجھے دفتر میں حکم پہنچا کہ وصیت تحریر کرنے کے واسطے مہاراج جی نے یاد کیا ہے۔ مَیں جلدی جلدی وہاں گیا تو سردار بہادر جگت سنگھ کو ساتھ والے کمرے میں مُنہ سر لپیٹے۔ جیسے کہ کوئی بھجن میں بیٹھا ہو۔ دیکھا اور سردار بچنت سنگھ و سردار چرن سنگھ اُسی کمرے میں کھڑے تھے۔ مَیں اگلے کمرے میں جہاں کہ حضُور کا پلنگ تھا۔ چلا گیا۔ تو وہاں ڈاکٹر شمٹ کو موجود پایا۔ حضُور نے فرمایا۔ ہماری وصیت لکھ کر لاؤ۔ مَیں نے پوچھا۔ کس کے حق میں۔ تو حضُور نے جواب دیا۔ جگت سنگھ کے نام۔ اس پر مَیں دفتر میں واپس آ گیا۔ اور آ کر حضُور کے پہلے دو وصیت نامے جو کہ ہمراہ دیگر تبادلہ جات متعلقہ جائداد ہائے ڈیرہ دفتر کے سیف میں موجود تھے۔ ان کا مطالعہ کیا۔ تو اُن سے پتہ چلا کہ زیادہ لمبی چوڑی تحریر کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ حضُور ان دو وصیت ناجات میں اپنی خاندانی یعنی نجی و پرمارتھی جائدادوں کے متعلق بڑی مُفصل ہدایات دے چکے ہیں۔ صرف اُن کے جانشین کے نام کا تقرر نامزد کرنا باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹی سی وصیت تحریر کر کے مَیں حضُور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں ڈاکٹر شمٹ و صاحبزادہ بچنت سنگھ و سردار چرن سنگھ حضُور کے پوتے موجود تھے۔ مَیں نے وہ وصیت نامہ حضُور کے پیش کیا۔ دوپہر کا وقت تھا حضُور پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ اُن کو اُٹھا کر بٹھایا گیا۔ اور اُنھوں نے عینک لگا کر وصیت نامہ کو دو دفعہ پڑھا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اِس کو پڑھ کر سب کو سُناؤ۔ مَیں نے سب حاضرین کو پڑھ کر سُنا دیا۔ اور حضُور کو وہ دستاویز واپس کر دیا۔ سردار چرن سنگھ کے پاس حضُور کا انڈیلیبل پنسل تھا۔ حضُور کو دستخطوں کے واسطے پیش کیا۔ تو ڈاکٹر شمٹ اپنا انڈیلیبل پنسل حضُور کو پیش کر کے بولے۔

LET ME HAVE THIS PRIVILEGE

اِس پر مہاراج جی نے ڈاکٹر صاحب کا پِن لے کر اُس سے وصیت نامہ پر دستخط کیے۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب سے ہم لوگوں نے کہا۔ کہ آپ اِس پر بطور ڈاکٹر تصدیق کریں کہ حضُور کے ہوش و حواس درست ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے تصدیق کر دی۔ پھر سردار بچنت سنگھ و سردار چرن سنگھ نے اُس پر بطورِ گواہ دستخط کیے۔ اور حضُور نے پڑتال کرنے کے بعد وہ وصیت مجھے دے دی۔

حضُور کی صحت ظاہرا طور پر دِن بدن گرتی جا رہی ہے۔ رُوح جسم میں آنا گوارا نہیں کرتی۔ ہر وقت لیٹے رہتے ہیں۔ جب درشنوں کے لئے پلنگ پر اُٹھا کر بٹھلاتے ہیں۔ تو کئی آدمیوں کی مدد کی ضرورت

پڑتی ہے۔ ڈاکٹر مایوس ہے مگر بعض ابھیاسی لوگ پرامید ہیں۔ سردار سیوا سنگھ مرحوم کی ایک بات یاد آگئی کہ دسویں دوار سے نیچے اگر ست سنگی ست گورو کے آگے دکھوں کی شکایت کرتا ہے تو وہاں کال ساکشی ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے دکھ اس کے اپنے کرموں کی سزائیں دے رہا ہوں۔ آپ کیوں دخل دیتے ہو۔ اس واسطے ست گورو کو خاموش ہونا پڑتا ہے۔ دسویں دوار اور اس سے اوپر بے شک کال کا ڈر نہیں مگر وہاں اس قدر خوشی ہوتی ہے کہ ست گورو اس مادی دنیا کی باتیں سنتے ہی نہیں۔ اور ست سنگی عرض کرنا بھی بھول جاتا ہے۔

۲۹ مارچ۔ کل اس مہینے کا آخری اتوار تھا۔ ماہواری ست سنگ کی وجہ سے اور حضور کی بیماری کی وجہ سے بہت سی سنگت ڈیرے میں آئی ہوئی تھی۔ سنیچر وار کی رات کو میرا و بی بی رتی و صاحب زادہ بچنت سنگھ کا یہ خیال ہوا۔ کہ اب چونکہ حضور نے اپنی جگہ سردار بہادر جگت سنگھ کو وصیت لکھ کر مقرر کر دیا ہے۔ اور اس واقعہ کی خبر چیدہ چیدہ ست سنگیوں کو ہو چکی ہے۔ اس واسطے بہتر ہوگا۔ کہ اس کی اطلاع کل اتوار کو ماہواری ست سنگ میں سنگت کو کر دی جاوے۔ اس مطلب کے لئے ہم نے دفتر کے کمرے میں ملک رادھا کرشن ایڈووکیٹ ملتان اور سردار کرپال سنگھ کو بلایا۔ سردار بہادر کو بھی بلایا گیا تھا۔ مگر وہ نہ آئے۔ اس وقت یہ تجویز پیش کی۔ کہ کل کو جب سردار کرپال سنگھ اتوار کا ست سنگ ختم کریں۔ تو یہ اعلان کر دیں کہ حضور نے اپنا جانشین سردار بہادر جگت سنگھ کو بذریعہ وصیت نامہ نامزد کر دیا ہے۔ اس پر ملک صاحب و سردار کرپال سنگھ نے یہ اعتراض کیا۔ کہ یہ اعلان سنکر سنگت روتی ہوئی گھروں کو جاوے گی۔ صرف یہ کہہ دیا جاوے کہ حضور نے اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ ست سنگ کے خاتمہ پر سردار صاحب نے یہ اعلان کر دیا۔

۳۱ مارچ ۱۹۴۸ء۔ آج پورے چھ مہینے ہو گئے کہ حضور بستر پر بیمار پڑے ہیں۔ میں آج رات کے آٹھ بجے ان کے دیدار کو گیا۔ تو بی بی رتی نے میرا نام لیا۔ انھوں نے سر ہلا کر اشارہ کیا۔ کہ ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ مگر خبر نہیں کیا وجہ ہے کہ منٹ منٹ بعد سر مارتے ہیں۔ اور کبھی دایاں گھٹنا اٹھا لیتے ہیں۔ ڈاکٹر ہانڈہ دہلی والے نے بتایا کہ یہ غایت درجہ کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جسم تھک گیا ہے۔ اندر پانی بھی مشکل سے نگلتے ہیں۔ جب منہ میں۔ پانی ڈالتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ پانی پی لو۔ ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں۔ کہ نبض ٹھیک ہے۔ سانس ٹھیک ہے۔ اب ٹٹی میں کبھی صفرا کا رنگ ہے۔ مگر کھاتے پیتے کچھ نہیں۔ گلوکوس کا پانی اور لائی زیٹ لیتے ہیں۔ مگر پہچانتے سب کو ہیں گو بول

نہیں سکتے ۔ اور باتیں سمجھتے ہیں ۔ دماغی حالت بھی اچھی کہی جاتی ہے ۔ ڈاکٹر شمٹ کل تو بالکل گھبرا گئے تھے ۔ آج کچھ خوش ہیں ۔

پاکستان بنا ۔ لوگوں نے اپنی لڑکیوں اور لڑکوں اور گم شدہ رشتہ داروں کو ہر ممکن طریقہ سے ڈھونڈنے کی کوشش کی ۔ اخباروں میں اشتہار دیئے ۔ افسران کی خوشامدیں کیں ۔ اور اُن کے دروازوں پر دھکے کھائے ۔ پاکستان میں زندگی کا خطرہ جانتے ہوئے بھی اپنے عزیزوں کو دیکھنے گئے ۔ یہ رشتے عارضی ہیں ۔ انجام کار یہاں ہی چھوڑ جانے ہیں ۔ یا ہم اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر چلے جاویں گے یا وہ ہم کو ہماری زندگی میں داغِ مفارقت دے جاویں گے ۔ ان عارضی رشتہ داروں کی تلاش میں کتنے سرگردان ہو رہے ہیں ۔ لیکن پرماتما جو سب کا باپ ہے اور جس کے ساتھ دائمی رشتہ ہے ۔ اُس کو ڈھونڈھنے کے لئے کتنے لوگ ہیں ۔ جو دل سے کوشش کرتے ہوں گے ۔ بحث مباحثہ خُدا کو ڈھونڈھنا نہیں کہا جا سکتا ۔ یہ تو بدھی بلاس ہے ۔ گویا بحث مباحثہ بدھی کا وِشے ہے بدھی اِس میں آنند لیتی ہے ۔ یہ خدا کی تلاش نہیں ۔ تلاش اُس کو کہتے ہیں کہ اُس کے لئے اِنسان مہاتماؤں کے سخت سُست بچن اور نرادری اور دھکے کھا کر بھی اُن کو نہ چھوڑے ۔ اور بیاکل ہو کر ڈھونڈتا پھرے ۔ جیسے میں نے پاکستان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں کو بیاکل دیکھا ہے ۔ ورنہ شعر بڑھ کر یہ کہنا ۔ ؎

کبھی اے حقیقتِ مُنتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

بے فائدہ اور خدا کو دھوکا دینا ہے ۔ جس کے دل میں درد ہے ۔ اُس کو شعر نہیں سُوجھتے ۔ اگر ہم اتنے درد سے خُدا کو تلاش کریں ۔ جتنے درد سے اپنے گم شدہ رشتہ داروں کو تلاش کرتے ہیں ۔ تو خُدا جو کہ حاضر ناظر ہے ، سب کچھ دیکھ رہا ہے ، ضرور سامنے آوے ۔ ہمارے دل میں طلب اور تڑپ نہیں ہے ، مولوی رُوم کہتے ہیں ۔ " تو ہر جا کہ باشی می طلب ۔ "

اگر کوئی شکایت کرے کہ مجھے خُدا یا خُدا کا سچا راستہ نہیں ملا ۔ تو یہ سمجھ لو کہ اُس کے دل میں پوری پُوری تڑپ نہیں ہے ۔ ایسے تڑپ والے متلاشئ حق کی پہچان سوامی جی مہاراج نے خوب بتائی ہے ۔
دشمن سے جیو ہوئے اُداسا ۔ پرمارتھ کی جا من آسا ۔ نیند بھوک آلس جن کھوئی ۔
کھوجت پھرے سادھ گورو جا گا ۔ کوئی اُس کو کچھ کہہ لیوے ۔ دُکھی ہو ذرا نہ چت کو دیوے ۔
کوئی ایسا ہو تو خُدا کو تلاش کرے سو ایسا کروڑوں میں ایک ہوگا

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خُدا — دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
تُرا کے مُیسّر شود این مقام — کہ با دوستانت خلاف است وجنگ

اسی طرح حضُور ایک قصہ سُنایا کرتے ہیں۔ کہ کوئی شخص گھوڑے پر سوار جھنگ سیال کے باہر جا نکلا۔ فوجی وردی اور کمر میں تلوار۔ وہاں دو تین جوان جوان لڑکیاں گذر رہی تھیں۔ بولا کہ کیا کسی کو آج کل ہیر مل سکتی ہے۔؟ ایک لڑکی سمجھدار تھی۔ کہنے لگی ہاں۔ سوار بولا۔ پھر لاؤ کہاں ہے؟ لڑکی نے کہا کہ رانجھا بنو تو ہیر مل جاوے گی۔ سوار نے تنک کر جواب دیا۔ کہ کیا مَیں رانجھے سے کم ہوں لڑکی بولی "گھوڑے سے اُتر جاؤ۔ تلوار پھینک دو۔ وردی اُتار دو۔ تہمد اور کُرتا پہن لو۔ ہاتھ میں رانجھے کی طرح موٹا سا سوٹا لے لو۔ تو پھر ہیر مل جاوے گی۔" سوار بولا "مَیں تو ایسا نہیں کروں گا" لڑکی نے کہا "تو بس ہیر کو حاصل کرنا کیا آسان سمجھ رکھا ہے۔؟" "سرِ ما نداری سرِ خویش گیر"

آج ۶ر اپریل کی رات کے دس بجنے والے ہیں۔ مَیں اپنے تنگ حجرے میں بیٹھا زمانے کے انقلاب کو محسوس کر رہا ہوں۔ کیونکہ آخر وہی ہوا جس روزِ سیاہ کا مہینوں سے فکر لگ رہا تھا۔ ۳۱ر مارچ سے ڈاکٹر ٹمنٹ نے کہہ دیا کہ اب حضُور مہاراج ایک دو روز کے مہمان ہیں۔ بعض دیگر لوگ جن کو ڈاکٹر صاحب EMOTIONAL کہا کرتے تھے۔ ضد کرتے تھے کہ حضُور کو ضرور آرام ہو جاتا ہے۔ اُن لوگوں نے نہیں سوچا۔ کہ سنت بھی قانُونِ قدرت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اور اگر اپنے شریر کو صحت مند کرنا ہوتا ہے۔ تو وہ بھی قدُرت کے قاعدوں کے مُطابق صحت حاصل کرتے ہیں۔ جب مینھ برسنا ہوتا ہے۔ تو بادل ہو جاتے ہیں۔ کسی نے اِس دُنیا میں بغیر بادل کے مینھ نہیں دیکھا۔ اگرچہ کبیر صاحب نے اُس دُنیا میں بغیر بادل کے بوندیں پڑتی دیکھیں۔ یا یہ کہو کہ حضُور کا جسم اِس قدر کمزور اور ناقص ہو چکا تھا کہ رُوح نے اُس میں بیٹھ کر کام کرنا پسند نہ کیا۔

یکم اپریل کی رات کو ڈاکٹر صاحب نے اُن کے بچ کے سیوکوں کو بُلایا۔ کیونکہ اُن کا خیال تھا۔ کہ رات مُشکل سے ہی کاٹیں گے۔ اور بیبیاں شبد اُن کے کمرے میں پڑھتی رہیں۔ مگر اُن کی رُوح نے جسم سے لاپرواہی اختیار کر رکھی تھی۔ سانس چلتا تھا۔ اور کبھی کبھی دایاں گوڈا اُٹھاتے تھے۔ کیونکہ وہ چِت لیٹے ہوئے تھے۔ دس بجے کے بعد ہم میں سے کچھ فالتو لوگ میرے جیسے تو اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔

صُبح کو ۷ بجے شری گاندھی نے مجھے آ جگایا۔ مَیں گھبرا گیا تو بولا۔ کہ ابھی سانس ہیں۔ مَیں جھٹ پٹ

مُنہ دھو۔ کپڑے پہن اُوپر بھاگا۔ دیکھا کہ حضوُر بائیں کرنٹ پر پڑے ہیں۔ اور جسم سے بے خبر ہیں۔ سانس مُنہ کے راستے کھنچ کر آ رہا تھا۔ بس سمجھ لیا کہ اب ایک دو گھنٹے سے زیادہ نہیں۔ آہستہ آہستہ سانس کم ہوتا گیا۔ ۸½ بجے سے چند منٹ بعد ایک آخری سانس کھنچ کر مُنہ کے راستے آیا اور بس۔ سب حاضرین و ڈاکٹر اُن کی طرف مُنہ کر کے ہاتھ جوڑے ہوئے بیٹھے رہے۔ ڈاکٹر نے سٹیتھوسکوپ سے دِل کو دیکھا اور مُنھ پر کپڑا ڈال کر متھا ٹیک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

مَیں بھی کمرے سے باہر نِکلنے لگا۔ مگر بے اختیار رونا آ گیا۔ ساتھ والے کمرے میں سے روتا ہوا برآمدے میں آ بیٹھا۔ یہ آخری درشن تھا۔ ؎

"حیف در چشم زدن صُحبتِ یار آخر شُد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شُد"

"ہاں اے فلک پیر جواں تھا ابھی ساون
کیا تیرا بگڑتا جو جیتا کوئی دِن اور"

بے شک مہاراج جی مجھے کبھی بُوڑھے معلوم نہیں ہوئے۔ ہمیشہ جوان ہی دِکھائی دیتے رہے۔ جیسے مولوی رُوم نے کہا ہے:۔ ؎

"کردہ ام بختِ جواں را نام پیر
کو زحق پیر است نئر ایام پیر"

"मरणम् प्रकृतिर्भूतानाम् जननं विकृतिरुच्यते।"

یعنی مرنا مخلوق کی طبعی حالت ہے۔ جینا غیر طبعی ہے۔

خیر اُسی وقت تاریں مختلف مقامات کو دیدی گئیں۔ خطوط ڈال دیئے گئے۔ اور امرتسر سامان داہ سنسکار کے لئے کار دوڑائی گئی۔ ڈیرے میں کُہرام مچ گیا۔ حضوُر کے شریر کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا کر سب سے نیچے کے برآمدے میں پلنگ پر لِٹا دیا گیا۔ صرف چہرہ ننگا رہنے دیا گیا۔ خلقت ایک دروازے سے آتی تھی۔ دوسرے سے نِکل جاتی تھی۔ شام کو ساڑھے چار بجے امرتسر سے سامان آ گیا۔ اور ۵ بجے ارتھی بِوان تیار کر کے دریائے بیاس کے کنارے ہجُوم کی دھکا پیل میں لے جائی گئی۔ یہاں سے دریا کا کنارہ ۲ میل ہو گا۔ کیونکہ دریا ڈِھلوان کی طرف ہٹ گیا ہے۔ وہاں سے اندھیرا ہوئے واپس آئے۔

۸ر اپریل کی شام کو دو۲ بجے یہاں سے پھر مرگھٹ کے لئے روانہ ہوئے کہ راکھی جل پرواہ کی

جاوے۔ اُس وقت تک وہاں سخت پہرہ رکھا گیا۔ راکھی پرواہ میں تین گھنٹے لگ گئے۔ وہاں سے ۵ بجے چل کر ۶ بجے ڈیرے واپس آگئے۔ اور پتہ لگا کہ اِنسان کیا ہے۔ صرف مُشتِ خاک۔ اور دُنیا جنگل کی ہوا ہے۔ اِدھر سے آئی اور اُدھر کو نکل گئی۔ ؎

دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت
یک دو روزہ چہ کہ دُنیا ساعتے است

جو لوگ اِس دُنیا میں آکر مُلک گیری و حکومت و عہدوں و دھن مال کی چاہ رکھتے ہیں۔ وہ ریت کی دیوار بنانا چاہتے ہیں۔ ہاں۔ اگر عبادتِ خُدا پر محنت کرتے تو ساتھ جاتی۔ حضُور تو عالمِ رُوحانی کو چلے گئے۔ سارا بوجھ ہمارے کندھوں پر ڈال گئے۔

ختم شد